کلیات محمد قلی قطب شاہ

مرتبہ

سیدہ جعفر

محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر
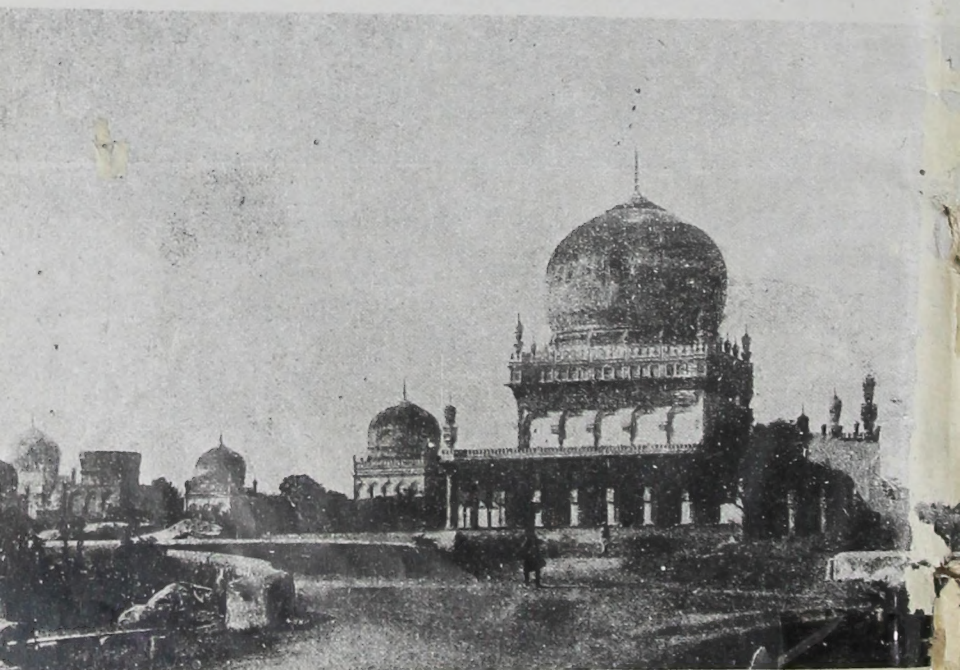
"ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ وتی ایک تلنگن ہو جیسا کہ ماہ نامہ میں لکھا ہے ...... ابراہیم قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہوں"[1]

خود محمد قلی اپنے ایک شعر میں کہتا ہے۔

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ
نپانے اجھوں مو کو ہندو دئے فرخ[2]

جب ابراہیم کا انتقال ہوا تو اس کے چھ بیٹے بقید حیات تھے۔ اس نے گلبرگہ کے ایک مشہور مشائخ خاندان میں شادی کی تھی اور اس بیگم کے بطن سے شاہ عبدالقادر اور ... عبدالفتاح تھے ابراہیم کا بڑا فرزند عبدالقادر تھا۔ باپ نے عبدالقادر کی شادی بیدر کے ایک صوفی گھرانے میں کی تھی۔ اسی خاندان کے ایک فرد مشہور صوفی شاہ خلیل اللہ بت شکن تھے۔ تاریخ میں ابراہیم کے فرزند اکبر کے بارے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ "تاریخ قطب شاہی" میں لکھا ہے کہ ایک بغاوت کے جرم میں اس کو دیورکنڈہ میں قید کر دیا گیا تھا۔ اور یہیں اس نے بیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔[3] دربار آصف کا مصنف رقمطراز ہے کہ عبدالقادر کو زہر دے دیا گیا تھا لیکن وہ مرا نہیں تھا۔[4] امرا نے بادشاہ کو یہ باور کروایا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے لیکن وہ روپوش ہو کر پایہ تخت سے دور ادھر ادھر چھپتا پھرتا تھا۔ یہ روایت درست معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ بقول مجید صدیقی "محمد قلی کو عمر بھر اس کی پریشانی رہی"[5] دوسرا شہزادہ حسین قلی تھا جس کی عمر باپ کے انتقال کے وقت بیس

---

[1] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ ص ۲۳، ۲۴۔

[2] دکنی زبان میں لفظ نپانا پیدائش اور پرورش دونوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "دکنی اردو لغت" مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں۔ ص ۳۵۱۔

[3] قادر خان منشی بیدری تاریخ قطب شاہی۔ صفحہ ۳۳۳۔

[4] غلام ہمدانی گوہر۔ صفحہ ۱۸۷۔

[5] عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۱۱۰۔

سال کے لگ بھگ تھی۔ بعض تاریخوں میں حسین قلی کا نام حسین علی بھی بتایا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ حسین قلی بڑا ہونہار اور ذی علم شہزادہ تھا اس کے بارے میں تاریخ کے الفاظ ہیں "بہ زیور علم و فضل آراستہ بود و از علم و حکمت بہرہ تمام داشت"۔ ابراہیم کے فرزند اکبر عبدالقادر کی عدم موجودگی میں حسین قلی کو تخت نشین ہونا چاہیے تھا لیکن جس وقت بادشاہ کا انتقال ہوا حسین کے طرفدار اور حمایتی پایہ تخت سے دور نلدرگ میں عادل شاہی فوج سے نبرد آزما تھے۔ حسین قلی کے بہی خواہ اور ہمدرد شاہ میر طبا طبا تھے جو قطب شاہی سلطنت کے میر جملہ تھے اور بقول علی بن عزیز اللہ مصنف "برہان مائر"، ابراہیم کے ایک جلیل القدر عہدہ دار اور سپہ سالار تھے[۱] شاہ میر کی لڑکی حسین قلی سے منسوب تھی۔ اس وقت گولکنڈے میں بادشاہ کے مقرب خاص رائے راؤ کا طوطی بول رہا تھا۔ رائے راؤ بعض وجوہات کی بنا پر شاہ میر کا مخالف بن گیا تھا۔ "برہان مائر" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رائے راؤ کی خواہش پر ابراہیم نے حسین قلی کے بجائے محمد قلی کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا۔ "تذکرۃ الملوک" میں رفیع الدین شیرازی تحریر کرتے ہیں کہ ابراہیم نے انتقال سے قبل اپنی سلطنت محمد قلی کے حوالے کر دی تھی۔ فوجی حکام اور دیگر عہدیداروں نے محمد قلی کی وفاداری کا حلف اٹھایا تھا[۲] "ہسٹری آف میڈیویل دکن" میں پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں کہ رائے راؤ جیسے وزیروں کی سازش سے محمد قلی تخت نشین ہوا تھا۔ وہ نرم دل، امن جو اور صلح پسند تھا اس لیے اس کو اپنے اشاروں پر چلانا آسان تھا جس کی بنا پر ان لوگوں نے "الکشن" کے ذریعے سے محمد قلی کو بادشاہ منتخب کیا[۳] ابراہیم کے انتقال کے وقت اگر شاہ میر نلدرگ میں قطب شاہی فوج کے ساتھ موجود نہ ہوتے اور گولکنڈے میں ان کا قیام ہوتا تو حسین قلی قطب شاہی خاندان کا پانچواں حکمران ہوتا۔ بادشاہت کے لیے حسین قلی پر محمد قلی کو رائے راؤ نے بقول غلام حسین خان مصنف "ماہ نامہ" اس لیے ترجیح دی تھی کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی[۴] اور رائے راؤ یہ سمجھتا تھا کہ محمد قلی کی تخت نشینی اس کے حق میں زیادہ

۱۔ علی بن عزیز اللہ۔ برہان مائر۔ صفحہ ۴۵۱۔

۲۔ رفیع الدین شیرازی۔ مخطوطہ تذکرۃ الملوک۔ مخطوطہ نمبر ۱۰۸۱۔ مخطوطہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد ورق ۱۶۱ ب

۳۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ ہسٹری آف میڈیویل دکن۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۴۶۔

۴۔ غلام حسین خان۔ ماہ نامہ۔ مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ۔ مخطوطہ نمبر ۳۶۴۔ ورق ۳۶

اس لیے ان کی ظاہر پرستی کو انھوں نے ہدف تنقید بنایا ہے۔ وہ دنیوی علوم پر علوم باطنی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر زور نے محمد قلی کے علم و فضل سے ناآشنا ہونے کے ثبوت میں جو مندرجہ ذیل اشعار پیش کیے ہیں وہ اسی نوعیت کے ہیں۔ ان میں فقیہوں اور عالموں پر محمد قلی نے لطیف طنز کیا ہے جس کے پیچھے یہ احساس کام کر رہا ہے کہ علم و خرد، عشق و وجدان کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

سب فقیہاں مل الف ناپڑک کہتے بے پرو
میرے دل کے شہر کوں دائم رکھے معمور توں
کہیں معانی کو ننھوا و عاقلاں سارے
ہجے بسراپے ابجد کے کرتے سر تھے یاد
عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف
تو نین کے جام کا مے پیکے پڑتا او حدیث
یہ علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے نا
عالماں بیچارے دکھ کر اس کی تک میں رہے بھگیا

اگر مندرجہ بالا اشعار کی بنا پر محمد قلی کو ان پڑھ تسلیم کرلیں تو پھر ہم اشعار کے متعلق ایسے کیا رائے قائم کریں گے، جن میں شاعر نے اپنے علم و فضل پر ناز کیا ہے۔ محمد قلی کہتا ہے۔

نہ لکھ سکے گا کنے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
میں کتاباں تو علم کیاں پڑیاں ہوں بہوت ولے
گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر
میں استاد تعلیم سے سر نہ کھینچا
جنے کوئی کھینچ گا پکارے گا جیوں خر

ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ علم کی بدولت دنیا میں مجھے عظمت اور سرداری نصیب ہوئی ہے۔

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں سرداری عالم میں
اندازا کیا ہے رستم کا، کے کہوے سب میں ہوں میں فرد

محمد قلی کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ اس نے تلنگی زبان میں بھی اپنا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔ جس میں اس نے تلنگان تخلص رکھا تھا۔ "کلام الملوک" میں میر سعادت علی رضوی نے محمد قلی کی فارسی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "محمد قلی قطب شاہ کے دکنی، فارسی اور تلنگی کلام کے مجموعے کا کوئی دوسرا شاعر مقابلہ نہیں کرسکتا"[۱] محمد قلی نے حافظ، ظہیر، عنصری، انوری، خاقانی اور نظامی کو اپنے کلام میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان سے ہمسری کا دعویٰ کیا ہے۔

محمد قلی نے مناظر قدرت کی مرقع کشی اور سراپا نگاری میں تشبیہات و استعارات اور اظہار کے جو پیکر استعمال کیے ہیں ان میں کالی داس کی شاعری کا لطف موجود ہے۔ محمد قلی کی رومانی اور جنسی شاعری میں بھوگ بلاس، نائکہ بھید، کام کلا اور سنگار رس کے عناصر کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس نے اپنے کلیات میں کہیں کالی داس سے متاثر ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے لیکن وہ سنسکرت زبان کی عظمت سے بخوبی واقف ہے اور کہتا ہے۔

کہ سات سمندر نیں سنسکرت کا علم ہے
تو توں سے صبر و فکر کی دکھ لینے اس کے گناس

اگر ڈاکٹر زور کے اس بیان کو درست سمجھا جائے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ متی ایک ہندو خاتون تھیں تو یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے محمد قلی نے اپنی ماں کے زیر اثر سنسکرت زبان سے جو مذہبی اہمیت کی بھی حامل ہے، دلچسپی لی ہو۔

محمد قلی کی شاعری بالخصوص قصائد میں جا بجا فلکیات کی اصطلاحیں موجود ہیں جن سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس علم سے بخوبی واقف تھا۔ قصیدے کی اس قسم کو نجومیات سے موسوم کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ محمد قلی نے اردو شاعری سے روشناس کرایا ہے۔ ڈاکٹر زور نے محمد قلی کے بعض اشعار کی بنا پر اس کو ان پڑھ اور جاہل قرار دیا ہے۔ شاعری اور وہ بھی غزل کے اشعار کے ذریعے سے ذہن کی موزونی اور تخیل کی نیرنگی کے بھی مظہر ہوتے ہیں

۱۔ ڈاکٹر زور، دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، صفحہ ۴۳

تاریخی حقائق کو منضبط کرنے کی کوشش زیادہ قابل قبول نہیں معلوم ہوتی۔

حلیہ

وجہی نے "قطب مشتری" میں محمد قلی قطب شاہ کو اس مثنوی کے ہیرو کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اس مثنوی میں ایک فرضی قصہ بیان کیا گیا ہے لیکن شاعر نے چونکہ اپنے ہیرو کو بچشم خود دیکھا تھا اس لیے اس نے محمد قلی کا جو حلیہ بیان کیا وہ صداقت پر مبنی ہو سکتا ہے محمد قلی قطب شاہ کی جو تصویریں دستیاب ہوتی ہیں ان سے بھی وجہی کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ وجہی کہتا ہے کہ اس کا ہیرو ایک خوش رو جوان تھا یہ جوان رعنا وجاہت میں بے مثل سمجھا جاتا تھا اس کی آنکھیں بڑی اور دہانہ چھوٹا تھا۔ اس کے سیاہ بال اس کے سرخ و سفید چہرے پر بڑے نظر فریب دکھائی دیتے۔ محمد قلی کا بدن مضبوط لیکن چھریرا تھا۔ اس سرو قد شہزادے کی تصویر وجہی نے اس طرح کھینچی ہے۔

بدن سیم قد سرو جوں راست ہے
کہ صورت میں یوسف سے بھی زیاست ہے
چھپا نور یوں اس کے مکھ نور انگے
کہ جوں چاند چھپتا اہے سور انگے
زلف لام الف قد ہے۔ دہن میم ہے
یہ خوبی سو اس کی ہی تقسیم ہے

احمد گجراتی نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا میں" "تعریف قطب شاہ محمد قلی" کے زیرِ عنوان ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) اشعار میں بادشاہ کا سراپا اور اس کے صفاتِ محمودہ کا ذکر کیا ہے۔ شاعر کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی لحیم شحیم انسان نہ تھا بلکہ اس کا بدن چھریرا اور اعضا متناسب تھے۔[۱]

شادی

محمد قلی نے اٹھارہ سال کی عمر میں ۹۹۱ھ میں شاہ میر طبا طبا کی بیٹی سے جو

---

۱ راقمہ الحروف نے احمد گجراتی کی مثنوی یوسف زلیخا کی تنقیدی تدوین مکمل کرلی ہے۔

اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی شادی کی " برہان مائر " میں سید علی طباطبائی لکھتے ہیں

"قطب شاہ چون بہ مستقر سریرِ سلطنت خود رسیدہ بہ مسندِ کامرانی تکیہ فرمودہ۔ مخدرہ حجلۂ عصمت سید شاہ میر را کہ نامزدِ برادرِ بزرگش بود خطبہ نمودہ۔ طوے بادشاہانہ ترتیب داردو ابوابِ مسرت و حضور بر روئے آشنا و بیگانہ کشاد"[1]

قطب شاہی تاریخوں مثلاً "تاریخ قطب شاہی" "تذکرۃ الملوک" اور "حدیقۃ السلاطین" وغیرہ میں اس شادی کی تفصیلات درج ہیں۔ فرشتہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ ایک مہینے تک اس خانہ آبادی کی مسرت میں رات دن جشن منائے گئے اور دعوتیں ہوتی رہیں۔ "حدیقۃ العالم" میں ابوطالب لکھتے ہیں کہ علمِ نجوم کے ماہرین نے نیک ساعت دیکھ کر نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا تھا۔ شاہی محلات کو بڑی خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ وقت مقررہ پر جب دربار عمائدین سلطنت اور امرار و فضلار سے معمور ہوگیا تو مجلسِ نکاح منعقد ہوئی۔ اس جشن کے اختتام پر محمد قلی نے شادی کی مسرت میں اعیان و ارکانِ مملکت، مقربان خاص اور معزز درباریوں کو بیش قیمت خلعتوں، اعزازات اور انعام و اکرام سے نوازا۔ "برہان مائر" کے مصنف سید علی طباطبائی بادشاہ کے خسر شاہ میر کے دوست تھے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اس جشن عام میں شریک رہے ہوں۔ انھوں نے اپنی تاریخ میں محمد قلی کی شادی کی تقریب کا تفصیلی حال درج کیا ہے۔ تاریخ میں اس ملکہ کا زیادہ ذکر موجود نہیں ہے حالانکہ وہ محمد قلی کی محل خاص تھیں۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد محمد قلی اپنے خسر سے ناراض ہوگیا تھا۔ تاریخ فرشتہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شاہی عتاب نازل ہونے کے چند ماہ بعد بادشاہ نے اپنے خسر کو معاف کر دیا تھا لیکن بعض سیاسی مصلحتوں کی بنار پر وہ سمجھتا تھا کہ شاہ میر کا گولکنڈے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے اس کے حکم سے شاہ میر کو ضروری مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے ان کے وطن اصفہان روانہ کر دیا گیا تھا[2]۔ زور صاحب نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ چونکہ قطب شاہی

---

[1] علی بن عزیز اللہ۔ برہان مائر۔ صفحہ ۵۳۵۔

[2] میر عالم موسوی۔ حدیقۃ العالم۔ صفحہ ۲۰۸۔

تاریخوں میں اس ملکہ کا کوئی ذکر موجود نہیں اس لیے بہت ممکن ہے کہ محمد قلی نے شاہ میر کے ساتھ ان کی بیٹی کو اصفہان بھیج دیا ہو[۱]

اولاد

پروفیسر شیروانی لکھتے ہیں کہ اس ملکہ سے صرف ایک لڑکی حیات بخشی بیگم تولد ہوئی تھیں۔ دکن کی کسی تاریخ میں محمد قلی کی اولاد نرینہ کا ذکر موجود نہیں ہے۔ "تاریخ قطب شاہی" سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو ایک عرصے تک اولاد نہیں ہوئی تھی۔ کلیات میں محمد قلی ایک جگہ لکھتا ہے۔

بار دے میرے جھاڑ کوں یارب
پھول پھل ہوئے تا سبھی گلزار

دکنی مورخین نے دوسرے قطب شاہی حکمرانوں کے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت اور شادی بیاہ کے جشنوں وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے اور قطعات تاریخی بھی پیش کیے ہیں لیکن محمد قلی کے کسی شہزادے کے جشن ولادت کا تذکرہ تاریخوں میں موجود نہیں ہے۔ کلیات محمد قلی میں بعض ایسے اشعار موجود ہیں جن سے شاعر کے صاحبِ اولاد ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

صدقے نبی کے سور چندا تا اچھے گگن
پت بیت سوں قطب کر و سولاک سال عید
راکھو تماری چھاوں تل دائم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہور فرزندِ قطب بندے تمارے ہیں علی

محمد قلی کو اگر فرزند تولد بھی ہوئے ہوں تو ممکن ہے بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا ہو اور بادشاہ کو جشن منانے کا اور شاعروں کو تہنیتی نظمیں پیش کرنے کا موقعہ نہ مل سکا ہو۔ ممکن ہے محمد قلی نے اپنے برادر زادے شہزادہ محمد سلطان کو جو کہ اس کے چھوٹے بھائی محمد امین کا بیٹا تھا اپنی اولاد سمجھ کر بارگاہ ایزدی میں اس کے لیے دعا کی ہو۔ محمد قلی، محمد امین اور اس کے فرزند محمد سلطان کو بہت عزیز رکھتا تھا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس

---

[۱] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۳۰۷۔

بھائی نے کبھی محمد قلی سے غداری نہیں کی تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ شہزادی حیات بخشی بیگم محمد سلطان سے منسوب تھیں۔

حیات بخشی بیگم

حیات بخشی بیگم ۱۰۰۲ھ میں پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے یہ شہزادی بادشاہ کے برادر زادے شہزادے محمد سلطان سے منسوب تھیں۔ ۱۰۱۲ھ[1] میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزط سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں بھیجا تھا۔ بادشاہ نے امیر ضیاء الدین محمد نیشاپوری کو جو ایرانی سفیر کا ہم وطن تھا استقبال کے لیے گوا کو روانہ کیا تھا۔ شاہ عباس صفوی نے اپنا یہ ایلچی مکتوب شاہی کے ساتھ بھیجا تھا جس میں صفوی اور قطب شاہی سلطنت کے درمیان اتحاد اور خیر سگالی کے جذبات کی خواہش ظاہر کی گئی تھی۔ شاہ عباس نے محمد قلی کے لیے قیمتی موتیوں کا ایک تاج، جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے تحفتاً بھیجے تھے شاہ عباس صفوی نے اپنے سفیر کے ذریعے سے محمد قلی کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ اپنے ولی عہد کی شادی قطب شاہی شہزادی حیات بخشی بیگم سے کرنے کا خواہشمند ہے۔ فرشتہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ شاہ ایران کا یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو پورے ہندوستان میں کسی حکمران کو نصیب نہیں ہوا تھا۔

شہزادی کی شادی

محمد قلی کئی دن تک شش و پنج میں بتلا رہا۔ جب اس نے اپنے مشیر خاص میر مومن سے صلاح لی تو انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ سیاسی حالات کے پیش نظر یہ شادی منسوخ کرنا بہتر ہے۔ شاہ عباس صفوی کے ولی عہد کے بجائے میر مومن نے شہزادہ محمد سلطان کا نام تجویز کیا۔ چنانچہ نہایت عجلت کے ساتھ شادی کے انتظامات مکمل کر لیے گئے اور بڑے اہتمام اور تزک و احتشام کے ساتھ یہ تقریب منعقد ہوئی۔ "تذکرہ محبوب الزمن" میں عبدالجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ اس تقریب میں نظام شاہ والی احمد نگر، علی عادل شاہ والی بیجاپور

---

[1] نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۲۶۴۔ مطبع صدیقی حیدر آباد ۱۳۵۰ھ۔

اور عماد شاہ والی برار نے بھی شرکت کی تھی[1] تاریخ قطب شاہی کے مصنف رقمطراز ہیں کہ ایسا شاندار جشن قطب شاہوں نے شاید ہی کبھی منایا ہو[2] اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ شہزادی اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی اور شہزادہ سلطان بادشاہ سے ظل اللہ کا خطاب پاکر ولی عہد ہو چکا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس زمانے میں قطب شاہی دربار میں ایرانی سفیر بھی موجود تھے جس کو قطب شاہی جاہ وحشمت سے مرعوب کرنا ضروری تھا۔ یہ شادی ربیع الاول ۱۰۱۶ھ م ۱۶۰۷ء میں رچائی گئی تھی[3] "دربار آصف" کا مصنف تحریر کرتا ہے کہ شہر حیدرآباد کی آئینہ بندی کی گئی تھی۔ محلات شاہی کو آراستہ کیا گیا تھا۔ اور بادشاہ نے کئی مقامات پر محفل رقص و سرود کا انتظام کیا تھا۔ ایک مہینے تک یہ جشن برپا رہا اور "امرا، اکابر" "شرفا" اور "سلحداران" کو چالیس ہزار خلعتیں عطا کی گئیں[4] اس موقعے پر شعرا نے قصیدے لکھے اور تاریخی قطعے پیش کیے تھے۔ میرک معین سبزواری نے جو احمد نگر کا سفیر تھا اغرظ سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر سن کر گولکنڈہ آیا تھا اور حسبِ ذیل تہنیتی اشعار پیش کیے تھے۔ اس کا ذکر "مقدمہ تاریخ دکن" میں موجود ہے۔

دوش سر کردہ خیالم رہ بزمے چو بہشت
اہل آں بزم چو حوراں مہ نورانی چہر
بزم عیسیٰ کہ ملائک بہ تماشہ شدہ چشم
سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر
گفتم ایں بزم گہ عیش چہ تاریخش چیست
کہ از افلاک بر ایام ہمی بارد مہر
عقل گو بود چو من مست مئے حیرت گفت
عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر[5]

---

[1] عبد الجبار ملکاپوری: تذکرہ محبوب الزمن جلد دوم۔ صفحہ ۴۸۷۔

[2] قادر خان منشی بیدری۔ تاریخ قطب شاہی۔ صفحہ ۳۶۴۔

[3] میر عالم موسوی۔ حدیقۃ العالم۔ صفحہ ۲۴۰۔

[4] غلام صمدانی گوہر۔ دربار آصف۔ گلزار چہارم۔ صفحہ ۱۹۳۔

[5] پروفیسر عبد المجید صدیقی۔ حصہ دوم۔ سلسلہ آصفیہ۔ صفحہ ۳۳۱۔

"تاریخ ظفرہ" میں گر دھاری لال احقر[1] اور "حدیقۃ السلاطین" میں نظام الدین احمد شیرازی تحریر کرتے ہیں کہ محمد قلی نے اپنی بیٹی کے لیے ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا تھا اور شہزادی کو شاہی محل سے رخصت کر کے یہیں اتار اگیا تھا۔ "حدیقۃ العالم" کے مصنف میر ابو تراب نے بھی اس محل کا نام نہیں بتایا ہے۔ تاریخیں بتاتی ہیں کہ حیات بخشی بیگم اپنے شوہر سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال تک یعنی ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں مقیم رہیں۔

امورِ سیاست سے دلچسپی

حیات بخشی بیگم دکن کی سیاست میں دخیل رہیں۔ وہ ایک بیدار مغز، لائق اور مدبّر خاتون تھیں۔ ان کی دور اندیشی اور فہم و فراست کا ثبوت اس وقت بھی ملتا ہے جب اورنگ زیب نے عبداللہ قطب شاہ کے آخری زمانہ حکومت میں حیدرآباد پر حملہ کر دیا تھا، تو انھوں نے بعض سیاسی مصلحتوں کی بنا پر صلح کر لی تھی۔ "تاریخ قطب شاہی" میں لکھا ہے کہ حیات بخشی بیگم اورنگ زیب سے صلح کی شرائط طے کرنے بہ نفسِ نفیس مغلیہ لشکر میں گئی تھیں۔ اس ملکہ کی داد و دہش اور تدبر کی بہت سی روایتیں حیدرآباد میں مشہور ہیں۔ جب سلطان محمد قطب شاہ نے سرونگر کے قریب قلعہ سلطان نگر کی تعمیر شروع کی تو ملکہ نے یہاں ایک محل اور مسجد بھی بنوائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی محل میں اس کے بیٹے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی رسم انجام دی گئی تھی۔ "بستان آصفیہ" میں مانک راؤ وٹھل راؤ حیات بخشی بیگم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "حیات بخشی بیگم صاحبہ نے کئی مسجدیں تعمیر کرائیں اور تالاب ماناب کھدوایا۔ مسجد قطب عالم جو شمس الامراء کی کمان کے پاس واقع ہے ان ہی بیگم کی یادگار ہے۔ مسجد متصل فتح دروازہ مسجد اندرون کمان شیر دل واقع مٹی کا شیر کے قریب کی موتی مسجد متصل بادشاہی عاشور خانہ انھیں نے بنوائیں۔ بیگم صاحبہ نے اپنی یادگار کے طور پر حیات نگر بھی آباد کیا تھا۔"[2]

---

[1] گر دھاری لال احقر۔ تاریخ ظفرہ۔ صفحہ ۱۶۔

[2] مانک راؤ وٹھل راؤ۔ بستان آصفیہ۔ صفحہ ۲۹۔

حیات بخشی بیگم نے پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں بروز سہ شنبہ ۲۸ / شعبان ۱۰۷۷ھ میں انتقال کیا۔

عہدِ قلی میں امن وامان

سلطان محمد قلی قطب شاہ، قطب شاہی سلسلے کا ایک ایسا حکمران گذرا ہے جس کے عہدِ حکومت میں امن وامان کا دَور دورہ تھا۔ چند بغاوتوں سے قطع نظر محمد قلی کو زبردست اور فیصلہ کن جنگوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ محمد قلی کے عہد کی مہمات عظیم الشان جنگیں نہ تھیں بلکہ چھوٹی چھوٹی بغاوتیں تھیں۔ محمد قلی کو اپنے والد ابراہیم کی طرح تالی کوٹ جیسی زبردست لڑائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ سیاسی اعتبار سے محمد قلی کا عہدِ حکومت پیشرو قطب شاہی سلاطین کے مقابلے میں پر امن رہا تو غلط نہ ہوگا۔ ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں ہر وقت محمد قلی کامیاب وکامران رہا اور اقبال مندی اس کے قدم چومتی تھی۔ اس کی خانگی زندگی میں ذہنی انتشار اور فکر و تردد کا کوئی شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ محمد قلی کا بچپن ناز ونعم میں گذرا تھا اور جوانی عیش وعشرت میں۔ کلیات محمد قلی میں ایسی بہت سی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی جوانی دیوانی تھی۔ محلات کے حسین ورنگین ماحول، شاہی جشنوں اور تقریبوں میں خوبروؤں کے جمگھٹے اور رقص وسرود کی محفلوں نے محمد قلی کو عیش پسند اور رند مشرب بنا دیا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ عنفوان شباب میں ایک مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت سے وہ ایک وسیع اور مستحکم سلطنت کا حکمران بن گیا تھا۔ ان حالات میں محمد قلی کے لیے زہد ورع کے بجائے شاہد پرستی اور مے خواری کی طرف مائل ہونے کے مواقع زیادہ تھے۔ وہ فطرتاً حسن پرست اور تلذذ پسند واقع ہوا تھا اس لیے محمد قلی کا زمانۂ شباب بدمستی کی نذر ہوا۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی "تاریخ گولکنڈہ" میں رقمطراز ہیں "اس کی تمام عمر انتہائی عیاشی میں گذری تھی"[1] اسی طرح پروفیسر ہارون خان شیروانی بھی محمد قلی کو شراب و شاہد کا دلدادہ بتاتے ہیں[2] "حدیقۃ السلاطین" "دربار آصف" "تاریخ قطب شاہی"

---

[1] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۱۱۳۔

[2] ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی) صفحہ ۵۷۔

"حدیقتہ العالم" "برہان مائر" اور "تاریخ فرشتہ" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے ایک بے فکر اور منچلے ہیرو کی طرح زندگی گذاری تھی۔

مذہب

قطب شاہی سلاطین بڑے وسیع النظر اور کشادہ قلب تھے۔ گولکنڈے کی رعایا میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ مسلمانوں کے دو فرقوں یعنی سنیوں شیعوں کا ذکر تاریخ میں موجود ہے۔ دکن میں اول الذکر فرقے سے تعلق رکھنے والوں کی کثرت تھی اور ان کا تعلق خطۂ دکن سے تھا۔ اس کے برخلاف ترکستان اور زیادہ تر ایران سے آئے ہوئے نوواردوں میں سے اکثر اثنا عشری عقائد کے حامل تھے۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی قطب شاہی سلاطین کی مذہبی رواداری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "خود شاہی خاندان بھی شیعہ مذہب کا پیرو تھا لیکن یہ قطب شاہوں کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس خاندان میں کسی قسم کی مذہبی تنگ نظری پیدا نہ ہوئی۔"[1]

دکن کی اکثر تاریخوں مثلاً "برہان مائر" "تاریخ قطب شاہی" اور "تذکرہ محبوب الزمن" وغیرہ سے قطب شاہی بادشاہوں کے مذہبی میلان کا پتہ چلتا ہے۔ محمد قلی شیعہ عقائد کا پیرو تھا۔ اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء اس نے اپنے سکہ پر علم کے نشان کا اضافہ کیا جو امام حسین سے اس کی عقیدت کا مظہر ہے۔ "حدیقتہ السلاطین" میں نظام الدین لکھتے ہیں کہ گولکنڈے کا حسینی علم اسی کا استاد کیا ہوا ہے اور محرم کے تمام رسوم اسی بادشاہ کے عہد میں جاری ہوئے تھے۔ فیضی جو شہنشاہ اکبر کا سفیر برائے برہان پور اور احمد نگر تھا اپنی کتاب "بتاشیر الصبح" میں لکھتا ہے کہ گولکنڈے کا بادشاہ شیعیت کی طرف بہت زیادہ مائل ہے۔[2] تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے مشیر خاص اور وزیر سلطنت میر مومن شیعہ تھے اور انھوں نے بھی بادشاہ کو

---

[1] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ دکن۔ صفحہ ۲۶۰۔

[2] فیضی۔ مخطوطہ نمبر ۳۰۔ مرتبہ نورالدین محمد عبداللہ۔ صفحہ ۴۲۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

اپنے عقائد اور مذہبی تصورات سے بہت متاثر کیا تھا۔

پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں کہ محمد قلی نے اپنے نئے پایہ تخت میں جو پہلی مقدس عمارت تعمیر کروائی وہ بادشاہی عاشور خانہ تھا۔[۱] بعد میں اس نے جامع مسجد بھی تعمیر کروائی۔ چار مینار کی تعمیر کے بعد ۱۰۰۱ھ میں بادشاہی عاشور خانے کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور ۱۰۰۵ھ میں اس عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی۔ نئے دارالسلطنت میں دوسری تمام عمارتوں سے پہلے عاشور خانہ بنوانے کا خیال محمد قلی کے عقائد کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں چہاردہ معصومین کے علم استاد کیے گئے تھے۔ اور اپنی طرز کا جنوبی ہند میں یہ پہلا عاشور خانہ تھا۔ جو کتبہ اس عاشور خانے کے وسطی محراب کی زینت بنا ہوا ہے اور جو فنکاری کا ایک بے مثل نمونہ سمجھا جاتا ہے، اس اعتبار سے بھی قابل توجہ ہے کہ بادشاہ نے اس کتبے میں اپنا نام "غلام علی" لکھوایا ہے۔ قلی کے معنیٰ خادم اور بندے کے ہیں۔ سلطان نے اپنا اصل نام محمد قلی یعنی محمد کا بندہ ترک کرا کے یہاں "غلام علی" درج کروایا ہے جس سے اس کے مخصوص عقائد کا اظہار ہوتا ہے۔

۱ محمد قلی کے کلیات میں ایسے بہت سے اشعار موجود ہیں جن سے اس کے مذہبی تصورات پر روشنی پڑتی ہے۔ محمد قلی نے حضرت علی کی منقبت میں سات نظمیں کہی ہیں۔ ان کے علاوہ عید مولود علی، عید غدیر اور نوروز پر کلیات میں جو نظمیں موجود ہیں ان کی تعداد بیس سے کم نہیں ہے۔ ۱

قطب شاہی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان بادشاہوں کا مذہبی رجحان شیعیت کی طرف تھا۔ محمد قلی نے اپنے اشعار میں امامیہ مذہب کو اپنا آبائی مذہب نہیں بتایا ہے بلکہ وہ اس کو اپنا اختیار کردہ مذہب قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنا "دین چھوڑ کر" اس مسلک کو اختیار کیا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ	پنانے اچھوں موکوں ہندوئے فرخ
قطب پنجتن کی غلامی قبولیا	تو اس عیش انگوٹی میں چند سور دیائے
جب نبی صدقے ہوا ہے داس قبر کا قطب	دو جگت میں ترکماں ہیں عاقبت محمود کا

۱ پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی)، صفحہ ۲۹۔

یک دھیان یک چت سوں دل ہور جیو میرا　　حیدر سوں　رق لایا صلوات بر محمد

مندرجۂ ذیل اشعار سے محمد قلی کے مذہبی عقائد کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

ہزاروں رحمت ہے تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن
قطب شہ دو جگت میں سروری ہے تج وہ سرور تھے
نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا دامن
کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہور سب ہٹار رہبر ہے

ہے محمد قطب بارہ اماماں کا غلام　　میں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر
اماماں میا ہے محمد قطب پر　　نبی ہور علی کی دیا سوں سُہایا
جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ　　اسے خون جگر وا روے ناکام دویگا

محمد قلی کے بھتیجے اور جانشین محمد قطب شاہ نے کلیات محمد قلی کے لیے جو منظوم دیباچہ کہا ہے اس میں محمد قلی کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی ہے کہ وہ اپنے مقطعے میں ضرور حضرت علی کا نام لیتا اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

جو مقطعے میں ہر اک اپس شعر کے
لئے بن نا حضرت علی ناٗوں اپے
نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام
بغیر از علی کا لئے باج نام

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے کہ محمد قلی کے بعض اشعار سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ بچپن میں اثناعشری عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابراہیم قطب شاہ ایک وسیع المشرب شخص تھا۔ دوسرے اس نے قطب شاہی تخت و تاج کو بعض ہندوؤں اور سنی مسلمانوں کی مدد سے حاصل کیا تھا اور بقول پروفیسر عبدالمجید صدیقی

"سلطان قلی کے بیٹے ابراہیم قلی کی وسیع المشربی اس سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کو سنی طبقے کے ساتھ ایسی ہمدردی تھی جیسے شیعوں کے ساتھ تھی"[۱]

---

[۱] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۲۶۱۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی بیگمات میں سے ایک ہندو بھی تھی اور اس سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کسی خاص مسلک کا پابند نہ تھا۔ ان حالات کے پیش نظر ممکن ہے بچپن میں محمد قلی کو شیعہ عقائد کی تعلیم نہ دی گئی ہو اور ابتدا میں وہ کسی خاص عقیدے کا پابند نہ رہا ہو اور بعد میں اس نے اثنا عشری مسلک اختیار کیا ہو۔

تدبّر اور بیدار مغزی

محمد قلی کی رنگیں مزاجی اور اس کے معاشقوں کی بہت سی روایتیں دکن میں مشہور ہیں لیکن تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک مدبر اور ماہر سیاست داں بھی تھا۔ عبدالمجید صدیقی "تاریخ گولکنڈہ" میں تحریر کرتے ہیں۔

> اس کی تمام عمر انتہائی عیاشی میں گزری تھی لیکن وہ سلطنت کے بست و کشاد سے کبھی غافل نہیں رہا۔ وہ بہت بیدار مغز بادشاہ تھا۔ اس کی نظر سلطنت کے چاروں گوشوں پر پڑتی تھی .... اس نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ سلطنت کے دور دراز حدود ایسے مستحکم رہیں جیسے خود مرکزی حکومت ہوتی ہے اور بیرونی خطروں کی روک تھام ہو۔[1]

محمد قلی کے عہد کی سب سے بڑی بغاوت علی خان لُر کی سازش تھی۔ ابراہیم نے اس کو طبل و علم عطا کر کے گنٹور کی فوجوں کلپہ سالار بنا دیا تھا۔ وہ گنٹور پر مطلق العنان بادشاہ کی طرح حکومت کرنا چاہتا تھا۔ محمد قلی اس وقت نو عمر اور نا تجربہ کار تھا لیکن جیسا کہ "تاریخ قطب شاہی" اور "حدیقۃ العالم" میں لکھا ہے اس نے علی خان تُرکی کو دندان شکن جواب دیا۔ علی خان لُر اور اس کے ساتھی میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ علی خاں لُر کی قطب شاہی فوجوں کے خلاف صف آرائی سے بعض دوسرے باغیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی تھی اور وہ بھی قطب شاہی علاقوں پر دست درازی کرنے لگے تھے۔ وینکٹ پتی رائے وجیانگر نے بھی جسارت کی اور ۱۵۶۵ء میں ایسا یلغار کیا کہ محمد قلی وینکٹ پتی کے حملے کا جواب

---

[1] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۱۱۳۔

دینے کے لیے خود میدانِ جنگ میں آپہنچا اور قلعہ موسلورگ فتح کرلیا۔ ابوتراب مورخ حدیقۃ العالم لکھتا ہے کہ نندیال اور کلکور پر بھی محمد قلی نے قبضہ کرلیا۔ محمد قلی نے رام راج والی وجیانگر کے ایک اور فرد خاندان نرسم راج کی بھی سرکوبی کی۔ امین الملک ایک لشکر جرار کے ساتھ کنڈری کوٹ روانہ ہوگئے تھے۔ لیکن خود بادشاہ میدان جنگ میں آپہنچا اور حیدری توپ کے گولے قلعے کی دیواروں سے ٹکرانے لگے۔ نرسم راج نے مایوس ہوکر صلح کرلی۔ "تاریخ قطب شاہی" کے مورخ نے پننگنڈے کے قلعے کی تسخیر کا حال مفصل بیان کیا ہے اور وینکٹ پتی کی شکست کو وہ محمد قلی کے فوجی اور سیاسی تدبر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔
میر ابوتراب حدیقۃ العالم میں لکھتے ہیں کہ ۱۵۹۶ء میں محمد قلی کو قاسم کوٹ کی مہم میں بھی حصہ لینا پڑا۔ سلطنت قطب شاہی کے ایک باجگذار راجہ بلند راج کو بھی جو اطاعت سے روگردانی کر کے سرکش ہوگیا تھا، اس نے زیر کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجمندری کے مشہور لشکر جرار کا جو "ردیوار" کہلاتا تھا محمد قلی نے مقابلہ کیا۔ بادشاہ نے دریائے گوداوری عبور کر کے دشمن کی فوج پر حملہ کردیا اور اس زبردست یلغار سے غنیم کی فوج پسپا ہوگئی۔
۱۵۹۵ء میں بقول قادر خان مصنف "تاریخ قطب شاہی"، محمد قلی نے علم خان کی طرف توجہ کی جو اپنی وسیع جاگیر میں خود مختار ہوگیا تھا اور مال دیوانی کے مطالبے پر بادشاہ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ امین الملک نے اس کی جاگیر میں اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور اس بغاوت کا خاتمہ کردیا۔ اسی سال شہزادے عبدالقادر نے علم بغاوت بلند کیا۔ جس کی خاطر خواہ سرکوبی کی گئی۔ ۱۵۹۹ء میں ایک فوجی افسر راوت راؤ نے بغاوت کی تو چنگیز خان اور زین العابدین نے اسے شکست دی۔ راوت راؤ تیر سے زخمی ہوگیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھی خواہ دسنادیو نے محمد قلی قطب شاہ کی اطاعت قبول کرلی۔
۱۵۹۹ء میں جلمور کا محاصرہ ہوا، سید حسن نے قلعہ جلمور پر قبضہ کرلیا اور مکند راج کو شکست دی۔ سلطان محمد قلی کی عہد کی آخری بغاوت ۱۶۰۷ء میں ہوئی جب خدا بندہ نے، جو اس کا حقیقی بھائی تھا، اس کے خلاف سازش کر کے دعویدار تخت کی حیثیت سے ہنگامہ برپا کردیا تھا خدا بندہ کو ناکامی کا منہہ دیکھنا پڑا، اور اسے قلعہ گولکنڈہ میں قید کردیا گیا۔ اسی قید میں خدا بندہ کا انتقال ہوگیا۔

سلطنت کی توسیع

محمد قلی کے زمانے میں قطب شاہی سلطنت کے حدود دریائے تنگبھدرا کے نیچے پنگنڈہ اور کنڈی کوٹہ تک پہنچ گئے تھے اور شمال مشرق میں دریائے گوداوری کے اوپر سکاکول تک جا ملے تھے۔ محمد قلی نے سرحدوں کی حفاظت کے لیے یہاں بھاری فوج متعین کردی تھی راجمندری اور شمال میں سکاکول قطب شاہیوں کا بڑا فوجی مستقر تھا۔ مشرق میں مرتضیٰ نگر یا گنٹور زبردست فوجی چھاونی تھی۔ وجیانگر کی سرحد فوج کا ایک اہم مرکز تھی۔ "وسجتین ولاسم،، کا شاعر اپنے ایک شعر میں محمد قلی کو چوراسی قلعوں کا مالک بناتا ہے محمد قلی نے قطب شاہی سلطنت کے حدود اتنے وسیع کر دئے تھے کہ بقول پروفیسر عبدالمجید صدیقی "وہ ایک چھوٹی سی شہنشاہیت معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت کئی راجدھانیاں قطب شاہی سلطنت کی باج گذار تھیں [۱]

چتر شاہی

ابراہیم قطب شاہ نے امیر عنبر خان حبشی سے مقابلہ کر کے اسے شکست دی تھی اور اس کا نشان چھین لیا تھا جس کا رنگ آسمانی تھا۔ یہی رنگ قطب شاہی سلطنت کا "سرکاری رنگ" قرار پایا تھا۔ محمد قلی نے اپنے اکثر اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا
گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

مرا قطب تارا ہے تاریاں میں نچھل
تو مجھ پر فلک رنگ کا چتر چھایا

تانے ازل تھے مج پر گگن رنگ کا چتر
پیاریاں پریاں سو ماوے اُپر اور وہاں عید

---

۱ پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ ۱۲۵۔

محمد قلی کی سیرت

محمد قلی اپنی مہمات میں کامیاب و کامران رہا۔ اس میں اس کی بیدار مغزی، اس کے سیاسی شعور اور ذہنی صلاحیتوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ عیش و عشرت کی فراوانی کے باوجود وہ امور ملکی سے غافل نہیں رہتا تھا۔ ملک کے جس حصے میں ہنگامہ برپا ہوتا یا جہاں باغی سرکش ہو جاتے وہ اس طرف فوری توجہ کرتا، بر وقت فوجیں بھیجتا، مخبروں اور جاسوسوں کے ذریعے بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لے کر فوج کی پیش قدمی کے متعلق فیصلے صادر کرتا تھا۔ محمد قلی نے اکثر مہمات میں بذات خود شرکت کی تھی۔ محمد قلی کے عہد میں میدانِ کارزار کی مصروف جنگ فوجیں بر وقت پایہ تخت سے امداد اور فوجی کمک حاصل کرتی تھیں، سستی غفلت اور نااہلی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں کبھی ناکام نہیں رہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ امور سلطنت سے گہری دلچسپی لیتا اور شہری و فوجی انتظامات اس کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ہم محمد قلی کو محض ایک عیش پسند، لاپروا اور رنگیلا بادشاہ سمجھیں تو درست نہ ہوگا۔ محمد قلی کی عشقیہ شاعری کا موضوع "آرائش خم کاکل" سہی لیکن اس کی عملی زندگی میں "اندیشہ ہائے دور دراز" کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

امن پسندی اور صلح جوئی

محمد قلی ایک امن پسند اور صلح جو اور رحمدل بادشاہ تھا۔ اس کے عہد کے تاریخی واقعات اور مہمات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کبھی ہوس ملک گیری کا شکار نہیں ہوا۔ اسکی لڑائیاں مدافعتی نوعیت کی تھیں۔ جب کسی راجہ یا امیر نے علمِ بغاوت بلند کیا تو اس کو فرو کرنے اور رعایا کے تحفظ اور جان و مال کی سلامتی کی خاطر اس نے فوج کشی کی تھی۔ لڑائی کے اختتام پر مفتوحین کے ساتھ وہ رحمدلی و شرافت و ہمدردی سے پیش آتا اور ان کی جان بخشی کر دیتا تھا۔ جنگ میں کسی علاقے کو فتح کرنے کے بعد محمد قلی نے قلعوں، عمارتوں یا شہروں کو تباہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ محمد قلی کا ایک میر جملہ امین الملک سخت گیر تھا۔ راؤنت راؤ اس کے سخت برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے علیحدہ ہو گیا [illegible]

محمد قلی اس کے برخلاف امن پسند اور نرم مزاج تھا۔ لڑائی سے پہلے وہ مخالفین کو سمجھا بجھا کر جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا لیکن جب فوج کشی ناگزیر ہو جاتی تو محمد قلی بڑی بہادری اور بے جگری کے ساتھ میدان جنگ میں بہ نفسِ نفیس آپہنچتا۔ وہ فنون سپہ گری اور نبرد آزمائی کے اصولوں سے اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میدان جنگ میں اس کو کبھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ڈاکٹر زور کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"شبستان عشرت میں بیسوں مہ جبینوں کے ساتھ ناز و نعم سے گذر بسر کرنے والا جب لشکر کشی اور جدال و قتال پر اتر آتا ہے تو تجربہ کار اور سخت کوش نبرد آزماؤں سے زیادہ صعوبتیں اٹھانے کے لیے تیار رہتا ہے۔"[۱]

رحمدلی

محمد قلی اتنا رقیق القلب تھا کہ اپنے دورِ حکومت میں اس نے کبھی کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ ایسے مقدمات وہ ہمیشہ دار القضاء کے سپرد کر دیتا تھا۔ "تاریخ گلزار آصفیہ" میں غلام حسین لکھتے ہیں۔

"در مدت سی و سہ سال سلطنت خود حکم قتل احدی نفرمود۔"[۲]

"تاریخ گولکنڈہ" میں پروفیسر عبد المجید صدیقی رقمطراز ہیں کہ۔

ردیوار باغی فوج کے ساتھ محمد قلی نے بڑا اچھا سلوک کیا تھا۔ وہ اس فوج سے انتقام لینے کے بجائے اس کو معاف کر دیتا ہے اور افسروں کو باغیانہ جد و جہد کی سزا نہیں دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی آہ و زاری سے متاثر ہو کر بادشاہ زین العابدین اور دوسرے افسروں کو واپس ہونے کا حکم دے دیتا ہے۔"[۳]

---

[۱] ڈاکٹر زور۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۲۹-۵۴

[۲] غلام حسین۔ تاریخ گلزار آصفیہ۔ صفحہ ۴۔

[۳] پروفیسر عبد المجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۱۱۸۔

داد و دہش

بادشاہ کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی حاجت مند اس کے دربار میں پہنچتا تو خالی ہاتھ واپس نہ جاتا تھا۔ رعایا میں جب کسی کے یہاں شادی بیاہ کی تقریب ہوتی یا کوئی مذہبی تقریب منعقد ہوتی تو وہ شاہی دربار میں اطلاع کرواتا اور مال و زر سے سرفراز ہوتا تھا۔ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے لوگ جب اپنے وطن واپس جاتے تو سفر خرچ، زادِ راہ اور خلعت عطا کی جاتی تھی۔ ان تمام باتوں سے بادشاہ کی فیاضی اور دریا دلی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ محمد قلی کے دسترخواں پہ ایک ہزار سے کم مہمان موجود نہ ہوتے۔ مسافر، حاجت مند اور سیاح وغیرہ بلا روک ٹوک بہرہ مند ہوتے تھے۔

محمد قلی کی عدل گستری اور انصاف پسندی کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ داد محل کے دروازے غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی فریاد رسی کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے یہاں مظلوم اور آفت رسیدہ عوام بلا روک ٹوک، پوری آزادی کے ساتھ بادشاہ سے عرضِ حال کر سکتے تھے۔ محمد قلی داد محل کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا اور مظلوموں کی داد رسی کرتا تھا۔

محمد قلی کی شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ایک اہل دل اور صاحب نظر بادشاہ تھا۔ اس کا جمالیاتی شعور تیز اور گمبھیر تھا۔ اس بادشاہ نے خدا داد محل جیسا عالی شان قصر تعمیر کرایا تھا۔ جس کی تعریف میں "حدیقۃ السلاطین"[۱]، "تاریخ قطب شاہی"[۲] اور "تاریخ ظفرہ"[۳] وغیرہ رطب اللسان ہیں۔ خدا داد محل میں بادشاہ کی بارہ پیاریاں رہا کرتی تھیں۔ بارہ اماموں کی رعایت سے بارہ حسین دوشیزائیں محمد قلی کی منظور نظر تھیں چنانچہ خدا داد محل پر محمد قلی نے جو نظم کہی ہے اس کے آخر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

۱ نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۵۶۔ مطبع صدیقی۔ حیدر آباد ۱۳۵۰ھ۔

۲ قادر خان۔ تاریخ قطب شاہی۔ صفحہ ۲۵۲۔

۳ گرد[illegible] لال احقر۔ تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۹۔

نبی صدقے بارہ اماماں کرم تھے
کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

ایک اور جگہ ان بارہ مہ جبینوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

مبارک منج اچھو یو عید ہور مولود پیغمبر
ملے ہیں قطب کوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

تاریخوں نے قطب شاہی سلطنت کے آخری تاجدار ابوالحسن تاناشاہ کو عیش پسند اور انتہائی رنگین مزاج بتایا ہے لیکن محمد قلی کے پر امن دور میں ملکی استحکام کی وجہ سے جو مرفہ الحالی اور عیش و عشرت کی فراوانی تھی وہ دور آخر میں کم نظر آتی ہے۔ محمد قلی عنفوانِ شباب ہی سے ایک البیلا، منچلا اور شاہد پرست شہزادہ تھا اس پر مستزاد یہ کہ لڑکپن ہی میں ایک مستحکم اور خوش حال سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ بن گیا تھا۔ محمد قلی کے کلام میں ایسی بہت سی داخلی شہادتیں موجود ہیں جو اس کے بھوگ بلاس اور تلذذ پسندی کی غماز ہیں۔ محمد قلی کے اشعار میں رومانیت، طربیہ کیفیت اور رنگینی کی حدیں عریانی اور جنسی شاعری سے جا ملتی ہیں۔

فنِ تعمیر سے دلچسپی

محمد قلی فنون لطیفہ کا دلدادہ تھا۔ اس کے دورِ حکومت کے فنِ تعمیر کے نایاب نمونے اس کے اعلیٰ ذوق کے مظہر ہیں۔ سعید آباد اور میر پیٹ کی مسجدیں فنِ تعمیر کے اعتبار سے ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ چار مینار، گگن محل، خداداد محل، محل کوہِ طور، سجن محل اعلیٰ محل کی جھلک ہمیں نہ صرف محمد قلی کے کلام میں نظر آتی ہے بلکہ گلزار آصفیہ "تاریخ ظفرہ"، "حدیقۃ السلاطین"، "تاریخ قطب شاہی" اور "حدیقۃ العالم" میں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ "تاریخ فتوحات، عادل شاہی" کا مصنف فزونی استرآبادی حیدرآباد کے شہر اور اس کی عمارتوں کی دلکشی کا ذکر سن کر یہاں آیا تھا۔ اس نے اپنی تاریخ میں قطب شاہی میں بادشاہوں کے ذوق تعمیر کی دل کھول کر داد دی ہے۔ ابوالقاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس شہر کی آرائش و تزئین کی جو بانیٔ شہر کے اعلیٰ ذوق کی نمائندگی کرتی ہے، بڑی مدح سرائی کی ہے۔ اس نے شمالی ہند میں بود و باش اختیار کی تھی

وہاں کی خوبصورت عمارتیں اور شہر دیکھے تھے۔ اس کا یہ بیان ملاحظہ ہو۔

"شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثلِ آں در لطافت وصفا ہرگز یافت نمی شود"۔ [۱]

پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں۔

"اگرچہ کہ شہر حیدر آباد کو آباد کرنے کی منصوبہ بندی میں میر مومن کا ہاتھ تھا لیکن بلاشبہ اس کا نقشہ محمد قلی کا تیار کردہ تھا۔" [۲]

خوشنویسی کا شوق

محمد قلی کی شخصیت بڑی متنوع اور پہلو دار تھی۔ وہ فنون لطیفہ کا دلدادہ تھا، اس کو شاعری کے علاوہ خوشنویسی کا بھی بڑا شوق تھا۔ اس نے خط نسخ ثلث اور نستعلیق کے استاد ایران و عراق سے بلوائے تھے۔ ان کے خطوط کے نایاب نمونے حیدر آباد کی عمارتوں اور کتبوں میں اب تک موجود ہیں۔ جامع مسجد کا بیرونی دروازے کا کتبہ خط نستعلیق کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اسی مسجد کی محراب کا کتبہ خط نسخ کا بے مثل کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ حروف کی نشست، قلم کا زور، دائروں کی گولائی اور ہاتھ کی صفائی خوش خطی قابل دید ہے۔

مصوّری سے لگاؤ

محمد قلی کو فنِ مصوری سے بھی لگاؤ تھا۔ عادل شاہی اور قطب شاہی عہد میں مصوری کے دکنی دبستان نے بڑی ترقی کی تھی۔ فنِ مصوری میں ان کا مخصوص طرز "دکنی قلم" سے موسوم کیا جاتا تھا۔ پرسی براؤن (PERCY BROWN) نے انڈین پینٹنگ (INDIAN PAINTING) میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ لکھتا ہے کہ دکنی مصوروں نے سبز رنگ سے مختلف کام لیے ہیں اور اس کی مدد سے اپنی تصویروں کو نئے تاثر EFFECT سے روشناس کیا ہے "دہلی قلم میں سبز رنگ اس طرح

---

[۱] ابو القاسم فرشتہ۔ تاریخ فرشتہ۔ مقالہ دوم۔ صفحہ ۱۷۳۔

[۲] پروفیسر ہارون خان شیروانی ...

استعمال نہیں کیا گیا ہے جس طرح کہ دکن کے مصوروں نے کیا ہے[1]۔ دکنی قلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختصر کینوس میں چھوٹے ڈزائن پیش کئے جاتے ہیں۔ "انڈین آرٹ اینڈ لیٹرز" میں DR. H. GOTEZ لکھتے ہیں کہ دکن میں مغلوں کے حملوں تک اسی اسکول کے اثرات کی کارفرمائی رہی[2]۔ محمد قلی قطب شاہ کے دیوان کا قدیم ترین نسخہ سالار جنگ میوزیم میں موجود ہے، اور اس میں محمد قلی کی پیاریوں اور اس کی بزم طرب اور رقص و سرود کی محفلوں کی رنگین تصویریں موجود ہیں۔ یہ نسخہ بقول ڈاکٹر زور محمد قلی کی زندگی میں لکھا گیا تھا[3]۔ اس طرح دکنی اسکول کی یہ نایاب تصویریں دورِ محمد قلی کی مصوری کی نمائندگی کرتی ہیں۔ اور فن مصوری سے بادشاہ کی دلچسپی کو ظاہر کرتی ہیں[4]۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں کہ محمد قلی نے اپنے دورِ حکومت میں فنِ موسیقی و رقص کی بھی خاطر خواہ سرپرستی کی تھی[5]۔

آزاد منشی اور منصف مزاجی

محمد قلی ایک آزاد منش اور روایت شکن شخص تھا۔ اس کا شاعرانہ مسلک جس طرح ایرانی اور ہندوستانی عناصر کے امتزاج کا مظہر ہے اسی طرح اس کی شخصیت بھی متنوع ہے۔ وہ بہ یک وقت ایک منصف مزاج حکمران اور ایک بہادر نبرد آزما تھا۔ جہاں انتظام مملکت اور امورِ سیاست میں اس کی نکتہ رسی اور معاملہ فہمی کے ثبوت ملتے ہیں وہیں فنونِ لطیفہ سے اس کی وابستگی کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ جہانگیری، جہاں بانی، تعمیر کاری، ادب نوازی، علم پروری، ہنر دوستی اور رفاہ عام کے کاموں سے اس کی غیر معمولی دلچسپی اس کی شخصیت کو ایک بھرپور شخصیت بنادیتی ہے۔

---

[1] پرسی براؤن۔ انڈین پینٹنگ۔ صفحہ ۷۶۔

[2] DR. H. GOTEZ انڈین آرٹ اینڈ لیٹرز۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۱۹۔ ۱۹۳۶ء

[3] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۳۳۹۔

[4] ان نایاب تصویروں کی قیمت کا تخمینہ کئی ہزار روپے کیا گیا ہے۔ (۵۷)

[5] پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ۔ (انگریزی) صفحہ ۱۲۴۔

لباس

محمد قلی کی رگوں میں اگرچہ کہ تاتاری خون دوڑ رہا تھا لیکن چار پشتوں کی دکن میں رہائش اور بود و باش اس کی شخصیت اور ظاہری وضع قطع پر اثر انداز ہوئی تھی۔ محمد قلی نے اپنے آباؤ اجداد کے لباس کو ترک کرکے سر پر سمور کی کلاہ کے بجائے دکنی وضع کی پیچ دار پگڑی رکھی برے کی پوستین اور باناتی کی جگہ ململ کا جامہ اور شبنم کا نیمہ زیب تن کیا۔ ہاتھوں میں جڑاؤ کڑے پہنے اور ڈاڑھی کا صفایا کر دیا۔ برٹش میوزیم میں محمد قلی قطب شاہ کی جو قلمی تصویر موجود ہے اس سے بادشاہ کی وضع قطع اور لباس کے بارے میں رائے قایم کی جا سکتی ہے۔

ایک مورخ کی تنقید

پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں کہ محمد قلی کی زندگی آرام اور آسودگی میں گذری۔ انھوں نے محمد قلی کو ایک عیش پسند اور رنگین مزاج شخص بتاتے ہوئے اس کردار کے متعلق اچھی رائے ظاہر نہیں کی ہے[۱] پروفیسر شیروانی لکھتے ہیں کہ انگلستان کے چارلس دوم اور محمد قلی کے کردار میں خاصی مشابہت نظر آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ محمد قلی کو اپنے باپ سے ایک مستحکم حکومت ملی تھی اور حسنِ اتفاق سے رائے راؤ، میر مومن استرآبادی مرزا احمد امین، اور آسور راؤ جیسے قابل وزیر ملے تھے جن کے سپرد اس نے اپنی سلطنت کے تمام انتظامات کر دیئے تھے، اور خود عملی سیاست میں شاذ و نادر دخل انداز ہوا کرتا تھا۔ لیکن "تاریخ قطب شاہی"، "حدیقۃ السلاطین"، "حدیقۃ العالم"، "گلزار آصفیہ" "ماہ نامہ" "تاریخ فرشتہ" اور "برہان مائر" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے محمد قلی خود میدان جنگ میں رخ کرتا اور ایک ماہر و تجربہ کار سپاہی کی طرح نبرد آزمائی کرتا۔ عہد حاضر کے ایک مشہور مورخ پروفیسر عبدالمجید صدیقی محمد قلی کے عہد کی مہمات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں۔

---

[۱] پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ۔ (انگریزی) صفحہ ۱۲۹۔

"وہ سلطنت کے بست وکشاد سے بھی غافل نہیں رہا۔ وہ بہت بیدار مغز بادشاہ تھا۔ اس کی نظر سلطنت کے چاروں گوشوں پر پڑتی تھی۔ مسلسل شورشوں کی روک تھام آزادی دکن کی حفاظت گولکنڈے کا ہمیشہ مطمح نظر رہا۔ محمد قلی بھی اسی مسلک کا پابند تھا۔"[1]

ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں کہ سلطان قلی جمشید ابراہیم اور محمد قلی قطب شاہ نے اکثر موقعوں پر خود فوجوں کی رہنمائی کی اور میدانِ کارزار میں غنیم کا مقابلہ کیا[2] وہ کہتے ہیں کہ جب ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۵ء میں رائے وجیانگر وینکٹ پتی نے سلطنت کے بعض علاقوں پر حملہ کرنے کی جرارت کی تو خود محمد قلی میدانِ جنگ میں اس کے مقابلے کے لیے آیا تھا اسی طرح کنڈی کوٹ کی تسخیر کے لیے بھی محمد قلی نے پہلے امین الملک کو بھیجا تھا لیکن چند روز بعد وہ خود بھی ایک لشکر جرار کے ساتھ کنڈی کوٹ پہنچ گیا۔ پروفیسر صدیقی لکھتے ہیں۔

"محمد قلی نے اپنے جانشینوں کے لیے ایک مستحکم اور پر امن سلطنت چھوڑی تھی جو اس کی بیدار مغزی اور مستعدی کا پھل تھا۔ محمد قلی کی بیدار مغزی قابل تحسین ہے۔ باوجود عیاشانہ زندگی کے وہ کسی چیز سے بے خبر نہیں رہا جب کبھی شورش اور بغاوت ہوتی تھی فوراً اقدام کرتا اور ہر شورش کا کلہ بہ کلہ جواب دیتا تھا۔ اس طریقے سے اس نے دشمنوں کو زیر کیا۔"[3]

مختصر یہ ہے کہ محمد قلی ایک بلند حوصلہ، فیاض، منصف مزاج، تنوع پسند، علم دوست حسن پرست اور رومان پسند بادشاہ تھا۔ تاریخ "ماہ نامہ" کے مصنف غلام حسین خان نے قطب شاہی سلاطین کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "تاج داراں قطب شاہی در علو ہمت فراخی حوصلہ، قابلیت در تمامی دنیاداران دکن ممتاز بودند"[4] محمد قلی بھی

---

[1] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۱۱۳۔

[2] 〃 〃 〃 〃 ۳۵۲۔

[3] 〃 〃 〃 〃 ۱۲۵۔

[4] غلام حسین ماہ نامہ۔ ۱۳۷۔

ان خصوصیات سے متصف نظر آتا ہے۔ فرشتہ نے محمد قلی کی سیرت کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عفو پرور، سلیم الطبع اور کریم النفس شخص تھا۔[1]

پروفیسر شیروانی رقمطراز ہیں کہ محمد قلی کی عفو پروری اور رحمدلی سے سیاسی معاملات بعض وقت الجھ بھی جاتے تھے اس کی مثال پیش کرتے ہوئے وہ تحریر کرتے ہیں کہ جب علی خاں لر اور وینکٹ پتی نے ۱۵۹۳ء میں پنگنڈے میں بغاوت کردی تو سلطان یلغار کرتا ہوا وینکٹ پتی کے حدود میں داخل ہوگیا۔ وہ شہر کے دروازے میں داخل ہوا چاہتا تھا کہ وینکٹ پتی نے جو محمد قلی سے بہتر سیاست دان تھا اس سے معافی مانگ لی اور بادشاہ نے اسے درگذر کر دیا۔ اگر اس وقت محمد قلی رحمدلی، صلح جوئی اور مروت سے کام نہ لیتا تو بقول شیروانی "جنوبی ہند کی تاریخ اس وقت کچھ اور ہی ہوتی"۔[2]

پروفیسر شیروانی نے محمد قلی کی ایک اور کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اپنے قابل اور تجربہ کار مشیروں اور وزیروں کے مشورے پر جب محمد قلی عمل کرتا تو وہ کامیاب و کامران رہتا لیکن اپنے طور پر جب فیصلہ کرنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی نوبت آتی تو وہ دانش مندانہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہتا۔ اس کا ثبوت ہمیں اس وقت بھی ملتا ہے جب کنڈی کوٹ پر وینکٹ پتی نے حملہ کردیا تھا اور بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کو سپہ سالار بنا کر مقابلے کے لیے بھیجا تھا۔ بعد میں اس کو احساس ہوا کہ مزید فوجی کمک کی ضرورت ہے تو اس نے رستم خاں کی سرکردگی میں ایک اور بھاری لشکر کنڈی کوٹ کی جانب روانہ کیا لیکن محمد قلی سے یہ فاش غلطی ہوئی کہ اس نے مصطفیٰ خان اور رستم خاں میں سے کسی ایک کو اس متحدہ لشکر کا سردار مقرر نہیں کیا جس کی وجہ سے ان دونوں میں باہمی رقابت اور کشمکش شروع ہوئی جس کا قطب شاہی فوج پر اچھا اثر نہیں پڑا اس سے پروفیسر شیروانی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ محمد قلی میں عوامی قیادت کی صلاحیت مفقود تھی۔ اس کے رقیق القلب اور نرم مزاج ہونے کی وجہ سے سلطنت کو نقصان بھی پہنچا۔[3]

---

[1] ابوالقاسم فرشتہ۔ تاریخ فرشتہ۔ مقالہ دوم۔ صفحہ ۱۷۶۔

[2] پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی)، صفحہ ۱۲۲۔

[3] " " " " ۱۳۲۔

آخری ایام

محمد قلی کے دورِ حکومت کی آخری بغاوت اس کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی سرکشی تھی جس کو فرو کرنے میں وہ پوری طرح کامیاب رہا تھا۔ تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کی اس نازیبا حرکت سے محمد قلی کو دلی صدمہ پہنچا۔ خدا بندہ اس کا چہیتا بھائی تھا اور بادشاہ بننے کے بعد محمد قلی نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی لکھتے ہیں:

"اگرچہ یہ بغاوت جلد فرو ہو گئی لیکن اس واقعے سے محمد قلی کو بہت صدمہ پہنچا اور اس کی صحت خراب ہو گئی جو اس کی موت کا باعث ہوئی"۔ [۱]

خرابیٔ صحت

محمد قلی کی جو تصویریں ہمیں دستیاب ہوتی ہیں ان میں وہ دوسرے قطب شاہی سلاطین سے زیادہ لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ قطب شاہی تاریخوں میں محمد قلی کی خرابیِ صحت یا اس کی بیماری کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن اپنی کلیات میں اکثر جگہ اس نے اپنی صحت کے متعلق تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اور رسولِ خدا اور حضرت علی سے شفا کی دعا مانگی ہے۔ کلیات کی پہلی ہی غزل میں وہ ان مقدس ہستیوں سے جام شفا عطا کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

اپنے بخت حقیرے تھے کہیں دل میں نہ کر غم
تجے دار دے صحت سوں شفا جام دیوے گا

اپنے اکثر اشعار میں محمد قلی نے صحت یابی کے لیے دعا کی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی ۔

ڈاکٹر زور مقدمہ "کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ" میں لکھتے ہیں۔

"اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی اور بیباکی نے اس کو اپنی صحت سے ہمیشہ لاپروا رکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کثرتِ عشرت اور شراب نوشی کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا"۔ [۲]

---

[۱] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۱۲۳۔

[۲] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۳۱۷۔

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف دیا تھے
دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش
نبی لنگر میں لنگروار ہو کر رہ معانی
کہ لنگرواری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے

حضرت علی کی مدح ختم کر کے ایک جگہ محمد قلی کہتا ہے کہ شاعر بچارے بھلا آپ کی مدحت کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ میں آپ کا بندہ ہوں آپ اپنے لطف و کرم سے مجھے صحت و تندرستی عطا کیجئے۔

شاعراں بچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں
میں بندہ عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی

ایسا محسوس ہوتا کہ محمد قلی کو اپنی صحت کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہا کرتی تھی۔ غالباً اسی احساس کی بناء پر وہ کلیات میں بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کرتا اور ائمہ طاہرین سے التجا کرتا ہے کہ خوشی کے ماہ و سال اور عیدیں اس کی زندگی میں بار بار آئیں اور اسے عمر دراز عطا ہوئے۔

نبی کی دعا تھے قیامت تلک تم — گناؤ نبی کے سو مولود لاکھاں
نبی صدقے قطب لک برس جی توں — کہ تج تھے پائے نت جیو دان بکرید
ابادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میر اسن یا سمیع

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
لک سال اچھ کے اس تھے ہے عیش شمع روشن
قطب شہ کو میا کر کر دیا سوں پنجتن دایم
حیات ہور شفا و دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں

عارضۂ تپ

محمد قلی قطب شاہ کی صحت کو بقول ڈاکٹر زور "کثرت شراب نوشی کی وجہ سے گھن لگ گیا تھا" رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا اور یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی۔ کوئی ڈھائی مہینے تک تپ کا سلسلہ جاری رہا۔ "تاریخ گلزار آصفیہ" میں غلام حسین لکھتے ہیں کہ

"از عارضہ جانکاہ نضار کردہ"[1] "تاریخ ظفرہ" کا مورّخ لکھتا ہے کہ "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد"[2] بہرحال محمد قلی اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکا۔ دن بدن کمزوری و ناتوانی میں اضافہ ہونے لگا۔ محمد قلی پہلے ہی سے نحیف و ناتواں تھا، بخار نے اسے اور بھی مضمحل کر دیا۔ "حدیقۃ العالم" کا مورخ لکھتا ہے "در عرصہ دو روز مرض آں چناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید"[3] بالآخر محمد قلی نے شنبہ بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۱۱ء کو وفات پائی۔ محمد قلی نے اپنے اکثر اشعار میں کئی سال زندہ رہنے کی تمنا ظاہر کی تھی۔ لیکن انتقال کے وقت اس کی عمر صرف سینتالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔

وفات

محمد قلی کی قبر کے کتبے پر اس کا زمانۂ حکومت اکتیس سال بتایا گیا ہے جو درست نہیں۔ کتبے پر یہ عبارت درج ہے "سن شریفش چہل و نہہ سال و مدت سلطنش سی اک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً کاملۃً"۔ یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین محمد قطب شاہ نے لگوایا تھا لیکن تعجب ہوتا ہے کہ اس نے کس طرح تاریخوں کی صحت کی طرف توجہ نہیں کی۔ محمد قلی نے بتیس سال چھ مہینے اور چھبیس دن حکومت کی۔ علی بن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی ہے ؎

سال تاریخ فوت او جستم
گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[4]

محمد قلی کی وفات پر اس کی رعایا نے کئی دن تک اس کا سوگ منایا تھا۔ اس لیے کہ ہر طبقے میں اس نے اپنی وسیع النظری اور کشادہ قلبی و رواداری کی وجہ سے غیر معمولی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ "حدیقۃ العالم" کا مصنف محمد قلی کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے یہ قطعہ لکھتا ہے ؎

---

[1] غلام حسین۔ تاریخ گلزار آصفیہ۔ صفحہ ۲۹۔

[2] گردھاری لال احقر۔ تاریخ ظفرہ۔ صفحہ ۲۱۔

[3] میر عالم موسوی۔ حدیقۃ العالم۔ صفحہ ۲۶۰۔

[4] علی بن طیفور۔ مخطوطہ حدایق السلاطین۔ ورق ۱۱۴۔

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں | جم تاج بخش و ممالک ستاں
دریغ آں کہ دیگر نہ بیند بہر | نظیر ش در آئینہ ماہ و مہر[1]

"تائر دکن" "تاریخ ظفر" اور تذکرہ محبوب الزمن" میں محمد قلی کی وفات کے متعلق تاریخی قطعات موجود ہیں۔ مائر دکن" کا یہ قطعہ ملاحظہ ہو جس سے محمد قلی کی تاریخ وفات (۱۰۲۰ھ) کا پتہ چلتا ہے۔

محمد رفت از چوں دارِ فانی | وصال آں شہ دیں سال فیاض
ز قطب فضل و فضل عام جستم | دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[2]

۱۰۲۰ھ

گنبد

شاہان قطب شاہیہ کے مقبرے، چارمینار سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر بجانب مغرب واقع ہیں۔ یہ مقبرے گنبدوں کی شکل میں بنائے گئے ہیں اور قطب شاہی طرز تعمیر کے بہترین نمونے سمجھے جاتے ہیں۔ محکمہ آثارِ قدیمہ نے ان کو اپنی نگرانی میں لے لیا ہے۔ یہاں چمن لگائے گئے ہیں اور ایک مصنوعی تالاب اور سوئمنگ پول بھی بنایا جارہا ہے۔ یہ مقام ایک عام تفریح گاہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔ قطب شاہی مقبروں میں سب سے زیادہ عالیشان محمد قلی کا گنبد ہے جو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لیے بنوالیا تھا۔ یہ گنبد ایک وسیع و عریض چبوترے پر بنایا گیا ہے۔ جو زمین سے ساڑھے تیرہ فٹ بلند ہے۔ کہا جاتا ہے جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پڑھائی کی تھی تو اس نے اسی چبوترے پر توپیں نصب کی تھیں اور یہیں سے بالا حصار کو نشانہ بنایا تھا۔ جب توپوں کے گولے قلعے میں گرنے لگے تو ابوالحسن تانا شاہ نے سپاہیوں کو جوابی گولہ باری سے منع کیا کیونکہ اس طرح گنبد محمد قلی قطب شاہ بھی توپوں کی زد میں آسکتا تھا۔

گنبد کے نیچے محمد قلی کی اصل قبر تہہ خانے میں ہے اور اس تہہ خانے میں جانے کے لیے دو راستے بنائے گئے ہیں۔ اس گنبد کے ستونوں کی بلندی بائیس[22] فٹ ہے۔

---

[1] میر عالم موسوی۔ حدیقۃ العالم۔ صفحہ ۲۶۰۔

[2] سید علی اصغر بلگرامی۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۹۱۔

سنگ مرمر سے بنے ہوئے تعویذ پر یہ عبارت کندہ کی گئی ہے۔

"اعلیٰ حضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ ...."

گولکنڈے کے شاہی مقبروں اور ان کے طرز تعمیر پر مشہور سیاح تھیونو نے اپنے سیاحت نامے میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ محمد قلی کی قبر کے اطراف روزانہ کئی حفاظ تلاوت قران میں معروف رہتے ہیں قبر پر اطلسی چادر بچھائی گئی ہے، طلائی ڈنڈوں پر زربفت کا قیمتی شامیانہ تانا گیا ہے۔ رات میں یہاں کئی چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔ گنبد میں قیمتی قالینوں کا فرش ہے رات میں اس کی خوبصورتی اس لیے قابلِ دید ہوتی ہے کہ چراغوں کی کثرت کی وجہ سے یہ گنبد بقعہ نور بنا رہتا ہے۔[1]

تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو کا مزار آج بھی مرجع خاص و عام بنا ہوا ہے۔ قطب شاہی سلطنت کے قیام تک محمد قلی کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے ہوتا تھا۔ ڈاکٹر زور نے محمد قلی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے "ادارہ ادبیات اردو" کی جانب سے گنبد میں ہر سال "یوم محمد قلی قطب شاہ" منانے کی بنا ڈالی ہے۔

---

[1] تھیونو THE INDIAN TRAVELS OF THEVENOT & CARRERI صفحہ ۱۳۳

سماجی زندگی

تلنگانہ کی سرزمین پر قطب شاہی بادشاہوں نے ایک پاکیزہ اور دلکش تمدن
کی بنا ڈالی تھی۔ قطب شاہی سلاطین ایک جامع اور بھرپور تمدن کے نمائندے تھے
انھوں نے مختلف عناصر کے امتزاج سے اپنے معاشرتی تصورات میں تنوع اور رنگا
رنگی پیدا کی تھی اور اہل دکن کی ذہنی، سماجی اور اخلاقی تربیت کا اچھا سامان فراہم
کیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے بطور خاص اس امر کا خیال رکھا تھا کہ قطب شاہی تمدن
ترکستانی، بہمنی اور مقامی عناصر یعنی آندھرا و تلنگانہ کے تمدنی رجحانات سے مرکب
ہو۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی لکھتے ہیں "شاہان قطبیہ آندھرا راجگان معلوم ہوتے
تھے"۔ [۱] "گولکنڈے کے تعلقات" کا مصنف رقمطراز ہے کہ قطب شاہی سلاطین نے
ترکستانی لباس ترک کیا اور مقامی لباس اور طور و طریق اختیار کیئے۔ مقامی زبان
تلنگی سیکھی اور قومی ہم آہنگی کے احساس کو تقویت پہنچانے کے لیے ہندو عورتوں
سے شادیاں کیں۔ ہر طبقے کو مذہبی آزادی عطا کی اور اس طرح ایک ایسے کلچر کو
پروان چڑھایا جو تلنگ آندھرا تمدن اور اسلامی معاشرت کے بہترین عناصر کا سنجوگ تھا۔
اس ہندوانی تہذیب نے دکنیوں کی ذہنی تربیت اور انکے سماجی مطمح نظر کو ایک خاص
سانچے میں ڈھال دیا۔ قطب شاہی دورِ حکومت میں ہندو مسلم باہم متحد اور شیر و شکر
تھے۔ ابراہیم قلی کو ہندو رعایا محبت سے "ملک برام" کے نام سے موسوم کرتی تھی
اسی طرح محمد قلی اپنی مذہبی رواداری اور کشادہ دلی کی وجہ سے ہندو رعایا میں بہت

---

[۱] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ صف...

ہر دل عزیز بن گیا تھا وہ اس کو "بڑے ملک" کے لقب سے یاد کرتی تھی۔ محمد قلی کے دور میں حیدر آباد
کی آبادی مخلوط آبادی تھی۔ یہاں ایرانی اور مغل بھی تھے اور مقامی باشندے بھی۔ محمد قلی نے
تاتاری لباس ترک کر کے مقامی طرز کا لباس اختیار کیا تھا۔ ٹیورنیر (TAVERNIER) لکھتا ہے
کہ دکنی امراء نے بادشاہوں کی تقلید میں بجائے قبا اور پوستین کے جامہ پہننے کو ترجیح دی۔
عوام ململ کا انگرکھا اور چوبند پہنتے تھے اور سر پر دکنی وضع کی پگڑی باندھتے اور آپشاہی
پاپوش استعمال کرتے تھے۔[1]

اخلاقی حالت

عوام کی اخلاقی حالت اچھی تھی متوسط طبقے کو علم سے دلچسپی تھی اور صوم صلوٰۃ کا بھی شوق
عام تھا۔ شہر اور اس کے نواح میں قطب شاہوں کی تعمیر کی ہوئی مسجدوں کی کثرت سے
اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مذہبی فرائض سے اس عہد کے لوگ غافل نہ تھے۔ محمد قلی جیسے رنگین
مزاج بادشاہ کے دورِ حکومت میں تعیشات کی فراوانی کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی
شہر حیدر آباد کی تعمیر و ترقی کے ساتھ ساتھ شہری ضروریات اور سامان تعیشات میں بھی
اضافہ ہوا۔ "حدیقۃ السلاطین" کا مصنف لکھتا ہے کہ حیدر آباد میں مختلف مقامات سے
طوائفیں بلائی جاتی تھیں[2]۔ رقص و سرود کی محفلیں شہر کے اکثر محلوں میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔
عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں طوائفین کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی ان کے نام داروغہ
کے رجسٹر میں درج ہوتے تھے۔[3]

قطب شاہی معاشرت

قطب شاہی دور میں بادشاہوں کی خانگی زندگی اور درباری زندگی اتنی شاندار
تھی کہ دوسرے ہم عصر شاہی خانوادے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے[4]۔ عظیم الشان اور

---

[1] ٹیورنیر TAVERNIER سیاحت نامہ ٹیورنیر۔ صفحہ ۱۳۲۔

[2] نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۴۲۔ مطبع صدیقی حیدر آباد ۱۳۵۰ھ

[3] 〃 〃 〃 ۶۴ 〃 〃 〃

[4] شمس اللہ قادری۔ مآثر عظمت شاہی۔ صفحہ ۱۱۴۔

آراستہ دربار، فلک بوس محلات، پرشکوہ عمارتیں اور پر لطف علمی و سماجی محفلیں محمد قلی قطب شاہ کے پاکیزہ ذوق اور نفیس طریقہ بود و باش کی شاہد ہیں۔ بادشاہ ہاتھی پر باہر نکلتا امرا اور وزیر گھوڑوں اور پالکیوں میں موجود ہوتے۔ شیشے اور بلور کی آرائشی اشیا، سونے اور چاندی کے ظروف اور قیمتی قالین اور فاخرہ لباس سے محمد قلی کے دور کی خوش حالی کا ثبوت ملتا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کے بسائے ہوئے نئے دارالسلطنت میں نئی نئی مصنوعات کا فروغ ہوا۔ ملک میں باکمال صناع اور اہل حرفہ جمع ہونے لگے۔ اہل شہر کے لطیف ذوق نے پارچہ بافی کی صنعت کو معراجِ کمال پر پہنچا دیا۔ ورنگل میں جو مہین تن زیب تیار کیا جاتا تھا وہ سمندر کے راستے سے باہر کے ملکوں کو بھیجا جاتا تھا۔ لوہے کی صنعت نے بھی خوب ترقی کی تھی۔ اوزار اور اسلحہ بنانے کے مرکز حیدرآباد اور اس کے اطراف و اکناف میں قایم تھے۔ ڈاکٹر ضیاالدین شکیب نے "دی بازارس آف گولکنڈہ" میں قطب شاہی دور کے بارونق بازاروں کی دلچسپ تصویریں پیش کی ہیں۔ [۱]

قطب شاہی دستور

حکومت کے عاملانہ فرائض کے لیے مختلف عہدیدار مقرر کیے جاتے تھے۔ ان میں پیشوا کی ہستی سب سے زیادہ اہم اور مقتدر ہوتی۔ وزیر اعظم وکیل مطلق یا پیشوا کہلاتا تھا۔ یہ بادشاہ کا مشیر خاص ہوتا اور امورِ سلطنت کی نگرانی کے علاوہ داخلی و خارجی پالیسی کو متعین کرنا اسی کے فرائض میں داخل تھا۔ میر جملہ عہدے میں پیشوا سے کم ہوتا۔ محمد قلی کے عہد میں میر مومن اسی عہدے پر فائز تھے۔ میر جملہ کو ان کی کارکردگی اور حسنِ انتظام کے صلے میں پیشوائی کے عہدے پر ترقی دی جاتی۔ بہمنی اصطلاح میں یہ "امیر جملہ" ہوتا جس کو جملۃ الملک کے خطاب سے سرفراز کیا جاتا تھا۔ سلطنت کے مداخل اور مصارف کی جانچ پڑتال اسی کے ذمے ہوتی اور مالگزاری کے انتظامات کی بھی وہی دیکھ بھال کرتا تھا۔ محمد قلی کے زمانہ حکومت میں مرزا محمد امین میر جملہ بھی بڑے کارگذار اور فرض شناس عہدیدار سمجھے جاتے تھے۔ بادشاہ نے ان کی لیاقت اور اعلیٰ صلاحیتوں سے خوش ہو کر انھیں

مرصع قلمدان عطا کیا تھا۔[1] قطب شاہی دستور میں " وزارت عین الملکی"، کو بھی خاص اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ یہ محکمہ فوج کا صدر ہوتا۔ ناظر میر جملہ کے ماتحت ہوتا اور خرچ کی تنقیح کے کام پر مامور ہوتا تھا۔ محمد قلی کے عہد میں ابو طالب ناظر نے اپنی دیانت کی وجہ سے بڑی نیک نامی اور شہرت حاصل کی تھی۔ ناظر کا شاہی خطاب ناظر الملک تھا۔ مرکزی خزانے کا نگران کار مجموعہ دار کہلاتا تھا۔ وہ میر جملہ کا ماتحت اور شریک کار ہوتا۔ دبیر سلطنت منشی اور دبیر الملک کے خطاب سے سرفراز کیے جاتے تھے۔ شاہی فرامین کی نگہداشت اور احکام شاہی کو ضبطِ تحریر میں لانے کے کام پر دبیر کو مامور کیا جاتا تھا۔ فرامین فارسی اور تلنگی زبانوں میں لکھے جاتے تھے۔ عالم و فاضل برہمنوں پنڈتوں اور قابل فارسی دانوں کا اس عہدے پر تقرر کیا جاتا تھا۔

کوتوال شہر میں امن و امان قایم رکھتا، اجنبیوں پر نظر رکھتا اور غیر سماجی عناصر کی سرکوبی کرتا تھا۔ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو روکنے کے لیے جاسوسوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھی۔ جاسوس بادشاہ کا خفیہ پیغام بھی لے جاتے اور مفید معلومات بھی فراہم کرتے تھے۔ محمد قلی اپنے ایک شعر میں کہتا ہے ؎

جاسوس کہہ مج یار کو مو چھوڑ کر کس سات ہے
اس شہر کا دے منج نشاں او باٹ کہہ کس دھات ہے

محمد قلی کے عہد میں کوئی قانون سازی کا شعبہ موجود نہیں تھا لیکن اس نے انصاف پسندی اور عدل گستری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ داد محل میں بادشاہ مقدموں کی سماعت کرتا اور منصفانہ فیصلے صادر کیا کرتا تھا۔ باہر کے سیاحوں نے بھی اس کی دادرسی کی تعریف کی ہے۔ مظلوم بلا روک ٹوک بادشاہ کے محل میں داخل ہو سکتے تھے اور دربان اور چوبدار مزاحمت نہیں کر سکتے تھے۔

صوبوں کا قیام

مقامی حکومت کا بندوبست مرکزی حکومت کے احکام پر منحصر تھا۔ محمد قلی کے دور میں

---

[1] نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۶۴۔ مطبع صدیقی۔ حیدرآباد ۱۳۵۰ھ

سلطنت مختلف صوبوں میں منقسم تھی۔ صوبہ دار صوبوں میں بادشاہ کی نیابت کرتے اور "طرفدار" کہلاتے تھے۔ صوبے کی فوج کا انتظام سرلشکر کے ہاتھ میں ہوتا۔ اس کا ماتحت "سرخیل" فوج کا چھوٹا افسر ہوتا تھا۔ صوبے کی جمع بندی صوبے دار کے ذمے ہوتی اور یہ مالگزاری اکٹھا کر کے شاہی خزانے میں جمع کروا دیتا۔ قاضی اور پنڈت صوبوں میں جج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ خطیب اپنے مقررہ علاقے میں شاہی فرامین اور احکام کا اعلان کرتا۔ قلعوں کی حفاظت اور ان کے جملہ انتظامات نائیکوں اور قلعہ داروں کو تفویض ہوتے۔ [۱]

سکّہ

قطب شاہی دور میں عموماً سونے کے سکّے استعمال ہوتے تھے ان کو "ہون" کہتے تھے۔ ان کی قدر و قیمت مغل روپے سے ساڑھے چار گنا زیادہ ہوتی۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی نے لکھا ہے کہ "قطب شاہی سکے کے پچپن پیسے مغل روپیہ کے مساوی ہوتے تھے۔ عام لین دین ہون کے ذریعے سے ہوتا۔ ہون سائز میں چھوٹے ہوتے تھے اس لیے ان کو گننے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ صاف لکڑی کے تختے پر خانے بنا کر ہون کو اس پر پھیلا دیا جاتا جو ہون خانوں میں رہ جاتے انھیں گن لیتے اور باقی نکال دیئے جاتے تھے"۔ [۲]

محمد قلی کے عہد میں چار قسم کے سکوں کا رواج تھا۔ ان میں سے ایک سکے پر تاریخ درج نہیں اور باقی تین پر تاریخیں درج ہیں۔ بعض سکوں پر ۸۹ اور بعض پر ۹۹۱ تاریخ کندہ ہے۔ اور دارالضرب کا نام بھی موجود ہے۔ ان سکوں پر "دارالسلطنت گولکنڈہ" کی عبارت کندہ ہوئی ملتی ہے۔ تیسری قسم کے سکوں پر "دارالسلطنت حیدرآباد" درج کیا گیا ہے اور ۱۰۱۲ تاریخ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالضرب گولکنڈہ نے حیدرآباد میں دارالضرب قایم ہونے کے بعد سکّے ڈھالنا بند کر دیا تھا۔ محمد قلی نے اپنی تخت نشینی (۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۰ء) کے بعد سکوں پر امام حسین کے علم کا نقش کندہ کروایا تھا۔

---

[۱] پروفیسر عبدالمجید صدیقی۔ تاریخ گولکنڈہ۔ صفحہ ۲۷۹۔

محمد قلی کے دور کے تانبے کے سکوں میں ایک طرف محمد قلی قطب شاہ اور دوسری طرف علم کا نقش کندہ کیا جاتا۔[1] تانبے کے تین سکے مضروب ہوتے ایک فنم یا پنم تھا جو ہون کا سولھواں حصّہ تھا۔ فنم آٹھ حصوں میں تقسیم تھا اس آٹھویں حصّے کو "نول" کہا جاتا تھا اور نول کے چار حصّے ہوتے تھے جو نار کہلاتے تھے۔ نار قطب شاہی سلطنت کا سب سے چھوٹا اور کم قیمت کا سکہ تھا۔[2]

عمارتیں

جیسا کہ اس سے قبل کہا جاچکا ہے محمد قلی قطب شاہ شہر حیدر آباد کا بانی ہے۔ اس کی تعمیر کے پیچھے بہت سے محرکات کارفرما تھے۔ اس وقت تک گولکنڈے کی آبادی قلعے کے حصار تک محدود تھی۔ یہ اس وقت جنوبی ہند کا سب سے عظیم الشان شہر تھا۔ یہاں تمام شہری ضرورتیں بہم پہنچائی گئی تھیں اور آبادی کی کثرت نے اس کو ایک شاندار وسیع و عریض شہر میں تبدیل کر دیا تھا۔ خافی خان "منتخب اللباب" میں لکھتا ہے۔

"از وسعت آں بہ مرتبہ نقل می نمایند کہ تا چہل ہزار سوار اندرون حصار ی بجید عمارتہائے عالی، دل نشین بافضا ر داشت"۔[3]

لیکن آبادی کی کثرت نے اس پُر فضا ر مقام کی آب و ہوا کو متاثر کر دیا۔ آبادی میں روز افزوں اضافہ اور جگہ کی تنگی نے "کچھ اور وسعت"، کا تقاضہ شروع کیا۔ "حدیقۃ العالم" کا مورخ لکھتا ہے۔

"بہ سبب کثرت آبادی و اژدھام مردم ہوائے آنجا تغیر یافتہ بہ افساد گرائیدہ موجب ابتلائے مردم بہ آمدم و اسقام گردید"۔[4]

---

[1] پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی)، صفحہ ۳۴۔

[2] محمد عبدالولی خان۔ قطب شاہی کا نیزان دی آندھرا پردیش گورنمنٹ میوزیم۔ صفحہ ۲۰-۲۱۔

[3] خافی خان۔ منتخب اللباب۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳۸۴۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۲۵ء

[4] میر عالم موسوی حدیقۃ العالم۔ صفحہ ۲۱۴۔

پُل کی تعمیر

دو لاکھ پچاس ہزار روپے کے صرفے سے ابراہیم قطب شاہ نے پرانا پل تعمیر کروایا تھا۔ اس کی تاریخ "صراطِ مستقیم" ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء اس کے آغازِ تعمیر اور "گذرگہ ما" تکمیل کی تاریخ ہے جس سے ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۷۸ء برآمد ہوتا ہے۔

زتحت او گذرد مار و ما بر او گذریم
ازیں سبب شدہ تاریخ او گذرگہ ما

ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں پرانے پل کی تعمیر نے مشرق کی طرف آبادی کو منتقل کرنے کے امکانات روشن کر دیئے تھے چنانچہ محمد قلی کے دور میں بعض امرا نے گولکنڈے کے باہر اپنے مکانات تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ اب گولکنڈے کی آبادی تیز رفتاری کے ساتھ مشرق میں موضع چچلم کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ اس علاقے میں حضرت شاہ چراغ اور حضرت نور الہدیٰ کی شمع ہدایت روشن تھی اور اس کے گرد پروانے جمع ہونے لگے تھے۔ قدیم شہر، قلعہ کی فصیل کے اندر آباد کیا گیا تھا۔ اور دشمنوں کے حملے سے پوری طرح محفوظ تھا۔ بادشاہ کی رہائش گاہیں، امرا کی حویلیاں، فوجوں کی سکونت اور عوام کے محلّے اور شہری آسائشیں مہیا تھیں لیکن سلطنت کے اغراض و مقاصد کے لیے گولکنڈے کا مستقر ناکافی تھا۔ شہر میں بیرونی سیاحوں، تاجروں، سفیروں اور علماء و فضلاء کی آمد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔ احمد نگر کی تباہی کے بعد سے پناہ گزین جوق در جوق گولکنڈہ چلے آرہے تھے۔ گنجان آبادی سے عوام کی صحت کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ محمد قلی اور اس کے وزیر میر مومن نے اس نازک صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے نئے شہر کی تعمیر ضروری سمجھی۔ [۱]

نئے شہر کی منصوبہ بندی

شمال میں موضع شیخ پیٹ اور بنجارہ ہلز کا علاقہ شہر بسانے کے لیے زیادہ موزوں نہیں تھا۔

۱۔ پروفیسر ہارون خان شروانی

چار مینار۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک تو پانی کی قلت اور دوسرے کوہستانی علاقے کے دشوار گذار نشیب و فراز راستوں اور مکانوں کی تعمیر کے لیے زیادہ مناسب نہ تھے[1]۔ میر مومن نے اپنی دانشمندی سے سطح زمین کے ایک پچاس مربع میل خطے کا انتخاب کیا۔ اس کا محلِ وقوع تمدنی ضروریات، خوش منظری اور رسل و رسائل کی سہولت کے اعتبار سے بھی لاجواب تھا۔ میر مومن شاہ عباس صفوی کے "اصفہان نصف جہان"، کی رونق، دلفریبی اور آرائش دیکھ چکے تھے۔ اس لیے خوبصورت شہر کا ایک واضح تصور ان کے ذہن میں موجود تھا۔ ایک عظیم الشان شہر کی تعمیر کا منصوبہ بنانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس زبردست پروگرام کی تکمیل کے لیے میر مومن نے ایران سے میر ابو طالب، استاد کمال الدین شیرازی اور شہریار جہاں کو، جو ایران کے مشہور و معروف ماہران فن تعمیر تھے مدعو کیا اور انھیں بڑی بڑی عمارتوں کے خاکے مرتب کرنے پر مامور کیا۔ چارمینار اور دولت خانہ عالی کی عمارتوں کا پلان میر ابو طالب نے تیار کیا تھا۔ بادشاہ نے ان کی کامیاب منصوبہ بندی اور فن تعمیر میں ان کے استادانہ کمال سے خوش ہو کر انھیں ناظر الملک کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ شہریار جہاں بھی اپنے وقت کے بہترین آرکیٹکٹ تھے۔ خدا داد محل، محل کوہ طور اور داد محل انھیں کی فنکارانہ صلاحیتوں کے ثبوت تھے میر ابو طالب نے محمد قلی کے جانشین اور بھتیجے سلطان محمد قطب شاہ سے مخاطب ہو کر ایک نظم میں کہا تھا:

گر صفاہاں نو شد از شاہ جہاں عباس شاہ
حیدرآباد از تو شد شاہا صفاہان نوی

جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حیدرآباد اس وقت ایک عظیم الشان شہر بن چکا تھا۔ حیدرآباد کی عمارتوں میں مقامی طرزِ تعمیر یہاں کے موسمی حالات اور ایرانی طریقۂ تعمیر کے عناصر کا خوبصورت امتزاج نظر آتا ہے۔

چارمینار

سب سے پہلے شہر کے وسط میں چارمینار کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس عمارت کی تعمیر

---

[1] بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اختتام پر مہدی نواز جنگ مرحوم سابق گورنر گجرات نے بنجارہ ہلز کے اس غیر آباد خطے کو بسایا اور اسے شہر حیدرآباد کا ایک بارونق علاقہ بنا دیا۔

تقریباً دو سال میں تین لاکھ ہون کے صرفے سے مکمل ہوئی۔ چار مینار کی عمارت تعمیر کاری کا ایک عجوبہ ہے۔ فرانسیسی سیاح تھیونو THEVENOT نے اس کے بارے میں کہا تھا "یہ ایک مہتم بالشان عمارت ہے"[1] اس کے چاروں طرف سیدھی سڑکوں کی تعمیر، سلیقے اور تزئین کی خوش اسلوبی کو ظاہر کرتی ہے۔ چار مینار ۱۹۰ فٹ بلند ہے اور یا حافظ سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ ڈاکٹر غلام یزدانی لکھتے ہیں کہ چار میناروں نے عمارت کے حسن میں چار چاند لگادیے ہیں۔ اس کی آخری منزل پر ایک مسجد بنائی گئی تھی اور اس سے متصل ایک حوض تعمیر کیا گیا تھا جس کے بارے میں تاریخ ظفرہ کا مورخ لکھتا ہے "حوضے در غایت لطافت وصفا آب نہر تالاب جل پلی در آں میرسد"[2]۔ ڈاکٹر معید خاں صاحب اپنی کتاب "دی عربین پوئٹس آف گولکنڈہ The Arabic poets of Golconda میں تحریر کرتے ہیں کہ چار مینار میں طلبا کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا گیا تھا جس میں عربی علمار معقول معاوضے پر تدریس کے لیے مامور کیے گئے تھے"[3]۔ چار مینار کی فنِ تعمیر کی خوبی یہ ہے کہ یہ عمارت اپنی وسعت، اور جسامت اور اپنی اونچی کمانوں اور بلند میناروں کے باوجود فنِ تعمیر میں تناسب کے اصول کو پیش نظر رکھنے کی وجہ سے سبک اور خوش وضع دکھائی دیتی ہے۔ " ماہ نامہ" کا مصنف لکھتا ہے کہ " آخری منزل میں ہندو اور مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کے پیش نظر ایک مدرسہ قایم کیا گیا تھا جس میں علمار اور پنڈت درس دیا کرتے تھے"[4] "توزک قطب شاہیہ" میں میر روشن علی لکھتے ہیں کہ چار مینار کا ڈزائن امام حسین کے تعزیے کی شکل پر تیار کیا گیا تھا۔[5] ہارون خان شیروانی کا خیال ہے کہ چار مینار کی پانچ دہری کمانیں پنجتن کے عدد کی رعایت سے بنائی گئی ہیں[6]۔ تھیونو THEVENOT نے اپنے سیاحت نامے

---

[1] THE INDIAN TRAVELS OF THEVENOT & CARRERI صفحہ ۱۳۲

[2] گر دھاری لال احقر۔ تاریخ ظفرہ۔ صفحہ ۱۶۔

[3] ڈاکٹر موئید خان۔ دی آربین پوئیس آف گولکنڈہ۔ صفحہ ۷۔

[4] غلام حسین مخطوطہ ماہ نامہ۔ مخطوطہ نمبر ۳۶۴۔ ورق ۳۵ الف۔ کتب خانہ سالار جنگ۔

[5] میر روشن علی توزک قطب شاہیہ۔ مخطوطہ نمبر ۲۷۔ ادارہ ادبیات اردو۔ صفحہ ۲۱۶۔

[6] ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی) صفحہ ۱۶۔

میں لکھا ہے کہ چار مینار دولت خانہ عالی کے لیے ایک باب الداخلہ کا کام دیتا تھا۔

دکانیں

چار مینار کے چاروں طرف پھیلی ہوئی سڑکوں پر چودہ ہزار دکانیں بنائی گئی تھیں۔ یہ دکانیں دو منزلہ تھیں اور ان ؎۱ (اوپر کی منزل رہائشی کمروں اور گوداموں کے لیے اور نیچے کی منزل دکانوں اور شوروم کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ چار مینار کے چاروں طرف چار کمانیں نصب کی گئی تھیں۔ مشرقی سمت کی کمان پر جواب کالی کمان کہلاتی ہے شاہی نوبت دن میں پانچ مرتبہ بجائی جاتی تھی۔

عوام کے لیے رہائشی امکنہ کے بارہ منطقے بنائے گئے تھے جو دس مربع میل پر حاوی تھے۔ ہر منطقے میں ہزار ہزار دکانوں کی گنجائش تھی۔ ان محلوں میں مدارس شفاخانے، مسجدیں، مسافر خانے اور باغیچے موجود تھے۔ اور شہر تمام تمدنی ضروریات سے آراستہ تھا۔ ندی کے کنارے قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے مرکزی راستوں پر بڑے بڑے باغات کے اندر محلات شاہی، سفارت خانے، امراء کی حویلیاں اور دفاتر تعمیر کیے گئے تھے۔ اپنی اسی خوش سلیقہ، تعمیری منصوبہ بندی کے بارے میں محمد قلی نے کہا تھا ؎

سنوارے جگت سب جنت جوں جترت سوں
نگارے سو بازاں قصراں محلاں

محمد قلی کا پاکیزہ ذوق تعمیر اور بلند خیالی اور نفاست پسندی ایک وسیع خوبصورت اور جدید طرز کے شہر کی طالب تھی۔ اس کی تخت نشینی کے بارہ سال بعد یعنی ۹۹۹ھ ۱۵۹۰ء میں شہر حیدر آباد کی تاسیس عمل میں آئی۔

دولت خانہ عالی

چار مینار کے شمال مغرب میں دولت خانہ عالی تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے چاروں سمت

چار کمانیں کھڑی کی گئی تھیں اور درمیان میں ایک ہشت پہلو حوض بنایا گیا تھا۔ جلوخانے کے مغربی سمت محلات سے یہاں باب عالی کی چوکھٹ بنائی گئی تھی جس پر صندل کی لکڑی، ہاتھی کے دانت اور سونے سے تیار کیا ہوا خوبصورت دروازہ لگایا گیا تھا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی کئی قصر نظر آتے۔ مغرب کی جانب جامدارخانہ اور کارخانے بنائے گئے تھے۔ اس کے جانب شمال لشکریوں، حولداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لیے بڑے بڑے ہال بنائے گئے تھے اس سے آگے بڑھنے پر چندن محل کی خوبصورت عمارت دکھائی دیتی تھی جس میں ترک، عرب اور دکنی سلحدار رہا کرتے تھے۔ اس محل کی پشت پر بادشاہ نے داد محل تعمیر کروایا تھا جہاں مظلوموں اور بیکسوں کی فریاد سننے کے لیے اس کے جھروکے میں محمد قلی بیٹھا کرتا تھا۔ داد محل کے طرز تعمیر کو دیکھ کر سیاح حیرت کرتے تھے۔ فزونی استرآبادی جس نے عادل شاہی عمارات کو بھی دیکھا تھا۔ اس محل کی بے حد تعریف کرتا ہے۔ سطح زمین سے کافی بلندی پر ایک دلکش حوض بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے کمانیں تھیں جن سے گذر کر لوگ محل میں داخل ہوتے تھے۔ لچھمی نارائن شفیق اپنی کتاب "احوال حیدر آباد" میں لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے اس محل کو دیکھ کر دریافت کیا تھا " این بلند بلند چیست"، تو نعمت خان عالی نے جواب دیا تھا" داد محل است"" اس پر اورنگ زیب نے کہا تھا" آرے شد او محل است"، اورنگ زیب کے حکم سے یہ عمارت مسمار کردی گئی تھی۔[1]

خداداد محل

خداداد محل آٹھ منزلہ شاندار عمارت تھی۔ تاریخ ظفرہ اور حدیقۃ السلاطین کے مورخین نے اس محل کی بڑی تعریف کی ہے۔ تاریخ ظفرہ کا مصنف لکھتا ہے کہ معین سبزواری نے جو احمد نگر سے حیدر آباد آیا ہوا تھا اُس خوبصورت اور عالیشان محل پر ایک نظم کہی تھی اور بادشاہ کے حضور میں ایک رباعی جس سے تاریخ تعمیر اخذ کی جا سکتی ہے، پیش کرکے اس کے صلے میں گراں قدر انعام حاصل کیا تھا۔[1]

---

[1] لچھمی نارائن شفیق۔ احوال حیدرآباد۔ صفحہ ۲۰۹ ۱۲۱۴ھ

ایں قصر کہ ہشت رشک فرمائے بہشت
ایام باب زندگانیش سرشت
تاریخ مرتب شد نقش اکلک قضاء
بر لوح بقا بنائے جاں بخش نوشت[1]

۱۰۱۹ھ

اس کی پہلی منزل موسوی محل، دوسری منزل جعفری محل، تیسری منزل حسینی محل، چوتھی منزل حسنی محل، پانچویں منزل حیدری محل، چھٹی منزل محمدی محل اور ساتویں الٰہی محل کے نام سے موسوم تھی۔ اس محل پر محمد قلی کے کلیات میں ایک خوبصورت نظم موجود ہے جس میں شاعر نے اس عمارت کا ایک موثر نقشہ پیش کیا ہے۔ ایک محل کی ہر منزل گویا آرٹ کی ایک نمائش گاہ تھی۔ یہاں مصوروں، نقاشوں اور صناعوں کے شاہکار جمع کیے گئے تھے۔ ایک منزل پر کتب خانہ بھی تھا۔ یہ محل محمد قلی کے جانشین سلطان کے عہد میں جل کر خاکستر ہو گیا تھا۔[2] محمد قلی اپنی نظم میں خداداد محل کے بارے میں کہتا ہے ؎

خداداد محل کوں محمد سنوارے — نو اس میں جنت کے دگاراں نگارے
بلندی محل کا ہے اسمان جیسا — سورج چاند تارے سو اس تھے سنگارے
جوں آئو بہشت نمنے آئو پچھے اس — خفر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جگت کوں جیاتاں بخشنے کے تائیں — جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں یارے

محل کوہ طور

محل کوہ طور بھی اپنے مخصوص طرز تعمیر کے اعتبار سے ایک منفرد شان رکھتا ہے۔ یہ محل محمد قلی نے اسی جگہ تعمیر کروایا تھا جہاں اب قصر فلک نما ہے۔ یہ سہ منزلہ محل بہت پر فضا اور بلند مقام پر واقع تھا۔ محل کے سامنے اونچی کمانیں اور ایک وسیع حوض بنا کر جو ڈیڑھ سو فٹ لمبا اور ۹۰ فٹ چوڑا ہے، اس محل کی دلکشی میں اضافہ کیا گیا تھا۔

---

[1] گردھاری لال احقر۔ تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۶۔

[2] نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۲۲۔ مطبع صدیقی حیدرآباد۔ ۱۳۵۰ھ۔

تاریخ قطب شاہی کا مورخ اس محل کی بڑی تعریف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ایوانوں اور شہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے موجود تھے جو بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے۔[1] محمد قلی نے اپنی ایک نظم میں محل کوہ طور کا جو مرقع پیش کیا ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ بادشاہ کی مستقل سکونت کا محل نہ تھا۔ یہاں بادشاہ اور اس کی پیاریاں مناظر قدرت سے لطف اندوز ہوتیں۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی محل کوہ طور میں اسی طرح رہائش اختیار کی جاتی تھی۔ "حدیقۃ السلاطین" کا مورخ اس کو "عشرت سرا" کہتا ہے اور عبداللہ کے بارے میں رقمطراز ہے۔

"در آں عشرت سرا روز و شب بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند"[2]

محمد قلی محل کوہ طور کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

کہ طور پر سدا ہے سبحان کا اجالا
تو خلق سرمہ کرتی رحمان کا اجالا
بارا بروج پر ہے بارہ امام دشٹی
تو اس اُپر جھمکتا ایمان کا اجالا
اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں
جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھان کا اجالا
قطبا نبی کے صدقے آنند کر اس محل میں
لستا ہے اس میں شیر یزدان کا اجالا

سجن محل

سجن محل شہر کے وسط میں واقع تھا اور محلات کے اس مجموعے میں سے ایک تھا۔ جو دولت خانہ عالی کے نام سے موسوم تھا "تاریخ ظفرہ" کا مورخ لکھتا ہے کہ اس کشادہ محل میں

---

[1] قادر خان۔ تاریخ قطب شاہی۔ صفحہ ۷۹ ب۔

[2] نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین، صفحہ [illegible] مطبوعہ [illegible]

"اعیان و فضلاء" بھی رہا کرتے تھے لیکن محمد قلی نے اس محل کا ذکر کرتے ہوئے اس میں رہنے والی پیاریوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اور ان کے حسن کو سراہا ہے۔ اس نظم سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ سجن محل میں علماء و فضلاء رہا کرتے تھے۔ خود اس کے نام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ بادشاہ کی منظور نظر نازنینوں کی رہائش گاہ تھی۔ محمد قلی نے اپنے کلام میں سجن محل کا اس طرح ذکر کیا ہے ؎

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سوں آئی
جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سونج کوں پلائی

سجن محل سے متصل وہ مشہور و معرف ہال تھا جہاں شاہی مطبخ واقع تھا۔ یہاں ہر روز دس ہزار آدمیوں کو مطبخ شاہی سے کھانا کھلایا جاتا تھا۔ سجن محل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں مغلوں کے حملے سے تباہ ہو گیا۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل

محمد قلی نے اپنے کلام میں اعلیٰ محل اور حیدر محل کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان محلات میں موتیوں کا فرش بچھایا گیا ہے اور آئینہ بندی کی گئی ہے۔ نازک حسینائیں ان کی خوبصورتی اور رونق میں اضافہ کرتی ہیں۔ ان محلات کے علاوہ محمد قلی نے ایک جگہ "حنا محل" کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے ؎

صدقے نبی کے قطبا حناں محل میانے
عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمد

حنا محل

یہ محل موسیٰ ندی کے کنارے اس مقام پر واقع تھا جہاں اب میٹرنٹی ہسپتال ہے۔ یہ دراصل ابراہیم قلی کے سپہ سالار امین الملک کا باغ تھا[۱] جس میں بعد کو بادشاہ نے

---

[۱] کئی سو سال گذر جانے کے باوجود آج بھی یہ مقام امین باغ کے نام سے موسوم ہے۔ پروفیسر شیروانی نے اس باغ کو امین الملک کا باغ بتایا ہے لیکن ڈاکٹر زور لکھتے ہیں کہ یہ مرزا محمد امین میر جملہ کا باغ تھا۔ ملاحظہ ہو دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۱۲۔

حنا محل تعمیر کروایا تھا۔ "تاریخ ظفرہ" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ محل ایک مہینے کی مدت میں بڑی عجلت میں بنایا گیا تھا۔ حنا محل کے بارے میں ٹیورنیر TAVERNIER اپنے سیاحت نامے میں رقمطراز ہے کہ اس کی چھت پر ایسا عمدہ باغ ROOFLONRDEN لگایا گیا ہے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ نازک کمانیں اور چھتیں درختوں کا اتنا بوجھ کیسے برداشت کرتی ہیں۔[1]

خانگی ضروریات کی تکمیل کے لیے ندی کے کنارے ایک اور محل "ندی محل" کے نام سے بنایا گیا تھا۔ ندی محل چونکہ موسیٰ ندی کے کنارے بنایا گیا تھا اس لیے موسمِ باراں میں یہ پانی کا بڑا اچھا منظر پیش کرتا تھا اس کے بہترین محل وقوع اور نفیس تعمیر کاری کی سیاحوں نے بڑی تعریف کی تھی۔ ایک قصیدے میں ندی محل کی خوبصورتی کو اس طرح سراہا گیا ہے۔

ایں مقام خوش کہ مستغنی است از نقش و نگار
ہست باجنات تجری تحتہا الانہار یار
فرخ آں منزل کہ شاہی را بود در دے نشست
روشن آں محفل کہ ماہی را بود بروے گزار

"قطب مندر" میں خود بادشاہ رہا کرتا تھا اور یہیں بڑی بڑی تقریبیں اور محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ محمد قلی اپنے کلیات میں ایک جگہ کہتا ہے ؎

سلکھن سعد ساعت سوں سرج چند اختراں خوشیاں
قطب مندر میں کیتے ل دیکھ امرت مہتراں خوشیاں

باغ محمد شاہی

محمد قلی نے محلات سڑکوں، حماموں، مسافر خانوں اور دکانوں ہی کے ذریعے سے شہری ضروریات کی تکمیل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ خوبصورت باغوں سے بھی اپنے نئے شہر کو سنوارا تھا۔ محمد قلی کو باغوں اور چمنوں سے غیر معمولی لگاؤ تھا؛

---

[1] ٹیورنیر۔ سیاحت نامہ۔ صفحہ ۱۲۴۔

دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے

محمد قلی کے کلیات میں "باغ محمد شاہی" پر بھی ایک دلکش نظم موجود ہے۔ باغ محمد شاہی اس جگہ واقع تھا جہاں اب حیدر آباد کے محلے چھتہ بازار، میر عالم کی منڈی، بارہ دری، دار الشفار، پرانی حویلی اور دیوان ڈیوڑھی موجود ہیں۔ اس باغ سے متصل محمد قلی نے دار الشفائے شاہی بنوایا تھا تاکہ مریضوں کو صاف اور تازہ ہوا ملتی رہے۔

دواخانہ

محمد قلی نے یہ شفا خانہ، عام ۱۰۰۴ھ مطابق ۱۵۹۵ء میں بنوایا تھا۔ اس دو منزلہ عمارت میں بیماروں کے لیے کمرے بھی موجود تھے۔ "ماہ نامہ" کا مصنف لکھتا ہے کہ اس میں چار سو مریضوں کے قیام کا انتظام تھا۔ طب یونانی کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبار کے لیے تعلیمی سہولتیں بھی مہیا کی گئی تھیں۔ مختلف امراض کے ماہر حکیم اسپشلسٹ طلبار کی تعلیم کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ حکیم محمد علی الحسینی نے "اختیارات قطب شاہی" لکھی اور حکیم صفی الدین جیلانی نے "تذکرۃ الشہوۃ"، تصنیف کی جو کہ جنس کے موضوع پر ایک بے مثل کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس شفار خانے کے متصل محمد قلی کا باغ محمد شاہی تھا جس کی دلکشی اور تزئین کی بڑی شہرت تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود محمد قلی کو یہ پر فضار اور فرحت بخش باغ بہت پسند تھا اس نے اپنی ایک نظم میں باغ محمد شاہی کا بڑا خوبصورت مرقع پیش کیا ہے ؎

محمد ناؤں سے بستا محمد کا اتے بن سارا
سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

لے اس شفار خانے کی عمارت اب بھی موجود ہے اور اسی کی رعایت سے اس محلے کا نام دارالشفار مشہور ہے۔ اسی عمارت میں آصفیہ دور میں سر طوق مبارک کا علم استاد کیا جاتا تھا جو اب بھی موجود ہے اور محمد قلی کا بنایا ہوا یہ دواخانہ اب الاوہ سر طوق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

دے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا
سوتیوں دستا دیوارا ں میں تھے میویاں کا برن سارا
اناراں میں سہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں
ہر اک پھل اس اناراں پر سہے سکتے ثمن سارا
کھجوراں کے دیس جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

محمد قلی کو باغات اور نباتات سے خاص دلچسپی تھی۔ بنات گھاٹ شہر کے شمال میں تعمیر کیا گیا تھا۔ نوبت پہاڑ کی چوٹی پر اس نے ایک پویلین تعمیر کروایا تھا اور اس کے اطراف خوشنما باغ لگوایا تھا۔ بعد میں محمد قلی نے باغ دلکشا کے نام سے نو مربع میل کے احاطے پر ایک وسیع اور کشادہ باغ لگوایا۔ [1]

سیاحوں کا خراج تحسین

مختصر یہ کہ محمد قلی نے ایک ایسا خوبصورت شہر بسایا تھا جس کی سیاحوں اور مورخین نے بڑی تعریف کی ہے۔ یہ عمارتیں محمد قلی کے اعلیٰ ذوق تعمیر کی یادگاریں تھیں جو اب صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہیں، لیکن تاریخ کے اوراق میں ان کا ذکر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا ہے۔ یہ عمارتیں جسامت، مضبوطی اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں شان کی حامل نظر آتی ہیں ان میں خوبصورتی اور لطافت کے ساتھ ساتھ مضبوطی کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ بہزاد دکن فیاض الدین لکھتے ہیں۔

"گچ اور چونے میں میناروں، برجوں، جالیوں، بارہ دریوں اور رشہ نشینوں کے وہ کمالات بتائے کہ ان کے سامنے سنگ مرمر اور سنگِ سرخ کے نام بھی ماند پڑ گئے" [2]

---

[1] پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی) صفحہ ۲۵۔
[2] فیاض الدین۔ مضمون۔ "دور قطب شاہی کی تشکیل شہری" رسالہ سب رس۔ جنوری ۱۹۷۹

جامع مسجد

جامع مسجد میں ساڑھے سات سو نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے محراب پر جو عبارت درج کی ہوئی ملتی ہے وہ فن کتابت کا ایک نایاب نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ جلال الدین محمد الفخر شیرازی کے کمال فن کا شاہکار ہے۔ یہ خطِ ثلث میں لکھا گیا ہے۔ نستعلیق خط میں باب الداخلہ پر باب خان کی تحریر کردہ عبارت بھی قابل دید ہے۔ اس کے بارے میں غلام یزدانی صاحب کا خیال یہ ہے کہ دکن میں نستعلیق کا اس سے بہتر نمونہ موجود نہیں ہے۔ یہ مسجد ۱۰۰۶ھ مطابق ۱۵۹۷ء میں مکمل ہوئی۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے چار مینار کے بعد محمد قلی نے جو پہلی عمارت بنائی وہ بادشاہی عاشور خانہ تھی۔ اس عاشور خانے کے در و دیوار کو جن طغروں سے سجایا گیا ہے وہ بھی بے مثل اور نایاب ہیں۔

محمد ساقی مستعد خان

جو شہنشاہ اورنگ زیب کا خاص مورخ تھا اور جو گولکنڈے کے محاصرے کے وقت دارالسلطنت میں موجود تھا قطب شاہی تمدن کی عظمت اور شہر حیدرآباد کی رونق اور خوبصورتی کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے:۔

"آرام گاہے است بر قطعہ زمین بہشت۔ راحت جسم و آرام جانِ آبادی وسیع تر از احاطۂ خیال، عمارات رفیع تر از پایۂ اندیشہ رطوبت ہوا و عذوبت در دانی چشمہا۔ شادابی سبزہ بہ مرتبہ کہ پنداری گل و سبزہ ایں سرزمیں آب و رنگ زمرد لعل است" [۲]

ایک ایسا شہر تعمیر کر کے جو تمدن شہری زندگی کی تمام ضروریات سے آراستہ تھا اور جسے محلوں باغوں اور نہروں نے انتہائی فرحت بخش اور دلکشا بنا دیا تھا محمد قلی نے خدا سے دعا کی تھی ؏

آبادان کر ملک میرا سو توں   بسا سو تو دے میرا سن یا سمیع
میرا شہر لوگاں سے معمور کر   رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

۱؎ ماثر عالمگیری۔ مطبوعہ کلکتہ۔ ۱۸۷۳ء۔

۲؎ محمد ساقی مستعد خان ماثر عالمگیری، صفحہ ۳۰۲۔ مطبوعہ کلکتہ۔ ۱۸۷۳ء۔

محمد قلی کے حالاتِ زندگی اور "قطب مشتری"

اردو کے بعض سر برآوردہ ادیبوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "قطب مشتری" میں محمد قلی کی داستان عشق بیان کی گئی ہے اس لیے اس مثنوی کا جائزہ لینا بیجا نہ ہوگا۔

"قطب مشتری" قطب شاہی دور کے نامور شاعر وجہی کی شعری تخلیق ہے۔ وجہی کی مثنوی پر مولوی عبدالحق، نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر زور نے تبصرہ کرتے ہوئے اس کے ادبی محاسن کو اجاگر کیا ہے۔ یہ مثنوی انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوئی تھی[۱]۔ دکن کی ادبی تاریخ مرتب کرنے والے سب محققین اس خیال کے حامل نظر آتے ہیں کہ "قطب مشتری" میں وجہی نے محمد قلی کی داستانِ عشق بیان کی ہے۔ "اردوے قدیم" میں شمس اللہ قادری رقمطراز ہیں۔

"اس نے (وجہی نے) سلطان محمد قلی کی وفات سے دو سال قبل ۱۰۱۸ھ / ۱۶۵۹ء کے حدود میں ایک مثنوی لکھی اور اس میں مشتری کے ساتھ خود بادشاہ کی عشق و محبت کے حکایات بیان کیے ہیں" [۲]

نصیر الدین ہاشمی اس مثنوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اس کی مشہور مثنوی قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس مثنوی کا ہیرو قلی قطب شاہ ہے" [۳]

---

[۱] ہندی پرچار سبھا، حیدرآباد نے اس کو ناگری رسم الخط میں بھی شائع کر دیا ہے۔

[۲] شمس اللہ قادری۔ اردوے قدیم۔ صفحہ ۶۳۔

[۳] نصیر الدین ہاشمی۔ "دکن میں اردو" صفحہ ۲۰۱۔

اسی طرح پروفیسر عبدالقادر سروری نے "اردو کی ادبی تاریخ" میں تحریر کیا ہے۔

"وجہی نے محمد قلی کی رومانی زندگی کا ایک مرقع اس مثنوی میں کنایہ کے پیرائے میں پیش کیا ہے۔ قطب اس داستان کا ہیرو ہے اور بنگالے کی ایک شہزادی مشتری اس کی ہیروئین"۔[۱]

"قطب مشتری" کے بارے میں دکنی مصنفین کی اس رائے سے کہ اس میں محمد قلی کی داستان عشق بیان کی گئی ہے دوسرے ادیبوں نے بھی اتفاق کیا ہے چنانچہ "مختصر تاریخ ادب اردو" میں پروفیسر اعجاز حسین بھی اس خیال سے متفق نظر آتے ہیں۔ "اردو کی تین مثنویاں" میں خان رشید نے "قطب مشتری" کے قصے کو محمد قلی کی زندگی کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بھاگ متی کا وجود افسانوی نوعیت کا حامل ہے اسی طرح "قطب مشتری" کی داستان بھی تخیل کی رنگ آمیزی ہے۔ جب ہم اس مثنوی کے واقعات کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے مقابلہ کرتے ہیں تو بھی ان دونوں میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ خان رشید لکھتے ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی قطب شاہ اور بھاگ متی کے عشق کی داستان "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستان کے لیئے"[۲] کے ساتھ بیان کی گئی ہے"[۳]

وجہی نے قصے کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ ابراہیم قطب شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اور اسے اس کی بڑی فکر تھی کہ اگر وہ اولاد نرینہ سے محروم رہے تو اس کے نام کو کون باقی رکھے گا۔ فرزند خاندان کی نشانی باقی رکھتا اور ماں باپ کا نام روشن کرتا ہے ؎

که فرزند تے نانو اچھتا اہے
اپر گئے تو بی نانو اچھتا اہے

دکنی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے والد ابراہیم قطب شاہ کو کبھی اولاد

---

[۱] عبدالقادر سروری۔ اردو کی ادبی تاریخ۔ صفحہ ۱۰۳۔

[۲] خان رشید نے اقبال کے اس مصرعے کے الفاظ صحیح طور پر استعمال نہیں کیے ہیں اقبال کا مصرعہ ہے ع
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لیے۔

[۳] خان رشید۔ اردو کی تین مثنویاں۔ صفحہ ۲۶۔

کے نہ ہونے کا غم نہیں رہا۔ "بستان آصفیہ" کا مورخ لکھتا ہے کہ حسن نظام شاہ والی احمد نگر کی بہن بی بی جمال اور دوسری بیبیوں کے بطن سے ابراہیم کو تیس اولادیں ہوئیں جن میں چھ شہزادے اور چوبیس شہزادیاں تھیں [1]۔ دراصل وجہی نے اپنی مثنوی "قطب مشتری" میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا تھا جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وجہی نے اس وقت "قطب مشتری" لکھی جب ابراہیم کا انتقال ہوئے تقریباً تیس سال ہو چکے تھے اور اس زمانے میں اس کا جانشین محمد قلی حکمران تھا۔ وجہی نے چونکہ اپنی مثنوی میں ہیرو کا نام محمد قلی تجویز کیا تھا لہٰذا اسی مناسبت سے ہیرو کے والد کا نام ابراہیم بتایا گیا ہے۔ اولاد کا نہ ہونا اور نجومیوں اور رمالوں کا اولاد کی خوشخبری سنانا مشرقی قصوں کے ایک مستقل جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔ وجہی نے بھی داستان گوئی کی اس روایت کو یہاں ملحوظ رکھا ہے۔ اس نے دکن کے دوسرے مثنوی نگاروں کی طرح ایک من گھڑت اور تخیلی داستان پیش کی لیکن بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اُس کو اِس قصّے کا ہیرو بنا دیا۔ وجہی نے ایک مہماتی داستان پیش کی اور اس کے ہیرو کو ہفت خواں طے کرتے، معرکے سر کرتے، دیووں راکھشسوں اور عفریتوں کا مقابلہ کر کے ان کو زیر کرتے دکھایا ہے جس سے اس کی غیر معمولی بہادری، بلند ہمتی اور دلیری کا اظہار ہوتا ہے۔ مہماتی داستانوں میں مافوق الفطرت (SUPERNATURAL) عناصر کی پیش کش جزو لاینفک بن کر ہمارے سامنے آتی ہے اور اسی کے وسیلے سے وجہی نے فرمانروائے سلطنت کی علو ہمتی اور شجاعت کے گن گائے ہیں اگر وجہی اس مثنوی کے ہیرو کو کسی اور نام سے موسوم کرتا تو اس کی مہمات اور کارناموں سے بادشاہ کے مزاج شاہانہ کو وہ تشفی اور خوشی نہ ہوتی جو خود اپنا نام سن کر اسے نفسیاتی طور پر ہو سکتی تھی۔

مثنوی کے دوسرے واقعات اور محمد قلی کے حالات زندگی میں بھی کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی۔ مثنوی کا ہیرو ایک رات خواب میں ایک "سندری" کو دیکھ کر اس کے حسن پر فریفتہ ہو جاتا ہے جب بیدار ہوتا ہے تو اس مہ لقا کے فراق میں آہیں بھرنے اور گریہ وزاری کرنے لگتا۔ شہزادے کی یہ حالت دیکھ کر ماں باپ پریشان ہو جاتے ہیں۔ شاہی خدمت گاروں

[1] مانک راؤ وٹھل راؤ ...

نے بہت سی حسین دوشیزاؤں کو شہزادے کے سامنے پیش کیا لیکن اس نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اس کا دل تو کسی اور نازنین کے تیر محبت سے گھائل ہو چکا تھا۔ بالآخر عطارد نامی نقاش کو طلب کیا گیا۔ یہ مصور بڑا عقلمند، تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا۔ اس نے مشرق و مغرب کے تمام ممالک کی سیاحت کی تھی۔ دوران سفر میں جب اسے کوئی غیر معمولی حسین و خوبرو دوشیزہ نظر آتی تو وہ اس کی تصویر بنا کر اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ جب اس مصور سے دریافت کیا گیا کہ اس نے سب سے زیادہ حسین کسی لڑکی کو پایا تو اس نے جواب دیا ؎

تیبے ملک دیکھیا ولے کوئی نار
نہ دیکھیا کہیں مشتری نار سار

مصور نے بتلایا کہ مشتری بنگال پر حکومت کرتی ہے۔ اور اس کی بہن زہرہ بڑی خوش الحان ہے۔ جب مصور نے مشتری کی تصویر بنائی تو شہزادہ بیقرار ہو گیا کیونکہ وہ اسی مہ جبین کو خواب میں دیکھ کر اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔

آخر کار اسی مصور کی رہنمائی میں شہزادہ اپنی محبوبہ کی تلاش میں روانہ ہوا اور پہلے بلند گڑھ پہنچا جو دیووں اور سانپوں کا مسکن تھا۔ شہزادہ بکٹ پہاڑ کے اژدھے کو ہلاک کر کے آگے بڑھا تو ایک راکھشس کا قلعہ نظر آیا۔ اس قلعے میں شہزادے کی ملاقات حلب کے وزیر زادے اسد خان سے ہوئی جو اس راکھشس کا غلام تھا اور جو مشتری کی بہن زہرہ کے عشق میں صحرا نوردی کرتا ہوا یہاں آ پہنچا تھا۔ شہزادے نے راکھشس کا کام تمام کیا اور اسد کو قید سے رہا کر دیا پھر دونوں عطارد کی رہبری میں بنگال پہنچے اور گوہر مقصود پایا۔

مثنوی میں بیان کیے ہوئے ان واقعات کا محمد قلی کی اصلی زندگی میں کہیں کوئی سراغ نہیں ملتا اس لیے ان کی تاریخی یا نیم تاریخی اہمیت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ بنگال کی شہزادی مشتری سے محمد قلی کے عشق مریخ خاں کو بنگال کی سلطنت عطا کرنا اور ان مختلف مہمات کا جن کی تفصیل قطب مشتری میں موجود ہے تاریخ میں کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ محمد قلی کے موروثی خطاب "قطب" کی رعایت سے مثنوی میں مشتری، مریخ، زہرہ، مہتاب سرطان اور اسد جیسے نام لائے گئے ہیں۔ اس مثنوی میں قطب کے کردار کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ اگر بنگال کی کسی شہزادی کی شادی گولکنڈے کے بادشاہ سے ہوئی ہوتی تو

تاریخیں اس کے ذکر سے کیسے خالی رہتیں۔

مثنوی قطب مشتری میں کچھ ایسے واقعات ضرور موجود ہیں جن کی جھلک محمد قلی کی حقیقی زندگی میں نظر آسکتی ہے۔ مثلاً وجہی کا یہ بیان کہ ابراہیم نے محمد قلی کی ولادت کی خوشی میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا تھا۔ "تاریخ قطب شاہی" کا مصنف لکھتا ہے۔

"چندروز بلوازم جشن وسوار استعمال نمود و شعرائے بلاغت آثار راکہ اشعار آبدار در تہنیت شاہزادہ ہمایوں در سلک نظم کشیدہ بودند بصلات و تشریفات بادشاہانہ سرفراز گردانیدہ ...... وسادات علمار ومساکین وفقرار را از خزائن اکرام وانعام چوں بحر وکان تونگر ساخت" [۱]

اب "قطب مشتری" میں ملا وجہی کا بیان ملاحظہ ہو۔

تیا کچھ شہنشاہ بخشے ہیں دھن	زمیں ٹھار منگتی ہے اسمان کن
کئے کوٹ بخشش ادک لاک تے	تو از ران ہوا یوں سنا خاک تے
جگت اب گہریوں بھرنے لگیا	کہ خشکی میں ہنس آکے چرنے لگیا
کرم کی نظر کر میٹھی بات سوں	ہر اک آدمی کوں ہر اک دھات سوں

شہزادوں کی ولادت پر اس طرح کے جشن منانا اور اراکین سلطنت اور درباریوں کو خلعت اور انعامات سے سرفراز کرنا شاہی زندگی کے معمولات میں داخل تھا۔ ابراہیم نے اپنے پانچ بیٹوں کی ولادت پر بھی اسی طرح خوشی منائی ہوگی لیکن چونکہ یہ شہزادے بادشاہ نہیں بنے تھے اس لیے مورخوں نے ان کی پیدائش اور اس سلسلے کی دیگر تفصیلات کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ بہر حال یہ کوئی ایسا مخصوص واقعہ نہیں سمجھا جاسکتا جس کا صرف محمد قلی کی زندگی سے تعلق ہو۔

"قطب مشتری" میں ایک اور مقام پر محمد قلی کی زندگی سے مماثلت کا پرتو موجود ہے۔ وجہی کہتا ہے کہ ابراہیم نے اپنی زندگی ہی میں محمد قلی کو اس کی غیر معمولی ذہانت اور قابلیت کی بنار پر اپنا جانشین قرار دیدیا تھا۔

دیا شاہی اپنی قطب شاہ کوں
کہ ڈوسا ہُوا میں کر اب راج توں

دکن کی تاریخوں "برہان مائر" اور "تذکرۃ الملوک" سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم نے محمد قلی کو بادشاہت کے لیے نامزد کر دیا تھا۔ سن رسیدہ بادشاہ کا اپنے بیٹے کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہونا اور حکومت سے کنارہ کشی اختیار کرنا بھی قدیم قصص کی تقلید میں محض برائے قصہ معلوم ہوتا ہے۔ وجہی نے مثنوی کا قصہ شروع کرنے سے پہلے گل و بلبل، شمع و پروانے، چاند چکور، لیلی مجنوں اور یوسف زلیخا کا ذکر کر کے قصے کی عاشقانہ نوعیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ محمد قلی بڑا حسن پرست اور رومان پسند بادشاہ تھا۔ وہ محبت سے بیگانہ زندگی کو بے مقصد اور لایعنی سمجھتا تھا۔ اس نے ایک بھرپور زندگی کا لطف اٹھایا تھا۔ محمد قلی کے کلام میں اس کی پر مسرت اور عیش و عشرت سے معمور زندگی کے خوبصورت مرقع موجود ہیں جو اس کی حقیقی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں پروفیسر مسعود حسین خاں "ہسٹری آف میڈیوئیل دکن" میں رقمطراز ہیں کہ ملا وجہی نے اپنے ہیرو کا جو معاشقہ بیان کیا ہے وہ محض ایک تمثیلی داستان ہے۔ اس کے بعض واقعات حقیقت پر مبنی نظر آتے ہیں اور اکثر فرضی اور تخیلی ہیں۔[۱] "قطب مشتری" میں وجہی کا یہ بیان کہ شاہی محل ملک کی منتخب نازنینوں کا مسکن تھا۔ بعض قطب شاہی سلاطین کی حسن پرستی کا ایک حقیقت پسندانہ اظہار ہے۔ محمد قلی نے اپنے کلام میں بارہ حسین و جمیل پیاریوں کے علاوہ کئی اور مہ جبینوں کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر زور لکھتے ہیں۔

"اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمائش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی آرائش و زیبائش میں مصروف و منہمک ہوتیں"[۲]

محمد قلی کے مسلک کی پیروی اس کے بعد کے بعض اور قطب شاہی بادشاہوں نے

---

[۱] پروفیسر مسعود حسین خان۔ ہسٹری آف میڈیوئیل دکن۔ جلد دوم۔ باب اول۔ "دکن اردو"، صفحہ ۲۴۔

[۲] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۸۔

بھی کی تھی۔ چنانچہ "حدیقۃ السلاطین" کا مصنف لکھتا ہے کہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تلنگانہ، کرناٹک، احمد آباد، کابل، لاہور، آگرہ اور برہان پور سے خوبرو نازنینوں کو بلایا جاتا تھا۔ [۱]

محمد قلی نے زیر بحث مثنوی کے ہیرو قطب کی طرح مشتری یا بھاگ متی کے فراق میں نہ آہیں بھری تھیں، نہ دیواروں سے سر ٹکرایا تھا اور نہ ہی کسی محبوبہ کا خیال اس کے دل سے محو کرنے کے لیے حسین دوشیزاؤں کو جمع کیا گیا تھا۔ اس مطلق العنان بادشاہ کے لیے حسن ایک سریع الحصول چیز تھی شاید یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کی شاعری میں بھی مہجوری اور دردمندی کے بجائے سرور و انبساط کی کیفیت جھلکتی ہے۔

ڈاکٹر زور لکھتے ہیں " وجہی نے بھاگ متی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے "، [۲] خود بھاگ متی کا وجود تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر زور، نصیر الدین ہاشمی، اور خان رشید وغیرہ نے "قطب مشتری" کو جو محمد قلی کی داستانِ عشق کہا ہے وہ درست نہیں معلوم ہوتا خان رشید کے یہ بیانات کہ "قطب مشتری" چند تغیرات اور تبدیلیوں کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ اور بھاگ متی کی داستان معاشقہ پر مشتمل ہے بلکہ قطب مشتری سے محمد قلی قطب شاہ کی زندگی پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے [۳] "قطب مشتری بھاگ متی کے علاوہ کوئی اور نہیں" [۴] ناقابل قبول معلوم ہوتے ہیں۔ [۵]

"قطب مشتری" دراصل ایک تخیلی داستان ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وجہی نے ہیرو کو قطب کے نام سے موسوم کر کے بعض محققین کو غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا ہے اور محض نام کی بنا پر یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ محمد قلی اور مشتری یا بھاگ متی کے معاشقے کا قصہ ہے۔ مولوی عبدالحق نے "قطب مشتری" کے مقدمے میں لکھا ہے:

---

[۱] نظام الدین احمد شیرازی۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۴۲۔ مطبع صدیقی حیدرآباد ۱۳۵۰ھ۔

[۲] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۸۴۔

[۳، ۴] خان رشید۔ اردو کی تین مثنویاں۔ صفحہ ۶۶ اور ۶۸۔

[۵] اس سلسلے میں راقم الحروف کا مضمون "بھاگ متی اور اس کا نو دریافت مقبرہ" آجکل ۱۹۸۰ء

,,مثنوی میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کا بھاگ متی کے عشق سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔ وجہی کا مقصد اس مثنوی کے لکھنے سے بادشاہ کے حسن و جمال، شجاعت اور لیاقت کی تعریف کرنا ہے اور بس''۔[۱]

پروفیسر مسعود حسین خان لکھتے ہیں کہ اس قصے کی تصنیف کا مقصد بادشاہ کی تعریف و توصیف اور اس کی بہادری، تدبّر اور ہمت و جرائت کے گن گا کر اس کو خوش کرنا تھا۔[۲]

جب ہم "قطب مشتری" میں قصے کے اجزاء اور اس کے ماخذ پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ پلاٹ کے تانے بانے میں بعض لوک کہانیوں کے عناصر جلوہ گر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وجہی نے اپنے زمانے کی مقبول داستانوں اور دکنی لوک کہانیوں کے مختلف اجزاء کو مربوط کر کے انھیں اپنی اپج اور داستان گوئی کی منفرد صلاحیتوں کی مدد سے ایک نئی کہانی کے روپ میں پیش کیا ہے۔ مثنوی قطب مشتری کے قصے سے خاصی مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰۰ء کی تخلیق ہے جس کا نام "نوا ساہاسانا چرتر" ہے۔ اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالا نے جو جومری گنگا گپتا کا بیٹا تھا۔ شہزادی سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے۔ یہ کہانی مالوے کے سدھو راجا نوا ساسنکا کا قصۂ محبت سمجھی جاتی ہے۔ پروفیسر دیو ستھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں۔[۳] "قطب مشتری" اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ اس زمانے میں اس قصے نے عوام میں خاصی مقبولیت حاصل کر لی ہو اور اس کا چرچا دکن بھی پہنچا ہو بہرحال "قطب مشتری" اور "نوا ساہاسانا چرتر" کے قصے میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وجہی نے "قطب مشتری" میں اس قصے کی خوشہ چینی کی ہو اور چونکہ اس میں مالوے کے راجہ کا قصۂ عشق بیان کیا گیا ہے اسی مناسبت سے وجہی نے اپنے قصے میں ہیرو کی جگہ اپنے ملک کے بادشاہ محمد قلی قطب شاہ کا نام لکھ کر اسے قصے کا ہیرو بنا دیا ہو۔ "قطب مشتری" کو محمد قلی کی

۱۔ مولوی عبدالحق۔ مقدمہ قطب مشتری۔ صفحہ ۲۔

۲۔ پروفیسر مسعود حسین خان۔ ہسٹری آف میڈیوئیل دکن۔ جلد دوم۔ باب اول۔ دکنی اردو۔ صفحہ ۲۴۔

۳۔ پروفیسر دیوستھالی۔ دی ایج آف امپریل قنوج۔ صفحہ ۱۸۳۔

داستان عشق سے موسوم کرنے وقت ممکن ہے وجہی کے ذہن میں یہ خیال رہا ہو کہ اس نسبت شاہی سے مثنوی کی قدر و منزلت اور خود اس کی شہرت و مقبولیت میں اضافہ ہوگا اور اس طرح اس کا یہ ادبی کارنامہ سدا بہار عظمت کا حامل بن کر اس کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ مثنوی کی ابتدا ہی میں وجہی کہتا ہے ؎

قطب مشتری میں جو بولیا کتاب — سو ہوئی جگ میں روشن کہ جیوں آفتاب
اول ہور آخر کا سامان پہچان — جہان میں رکھیا ہوں میں یو اپنا نام
نشانی رکھے باج چارا نہیں — کہ دایم کوئی رہنے ہارا نہیں

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قصہ گوئی کا محرک یہی "نشانی" باقی رکھنے کی خواہش تھی۔
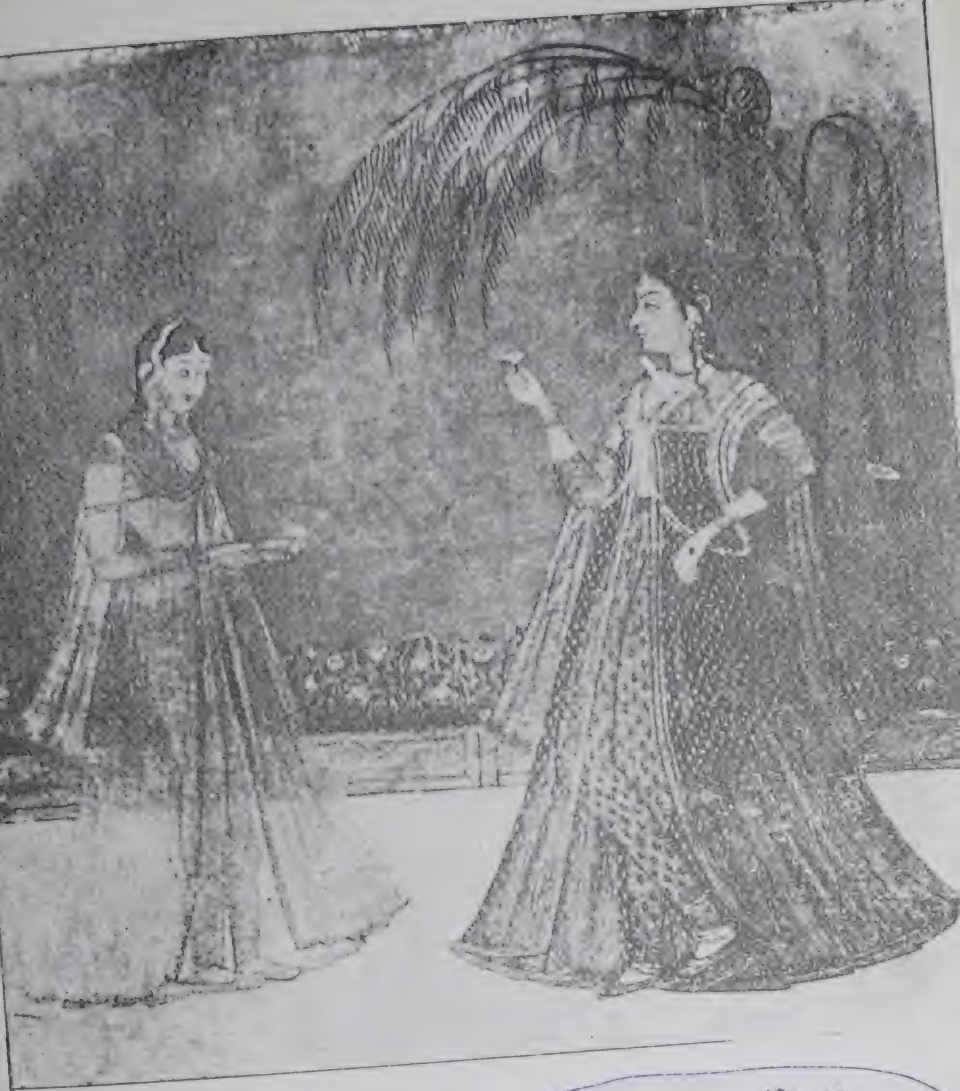
بھاگ متی (حیدر محل)، محمد قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

بھاگ متی اور بھاگ نگر

دکنی ادب کی تاریخ لکھنے والے بعض مصنفین جن میں ڈاکٹر زور کا نام بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے بھاگ متی کو محمد قلی کی محبوبہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی چودہ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا،، [۱]

ڈاکٹر زور ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

" محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیے وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی۔ ..... اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔،، [۲]

---

[۱] ڈاکٹر زور نے بھاگ متی اور محمد قلی کی داستان محبت کو اپنے ایک افسانے "چچلم کی رقاصہ" میں بھی پیش کیا ہے پروفیسر ہارون خان شیروانی نے اپنے کتابچہ " بھاگ متی کا افسانہ " میں ڈاکٹر زور کے بیانات کی تردید کی ہے۔

[۲] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۸۳۔ ۵۳۲

آگے چل کر ڈاکٹر زور نے بتایا ہے کہ جب دولت خانہ عالی اور دیگر محلات کی تعمیر مکمل ہوئی تو بادشاہ نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اور شادی کے بعد حیدر محل کا خطاب دیا۔ محمد قلی نے حیدر محل کے لیے ایک خاص محل بھی تعمیر کروایا تھا جس کا نام حیدر محل یا "حیدمنڈوہ" تھا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے محمد قلی نے بھاگ نگر کا نام تبدیل کر کے حیدر آباد رکھا۔

"حدیقۃ العالم"، اور "گلزار آصفیہ"، میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے۔ "گلزار آصفیہ"، کا مورخ لکھتا ہے کہ ابراہیم قطب شاہ کو جب شہزادے محمد قلی کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ بھاگ متی سے ملنے کے لیے اس نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا تھا تو بادشاہ نے موسیٰ ندی پر ایک پل بنوایا۔

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ برحسن جانفزائے بھاگ متی طوائف میل کلی داشت، تیار کردید"، [۱]

گلزار آصفیہ سے نصف صدی قبل کی ایک اور دکنی تاریخ "حدیقۃ العالم" میں بھاگ متی سے محمد قلی کے "تعلق خاطر"، کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس نے لکھا ہے:

"بادشاہ درآں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم اوگردایند...... نخست آں (شہر حیدر آباد) را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت ومستقر سریر سلطنت خود گردایند وبعد چندے کے بھاگ متی ازیں جہان را گذشت تنبیہ شدہ تبدیل آن نام بہ حیدر آباد نمود"، [۲]

اکثر دکنی مورخین نے بھاگ متی یا بادشاہ کی کسی ایسی محبوبہ کا ذکر نہیں کیا ہے جس کے نام سے محمد قلی نے شہر بسایا ہو۔ "تاریخ قطب شاہی"، اس دور کی ایک مستند تاریخ ہے لیکن قادر خان نے اس میں بھاگ متی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی اس کے نام پر شہر بسانے کی طرف اس مورخ نے کوئی اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ شکار کا ایک واقعہ شہر حیدر آباد بسانے کا محرک تھا[۳] تاریخ قطب شاہی میں مصنف تحریر کرتا ہے کہ ایک دن محمد قلی شکار کی غرض سے موضع چچلم کی طرف آنکلا۔ اس نے یہاں چند گھنٹے قیام کیا اور یہ جگہ اس کو اتنی پسند آئی کہ اس نے

---

[۱] غلام حسین - گلزار آصفیہ صفحہ ۱۴۔

[۲] میر عالم موسوی- حدیقۃ العالم - صفحہ ۲۱۵ - (مطبوعہ)

[۳] پروفیسر عبدالمجید صدیقی- تاریخ گولکنڈہ - صفحہ ۴۰۹- ۵۳۳

اس مقام کو ایک بڑے شہر میں تبدیل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد محمد قلی نے یہاں شہر کی بنیاد رکھی۔ دکن کا ایک اور مورخ غلام حسین خاں ہے جس نے اپنی تصنیف "ماہ نامہ"[۱] میں اس کی بخوبی وضاحت کر دی ہے کہ بھاگ متی کا وجود ہی نہیں تھا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بھاگ متی ایک تخیلی کردار ہے تو دوسرے مورخین نے اس کا ذکر کیوں کیا ہے؟ اس سلسلے میں کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے ہمیں ان تمام بیانات پر نظر ڈالنی ہوگی جو اس سلسلے میں پیش کیے گئے ہیں۔

بھاگ متی کا ذکر سب سے پہلے فیضی کی تحریر میں نظر آتا ہے۔ فیضی شہنشاہ اکبر کی جانب سے احمد نگر اور برہان پور کو بغرض سفارت بھیجا گیا تھا اس نے برہان نظام شاہ ثانی والی احمد نگر سے ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات کا مفصل ذکر اس نے اپنی ایک عرض داشت میں کیا ہے۔ وہ محمد قلی کے بارے میں لکھتا ہے کہ احمد قلی (محمد قلی قطب شاہ) میں غرق ہوگیا ہے اس نے بھاگ نگر کے نام سے ایک شہر آباد کیا ہے بھاگ متی ایک "فاحشہ کہنہ" ہے۔ اور محمد قلی کی "معشوقہ قدیم" ہے۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی نے فیضی کے قیام احمد نگر و برہان پور کا زمانہ ۹۹۹ ھ مطابق ۱۵۹۱ء تا ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۴ء بتایا ہے[۲]

فیضی نے اپنی ساری زندگی میں تلنگ آندھرا کی سرزمین پر کبھی قدم بھی نہ رکھا تھا۔ (۲۱) کا مندرجہ بالا بیان سلطنت قطب شاہی سے اس کی عدم واقفیت کا مظہر ہے۔ جس کی انتہا یہ ہے کہ اس نے قطب شاہی سلطنت کے سلطان وقت کا نام بھی درست نہیں لکھا ہے۔ فیضی نے محمد قلی کو احمد قلی کے نام سے موسوم کر کے اس بادشاہ سے ناواقفیت کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں کہ فیضی دکن کی سلطنتوں کو ذاتی طور پر ناپسند کرتا تھا[۳] بیجاپور، احمد نگر اور گولکنڈے کی سلطنتوں کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور برہان پور میں وہ شہنشاہ اکبر کا رزیڈنٹ اس لیے مقرر کیا گیا تھا کہ جنوبی ہند میں مغل

ع ۱ پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی) صفحہ ۱۳۵

ع ۲ " " " ۱۳۷

ع ۳ غلام حسین خان مخطوطہ ماہ نامہ مخطوطہ نمبر ۳۶۴ ورق ۳۵ الف۔ کتب خانہ سالار جنگ۔

سلطنت کی توسیع کے امکانات کا جائزہ لیتا رہتا ہے[1]۔ فیضی نے ان تینوں حکومتوں کو کبھی تسلیم نہیں کیا وہ انھیں آزاد اور خود مختار سیاسی اکائیاں ماننے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے وہ بیجا پور احمد نگر اور گولکنڈے کو "جاگیروں" سے موسوم کرتا ہے[2] اور ان کے حکمرانوں کو امیروں اور رئیسوں سے زیادہ اہمیت کا حامل نہیں سمجھتا۔ فیضی نے انھیں "نظام الملک"، "عادل خان" اور "قطب الملک" کہہ کر یاد کیا ہے جس سے اس کے تحقیر آمیز رویئے کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ محمد قلی کے بارے میں اس کا بیان خاصہ طنزیہ اور حقارت آمیز ہے۔ تاریخ نویسی میں غیر جانبداری، انصاف پسندی اور حقیقت پرستی کی اہمیت مسلمہ ہے۔ ایسے بیانات جو شخصی پسند و ناپسند یا سیاسی تعصب اور جانبداری پر مبنی ہوں کیسے قابلِ قبول ہو سکتے ہیں؟۔ فیضی نے قطب شاہی سلطنت اور محمد قلی کے بارے میں اپنے ان خیالات کا اظہار ایک عرض داشت اور ایک خط میں کیا ہے۔ لفٹیننٹ پریچڑ (Lt. PRICHARD) نے اوّل الذکر کا ترجمہ فارسی سے انگریزی میں کیا ہے اور اس کے بارے میں رائے ظاہر کرتے ہوئے پروفیسر ڈاؤسن (Prof. DOWSON) لکھتے ہیں کہ فیضی کو مورخین کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ اس کی تحریروں کو مورخانہ نقطہ نظر سے جانچنا بیکار ہے[3]۔

بھاگ متی اور محمد قلی کے معاشقے کو مقامی مورخین سے زیادہ بیرون سلطنت کے مورخین نے اہمیت دی ہے اور جب ہم تاریخی ترتیب سے ان بیانات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ "زیب داستان" کے لیے بہت کچھ "بڑھا دیا" گیا ہے۔

"طبقات اکبر شاہی" میں نظام الدّین احمد نے اس معاشقے پر مزید روشنی ڈالی ہے۔ اس نے اپنی تاریخ میں محمد قلی قطب شاہ کا ذکر صرف چار پانچ سطروں میں کیا ہے اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ محمد قلی کے عہد کے کسی سیاسی معاملے کو اہمیت دینے کے بجائے اس کی خانگی زندگی کے ایک واقعے کو قابل بیان سمجھتا اور اس کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قطب شاہی سلطنت اور محمد قلی سے متعلق اس کی معلومات فیضی کی طرح محدود

۱ے پروفیسر ہارون رشید خاں شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی)۔ صفحہ ۱۳۸۔

۲ے فیضی تباشیر الصبح مخطوطہ نمبر ۳۰۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۳۱

۳ے پروفیسر ہارون رشید خاں شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی) صفحہ ۱۳۸

اور ناکافی تھیں چنانچہ ان چار پانچ سطروں میں بھی اس نے صحیح تاریخی معلومات پیش نہیں کی ہیں چنانچہ اس نے محمد قلی کے عہد حکومت کے آغاز کا ۹۸۸ھ کے بجائے ۹۹۳ھ بتایا ہے [۱]

مغل مورخین

دو مغل مورخین خافی خان اور محمد ساقی مستعد خان نے بھی بھاگ متی کا ذکر کیا ہے یہ دونوں مورخ اس بات کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ دکن کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے فرشتہ کی تاریخ پر تکیہ کیا ہے۔ خافی خان کی "منتخب اللباب" اس وقت لکھی گئی تھی جس وقت اورنگ زیب نے دکن میں قطب شاہی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ وہ بھی شاہی خاندان سے زیادہ واقفیت نہ رکھتا تھا۔ خافی خان اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ محمد قلی نے اپنی محبوبہ بھاگ متی کے نام پر ایک شہر آباد کیا تھا جس کا نام اس نے بھاگ نگر رکھا تھا اور اپنے دور حکومت کے آخری زمانے میں اس نے ایک اور شہر حیدر آباد کی بنا ڈالی [۲] ایک اور جگہ وہ لکھتا ہے کہ محمد قلی کے بعد اس کا بھائی محمد امین تخت نشین ہوا۔ حالاں کہ حقیقتاً اس کے برعکس تھی محمد قلی کی وفات کے بعد اس کا بھتیجہ اور داماد سلطان محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تھا۔ ان بیانات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہر اور فرمانروائے شہر کے بارے میں اس کی معلومات کتنی غلط اور گمراہ کن تھیں۔ خافی خان نے بھاگ متی کے لیے "رقاصہ" کا لفظ استعمال کیا ہے [۳] ان دونوں مورخین نے فرشتے کی تاریخ پر اپنے بیانات کی بنیاد رکھی ہے۔ قطب شاہی دور سے متعلق خود فرشتہ کے بیانات قابل تصحیح ہیں۔ اس نے تاریخ نویسی میں زبانی روایات (ORAL TRADITIONS) اور افواہوں کو بھی جگہ دی ہے۔ فرشتہ نے اپنی تاریخ "گلشن ابراہیمی" کے نام سے ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۰۹ء میں مکمل کی تھی۔ اس تاریخ میں قطب شاہی خاندان کا ذکر مختصراً کیا گیا ہے۔ دیباچے میں

۱؎ نظام الدین احمد طبقات اکبر شاہی۔ صفحہ ۴۴۴۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۷۵ء

۲؎ محمد ساقی۔ مآثر عالمگیری۔ صفحہ ۱۴۱۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۳ء

۳؎ خافی خان۔ منتخب اللباب۔ جلد سوم۔ ص ۸۸۴۔ مطبوعہ کلکتہ۔ ۱۹۲۵ء

فرشتے نے اعتراف کیا ہے کہ اس سلسلے میں اس کی معلومات تشنہ اور ناکافی ہیں۔ الواقعہ فرشتہ دراصل مورخ بیجاپور تھا اس نے قطب شاہی سلطنت کے جو حالات تحریر کئے ہیں وہ زیادہ تر سماعی ہیں۔ اس نے دیباچے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ قطب شاہی سلطنت کی مستند تاریخ جو عراق کے ایک عالم نے ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ حکومت میں لکھی تھی اسے دستیاب نہ ہو سکی تھی۔ خود فرشتہ قطب شاہی دارالسلطنت کی سیاحت سے بھی محروم رہا تھا اس لیے اس کے اکثر بیانات میں تسامح پایا جاتا ہے۔ فرشتہ نے محمد قلی کی تخت نشینی کا سنہ ۹۸۹ھ تنہا ہے جو دوسری تاریخوں سے غلط ثابت ہو چکا ہے۔ وہ محمد قلی کی عمر بتاتے ہوئے بھی غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے۔ فرشتے نے محمد قلی کو ابراہیم قطب شاہ کا سب سے بڑا بیٹا بتایا ہے جیسا کہ حقیقت میں وہ اس کا تیسرا فرزند تھا۔ فرشتے کا ایک اور بیان غلط فہمی پر مبنی ہے شاہ عباس دوم اپنے ولی عہد سے حیات بخشی بیگم کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے اغزط کو اپنا سفیر بنا کر شادی طے کرنے کیلیے حیدرآباد بھیجا تھا سنہ ۱۰۱۶ھ میں حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے چچا زاد بھائی سے ہو چکی تھی لیکن فرشتے نے لکھا ہے کہ شاہ عباس صفوی کا سفیر سلطان اغزط سنہ ۱۰۱۸ھ تک جواب کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ یہ اور اسی طرح کے بعض اور بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ قطب شاہیوں سے متعلق فرشتہ کی تاریخی معلومات بہت محدود اور گمراہ کن تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھاگ متی کے قصے سے بہت زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی تھی یہی وجہ ہے کہ دارالسلطنت کا نام تبدیل ہو جانے کے باوجود وہ بھاگیہ نگر کے نام سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

اس عہد کی ایک مستند تاریخ "تاریخ محمد قطب شاہ" میں بھاگ متی کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے یہ تاریخ سنہ ۱۰۱۷ھ مطابق سنہ ۱۶۰۸ء میں لکھی گئی تھی [1] اس تاریخ میں نئے "دارالسلطنت" اور اس کی خوبصورت عمارتوں کا مفصل ذکر موجود ہے لیکن اس میں بھاگ نگر کا نام کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ نظام الدین احمد شیرازی کی تاریخ "حدیقۃ السلاطین" سنہ ۱۰۵۴ھ مطابق سنہ ۱۶۴۴ء میں لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی اور محمد قلی کے معاشقے کا ذکر نہیں۔ نظام الدین نے محمد قلی کے نئے شہر کا نام ہر جگہ حیدرآباد

بتایا ہے۔ تاریخی شواہد سے قطع نظر جب ہم کسی داخلی شہادت کی تلاش میں کلیات محمد قلی قطب شاہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اپنے ضخیم کلیات میں محمد قلی نے بارہ پیاریوں کے علاوہ محل کی جن دوسری منظور نظر مہ جبینوں کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان سے اپنے جذباتی لگاؤ کا اظہار کیا ہے۔ ان میں کہیں بھاگ متی موجود نہیں۔ محمد قلی کی شخصیت اور اس کی شاعری کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اس نے اپنے عشقیہ جذبات اور تجربات کی بڑی بیباکانہ انداز میں پوری حقیقت پسندی کے ساتھ تصویر کشی کی ہے۔ ننھی، سانولی، کنولی، پیاری، گوری، چھبیلی، لالہ موہنی اور لالن وغیرہ کے بڑے خوبصورت سراپے کلیات میں موجود ہیں اگر بھاگ متی بھی شاعر کی کوئی محبوبہ ہوتی تو اپنے ضخیم کلیات میں محمد قلی کہیں نہ کہیں اس کا ذکر ضرور کرتا جبکہ بھاگ متی کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ محمد قلی کی معشوقۂ خاص تھی اور زمانہ شہزادگی ہی سے محمد قلی اس پر فریفتہ تھا اور اسے اپنے محل میں داخل کرکے حیدر محل کے خطاب سے سرفراز بھی کیا تھا۔ فیضی نے لکھا ہے کہ محمد قلی کو بھاگ متی سے ایک عرصہ دراز سے تعلق خاطر تھا۔ اگر اس بیان کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی اس دیرینہ نسبتِ عشق کو یک لخت فراموش کرکے محبوبۂ خاص کو نظرانداز کردیتا کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ ایک ایسی ملکہ جس کے جلو میں بقول نظام الدین مورخ "طبقات اکبرشاہی" ایک ہزار سوار ہوں محمد قلی کی شاعری میں، جو اس کے جذبات اور وارداتِ عشق کی سچی ترجمان ہے کہیں جگہ نہ پاسکے۔ ایک مطلق العنان بادشاہ کو اپنی معشوقۂ دلجو کا ذکر کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ میر مومن اور دوسرے ایرانی عمائدین کاروبار سلطنت میں بہت زیادہ دخیل تھے ممکن ہے کہ ان کی موجودگی میں مصلحتاً محمد قلی نے بھاگ متی کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا ہو اس خیال سے اس لیے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ کلیات میں جن پیاریوں کے سراپے پیش کیے گئے ہیں ان میں ہندو خواتین بھی شامل ہیں مثلاً کنولی کے بارے میں محمد قلی کہتا ہے ؎

بلکاں نمد تکے کر راکھیا ہوں بس تکیے نیئں
جو پو تلی دو ہندی ٹک آئے مج نین میں

اسی طرح موہنی، ہندی چھوری، پدمنی، بہمنی ہندو اور دوسری غیر مسلم پیاریوں کا بڑی زندہ دلی کے ساتھ برملا ذکر کرتا اور ان کے حسن کو سراہتا ہے اپنے عاشقانہ مسلک کے بارے

ہیں اس نے اعلان کر دیا تھا ؎

مسلماں ریت کافر ریت کیا اے ریت نہ جانوں میں
کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت بچ جیوا

ڈاکٹر زور نے کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ چوں کہ بھاگ متی رقاصہ تھی اس لیے شاعر نے دانستہ طور پر کلیات میں اس کے ذکر سے گریز کیا ہے وہ لکھتے ہیں :-

اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے .... [1]

ڈاکٹر زور کا بیان اس لیے قابل قبول نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے اپنے کلیات میں جن محبوباؤں کے حسن دل آرا کی تعریف کی ہے ان میں کوئی "پاتر" ہے تو کوئی "کسبن" اور اپنے مسلسل اشعار میں وہ انھیں ان ہی ناموں سے یاد کرتا ہے کسبن پر محمد قلی نے مسلسل کئی شعر موزوں کیے ہیں اور اس سے علی الاعلان اظہار عشق کیا ہے بعض مورخین کا بیان ہے کہ بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کرنے کے بعد محمد قلی نے اس کو حیدر محل کا خطاب عطا کیا تھا اور اسی مناسبت سے شہر کا نام بھاگ نگر کے بجائے حیدر آباد رکھا تھا۔ اگر حیدر محل اور بھاگ متی جیسے قطب مشتری سمجھ لیا گیا ہے ایک ہی محبوبہ کے دو نام ہیں تو محمد قلی کلیات میں ان کا علحدہ علحدہ ذکر نہ کرتا اور اور اگر یہ تسلیم کر لیا بھی جائے کہ بھاگ متی ہی حیدر محل تھی تو پھر کلیات کی داخلی شہادتیں اس کی تردید کرتی ہیں اس لیے کہ محمد قلی نے اپنی مخصوص بارہ محبوباؤں کو بارہ پیاریوں کے نام سے موسوم کیا ہے اور کہتا ہے :

نبی صدقے بارہ اماماں کرم سوں
کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

مختصر یہ کہ محمد قلی کے کلیات میں ایک مصرعہ بھی ایسا موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ محمد قلی کی محبوبہ بھاگ متی کو مشتری بھی کہتے تھے اور اس کے نام پر بھاگ نگر آباد ہوا تھا اور بعد میں جب وہ حیدر محل بنی تو اس شہر کا نام بدل کر حیدر آباد کر دیا گیا تھا۔ محمد قلی اپنے شہر کو

---

[1] ڈاکٹر زور۔ مقدمہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ صفحہ

سہیلا

محمد قلی نے اپنے کلّیات میں بعض جگہ سہیلا کا لفظ استعمال کیا ہے مثلاً وہ کہتا ہے ؎

دنیا آردیس انند بالیاں سوں عشرت سٹے پلاتی ہے
سہیلا شاہ کا لالاں سوں زہرہ گاتیا سر تھے

قطبؔ مولود کرتا دیکھ اُمنگ سوں
بنی سہیلا اپے لگایا مرگ سال

سہیلا دوستاں گاؤ کہ غم کا سب اثر بھاگ
خبر لیا ناخوشیاں کا یو زماں ہم عید د ھم نوروز

دکن میں "سہیلا" اس گیت کو کہتے ہیں جو خوشی کے موقعوں پر گایا جاتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اپنی اخلاقی اور متصوفانہ تصورات کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مختلف ذرائع سے کام لیا تھا ان کے پیش نظر یہ تصور تھا کہ روحانی اور اخلاقی نکات کو عام فہم انداز میں لوگوں کے ذہن نشین کیا جائے اور ان تصورات کی اشاعت کے لیے انھوں نے ادب کے مقبول اور مروج پیکروں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا دکن میں صوفیا نے اپنی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے "سہاگن نامہ" "لگن نامہ" چکی نامہ، چرخہ نامہ، سہیلا، جھولنا، پالنا اور بدھاوا جیسی ادبی شکلوں کو اپنایا تھا۔ لفظ سہیلا دکن میں خواجہ بندہ نواز کے عہد سے رائج تھا۔ دکن کی سب سے قدیم نظم جو سہیلا کی شکل میں ملی ہے شاہ برہان الدین جانم بیجاپوری کا "سکھ سہیلا" ہے جس میں انھوں نے تصوف کے اسرار ورموز کی تشریح کی ہے۔ سہیلا سماع کی محفلوں کو گرماتا اور سامعین کے دلوں میں روحانیت کی شمعیں روشن کرتا تھا۔ اپنے اشعار میں محمد قلی نے اس شعری ادب کے روحانی پہلو پر کم اور انبساطی پہلو پر زیادہ زور دیا ہے۔

تہذیبی عناصر کی مرقع کشی

محمد قلی کی شاعری اپنے عہد کے تہذیبی عناصر کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے اس کی ساری فضا ہندوستانی ہے۔ شاعر نے اپنے دور کے لباس، زیورات، طرزِ معاشرت اور ثقافت سے متعلق جو معلومات اپنے اشعار میں پیش کی ہیں وہ ہماری تہذیب کے بیش بہا خزانے ہیں جنھیں اشعار کی صورت میں محمد قلی نے ہمیشہ کے لیے تاریخ و ثقافت

ہند سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے محفوظ کر دیا ہے

زیورات

محمد قلی نے اپنے کلام میں عورتوں کے جن زیورات کا بار بار ذکر کیا ہے وہ کنٹھ مال کنگن، گل سری، گوش پارے، کمر پٹہ، ٹھسّی بینا جھجھر ہانس یا ہنسلی، حمائل طرہ، چو سرا، کرن پھول پیجن پھلری بندے ٹیلا (ٹیکہ) بازو بند، جگنی، کنگن، ناگ۔ سر، سہ لڑی، کنا موتی، ہنگڑیاں (چوڑیاں) اور گلے کی زنجیر ہیں۔ دکنی زیورات کی چمک دمک اور خوبصورتی ملاحظہ ہوے

ٹھسّی (گلے کا زیور):۔

بَرن آسمانی دیانیاں تس سے دالاں ہو یان کے
ٹھسّی کندن کی یوں دستی کہ جُوں جھیلی ہے تاران کی

ہانس (ہنسلی):۔

جو اوڑے ہے جلوہ کا چادر صفا اوں
سو دھن کے گلے ہانس سہرا سہاوے

گوش پارے:۔

گوشں پارے جو کہ کاناں منے پہنی ہے توں
قطبا کی نچھل موتی رتن بنیاں ہیں

جگنی ٹیلا:۔

جھلکت رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
پشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کہ نہ دیکھیا کے

کنٹھ مال:۔

تو نوجاں حُسن کے پلے جو بن گجے مست ہو چلّے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

پھلری:۔

سب جو ہراں کا کھان مُکھ یک ہے عجب
پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے

گل سری:۔

پرم پیالا پیکے توں نہ لائی ہے کو کت کھڑی
دریا عشق میں پر کر باندھے ہے اپ گل گل سری

پیجن:۔

اس پیجناں کی نادسوں منج نیند جاوے نین تھے
کن دعا کن سمر سوں باطل کروں اے ساحری
کندن کا طرہ کان اُوپر دھری ہے
[illegible] سورج اُنگے دکھائی

دن دنا گرجے جوبن بادل ممن
کنگن :- کن گناں جھلکار منج سناؤ تم

نین غماز سے سیتی پیاری گلے میں بائے زنجیر
زنجیر :- نہ جانوں کس جنس ہوگا منجے اس ہنس تھے اُست

ہماری شاعری عورتوں کے زیورات کے ذکر سے خالی نہیں۔ یہ شعراء اور اہلِ نظر کے لیے جنّت نگاہ بنے رہے ہیں۔ ان سے حُسن کی زیبائش اور معشوقیت کی شان دو بالا ہوگئی ہے۔ صنف نازک کے پیکر زیورات کی سج دھج اور اس کی جگمگاہٹ سے اور زیادہ پُرکشش اور دلنواز بن جاتے ہیں۔ زیورات گویا اُن کی شخصیت میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔ گہنے اور زیورات کی قطب شاہی کنیزوں اور بادشاہ کی محبوباؤں کے یہاں کمی نہ تھی۔ محمد قلی کی آنکھیں ان کی چمک دمک اور آب وتاب سے خیرہ نظر آتی ہیں وہ پیاریوں کا سراپا پیش کرتے ہوئے ان کے زیب وزینت کے طریقوں، ملبوسات اور زیورات کی خوبصورت اور دل کش تصویریں پیش کرتا ہے۔

لباس :

قطب شاہی دور میں عورتوں کے ملبوسات، کپڑوں کی قسموں اور دیگر تفصیلات کا مطالعہ کرنا ہو تو محمد قلی کا دیوان اس کا ایک اچھا ماخذ ثابت ہو سکتا ہے۔ مختلف النوع پارچہ جات اور لباس کی سج دھج کو شاعر نے اپنی سراپا نگاری میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ محمد قلی کے اشعار میں چنری، نیم تنی، ساڑی، چولی رومال اور دیگر ملبوسات کا ذکر موجود ہے۔ کپڑوں کی جو اقسام گنائی گئی ہیں ان میں تافتا، زربفت ریشم زربنہ والا، خومی (ایک قسم کا کپڑا) اور "تکٹ کا کام" کیے ہوئے کپڑے شامل ہیں محمد قلی کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تافتا :- گلابی تافتا بند بیں چولی لعل رنگ تس میں
جوبن بالا چھبا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے

خومی :- پیاری کے خومی بند مشاطا نگارے
بھواں کج ہیں یوں جیوں اسمان سہائی

زربفت۔ والا:۔ مرادل ہے زربفت کا کارخانہ
نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

زربتہ:۔ زربتا سر تھے پگ بہنیں کوں ناداں سوبنداں کر
ملک زرگر کے بت گھڑنے سونو چند کی ہتوڑی ہے

تگٹ:۔ جھین چنڑی پر تگٹ تاریاں کا کرائے انگن
چیر کنارے کے تیئں انبر کماں لیایا نسبت

ساڑی:۔ عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی
کہ نکھ چین چُن چین باندھی ہے ساری

رومالا:۔ (رومال) نبی صدقے قطب شہ کے سو اُوبر
اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے رُومالا

چنڑی:۔ لیایا شراب گھرتے یُوں عید کا خبر
چنڑی کی کسوتاں کرو آیا ہلالِ عید

چولی:۔ سُہیلی چست پہنی ہے سُورج کی جوت کی چولی
سہاتا ہے ہریا اس پر جھبتیاں ہم عید و ہم نوروز

نیم تنی:۔ موتی رنگ کا نیم تنی پینے توں
دیسے منج نظر تل بہشتی سُندر

مقامی کلچر سے اثر پذیری

جس ہند لمانی تہذیب کے پس منظر میں محمد قلی کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل ہوئی تھی اس کی کچھ اپنی منفرد خصوصیات بھی تھیں۔ دکن میں ایرانی اور ہندوستانی تہذیبی عناصر کے میل سے جس تمدن کا خمیر اٹھا تھا وہ لباس کی تیز بتین، تراش خراش، رہن سہن کے طریقوں، طرزِ تعمیر آداب معاشرت اور طرزِ فکر کے اعتبار سے ایک مخلوط تہذیب کا آئینہ دار تھا۔ مذہبی تصورات اور رسومات پر بھی اس تہذیب کی چھاپ نظر آتی ہے۔ محمد قلی نے اپنی شاعری میں جہاں اپنے مذہبی خیالات کا اظہار کیا ہے وہاں ہندوستانی طرزِ فکر اور

اہمیت رکھتی ہے۔ بزرگانِ دین سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محمد قلی اپنے گرد و پیش کے مخلوط ماحول اور مشترکہ تہذیبی سرمائے کے اثرات سے دامن نہیں بچا سکا ہے۔ وہ اپنے خالص ہندوستانی طرزِ فکر کا اس طرح اظہار کرتا ہے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی
زہرا سوں نس دن وارنے چند سوا تر یا یا علی
محبت آرتی یوں وارتے ہیں جیوں ڈھال
سو موتی ڈھال دریا کاں جھکا یا برس گانٹھ
حوراں طبق سو نور لاکے کیا یاں جبا وسوں
آرت ستارے سورچندا کرتے تج اوپر

سیندور ہندوستانی تہذیب و معاشرت کا ایک خاص مظہر ہے۔ اپنے ایک شعر میں محمد قلی ساقی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ؎

پلک کانٹے نین باندے نہ جاوے خیال تیرے کُن
رقم اس خیال مو پیشانی کوں سندور کر ساقی

محمد قلی کے کلام میں کہیں مدن کے بانوں کا ذکر ہے تو کہیں راون اور سیتا و پاروتی کا تذکرہ موجود ہے ؎

مدن بانساندے ہے پلکاں اتھے چھند سوں
کہ جیواں ہرن پر سرک زلف گھالی
پرم کی رنبھا اُرسیے ہنس ہنس
کلیاں نیہ کی سب کھلاتے رہیں

اپنے ایک شعر میں کدم، کستور اور کم کم کا جو خالص ہندوستانی چیزیں ہیں، اس طرح ذکر کرتا ہے ؎

کدم کرسور کستور کم کم کلا کر
کنٹھی کو ٹلاں کا متا گن گوایا

ایک جگہ اس عورت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے جو اپنے محبوب کا انتظار کر رہی ہے اور جس نے اس کی خاطر اپنے آنگن کو سجایا ہے، محمد قلی نے ہندوستانی معاشرت

اور طرز زندگی کی اس طرح ترجمانی کی ہے ؎

انگن کاچ پر موتی جوتی بچھاوں
کہ سائیس کے پھل پگ اس اوپر بنائی
چندن ہور عنبر کدم کر لگاوں
کہ موہن کوں خوش باس تیئں میں رجھائی
گلاب اچھے انگن میں چھنکاو کے
پیاری مو مندر کوں چھنداں سو آئی
بچھاوں صلا جوت ہیرے کا جوں
رہیئے میرے لالن کوں اے چھب کی جائی

محمد قلی نے اپنی شخصیت کو پوری طرح ہندوستانی رنگ میں ڈبولیا تھا ہندوستانی رسوم و رواج اس کی ذہنیت کا جزو بن چکے تھے۔ محبوب کا یہ خیر مقدم ملاحظہ ہو جس سے جنوبی ہند میں محبوب کو خوش آمدید کہنے کی رسم کا اندازہ ہو سکتا ہے ؎

گرو گھر میں گرہ کیاں کے اوتر نے دوداں سوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں پھرائی
عشق کے سو صدر اوپر لے کھڑی ہت میں براجب
بیڑے بیڑے میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی
صدر اوپر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں پرائی

محمد قلی کی شاعری میں ہندوستان کی موسمی کیفیات یہاں کے رسوم و رواج، بود و باش کے طریقوں، یہاں کے پرندوں، جانوروں اور پھولوں کی خوبصورت تصویریں موجود ہیں۔ محمد قلی کی شاعری میں وطنیت کا رنگ بہت گہرا ہے۔ قطب شاہی حکمرانوں میں محمد وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے اپنا آبائی لباس ترک کر کے ہندوستانی ملبوسات کو اپنایا تھا۔ ڈاکٹر غلام یزدانی لکھتے ہیں :-

"چار پشت کی دکن کی بود و باش اور موسم کے اختلاف نے تاتاری لباس

ہے۔ برے کی پوستین اور بانات قبا کے عوض ململ کا جامہ اور شبنم کا نیمہ زیب بدن ہے۔ ہاتھوں میں جڑاؤ کڑے ہیں،، [1]

محمد قلی کی شخصیت کی طرح اس کی شاعری میں جو ہندوستانی رُوح جاری وساری نظر آتی ہے۔ دکن کے پھُولوں، پھلوں پرندوں اور جانوروں کے ذکر سے محمد قلی نے اپنی شاعری کو مزین کیا ہے۔ اردو شاعروں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے یہاں مقامی رنگ کا فقدان ہے۔ بدیسی تہذیب کے مظاہر ان کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ انھوں نے ہندوستانی معاشرت جغرافیائی ماحول اور ہندوستان کے لیل ونہار اور یہاں کے خوبصورت پرندوں پھلوں دریاؤں پہاڑوں اور فطرت کے حُسن کی عکاسی کرنے کے بجائے عرب و عجم سے اپنی شاعری کیلئے مواد اکٹھا کیا ہے۔ محمد قلی کی شاعری اس خیال کی تردید کرتی ہے۔ اس نے اپنے گرد و پیش کی فضا سے جو تاثرات قبول کیے تھے انھیں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسے دکن کی ہر چھوٹی بڑی چیز سے محبت ہے۔ یہاں تک کہ اس نے نظیر اکبرآبادی کی طرح پرندوں اور کیڑے مکڑوں کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔ دیش بھگتی اور وطن دوستی کے جذبے سے سرشار شاعر ایران کے پرندوں کے بجائے کھنجن (شیاما) کوئل، چکور، ممولے، مور، ہنس، بہری، "راویں" (طوطا)، پپیہا یہاں تک کہ جگنو، کوے، مینڈک اور بیربہوٹی کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنا لیتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

ہنس
مکستی ہنسلی سچلی ہنس کی چال چلتی او
چمن پھُل واریاں اس پر مالیاں ہم عید وہم نوروز

کھنجن
زلف پیکھ میں پیو کے دل کے ہندولے
نین جگ اموُلے ہیں کھنجن تھے بھاری

مموُلے
نین میں پیاری کے جیسے مموُلے
بھنواں کی ترازو میں بھُو چھند تولے

بہری:-
میری بہری بہریاں منے سو ہے بہری
لٹکتی ہے تاج ہُور گاتی ہے گوری

---

[1] ڈاکٹر غلام یزدانی۔ مضمون،، سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ رسالہ سب رس۔ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۷

"چکوا چکوی" سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہتی
کچا چکوا و چکوی کو نچائی

کوئل :- پریم کے بھید بن میں کوکی کوئل
سوناداں سوں پنکھرو سب ریجھائی

مُہر (مور) :- پچھی چوری کو ہیں مدیں بکٹ باتی جو موں تج کمیں
تو دیکھ تج مست ہو جیوں مہر اِس میں آپ ٹھمکتی ہوں

راویں :- (طوطا) بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں
کہے اس بات میں لگدا زا حواش

پپیہا :- رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کوئل کے کہکارے
پپیہے ناد سوں مدیو نت کدنا خماراں کر

بھونرا :- ہی صدقے پیا مکھ کنول کلی
بھونر نمنے منج دل کوں تل تل بہلاے

"جگنا" :- (جگنو) جھمکارات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
بریشانی بر رکھے جگن کا ٹیلا کدنا دیکھیا کے

بہوٹیاں (بیر بہوٹیاں) مرگ سال آٹیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر
جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

جانوروں میں ہرن، مگرمچھ، گج (ہاتھی) چیتے، باگ، سانپ اور مچھلی وغیرہ کو بھی محمد قلی نے اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ ان کی خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بطور مشبہ بہ کے بھی اشعار میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ محمد قلی نے ہندی شعرا کی طرح آنکھ کو مچھلی اور "کھنجن" سے تشبیہہ دی ہے ؎

نچھل مکھ سیز پوراں میں مچھلیاں موجن ترا چنچل
جوبن گج گر جیسے اُدپر لٹاں بادل کے بھاراں کر

محمد قلی کے کلام میں اس کی مخصوص امیجری ہندوستانی ثقافت کے پس منظر میں اُبھرتی نظر آتی ہے۔

ہندوستانی پھولوں کی بہار

محمد قلی کی شاعری میں دکن میں پائے جانے والے پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ کہیں گیندے کے پھول کھل رہے ہیں تو کہیں موگرا، کنول، سیوتی، کیرا اور کیوڑے کے پھول مہک رہے ہیں۔ کہیں چندن کا ذکر ہے تو کہیں کدم کا۔ محمد قلی نے نسرین و نسترن اور لالہ و سوسن کے بجائے ہندوستانی پھولوں سے دل چسپی کا اظہار کیا ہے۔ مختصر یہ کہ محمد قلی نے ہندوستانی عناصر کو اپنی شاعری میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جگہ دی ہے اس طرح محمد قلی کا کلام اس گنگا جمنی تہذیب کا آئینہ دار بن گیا ہے جس کی تعمیر و تشکیل میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا برابر کا حصہ رہا ہے۔ محمد قلی جہاں عود اور عنبر کا ذکر کرتا ہے وہیں وہ چندن کدم اور پرمل کو نہیں بھولتا، مشک اور صندل کا بہ یک وقت تصور دکن میں ہندوستانی اور ایرانی تہذیب کے باہم شیر و شکر ہونے کا بھی اظہار ہے یہ شعر ملاحظہ ہوں ؎

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا
کوتن کی باس آتا سہلا جیا سنہارا
چندن ہور عنبر کدم کر لگا دوں
کہ موہن کو خوش باس تا ئیں ریجھائی
کوتن پر مل چندن بہو رنگ مہکے
کہ اس باساں ہوئے سرمست سارے

اکثر ہندوستانی مرد اور عورتیں پان کی عادی ہوتی ہیں۔ دکن میں پان کا بیڑا دینا عزت و توقیر کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ محبوبہ کے پان سے رنگے ہوئے ہونٹوں کو محمد قلی نے پھول کی پنکھڑی سے تشبیہہ دی ہے ؎

سو رنگ تنبول تھے ہونٹاں بنیاں تو
کہ قدرت ہت سوں پھول پھکڑی نگا رے

عید جشن اور شادی کے موقع پر پان کے بیڑے تقسیم کیے جاتے تھے۔ جلوہ اور دیگر رسومات میں اس کا استعمال عام تھا محمد قلی جو دکنی تہذیب کی بھرپور عکاسی کرتا ہے اس تہذیبی مظہر کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا ؎

پہلا شربت دیو وہاتاں میں بیڑے
بنداوو ساریاں موتیاں کنارے
رشک کرتے ہیں ملک اور حوا حیرت بزم تھے
اب پلو تج کن پیارے ہور منگیں پان عید کا

وسعت فکر

محمد قلی ایک جامع الصفات شخص اور ایک ہمہ دان شاعر تھا۔ اس نے اپنی شاعری صرف عشق و محبت تک محدود نہیں رکھی بلکہ انسانی معاشرت اور مظاہر قدرت پر بھی نظر ڈالی ہے۔ کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سینٹرل لائبریری) میں کلیات محمد قلی کا جو نسخہ موجود تھا اس کے اشعار سے محمد قلی کی تہذیبی اور قدرتی مظاہر سے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ خارجی زندگی اور ماحول کی عکاسی میں نظیر اکبر آبادی اور محمد قلی بے مثل نظر آتے ہیں۔ محمد قلی کی توضیحی شاعری کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس نے بنولی، امباڑہ، ہجل (تاڑ کا پھل) گینگل اور سیندوے کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دی ہے اور ان موضوعات پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ کلیات محمد قلی کے مذکورہ بالا نسخے میں بعض ایسی توضیحی مثنویاں موجود تھیں جن میں شاعر نے ہندوستانی پھلوں، پودوں اور ترکاریوں یہاں تک کہ بڑ بڑوں کی توصیف میں شعر کہے تھے۔ ایک مثنوی سبزی ترکاری کے بیان میں تھی جس میں دھنیے اور ادرک لہسن کا بھی ذکر موجود تھا اپنی ایک مثنوی میں شاعر نے شکاری پرندوں کی خوبیاں بیان کی تھیں اور دوسری میں پان کی اہمیت پر روشنی ڈالی تھی ایک مثنوی صراحی و پیالے پر اور اسی طرح ایک اور مثنوی کالی اور گوری پر کہی تھی۔

محلات

محمد قلی وہ پہلا شاعر ہے جس نے "تنگنائے غزل" سے نکل کر "بیان" کی دیگر وسعتوں کو تلاش کیا ہے۔ محمد قلی کی آزاد روی اور جدت پسندی کے مسلک نے اس کی شاعری کو گوناگوں موضوعات سے مالامال کر دیا۔ اس نے اپنے محلات، خداداد محل، حیدر محل اور محل کوہ طور وغیرہ کے جو نقشے اپنی شاعری میں پیش کیے ہیں وہ اردو میں توضیحی شاعری کے اچھے نمونے کہے جا سکتے ہیں خداداد محل اپنی شان و شوکت اور خوبصورتی کے اعتبار سے قطب شاہی طرز تعمیر کا ایک لاثانی نقش تھا، محمد قلی نے اس محل کی تصویر اس طرح پیش کی...

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تواس میں جنت کے نگاراں نگارے
بُلندی محل کا ہے اسمان جیسا
سُورج چاند تارے سو اس تھے سنگارے
نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسا محل
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے تھارے
جُوں آٹو بہشت نمنے آٹو جھجے اس
خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدارے
جگت کوں حیاتاں بخشنے کے تائیں
جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے

محل کوہ طور پر محمد قُلی نے جو اشعار کہے ہیں وہ اردو کی توضیحی شاعری میں ایک اہم اضافہ معلوم ہوتے ہیں۔ محل کوہ طور ایک عظیم الشان اور دل کش عمارت تھی محمد قلی نے اس کی بلندی، اس کے بارہ بُرجوں، اس کے تعمیراتی حُسن اس کے خوبصورت کنگوروں، اس کے وسیع صحن، "نورانی میدان،، اور شہہ نشینوں کا ایک دلآویز مرقع پیش کیا ہے ؎

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا
تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا
اس محل کوں سو دیکھت بُھک پیاس سب کا جاوے
جانو جھلکتا داں شہ مردان کا اُجالا
بارا بروج پر ہے بارا امام دستی
تواس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا
ہر اک کنگورا اس کا جام جہاں نُما ہے
ہے ہر منار پر شہِ کنعان کا اُجالا
یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیماں
جو جگ پہ ہے رواں اس فرمان کا اُجالا

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا
چندر سور اُنو بیچارے بیتاب ہو دیں دیکھت
اس محل کے نورانی میدان کا اجالا
اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں
جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھان کا اُجالا
ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حُکم سوں
ہر شہ پری سوں مجلس جاں نان کا اُجالا

کھیل

اپنے زمانے کے مختلف کھیلوں مثلاً "چوگان"، "کھمڈی" "کولانٹ"، ناٹک اور "پھوکڑی پھو" کو بھی محمد قلی نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ راگ راگنیاں، کھیل تماشے، تہوار مہندی اور بسنت کی بہاریں اس کی توجہ کو اسیر کر لیتی ہیں۔ موضوعات کا یہ تنوع اور مضامین کی یہ رنگا رنگی بعد کے دور کے بہت کم اردو شاعروں کے یہاں نظر آتی ہے۔ محمد قلی کی دل چسپیوں کا دائرہ بہت وسیع تھا اس لئے اس کے کلام میں یکسانیت، یکسر اپن اور بے کیفی پیدا نہیں ہونے پائی۔ محمد قلی نے اپنے ہاتھی پر بھی ایک نظم کہی ہے جس میں اس نے اس عظیم الجثہ جانور کے ڈیل ڈول، اس کی ہوشیاری اور طاقت کی ایک اچھی تصویر پیش کی ہے اور میدانِ جنگ میں اس کی فتح مندیوں کا ذکر کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ اپنی سونڈ میں دشمن کو پھانس لیتا ہے، اس کے حملے کی تاب پہاڑ بھی نہیں لا سکتا وہ بادل کی طرح گرجتا ہے جس کو سُن کر دشمن ہیبت سے لرزنے لگتے ہیں ؎

خدا کا ہست بہتا ہور جھرتا
دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا
انکس اس سیس پر قدرت تو اچند
کہ سنڈ پھلنے میں دشمن نت سنپڑتا

فلک کے دور میں دو کھانٹ تیرے
سینا دنت سوں درجن سیچ کرتا
اند و جھلکار شورج ناد بجلی
کپول اس کا گگن نمنے پچھڑتا
ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے
کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا

تقریبات

اپنی ایک نظم میں محمد قلی نے عید میلاد النبی کے موقعے پر محل شاہی میں جو جشن منعقد ہوا تھا اس کی بڑی متحرک اور گویا تصویر پیش کر دی ہے۔ بازاروں محلوں اور حویلیوں کی آرائش و زیبائش، سبز اور سُرخ کپڑوں ہیں ملبوس غلاموں کی کورنش ہمسایہ راجاؤں کی دربار میں حاضری، لال رنگ سے حوضوں کو بھروانا، عید میلاد النبی کی چہل پہل اور جوش و خروش، نازنینوں کے قیمتی لباس کی سج دھج، ان کے زیورات کی چمک دمک، بزمِ نشاط کی رونق، منڈپ کی خوبصورتی۔ اس کے نیچے تخت پر بادشاہ کی نشست اور دورِ قدح کی ہماہمی کا بڑا مؤثر نقشہ محمد قلی نے اپنی اس نظم میں پیش کیا ہے ؎

گنائے نبی کے جو مولود انند اں
سنوارے جگت سب جنّت ہتوں پرت ہوں
سنگار آویں حُوراں نمن ہر طرف تھے
منڈپ تل ہوا کے سوہاوے تھے آویں
سو ہنس کو ملاں جیو کریں تحفہ اپنے
تخت پر جو شہ بیس رانے جگت سب
دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں سر بھیں
جب آ شہ ملوکاں مُوں مجلس بھرا دیں
بدخشی لعل حوض خانے میں بھر مد

ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں
نگارے سو بازار قصراں محلّاں
مرصع میں ڈوب سر تھے پگ نوری ناراں
پرم مدہی لک چھند سوں شاہ پریاں
سو ہنس مکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں
دیکھت چتر سر مائی شہ کا جوں آسماں
ہرے لال ہرداں کے ہر یک ملوکاں
کھڑے ہوئیں دو دست جوڑ ہت ہندو راجاں
اُجت جُوت جُوں جام و شیشے بھی رخشاں

نبی کی دیا تھے قیامت تلگ تم گنا وو نبی کے سو مولود لاکھاں

حدیقۃ السلاطین کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ جشن محمد قلی کے داد محل میں شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ محل کے سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا خیمہ نصب کیا جاتا جو مخمل، اطلس اور زرّیں قیمتی کپڑے سے تیار کیا جاتا تھا شامیانے کے درمیان تخت شاہی پر محمد قلی رونق افروز ہوتا اور صنّاع اور باز یگر اپنا ہنر دکھاتے ایک ہزار سے زائد رقاصائیں بیش قیمت لباس و زیورات سے آراستہ ہو کر ناچ گانے سے بادشاہ کا دل بہلاتی تھیں۔ جشن ۱۷ ربیع الاول کو منایا جاتا تھا اس موقع کے لیے شاہی فیلبان ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں موتیوں کی جھول، مرصع کلغی اور دوسرے زیورات سے آراستہ کر کے لاتے۔ عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہوتا اور ارکان دولت ساتھ ہوتے۔ رقص کرنے والی عورتیں سُرخ لباس پہنے شاہی ہاتھی کے سامنے رقص کرتی اور گاتی ہوئی جاتی تھیں۔

تہوار

محمد قلی نے اپنی شاعری میں عیدوں تہواروں اور موسموں کی خصوصیات اور کیفیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مختلف تہواروں اور جشنوں میں بادشاہ اور اس کی رعایا کی کیا مصروفیات ہوتی تھیں اور ان تقریبوں کو وہ کس طرح منایا کرتے تھے اس کی ایک واضح تصویر محمد قلی کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ ان موضوعات پر محمد قلی کی نظمیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ بدیسی نسل اور تہذیب سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں نے کس طرح خود کو مخلوط تمدن کی ایک علامت بنا کر زندگی بسر کی اور اپنی شخصیت کو کس طرح مقامی اثرات کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ محمد قلی کی شاعری اس حقیقت کا اظہار ہے کہ شاعرانہ ادراک ہر خوشی و غم سے متاثر ہوتا ہے ایک اچھا شاعر عام آدمی کی طرح اپنے ماحول کا پروردہ ہوتا ہے اس لیے وہ اس کے گوناگوں اثرات اور میلانات سے اپنا دامن نہیں بچا سکتا، اس لیے اس کے مختلف عوامل اور رجحانات شاعر کے شعری محرکات کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ محمد قلی کی شاعری کے ضمیر میں وہ مذاق معاشرہ شامل ہے جو اس کی شاعرانہ فکر کو تقویت بخشتا ہے۔ محلات، عیدوں، جشنوں اور مختلف تقریبات کا ذکر کرتے ہوئے محمد قلی نے ان کی بڑی پُراثر تصویریں کھینچی ہیں۔ جشنوں کی دھوم دھام، محلات کی چہل پہل اور سجاوٹ، عیدوں کے اہتمام، آتشبازی اور

باجوں کے انتظامات، بسنت کے میلے کی بہار، نازنینوں کی خوش پوشاکی و خوش خرامی شاعر کی طبع رواں کی جولاں گاہ بن گئی ہے۔

مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

"محمد قلی نے اپنے دور کے مختلف رسوم ورواج، برسات اور دیگر موضوعات جیسے شوکا، ہولی پان اور بسنت اور اپنے ہاتھی پر نظمیں لکھی ہیں... اس کی نظر وسیع تھی اور وہ عشق و محبت کے تنگ کوچے سے باہر نکل کر قدرت کی خوبیوں کی داد دے سکتا ہے"۔[1]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد قلی نے فارسی شعرا کے حلقۂ تقلید سے باہر نکلنے کی جرأت کی اور اپنی وسعت نظر اور آزاد روی سے کام لے کر شاعری کو جو بندھے ٹکے موضوعات میں مقید تھی ایک وسیع فضا سے آشنا کیا۔ محمد قلی کے تجربات کی رنگا رنگی قوت مشاہدہ اور آزاد خیالی نظیر اکبر آبادی کی یاد دلاتی ہے۔

محمد قلی کے کلام میں تمدن کے مخصوص پہلوؤں کی تصویر کشی اُردو ادب کا ایک گراں بہا سرمایہ معلوم ہوتی ہے۔ سماجی زندگی کے مختلف گوشوں پر تفصیلی بیانات شاعرانہ انداز میں پہلی مرتبہ محمد علی کے یہاں صفحۂ قرطاس پر آئے ہیں۔ نوروز اور بسنت کے تہوار دکن میں بڑی دھوم سے منائے جاتے ہیں۔

موسم باراں

محمد قلی کی ذاتی دل چسپی نے ان تہواروں کو ہر دل عزیزی اور ہمہ گیری عطا کی تھی۔ بادشاہ کی رنگین مزاجی اور اس کی تفریح پسند طبیعت نے معاشرتی زندگی کو ان خوشگوار تقریبات کی بہت پُر کیف اور کامیاب بنا دیا تھا۔ برسات کا میلہ محمد قلی کے رومان پرور مزاج کا آئینہ دار ہے۔ دکن میں برسات کا موسم ایک طرح سے ہجوم بہاراں ہوتا ہے۔ فطرت

---

[1] مولوی عبدالحق۔ مضمون "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ"۔ رسالہ اُردو جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۵۔

اور اس کے مناظر ایک نئے انداز میں رُونما ہوتے اور انسان کے دل میں تازگی، طراوت اور شادمانی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، ماحول پر ایک پر کیف رنگینی اور سرشاری چھا جاتی ہے۔ محمد قلی نے ان ہی وجُوہات کی بنا پر آغاز باراں کو ایک قومی تہوار کی شکل دے دی تھی یہ ایک ایسا خالص غیر مذہبی اور ہندوستانی تہوار تھا جس کی سماجی اہمیت سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔ برسات کی پھوار اور رم جھم مُلاحظہ ہوے

دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال
انند اں لیتی بھی آیا مرگ سال

دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
کتارے آسماں کے نیں شفق رنگ

کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پائمال
فلک نیں گڑ گڑانا مست ہے ہست

دندیاں مارن کو لا محور کے تس بھال
کمال قوس قزح اپنے مُلک کوں

محمدؐ قلی نے مندرجہ بالا اشعار میں آسمان کی کیفیت، شفق کی خوش رنگی، بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور قوس قزح کی خوبصُورتی کی جس موثر پیرایئے میں مرقع کشی کی ہے وہ ہماری شاعری میں منظر نگاری کی پہلی کوشش معلوم ہوتی ہے۔ یہ منظر کشی عرب اور ایران کے ماحول کی مصوری نہیں کرتی، ہندوستانی مناظر اور ہندوستانی فضا کی تصویریں پیش کرتی ہے۔ محمد قلی ہندوستانیت کا پرستار۔ دکن کی ہر مقبول رسم، تہوار اور موسمی کیفیت کو وہ اپنے جذبات کے آئینے میں دیکھتا اور انھیں اپنی شاعری کا جز و بنا دیتا ہے۔ اس کے محسوسات کے پس منظر میں دکن کی رُومانی فضا کار فرما نظر آتی ہے۔ اس نے دکن کے قدرتی مناظر اور معاشرتی زندگی سے بھی اپنی شاعری کا مواد حاصل کیا تھا۔ تمدنی زندگی کی مرقع کشی میں جہاں تاریخ خاموش ہوجاتی ہے وہاں دکنی شعرا اور بالخصوص محمد قلی قطب شاہ کی شعری تخلیقات ہماری رہبری کرتی ہیں۔

باغات

محمد قلی کے دور میں حیدر آباد باغات کا مرکز تھا۔ اس شہر کی خوبصُورتی، تزئین اور رونق و دلکشی کے بیرونی سیاح بھی مداح تھے۔ قطب شاہی سلسلے کا پانچواں بادشاہ تعمیر اور چمن بندی کا رسیا تھا۔ باغ محمد شاہی کو محمد قلی نے بڑے اہتمام سے تیار کروایا تھا۔ اس کی تزئین اور آرائش کا ذکر تاریخ میں موجُود ہے۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی اس خیال کے حامل ہیں کہ حیدر آباد کو اس کے خوبصُورت باغات کی کثرت کی وجہ سے باغ نگر کہا جاتا تھا۔ جو بعد

میں کثرت استعمال سے بھاگ نگر اور بھاگیہ نگر بن گیا ۱ے اس بے مثل باغ کی خوبصورتی، شادابی اور نظر فریبی کو شاعر نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نظم کیا ہے۔ دلکش تشبیہات واستعارات اور طرز ادا کے حسین و دلنواز پیکروں نے اس نظم کو دکنی ادب کا ایک لازوال کارنامہ بنا دیا ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ لسانی تنگ دامانی اور لفظی سرمایہ محدود ہونے کے باوجود محمد قلی نے توضیحی شاعری کا کتنا کامیاب نمونہ اردو ادب کو دیا۔ اس نظم کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

دسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا
سو تیوں دستا دوالاں میں تھے میویاں کا برن سارا
سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں
سُہے اس داکھ منڈوا سو جیا انبر کہن سارا
اناراں میں سُہے دن سو جیوں یاقوت پتلیاں میں
ہر اک پھل اس اناراں پر سُہے سکّے ثمن سارا
کھجوراں میں دسیں مجھو نکے کہ جوں مرجان کے بنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا
دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتبا ناں جوں
ہور اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا
دسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے ثمن سالم
نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہے جتن سارا

فطرت پرستی اور مظاہر قدرت کی عکاسی

محمد قلی نے اپنی شاعری میں پھلوں پھولوں، قدرتی مظاہر اور موسمی کیفیات سے غیر معمولی شغف کا اظہار کیا ہے۔ اس کو موسموں کی کیفیات بیان کرنے اور مختلف موسموں میں انسانی جذبات کی مرقع کشی سے خاص دل چسپی معلوم ہوتی ہے۔ اردو کے بہت کم شعرائے مناظر قدرت کو موضوع سخن بنا کر اس کی نت نئی کیفیات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱ے اس کا حوالہ پچھلے صفحات میں دیا جا چکا ہے۔

سنسکرت شاعری میں یہ رجحان موجود ہے۔ کالی داس نے اپنی تخلیقات میں مناظر قدرت کی بڑی اچھی مصوری کی ہے۔ وہ مظاہر قدرت کے پس منظر میں انسانی جذبات و احساسات کو بڑی چابکدستی کے ساتھ ابھارتا اور انھیں ایک نئی معنویت عطا کرتا ہے۔ انگریزی زبان کے شاعروں نے مناظر قدرت کی مصوری میں جس پنہاں اشاریت اور رمزیت سے کام لیا ہے اس کا شائبہ بھی محمد قلی کی شاعری میں موجود نہیں ہے لیکن کالی داس کی طرح وہ قدرتی مناظر سے فطری لگاؤ اور دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

سدا پھول بن اور مد ہے منجے ۔۔۔ نہیں ہے خماری کہیں ہو دوے

محمد قلی کے یہاں کالی داس کی سی فنی ذکاوت اور فطانت نظر نہیں آتی لیکن موسموں کی رنگا رنگی اور گوناگوں دلکشیوں کو پیش کرنے کا انداز کالی داس کی یاد دلاتا ہے۔ محمد قلی نے "تھنڈ کال"، بسنت اور بارش کے موسموں کی پُر اثر تصویریں پیش کی ہیں سنگھار رس اور نائکہ بھید کے اعتبار سے ہندی کے ریتی کال کے شاعروں نے وسنت کو بڑی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر کشوری لال نے اپنی کتاب "ریتی کویوں مولک دین" میں اس سے مفصل بحث کی ہے۔ اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح ان شاعروں نے موسموں کو انسانی شکل میں مخصوص محسوسات کا نمائندہ بنا کر پیش کیا ہے۔ موسموں کو متشکل کرنے اور ان کی تجسیم میں یہ نکتہ مضمر ہے کہ خاص موسموں میں انسانی جذبات و احساسات ایک مخصوص سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ موسموں کے سحر اور ان کی دلکشی میں ڈوب جانے کا انداز محمد قلی کو سنسکرت اور ہندی کے شاعروں سے قریب کر دیتا ہے۔ محمد قلی کے رگ و پے میں چوں کہ ہندوستان کی مخلوط تہذیب سرایت کر گئی تھی اس لیے اس نے موسموں کی عکاسی میں دکنی کلچر کو پس منظر کے طور پر استعمال کیا ہے۔ بسنت کا موسم محمد قلی کے لیے "آنند" کی "خوشخبری" لاتا اور اس کے فطرت پرست مزاج کو موسم کی دلفریبیوں میں محو ہو جانے کی دعوت دیتا ہے۔ بسنت رُت کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں ۔۔۔ مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
کنتھی کوئل سرس ناداں سُناوے ۔۔۔ تنی من تن تنن من تن تن تلا لا
گرج بادل تھے دادُر گیت گاوے ۔۔۔ کوئل کوکے سو پھل بن کے خیالا

ماحول کی رنگینی، تفریحات کے ہجوم اور موسم کی بدمستی شاعر کی حسیات کو برانگیختہ کر کے اپنے جذبات کو نظم کی صورت میں پیش کرنے پر اکساتی ہے۔ بسنت رت کی دلکشی سے متاثر ہو کر محمد قلی کہتا ہے ؎

ادمنگاں سوں بسنت آیا نورانی	کریاں کسوت سکیاں سب آروسانی
بسنت کے پھول کھلے ہیں اپ رنگیلے	ہوا حیران دیکھ اس تا ئیں معانی
کو بک کوئل بسنت کے راگ گاتی	کہ پاتی ہے اسے رت میں سک نشانی
ہوا آکر صفا پھول بن کوں توں دے	کہ دکہ او نقش ہوئے حیران مانی

بسنت

بسنت میں "پیاریوں" کی مصروفیات، ان کی سج دھج اور محلات کی چہل پہل قابلِ دید ہوتی بسنت کا موسم قطب شاہی محلات میں رنگ ریلیوں اور مسرت وشادمانی کا پیغام لے کر آتا تھا۔ محمد قلی نے اس موقع پر اپنی محبوباؤں کے ملبوسات، ان کے زیورات اور تزئین کی بڑی اچھی مصوری کی ہے ؎

نچھل کندن کے تاراں رنگ چھونا	بندی ہوں چھند بند سوں کر سنگارا
شفق رنگ مہینے میں تار مگٹ جوں	سرج کرنا تمن از تار تارا
بسنت باس چن چن کے چنری بند ہے	جواہر کے لہراں سوں آیا بسنت

جھیں چنری پر تگٹ تاریاں کا کرآئے انگن
چیر کنارے کے تیئں انبر کماں لایا بسنت

بسنت کا تہوار ہندوستان میں موسمِ بہار کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے اس لیے محمد قلی اس کو عیش ونشاط کی نوید سمجھتا اور اس کا پرتپاک خیر مقدم کرتا ہے۔ محمد قلی جشنِ بہاراں خاص اہتمام سے مناتا تھا۔ قطب شاہی محلات کی آرائش کی جاتی، بازاروں، دوکانوں اور راستوں کو سجایا جاتا اور عوام وخواص بسنت کی بہاروں کا سواگت کرتے حوضوں میں رنگ گھول دیے جاتے پانی اور پھولوں سے کھیلا جاتا۔ محمد قلی کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

بسنت کھیلیں عشق کا آ پیارا	تمیں ملن چاند میں ہوں جوں ستارا
بسنت کھیلیں ہمن اور ساجنا یوں	کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری　　بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا
جوبن کے حوض خانے رنگ مدن بھر　　سو رُدما رُدم چھرکیاں لائے دھارا
جرٹت چرکیاں سوں شہ کھیلے بسنت جب　　پلاوے نیر مد تب شہ کے میانی

چرکیاں کے نیر بند تھے سب فلاک پکڑیا ہے انگ
اس گھرابراں کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت

محمد قلی کے عہد میں موسم بہار کا شایانِ شان استقبال کیا جاتا اور جشن شاہی منعقد ہوتا تھا اس پُر بہار موقعے کو اس نے ایک عوامی تہوار بنا کر ہندوستان کے ایک رُومانی موسم سے لُطف اندوز ہونے اور قدرت کی نیرنگیوں سے محظوظ ہونے کا درس دیا ہے۔ کالی داس وسنت رُت کو کام دیو کا "متر" کہتا ہے۔ رام پرتاب ترپاٹھی شاستری اپنی کتاب "کالی داس گرنتھاولی" میں لکھتے ہیں کہ کالی داس نے بسنت کی مرقع کشی تمام رُتوں سے زیادہ موثر اور دلکش پیرایے میں کی ہے [۱] بسنت کے بارے میں کالی داس کا ایک شعر ملاحظہ ہو ے

द्रुमाः सुपष्पाः सलिलं सापद्मां स्त्रियः सकामा पवनः सुगन्धिः ।
सुखा प्रदोषा दिवसश्च रम्याः सर्वं प्रिये चारु तर वसन्ते [۲] ॥

ڈاکٹر کشوری لال لکھتے ہیں کہ ہندی میں ریت کال کے کویوں نے وسنت رُت کو بڑی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے [۲]

کالی داس وسنت رُت کے بارے میں کہتا ہے کہ وسنت کا ویر اپنی کمان سے عاشقوں کے دل کو گھائل کر دیتا ہے وہ پون کے ہاتھی پر سوار ہو کر آتا ہے اور عورتیں اس کو خوشامدید کہنے کے لیے چندن سے اپنا بدن بھگوتی۔ گلے میں موتیوں کے ہار پہنتی ہیں۔ ان کے بازو کنج بند اور کنگن سے مزین ہیں اور ان کی کمر میں زیور اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ اپنے ان اشعار میں کالی داس بقول ترپاٹھی "سنگار رکشا گرو" نظر آتے ہیں۔ اپنے کلام میں محمد قلی نے بھی بسنت کو ایک رومان پرور موسم بتایا ہے وہ کہتا ہے کہ بسنت کے موسم میں "ترلوک رنگیلا" ہو جاتا ہے عورتوں کے

۱ے رام پرتاب ترپاٹھی - کالی داس گرنتھاولی - صفحہ ۴۶۷ - کتاب محل۔

۲ے " " " ۔ ۴۶۹ "

لباس، ان کے سنگار اور موسم کی پُر لطف کیفیت ملاحظہ ہو ۔

نچھل کندن کی تاراں انک جھونا ۔۔۔ بندی ہٹوں پھند بند سوں کر سنگارا
جوبن کے حوض خانے رنگ مدن بھر ۔۔۔ سورُو مارُوم چرکیاں رائے دھارا
بھیگی چولی ہیں بھیٹن نس نشانی ۔۔۔ عجب سُورج میں کیوں لس کوں ٹھارا
بسنت و نت جھند سو کندن گال اوپر ۔۔۔ پھولایا آگ کیسر کی بھارا
نبی صدقے بسنت کھیلا قطب شہ ۔۔۔ رنگیلا ہو رہیا ترلوک سارا

موسم سرما

موسم سرما بھی اپنی ایک خاص آن بان رکھتا ہے ۔ محمد قلی کہتا ہے کہ اس رنگین موسم میں "پیا باج دیکھے" نہیں رہ سکتا ہوں ۔ "سیتل ہوا" اور "چندنی" "پیا بن" بے کیف معلوم ہوتی ہیں یہاں تک کہ مجھے شمع کے "مکھ" پر بھی اجالا نظر نہیں آتا ہے

ہوا آتی ہے لے کر ٹھنڈ کالا ۔۔۔ پیا بن سنتا تا مدن بالے بالا
رہن نا سکے من پیا باج دیکھے ۔۔۔ ہووے تن کوں سُکھ جب ملے پیو بالا
اے سیتل ہوا منج گے نا پیا بن ۔۔۔ مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
سجن مُکھ شمع باج اوجالا نہ بھاوے ۔۔۔ بھلایا ہے منج جیو کوں او اوجالا
جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے ۔۔۔ کہ چند نا منجے نہیں نین سور لالا

محمد قُلی نے ایک جگہ موسم سرما کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اپنی ایک محبُوبہ کی تصویر اس طرح پیش کی ہے ۔

تن ٹھنڈت لرزت جوبن گرجت ۔۔۔ پیا مُکھ دیکھت کنچکی کس بکتے آج
ناری مکھ جھمکے جسے بجلی ۔۔۔ انجل باوک میں سُہے اُس لاج

اسی سے ملتا جلتا ایک نقش کالی داس نے اس طرح ابھارا تھا ۔

मनोजकूपसिर्कपी डिपस्तना सरारकौ गेयक भूषितोस्व ।
निवेशितातं: कुसुमैः शिरोरुहैवि भूप चन्तीव हिमारांमसित्रय: ।।

دکن کی برسات میں محمد قلی کی رعایا کیا کیا تفریحات مناتی تھی اس کا اندازہ ہم اس شاعر کے کلام سے کر سکتے ہیں ۔ ڈاکٹر زور لکھتے ہیں :۔

"جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا، شراب کے دور چلتے......... باغوں میں جھولے ڈالے جاتے...... سہیلیاں مشک وعنبر اور زعفران مل کر اپنے جسم کو معطر بنا لیتیں۔ اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سُرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیے جاتے.... ... ہر طرف خوشی وخرمی کا اظہار کیا جاتا۔" ؎۱

مرگ

محمد قلی نے اپنی ذاتی دلچسپی سے مرگ یا آغاز بارش کو ایک قومی تہوار بنا دیا تھا۔ گرمی کی شدت اور بے کیفی کے بعد بارش کا پہلا قطرہ انسانوں کے لیے مسرت کا پیام لاتا اور انسان، حیوانوں اور نباتات کے لیے نئی زندگی اور شادمانی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے باغات کے پودوں میں جان پڑجاتی ہے اور جنگلوں میں ہر طرف سبز مخمل کا فرش نظر آنے لگتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر طرف زندگی کی لہریں موجزن دکھائی دیتی ہیں اور سارے ماحول پر رنگینی اور شادابی کا احساس چھا جاتا ہے۔ اس پر فضا، اور رومان خیز تہوار سے محمد قلی کو خاص دلچسپی تھی۔ یہ ایک خالص ہندوستانی تہوار تھا جس میں قومی یگانگت، یکجہتی اور ہم آہنگی کا مظاہرہ ہوتا۔ محمد قلی نے اس موضوع پر بڑے اچھے شعر کہے ہیں اور برسات کی آمد کا ایک دلکش اور نظر نواز نقشہ کھینچ دیا ہے۔ وہ ایک بے مثل غزل گو ہی نہیں بلکہ اس نے موضوعاتی نظموں میں بھی اپنی شاعری کے جوہر دکھائے ہیں۔ پروفیسر اعجاز حسین لکھتے ہیں :-

"اس کی رومان پسند طبیعت کے علاوہ دکن کی برسات نے بھی اس کو جذبات کی ترجمانی کے لیے مائل کیا کہ اس موسم کی آمد کا استقبال اس رنگ سے کرے کہ برسات کو بھی اپنی اہمیت کا اندازہ ہوجائے اور قدر دانی کا احساس زیادہ سے زیادہ اس کو مائل بہ کرم کرے۔" ؎۲

محمد قلی نے مرگ کی آمد پر اپنی پیاریوں کے سنگار، ان کے رنگین لباس اور تزئین و آرائش

؎۱ زور۔ دیباچہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۲۱۶ - ۲۱۷

؎۲ پروفیسر اعجاز حسین۔ اردو شاعری کا سماجی پس منظر۔ صفحہ ۱۱۷۔

اور موسم کی رنگینی کے بھرپور مرقعے پیش کیے ہیں ؎

مرگ سال آیا پھر تھے مرگ نین سنگاراں کر
جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک
بدل جوڑے میں کیوڑے پھنکڑیاں جھمکا و بجلیاں جیو
چھپا کر کھو پنے میں پھُل تارے بدل کے رندھاراں کر
رسیلے کنٹھ سوں الاپ اب کوئل کے کہکارے
پپیہے نادسوں مد بیونت کرنا خماراں کر
ہریا شیشا ہریا پیالا ہریا کسونت ہریا جو بن
ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کی ہاراں کر
ہوا اپنا دکھا کر جو نپ سوں کر ساز ملہارا
رجھانے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

شاہی محلات میں سبز مخمل کا فرش کیا جاتا اور سبز لباس زیب تن کیے جاتے بلو اتفین سُرخ کپڑوں میں ملبوس ہوتیں۔ ہے شہنائی بجائی جاتی مئے ارغواں کے جام گردش میں آتے "نوبلیاں" جھولے پر بیٹھتیں اور ملہار گاتی تھیں۔ محلات کے صحن میں نٹ اپنا فن دکھاتے "من ہرن" کے گھنگرو اور لیسجن کی جھنکار دلوں کو لبھاتی اور پیاریاں "بتیس[۲] ہرن سازوں" سے خود کو سنوارتیں یہ اور اسی طرح کے دل چسپ مرقعے جن میں قطب شاہی تہذیب کی رنگ رلیوں کی جھلک نظر آتی ہے، محمد قلی کے کلام میں موجود ہیں۔ محمد قلی اپنے دور کی ثقافت کا بہترین ترجمان اور اپنے عہد کا سچا مورّخ و مصوّر نظر آتا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سُہتے ہیں جیوں جواہر
صدراں زمردی رنگ ہراک محل بچھا ؤ
رنگ بیر بہوٹی کسوت کیریاں ہیں پاتراں سب
آنکاس کے کنارے بجلیاں کارُت جگا ؤ
بکھایاں پھوئی سوں جوے سب کے بیس ہنڈولے سب
لگیاں کھانے کوں جھولے سب نوبلیاں اچھپلیاں لیاں

---

[۱] نظام الدین احمد۔ حدیقۃ السلاطین۔ صفحہ ۱۳۵۱

گرجیا مرگ خوشیاں سوں سنگار آؤ سکیاں
بڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں
جیوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں دنڈاں پہ اپنے
بازو بنداں کے سر تھے پھندنے پھلاؤ سکیاں
اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سہاتا
ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں
کر کسوت احمری سب سر پانو لک مکلل
سورج شفق ہیں جیوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں
نڑیاں کوں نیں پتلیاں کی مد پلا متی کر
شہ کے مندر ہر رنگن میں نٹ سوں نچاؤ سکیاں
سر تھے پگ لک جو مکلل ہور رینے سمنے سکیاں
من ہرن مج لبدایاں گھنگرو ہور بیبجاں میں
چنری جو چن کے باندھے او چیر اس کوں سہتا
بتیس برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

برسات کے موسم میں پھنوار کی دلکش کیفیت، پودوں کی سبزی، بادل کی گرج قوسِ قزح کی خوبصورتی، پپیہے کی پیو پیو، مینڈکوں کی شہنائی، کوئل کی کوک، مور کا ناچ، اور برسات کے پھولوں کی خوشبو، موسم کی دلفریبی میں اضافہ کرتی ہے۔ محمد قلی کی ان تصویروں کو مقامی رنگ نے ایک نئی آب و تاب اور واقعیت عطا کی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

چوندیر گرجت مینھوں برست عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
عشق کے بنے بن سو پک ناد گاوے پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو نصتا ئی
فلک نہیں گرہ گرہ اتا مست ہے ہست کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال
کماں قوس قزح اپنے ملک کوں دندیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال

دستیاں جھڑاں مینھوں کیاں موتیاں لڑاں کے لمنے
اس موتیاں کا سیرا گند کر مجنے بنداؤ

مردنگ نمنے بادل بردنگ ہو دکھایا
شہنائی دادوراں کا دوجگ کوں سُناؤ
برسانت کے پھلاں کا بھیدیا ہے باس روں روں
دھپ کاے پھول باساں اب من سے گنواؤ
کوکے چوندھیر میوراں ہرے بن ہیں چوطرفاں دیکھ
پنکھی رنگارنگ نغمیں کریں مست ہو چمناں ہیں

موسم کی مرقع کشی

کالی داس نے بارش کو پاوس راجہ کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔ جو بادلوں کے کالے ہاتھی پر چڑھ کر بجلی کا جھنڈا ہاتھ میں لیے، گرج کے ڈھول بجاتا بڑی شان وشوکت کے ساتھ آتا ہے۔ پاوس راجہ کدم کے پھولوں ارجن پھولوں اور کیتکی پھولوں سے جنگل کے دامن کو بھر دیتا ہے[۱] کالی داس کا یہ بیان ملاحظہ ہو ے

कदम्बसज जिर्नकेतकीवंन विकम्पयंस्तत्कुसुमा धिवासितः।
ससीकराम्जमो धरसङ्गशीतलः समीर करोति सो सुकमा ॥
शिरोरुहैः श्रोषितटावलम्बिभिः कृतावतंसैः कुसुमै सुगनि घमीः।
स्तनैः सहारैर्वदनैः ससी घुभिः सित्रयो रति संजनयान्ति ॥

شاعر کہتا ہے کہ اپنے جسم کو چمکدار ریشمی ملبُوسات سے سجانے والی عورتیں جو موتیوں کی مالا پہنتی ہیں۔ بارش کے ٹھنڈے قطروں سے جذباتی بن جاتی ہیں محمد قلی یہاں کالی داس کا ہم خیال نظر آتا ہے وہ کہتا ہے ے

سہیلی بنی نیلی رت میں شوانی ‏ ‏ ‏ مکھا چھائے ابنزر تگارنگ نہانی
سُہے سیس انچل دھونوا جیوں گگن پر ‏ ‏ ‏ مرگ میں مرگنیاں کی کسوت شہانی

یہاں یہ بتانا مقصود نہیں ہے کہ محمد قلی کالی داس جیسا بلند پایہ شاعر تھا اور اس نے اس عظیم شاعر کی پیروی کی ہے یا اس کی شاعری سے اثر پذیر ہو کر شعر کہے ہیں بلکہ اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں فاصلوں اور جغرافیائی ماحول کی تھوڑی

---

[۱] رام پرتاب ترپاٹھی۔ کالی داس گرنتھاولی۔ درشادرن۔ صفحہ ۴۵۶۔

بہت تبدیلی کے باوجود ہر موسم کی خاص کیفیات کم وبیش یکساں ہوتی ہیں۔ جن شاعروں میں مشاہدے کی قوت تیز ہوتی ہے اور جو مظاہر قدرت سے اثر پذیر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ فطری مناظر کی بڑی متحرک اور جاندار تصویریں پیش کرنے پر قادر ہوتے ہیں محمد قلی اور کالی داس چوں کہ ایک ہی ملک کے مختلف موسموں کا نقشہ پیش کر رہے ہیں اس لیے ان کے توضیحی بیانات میں اگر کہیں ہم آہنگی موجود ہو تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے اور اس ہم آہنگی کی طرف اشارہ کرنا بے محل نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کا دربار سنسکرت کے اس عظیم شاعر کے چرچوں سے خالی نہیں تھا احمد گجراتی جو محمد قلی کا درباری شاعر تھا۔ بادشاہ کے دربار کی ادبی فضا کا ذکر کرتے ہوئے مثنوی یوسف زلیخا میں لکھتا ہے کہ محمد قلی کے دربار میں ایسے باکمال شاعر موجود ہیں جو رشک کالی داس ہیں۔ محمد قلی کی شاعری میں مسلسل اور باقاعدہ منظر نگاری نہیں پائی جاتی متفرق اشعار کو مربوط کریں تو دکن کے موسموں کی ایک اچھی تصویر ضرور مرتب ہو سکتی ہے۔ اگر محمد قلی کا یہ کلام منظریہ شاعری کی تعریف میں نہیں آسکتا ہو تو بھی ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ محمد قلی کی شاعری میں منظر نگاری کے دھندلے نقش ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ ان تصویروں میں تخیل کی کارفرمائی بھی ہے اور مشاہدے کی صداقت بھی۔ مناظر قدرت سے لطف اندوز ہونے کا رجحان محمد قلی کی شاعری میں نمایاں ہے محمد قلی کی ان نظموں کو ہم اردو میں منظریہ شاعری کے ابتدائی نقوش کہہ سکتے ہیں۔

جس طرح ابراہیم عادل شاہ نے دکن میں عید نورس کی اسی طرح محمد قلی نے کئی عیدوں اور جشنوں کی بنیاد ڈالی۔ عید غدیر، عید بعثت نبی، آمد برسات، عید میلادالنبی عید نوروز اور شبرات کے موقعوں پر عیش وطرب کی محفلیں منعقد ہوتیں اور تفریح اور رنگ رلیوں کا بڑے پیمانے پر انتظام کیا جاتا تھا۔ ان جشنوں میں نہ صرف بازیگر، نٹ، سازندے، طوائفیں اور گویے موجود ہوتے بلکہ اہل علم وشعرا کا بھی مجمع ہوتا تھا۔ محمد قلی ہر تقریب میں اپنے اشعار سنا کر حاضرین کو اپنے کلام سے بہرہ مند ہونے کا موقعہ عطا کرتا تھا۔ محمد قلی کے کلیات میں شب معراج، عید بعثت نبی، عید میلادالنبی، عید موری، عید مولود علی، عید نوروز، شب برات عید غدیر اور عید رمضان وبقر عید کے موقعوں پر جو اشعار کہے گئے تھے وہ خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ان پر مذہبی موضوعات کے باوجود ہندستانی تہذیب کی چھاپ نظر آتی ہے محمد قلی نے دکن میں اس مخلوط تمدن کو پروان چڑھایا اور اس کی تعمیر وتشکیل میں ہندوستانی عناصر کو بطور خاص ملحوظ رکھا تھا۔ جہاں وہ

عید نوروز مناتا ہے وہیں بسنت اور مرگ کی آمد پر جشن منعقد کرتا ہے۔ محمد قلی کا عہد یکجہتی اور قومی یگانگت کا دورِ زرین معلوم ہوتا ہے ۔

دکنی کھیلوں میں بادشاہ کی مشغولیت

محمد قلی نے اپنے زمانے کے تہواروں میلوں اور مختلف کھیل تماشوں اور جشنوں وغیرہ کی بڑی دلچسپ تصویریں اپنے کلام میں محفوظ کر دی ہیں۔ اس کے کلام میں اس دور کی ساری تہذیبی زندگی کا عطر کھنچ آیا ہے۔ محمد قلی کے اشعار سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خود بادشاہ بہ نفسِ نفیس مختلف کھیلوں اور رنگ رلیوں میں حصہ لیتا اور اس کی پیاریاں اس کے ساتھ ہوتیں "سچھوکڑی بھو" میں بادشاہ اور اس کی پیاریوں کی مشغولیت ملاحظہ ہو ؎

سکی تال دے مینج ٹٹکتی کھڑی — کڑھاں ڈھکی کھل کر ہٹکتی کھڑی
خوی کے بنداں تھے پچھے از زری چیر — جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
سہیلیاں کے گند نے تھے جن کا س بانھے — او شہ چرکیاں ستیں بچکتی کھڑی
محمد شہ ہے اس زمانے کا شاعر — نبی صدقے اس مینہہ ٹھمکتی کھڑی

کھیل تماشوں اور اس قسم کی دیگر تفریحوں سے محمد قلی کو طبعی لگاؤ تھا۔ بازی گروں نٹوں ساز بجانے والوں "کولانت" کھیلنے والوں اور ناٹک کھیلنے والوں کا ذکر شاعر کی وسیع دلچسپیوں اور اس کی نت نئے انہماک کا شاہد ہے وہ ان کا اس طرح ذکر کرتا ہے ؎

بجلیاں کے تکڑے کرنین دھرلی دھات کے چھند بن کر
کولانٹ کھیلے سربسر کیا شوخ مہ پارے اھیں
نٹوے کلانٹی لاگ کے رت رُوپ ونت بھو بھاگ کے
پتلی کمر کج باگ کے جگ من بھولا نہارے اھیں
ہوتا انند خوشحال سب نت گاتے ناٹک سال سب
بجتے طنبورے تال سب مندل کے دھ کارے اھیں

موسموں، تہواروں، مختلف شاہی تقاریب اور مظاہر قدرت کی عکاسی کے لیے محمد قلی نے غزل کی صنف سے کام لیا ہے اور اُسے اپنے مسلسل اور مربُوط تصورات کی ترجُمانی کا ذریعہ بنایا ہے۔ جنوبی ہند میں بولی جانے والی زبانوں میں زیادہ تر مسلسل نظموں کا رواج تھا۔ جنوبی ہند کے شاعر

مسلسل اور مربوط شعری کارناموں کے رسیا تھے۔ محمّد قلی نے غزل کے مقبول ادبی ادب کو اپنایا ہے اور کہیں کہیں جدت بھی دکھائی ہے اس نے مسلسل غزلوں سے وہ کام لیا ہے جو بعد کے دور کے شعراء نے نظم نگاری سے لیا محمد قلی نے اپنے گردوپیش کے ادبی مذاق کو پیش نظر رکھا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ غزل کا سانچہ اس کا مزاج اور طرز تخیل بڑی حد تک فارسی کا رہین منت تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی غزل گوئی پر ایرانی مذاق کی چھاپ گہری نہیں ہے۔ ہندوستانی ماحول، طرز فکر اور ہندوستان کی مخلوط تہذیب کا اثر اس کے کلام میں اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ فارسی شاعروں نے محبوب کو ایسے الفاظ سے مخاطب نہیں کیا جن سے اس کا جنس لطیف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اکثر دکنی شعراء کی غزلوں میں معشوق کی جنس صاف پہچانی جاتی ہے۔ محمد قلی نے اپنی بارہ پیاریوں اور دوسری محبوباؤں کو ان کے حقیقی نام سے یاد کیا ہے۔ اس نے محبوب کے لیے پیاری، پدمنی، چھبیلی، ناری، سودھن، متبلی، چھوری، رنگیلی، سہیلی اور گوری جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مخاطب مرد نہیں عورت ہے۔ محمد قلی کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

چھبیلی :- چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا
کہ اُس بن نہیں مُنجے یکتل قرارا

سکی :- سکی چھند کوں تیرا ہے نار باعث
منجے عشق کوں اہے راز باعث

رنگیلی :- بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
کہ جس موتیاں سُوں جیو دم ساز باعث

سہیلی :- سہیلی نہ کر تو سجن سیتے وند
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند

سودھن :- سودھن کے لب تھے منگیا بوسہ میں تو پوچھی نام
جو کہیا نام اسے بولی نام دے دشنام

محمّد قلی کا تصوّرِ شعر

محمد قلی کا کلام الفاظ کی بازی گری کا مظہر نہیں ہے۔ اس نے مختلف اور متنوع موضوعات

کو اپنا کر اپنی قادرالکلامی اور زورِ زبان کا ثبوت دیا ہے۔ محمد قلی شاعری میں معنیٰ آفرینی کی اہمیت پر زور دیتا ہے اس کی دانست میں شاعری لفظی شعبدہ بازی نہیں۔ شعر میں معنیٰ کی اہمیت اس نے اس طرح واضح کی ہے ؎

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیجوں معنیاں
کافر کے مکھ اُوپر بندیا ہوں چھند سیں عنصری

محمد قلی شعر میں خیال کی ندرت اور تازگی کا قائل ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاعر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کلام میں تازہ مضامین باندھے جس طرح "کھان سے نئے جوہر" اور سمندر سے اچھوتے موتی برآمد ہوتے ہیں اسی طرح شعر بھی نئی معنویت اور تازہ خیالی کا مظہر ہو وہ کہتا ہے ؎

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
جواہر سمندراں ابلیں ہر یک تازہ خیالاں میں

شعر گوئی کے بارے میں محمد قلی کے تنقیدی خیالات اس کے کلام میں کہیں کہیں اپنی جھلک ضرور دکھاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ شعر کی نزاکت کو متشاعر سمجھ نہیں سکتا، شاعر ہی اچھے شعر کو پرکھ سکتا ہے اور یہ کہ "گفتار کی متاع" خدا کی دین ہے ؎

باتاں کی لئی نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں
دیتا خدا قطبؔ کوں ہے گفتار کا متاع

طرزِ ادا

محمد قلی ایک منفرد طرزِ ادا کا مالک ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ زبان کے ابتدائی دور میں کس طرح اس نے اس کے اتنے محدود لفظی خزانے سے کام لیکر شعر کو معنوی اور لفظی خوبیوں سے معمور کر دیا ہے۔ محمد قلی کے کلام کو صنائع اور بدائع کے استعمال نے بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ دکنی ادب میں محمد قلی تشبیہات کا بادشاہ ہے۔ اس کی تازگیٔ خیال، ندرت پسندی، اختراع پرستی اور زورِ تخیل نے اُردو کے شعری سرمائے میں اچھوتی تشبیہوں اور نادر استعاروں کا اضافہ کیا ہے۔ محاسنِ شعری کے اعتبار سے جب ہم محمد قلی کی شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تین قسم کی تشبیہوں اور استعاروں کو اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔ (۱) پہلی قسم کی تشبیہات

وہ ہیں جن کی مثالیں فارسی شعراء کے کلام میں اکثر جگہ نظر آتی ہیں (۲) دوسری قسم کی تشبیہات ہندی شاعروں کے طرزِ فکر کی یاد دلاتی ہیں اور (۳) تیسری قسم کی تشبیہات وہ ہیں جن میں محمد قلی کی انفرادیت پوری طرح ابھر آگئی ہے اور یہی تشبیہات محمد قلی کے کلام میں رنگینی، معنی آفرینی اور نکھار پیدا کرتی ہیں۔ محمد قلی نے جن تشبیہات میں فارسی شعرا کا تتبع کیا ہے ان میں کوئی تازگی اور نیا پن نظر نہیں آتا آنکھ کو نرگس سے گیسو کو رات سے، دانت کو موتی سے اور ٹھوڑی کو سیب سے تشبیہہ دینے میں کوئی ندرت نظر نہیں آتی۔ دوسری قسم کی تشبیہات میں وہ ہندی شاعروں کی طرح آنکھ کو مچھلی سے ناک کو کلی سے، پاؤں کو کنول سے اور مستانہ روی کو ہاتھی کی چال سے تشبیہہ دے کر اپنے ماحول اور مقامی رنگ سے اثر پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔ محمد قلی کے یہاں وہ تشبیہات زیادہ اہم بھرپور اور شاعر کے منفرد رنگ کی ترجمان معلوم ہوتی ہیں جن میں اس نے اپنے مخصوص طرزِ فکر اور اپنی اپج کا ثبوت دیا ہے۔ یہ تشبیہات زیادہ تر تشبیہات حسی (مبصرات مشمومات، مسموعات مذوقات اور ملموسات) یا تشبیہات عقلی کے زمرے میں شامل نہیں، ان کی ماہیت تشبیہہ خیالی سے تعلق رکھتی ہے۔ ان تشبیہات کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہندوستانی معاشرت اور ہندوستانی تہذیب کی عکاسی کرتی ہیں۔ آسمان پر ہلال عید کو دیکھکر یہ کہنا کہ آسمان کے سمندر میں عید نے چاند کی نئی بانسری گرادی ہے یا ہلال عید کو آسمان کے ہاتھی کا نیا دانت کہنا یا ہلال عید کو اس خنجر سے تشبیہہ دینا جو بادشاہ کے دشمنوں کو گھاس کی طرح کاٹنے کے لیے عید اپنے ہاتھ میں لے کر آئی ہے، ندرت خیال اور اچھوتے پن کو ظاہر کرتا ہے ؎

انبر سمدور میں بنسی نوا چند کا سٹایا عید
سو عشرت ہور انند ملیاں بکرٹے حد لیا یا عید
گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کچ اُدپر چڑ کر
خوشیاں کی فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
نبی صدقے قطب کے دشمناں کو کاٹنے گھنس جوں
نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہٹ میں آیا عید

دانتوں کو "چارولی" سے تشبیہہ دینا، ہونٹوں کو کھوپرے کے نازک بند کہنا، پسینے کے قطروں کو خشخاش کہنا، آنکھوں کو اُن بدمستوں سے تشبیہہ دینا جو مسجد کے محراب میں سوتے

جدت فکر اور تازگیِ خیال کو ظاہر کرتا ہے۔ محمد قلی کی نئی نئی تشبیہات اور اس کے اچھوتے استعارات اس کے کلام کے حُسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ جس طرح سُورج کے سامنے اولے پگھل جاتے ہیں اسی طرح محبُوب کے فروغِ حسن کے آگے شمع پگھلنے لگتی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

پگلتے جُوں ہوے سورج سامنے تجے دیکھ دھن ووں پگلتا شمع

چھاتی اُپر چھاتی سندر لٹ سیام بھر کچ تس بھتر
جانے مگر کالے ابر ڈو نگہ پر چڑنے آئے ہیں

گھنگرو والے تیرے لٹاں کے کھباں دسیں نیر پر کی لہر تھے الذ

نچھل مکھ نیر پوراں میں مچھلیاں لوچن ترا چنچل
جوبن گنبج گرجنے اُوپر لٹاں بادل کے بھاراں کر

الک پھانسی سُوں پنکھی جیو پکڑنے دکھائی گال اُوپر تل کا چارا

نس کیس میانے کیوڑے دستے ہیں بھونر کے جیوں
تاران پھٹاک ناداں آنند گج گجبا ئے

مہتاب دھن رخسار ہے گلریز گل کا ہار ہے
دو بھوں سوں حاجب سار ہے لنکیں پہ یک چل آئے ہیں

محمد قلی کی تشبیہات میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ہندوستانی ماحول سے لیے گئے ہیں اس لیے ان میں مقامی رنگ اور دیسی عنصر کا پرتو نظر آتا ہے۔ محمد قلی نے انوکھی تشبیہات اور نئے نئے استعارے اپنے کلام میں اس انداز سے برتے ہیں کہ وہ گرد و پیش کی تہذیبی زندگی اور مقامی خصوصیات کے حامل بن گئے ہیں۔ چند شعر ملاحظہ ہوں جن میں ہندوستانی طرز فکر اور ہندوستانی ماحول کے خد و خال نمایاں ہیں ؎

گن گا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے
مجھے در کیا تراون ہار دریا کا ہے تُو وارث

عجب چنچلائی ہے تیرے نین میں کہ کھنجن نمن ایک تل کہیں نہ ٹھارے

جوبن جیسے کمل اُوپر بھونر بھئیں رہیں یا دو
پہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا راس مالان کے

جے توں ہت پگ نکھاں مہندی زمرد رنگ سورنگی ہے
ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بہوٹی ہے
نٹوے کلانٹی لاگ کے ات رُوپ ونت بھو بھاگ کے
بپتلی کمر کچ باگ کے جگ جن بھولن ہارے اھیں
سوکے دیس یُوں نین منگ جُوں کاڑ جیبیاں بھوجنگ
چنگیاں ہیں ڈورے لال رنگ شعلے سو رخسارے اہیں
ڈلتی موہن ڈالی نمن آلی سجن نیہہ باو تھے
او چال دیکھ ہنس موہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
سپنوے اُوپر بھونگ ستٔیا چام چھوٹے الکاں میں پھول مالا
سجن قد سرو سوں منج دل بند ہانا لپٹی رو کہ کوں جوں کونلی بیلی
چکا چکا کے آنچل لیتی ہے مور چھپ شُوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں بیٹگاتی تج کوں

ہاتھی کھنجن، بھونرا، سانپ، بیر بہوٹی، چیتا، ہنس، سپنوے اور مور ایسے جانور اور کیڑے ہیں جو ہندوستان سے مخصُوص ہیں انھیں اپنی تشبیہات میں مشبہ بہ کی حیثیت عطا کرکے محمد قلی نے اپنی وطن دوستی اور دیش بھگتی کا ثبوت دیا ہے ایک اور شعر میں ران کی صفائی کو کیلے کے تنے سے تشبیہہ دیتا ہے اور محبُوب کی انگلیوں کو مونگ پھلی سے ۔ ؎

کیلے گابھے سے نازک ہور صاف ران
نہیں اس صفائی میں کوئی صاف مان
مناسب تج انگلیاں کادھرتے ہیں کیر
اتم مونگ کیریاں پھلیاں پا یں خط

محمد قُلی نے تشبیہات کے ضمن میں جن پھُولوں کی طرف توجہ منعطف کی ہے وہ زیادہ تر ہندوستانی ہیں۔ محمد قلی کی تشبیہات اور اس کے استعاروں میں کدم پھُول، گیندا، کیوڑے کے پھُول، موگرا، چنبا، کنول اور سینوتی اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ ؎

باس باساں سوں محبت گیند میلی

سرون ہے او یا سینوتی پھل یا سینیاں جواہر
یا چند نود کاں دیکھ پائے جگ جوہری سنتو کری
موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے کیس کے بیچ پاں نہیں پہنچے ہے رات
اپ کھونپ میں گندے ہیں کیوڑے کے پھول چھب سوں
چھند سوں پیالہ ہتیلی ناریاں کے تیئں لبھاؤ

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود محمد قلی کو اس کا احساس تھا اور اس نے اپنے کلام میں اچھوتی تشبیہیں اور نادر استعارے استعمال کیے ہیں اُسے اپنی دلفریب تشبیہوں پر ناز ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ میری تشبیہات کی ندرت اور تازگی کو دیکھ کر چمن کے پھول میری تعریف کرنے لگے ہیں اپنے تخیل کی تازہ کاری کے بارے میں کہتا ہے ؎

اپ جنے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سُن کر سب
لگے کرنے صفت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

صنائع وبدائع

محمد قلی صنائع لفظی اور معنوی کا دلدادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے کلام میں حسن تعلیل، تضاد صنعت سوال وجواب تجنیس، تلمیح اور رعایت لفظی اکثر جگہ اپنی جھلک دکھاتے رہتے ہیں۔ تکرار "الوبراس،، ہندی شاعروں کی پسندیدہ صفت ہے۔ اور وہ اس سے شعر کے صوری حسن میں اضافہ کرتے ہیں محمد قلی بھی تکرار (ALLITRATION) کا رسیا ہے اس نے اپنے اکثر اشعار کو اس سے مزین کر کے کلام کے صوتی آہنگ کو دلفریب بنا دیا ہے۔ اس نے شعر میں ایک یا دو حروف کی تکرار سے ایک نیا صوتی اثر اور ترنم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے محمد قلی کا کلام غنائیت اور موسیقیت سے خالی نہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں

پ :- صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی پیاری
پیالہ پلا پیاریاں پیاروں ستیں پلائے

ک :- سودھن لٹک کے جب جھلک دونوں انک کے سو مہک
مہکیا فلک پر تھے ملک بے سدھ ہو لک لک آئے ہیں

گ ، م :- نگٹ موتی منخبا بندی مانگھ سیتی
جگے جگ بناتاں بٹایا برس گانٹھ

س :- سہیلیاں سوہتاں میں ہاتاں سُہایا
ہسیاں صف ستارے ثریا سُہایا

ق :- قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سول
قزح قوس تھے قاف تا قاف پایا

ج ، چ :- جوبن جوانی جُوت پر چولا چڑائی چنت سول
چنچل چپل چت میں جھولانے جھولنا جگ جوتے ہیں

کہیں کہیں محمد قلی نے اس صفت کو استعمال کرنے میں یہ جدت دکھائی ہے کہ ایک مصرعے میں ایک حرف اور دوسرے میں دوسرے حرف کی تکرار سے شعر میں جھنکار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

م :- محمد کے میم تھے مدد مانگ کریں — ع — علی عین عادل علم کوں اُچایا
ا :- الف آسماں آسماں گیر بند کر — ح — حُسن ہُور حسین حسنِ حاجت دلایا
ق :- قمر قاف قبے اُپر جگ جگایا — پ — پرم پی کا پیالا پیا میخ پلایا
گ :- گلاں گاف گل گوندہ سرا سنوارے — ح — حمائل سو ہے حمد کا حق نہ پایا
ص :- صدق صاد کا مج صادق صفا سوں — ق — قرب قطب کوں قاف قائم دکھایا

محمد قلی نے ذیل کے اشعار میں حسنِ تعلیل، مراعا النظیر، تجنیس، تضاد اور سیاق الاعلاد وغیرہ کی صنعتیں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ استعمال کی ہیں اور ان سے اپنے اشعار کی نغمہ ریزی میں اضافہ کیا ہے ؎

حسن تعلیل :- تج کتا ہُوں اے شمع اپ روشنی تھے سر نہ کھینچ
مارتے ہیں دم بدم گردن کہ تُوں ہے بیحیا

مراعاۃ النظیر :- تیرے ہونٹاں کے حصّے میں تھے دلا منجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھے ہے شفا

مراعاۃ النظیر :- حرافاں بیٹھے ہیں حرافی سُوں اب پینہ کی دُوکان
ہوئے ہیں حال کے پیکے سو دھن، تج حسن [illegible]

مراعاۃ النظیر:- کجل نیناں سہیلیاں کے سومل سیام باداماں
تھوڑی ہے سیب دسناں جُوں کے چار دلیاں میں چاریاں کی

حُسن تعلیل :- ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق بھر لے
سو بھر شبنم جواہر سو نبی کے دار مٹھارے ہیں

" " :- بھونر پھولاں کے بجھڑی میں ہو کالا جیوں کے کوئل ہو
ہری ڈالیاں اُپر بھر بھر سُندر پھُل کر ملایا ہے

سیاق الاعداد :- ہر بار منگتا جیو مراتج لب ستی اے نار بوس
ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تین چار بوس

تضاد:- سب مست گج گنبھیر جون قد راست دھرتے تیر جوں
آہستگی میں تیز جوں بیگی منے بارے اہیں

تجنیس ناقص:- پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیئں
دلے پیو باس عرق بن باس بن پرواس بھاتا نیئں

تجنیس زائد :- لکھ لکھ سرک سٹ دکھلائے فن سوں تل تل
تو سینپڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے

سوال وجواب :- کہیا اُدھر تمہارے جیون کو جلاوتے
ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
کہیا کہ حق پرستی کرو بت پُوجن رہٹو
کہیا کہ دو نوں بات میں اک امتحاں کرو
کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن
کہیں کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو
کہیا کہ مرحمت کی نظر سے نوازو مجُھ
کہیں ہماری پنتھ منے جان فشاں کرو

شاعرانہ تعلّی

محمد قلی کے اکثر اشعار میں شاعرانہ تعلّی موجود ہے۔ غالباً اس کو اس بات کا احساس تھا کہ

ایک نوزائیدہ زبان میں شاعرانہ کمال دکھا کے اس نے اپنی ادبی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔
محمد قلی خود کو بلند پایہ فارسی شاعروں کا ہم رتبہ سمجھتا ہے اور ان سے برابری کا دعویٰ کرتے
ہوئے کہتا ہے کہ اگر دکن کے شاعر محمود اور فیروز میرے شعر سن کر بے ہوش ہو جائیں تو کوئی
تعجب کی بات نہیں ہے فارسی کے عظیم شاعر ظہیر اور انوری بھی میرا "وصف" بیان نہیں کر سکتے ؎

اگر محمود اور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے
ہوئے تج وصف نا کر سک ظہیر اور انوری بے ہوش

محمد قلی فارسی کے دو شاعروں خاقانی اور نظامی کی عظمت کا قائل ہے اور وہ خود کو ان کا شاگرد
بھی کہتا ہے۔ ایک اور جگہ شاعرانہ تعلی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے اشعار خاقانی کے کلام کی یاد
دلاتے ہیں۔ محمد قلی کو اپنی شاعری کے فنی محاسن اور "شعر کی نزاکت" کا احساس ہے وہ کہتا ہے ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمد قلی کو موزونیٔ طبع، دیدہ وری قادر الکلامی خوش گوئی، رفعت تخیل اور شیریں بیانی نے
دکن کا ایک مایۂ ناز شاعر بنا دیا ہے۔ محمد قلی نے اپنے زمانے کے شعراء کی بڑی قدر و منزلت اور
سرپرستی کی۔ وہ شعر کا اچھا پارکھ اور قدردان تھا اس لیے فطری طور پر وہ دوسروں سے
بھی اپنے کلام کی داد چاہتا اور اپنے اشعار کی قدر شناسی کا متمنی نظر آتا ہے۔ سخن فہمی اور
شعر کی قدر شناسی کے بارے میں ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ مجھے کلام کے حقیقی قدردانوں کی تعریف و
تنقید سے سروکار ہے۔ دو گھڑے بھر موتیوں سے میرا ایک "دردانہ" (شعر) زیادہ وسیع
اور قابلِ قدر ہے، اس لیے کہ اچھے شعر کی قدر و قیمت بیش بہا موتیوں سے زیادہ ہوتی ہے ؎

معانی کے پرکھنے پر ہنسیاں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو گھڑیاں موتی مو یک دردانہ ہے باعث

محمد قلی اس خیال کا حامی ہے کہ شاعری اکتسابی چیز نہیں ہے وہ خدا کی دین ہے۔
"گفتار کا متاع"، ہر کس و ناکس کا حصہ نہیں۔ محمد قلی شعر میں جودتِ طبع، اپج، نزاکتِ خیال
اور طرز ادا کی طرحداری اور بانکپن کا قائل ہے اور وہ ان خصوصیات سے اپنے کلام کو مزین
پاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میری فصاحت خداداد ہے ؎

نبی صدقے قطب گوندیا بچن اچھے ثریا سے

جاناں کی لٹی نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں
دیتا خدا قطب کوں ہے گفتار کا متاع

قطب نبی صدقے اپی کیا ہے
نوا طرح جگ میں سخن کو مرصع

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

محمد قلی بڑا ادب نواز بادشاہ تھا اس کا دربار ادیبوں اور شاعروں کا مامن بنا ہوا تھا۔ محمد قلی کے کلام میں ایسے اشارے موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا کلام خواص اور عوام دونوں میں مقبول تھا۔ دربار اور حرم سراؤں میں اس کی غزلیں ساز پر گائی جاتیں، فنِ رقص اور گلوکاری کی ماہر عورتیں بادشاہ کی عنایات اور اس کی نظرِ کرم سے سرفراز ہونے کے لیے بڑے شوق اور اہتمام سے اس کا کلام پیش کرتیں۔ محمد قلی کہتا ہے کہ میرے شعر اتنے مقبول خاص و عام ہیں کہ شاعر میری زمینوں میں شعر کہنے کی کوشش کرتے۔ رقاصہ میرے کلام پر رقص کرتی اور گائکہ میرے اشعار پر سر دھنتی ہے میرے کلام کی ہر دل عزیزی کا یہ عالم ہے کہ یہ "دست بدست" لکھا جاتا اور بڑے چاؤ سے گایا جاتا ہے ؎

شعر تیرا معانی صدقے نبی
لکھ لیتے پاتے ہات گات پلات

صدقے نبی قطب زماں عیسیٰ نمن بولے بچن
چوندھیر تھے جیوں کے بدل عالم اُپر چھاویں لعبث

سبھی راگاں محمد قطب شہ کو جم سہاتے تھے
نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے

محمد قلی نے جہاں اپنے تاج کو اماموں کا "نشان" کہا ہے اور اپنی کامیابی و سرشار زندگی کو بنی و علی کو عنایت بتایا ہے وہیں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میری قادر الکلامی استادی اور عظمت ان ہی کا طفیل ہے۔ محمد قلی کہتا ہے کہ میرے کلام کی ہر دل عزیزی اور قدر و منزلت کا سبب ان ہی بزرگانِ دین کی مدح ہے ؎

سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے — قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہے دست بدست

مضامین کا تنوع

محمد قلی نے اپنے عہد کے ہر اہم موضوع پر طبع آزمائی کی ہے۔ موسموں، عیدوں، میلوں، تہواروں شاہی جشنوں اور محرم کی تقریبات پر اس کے سینکڑوں شعر موجود ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے چوں کہ ہر تقریب میں رعایا اپنے قادرالکلام بادشاہ کے تازہ اشعار کی منتظر ہوتی اس لیے محمد قلی انھیں مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا - اپنے ایک شعر میں وہ کہتا ہے کہ جس طرح ہر روز دریا میں موجیں اٹھتی ہیں اسی طرح میری طبع موزوں میں جو ایک بحر ذخار ہے ہر روز تموج پیدا ہوتا ہے ؎

بنی صدقے قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موج اب کا طلوع

محمد قلی اپنی شعر گوئی کو موتی رولنے سے تعبیر کرتا اور اپنے اشعار کو جواہرات سے تشبیہہ دیتا ہے ؎

شعر تیرا درو گوہر ہے معانی سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر لہے تاج پرویز

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لے کر آووں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

محمد قلی کے یہ اشعار محض شاعرانہ فخر و مباہات کے مظہر نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس نے اُردو شاعری کو اس کی ابتدائی منزل ہی میں وسعت، تنوع اور جامعیت سے روشناس کیا اور ہر قسم کے موضوعات پر طبع آزمائی کر کے یہ دکھا دیا کہ اس نوخیز زبان میں غیر معمولی قوت اظہار اور ابلاغ و ترسیل کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔

بحریں

محمد قلی کے کلام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بحروں کے استعمال میں بھی اپنی انفرادیت دکھائی ہے۔ اس نے عام طور پر ایسی بحریں استعمال کی ہیں جن میں موسیقیت کی فراوانی ہے۔ محمد قلی نے اپنی غزلوں اور ریختیوں کے لیے جن بحروں کا استعمال کیا ہے وہ بحر ہزج، بحر متقارب، بحر مضارع، بحر رمل بحر مجتث اور بحر خفیف ہیں۔ ذیل کی جدول میں ان بحروں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ محمد قلی کی (۳۰۹) تین سو نو غزلوں کی بحروں کا تجزیہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے

نشان سلسلہ	بحر کا نام	نوعیت		تعداد ارکان		غزلوں کی تعداد
		سالم	زحاف	مثمن	مسدس	
ا	ہزج	سالم		مثمن	—	۵۹
	〃		اخرب مکفوف مقصور الاخر	مثمن	—	۳
	〃	—	اخرب مقبوض محذوف	—	مسدس	۳
	〃	—	مقصور الاخر	—	مسدس	۵۵
	〃	—	محذوف الاخر	—	مسدس	۳۰
	〃	—	مکفوف محذوف الاخر	مثمن	—	۱
	〃	—	اخرب مکفوف محذوف الاخر	مثمن	—	۴
	〃	—	سالم محذوف الاخر	مثمن	—	۱
	〃	—	اخرب مقبوض اول	مثمن	—	۱
	〃		اخرب سالم	مثمن	—	۳
۲	متقارب	سالم	—	مثمن	—	۳۰

	″	—	مبتغ	مثمن	—	۴
		—	مقصور الآخر	مثمن	—	۱۳
			محذوف الآخر	مثمن	—	۷
۳	مضارع		اخرب	مثمن	—	۱۲
	″		اخرب مکفوف	مثمن	—	۲۵
۴	رمل	—	محذوف	مثمن	—	۱۵
	″	—	مقصور	—	مسدس	۶۰
	″	—	محذوف	—	مسدس	۴۰
	″	—	مقصور	مثمن	—	۵
	″	—	مجنون معتث مقصور	مثمن	—	۱۱
	″	—				
	″	—	مجنون	مثمن	—	۳

	رجز	سالم	—	مثمن	—	۲۱
	//	—	مطوی	مثمن	—	۱
	//	—	مطوی مخبون	مثمن	—	۱
	//	—	مطوی	مثمن	مسدس	۱
	مجتث	—	مخبون محذوف	مثمن		۲۱
	//	—	مخبون مقصور	مثمن	—	۲۱
۷	خفیف		مخبون محذوف مضمر	—	مسدس	۵

ذیل کی جدول سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کون سی بحروں کو کتنی مرتبہ استعمال کیا ہے۔

نشان سلسلہ	بحر کا نام	تعداد	فیصد
۱	ہزج	۱۱۰	۳۵٪
۲	متقارب	۶۴	۲۰٪
۳	رمل	۴۴	۱۴٪
۴	مفارع	۳۷	۱۲٪
۵	مجتث	۲۵	۸٪
۶	رجز	۲۴	۷٪
۷	خفیف	۵	۱٫۶٪
		۳۰۹	

بحر ہزج :۔

مندرجہ بالا جدول سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد قلی نے دوسری بحروں کے مقابلے میں بحر ہزج کا زیادہ استعمال کیا ہے۔ بحر ہزج محمد قلی کی پسندیدہ بحر ہے۔ فکر و معنیٰ کے اعتبار سے بھی جو اس کی شاہکار غزلیں ہیں وہ اسی بحر میں ہیں۔ بحر ہزج ایک ایسی بحر ہے جو اپنی موسیقیت اور ترنم کی وجہ سے ایک خاص اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ "بحر الفصاحت،، میں نجم الغنی لکھتے ہیں :۔

"لغت میں اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہیں چونکہ عرب ہیں اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہیں اس لیے اس بحر کا نام ہزج دکھایا گیا ہے،، [1]

[1] صفحہ ۱۱۸۔

اردو میں یہ بحر سالم بھی استعمال کی گئی ہے اور مزاحف بھی۔ بحر ہزج وہ واحد بحر ہے جس کے چوبیس[۲۴] ذحافات اردو میں مستعمل ہیں۔ بحر رمل بھی جو کثیر الزحافات سمجھی جاتی ہے، اتنے ذحافات کے ساتھ نہیں برتی گئی ہے۔ اردو کے مشہور اساتذہ سخن نے بحر ہزج میں اکثر طبع آزمائی کی ہے اور اس کے مختلف زحافات ان کی توجہ کا مرکز بنے رہے ہیں۔ بحر ہزج ہی وہ واحد بحر ہے جو رباعی کیلئے استعمال کی گئی ہے۔ رباعی صرف اسی بحر میں کہی جاسکتی ہے۔ نظم طباطبائی نے "تلخیص عروض وقافیہ" میں اخرب اور اخرم کے بارہ وزن گنائے ہیں جن سے کئی اوزان نکالے جاسکتے ہیں۔ ابن قیس کہتا ہے کہ ارباب موسیقی نے اس وزن میں اچھے اچھے راگ اختراع کیے ہیں اسی لیے فارسی میں اس کو ترانہ کہتے ہیں۔ عربی لغت میں ہزج کے معنی گانے کی آواز کے ہیں اور ابن قیس نے بھی بحر ہزج کے متعلق لکھا ہے کہ اس بحر نے اپنے ترنم کی وجہ سے ارباب موسیقی کی توجہ اپنی طرف منعطف کی ہے اور انھوں نے اس میں بہت سے راگ اختراع کیے ہیں۔ ان بیانات سے بحر ہزج کی صوتی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بحر اپنی غنائیت اور ترنم کی وجہ سے ایک خاص صوری اہمیت کی مالک ہے۔ محمد قلی نے بحر ہزج سالم کو اپنی ساٹھ غزلوں میں برتا ہے اور اس کا مزاحف بھی استعمال کیا ہے۔ محمد قلی نے بحر ہزج کے جن مزاحافات کو استعمال کیا ہے وہ اخرب مکفوف مقصور الاخر مثمن، اخرب مقبوض محذوف مسدس، مقصور الاخر مسدس محذوف الاخر مسدس، مکفوف محذوف الاخر مثمن، اخرب مکفوف مثمن، محذوف الاخر مثمن، سالم محذوف الاخر مثمن، اخرب مقبوض اول مثمن، اور اخرب سالم مثمن ہیں۔ ان ذحافات میں محذوف الاخر مسدس میں محمد قلی کی غزلوں کی تعداد تیس تک پہنچی ہے بحر ہزج کے دو اوزان جو محمد قلی کے مرغوب اوزان ہیں درج ذیل ہیں

سالم (۱) ہزج سالم مثمن :۔ مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن

مزاحف (۲) ہزج مسدس محذوف الاخر :۔ مفاعیلن، مفاعیلن، فعولن

پہلے تو خود بحر ہزج ایک نہایت خوش آہنگ بحر ہے پھر محمد قلی نے سالم اور مزاحف میں اس کے دو ایسے اوزان کا انتخاب کیا ہے جن کے افاعیل میں ایک خاص موسیقیت اور جھنکار موجود ہے۔ محمد قلی کی نشاطیہ شاعری سے جو کائنات سرور و رقص کی آفریدہ تھی یہ مترنم بحریں خاص مناسبت رکھتی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شب و روز راگ رنگ کی محفلوں میں بسر کرنے اور راگ راگنیوں سے غیر معمولی دلچسپی اور اچھی واقفیت کی وجہ سے شعوری یا غیر شعوری طور پر محمد قلی ایسے اوزان کی طرف مائل ہوا جن میں موسیقیت کی فراوانی تھی۔ داخلی شاعری اور

خصوصاً غزل میں موسیقیت کی اہمیت کے پیشِ نظر بحر اور ردیف و قافیہ کی اہمیت متنازعہ فیہ تو ہو
ہی نہیں سکتی۔ بحر غزل کی ہیئت میں فضا، اور مزاج کا تعین کرتی ہے۔ ایک خاص لے غزل میں
شاعر کی مخصوص جذباتی اور نفسیاتی کیفیات کی مظہر ہوتی ہے۔ ہر لفظ کی آواز خواہ وہ شاعر کے
مفہوم کی مکمل ترجمانی کرے یا نہ کرے چند مخصوص جذبات و کیفیات کی نمائندگی میں ضرور مدد
دیتی ہے۔ لفظ کی آواز اپنی صوتی خصوصیت کی اس وقت بھرپور ترجمانی کرتی ہے جب
وہ دوسرے الفاظ کے صوری زیر و بم سے امتزاج اور ارتباط پاتی ہے۔ مختلف لفظوں کے
مجموعی آہنگ کی تشکیل میں مصمتوں اور مصوتوں کی آوازوں کے ارتباط اور ٹکراؤ اور حرکت و
سکون ایک ایسا نغمہ پیدا کرتا ہے جو الفاظ کی معنوی دنیا سے قطع نظر شاعر کے احساسات او
جذباتی کیفیات کا غماز ہوتا ہے۔ اچھا شاعر ترتیب و توازن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپ
شعر میں ایک ایسا ترنم سمو دیتا ہے جو شاعر کے موڈ یا کیفیت مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ ہر نغم
چند خاص جذبات و احساسات کی نمائندگی کرتا ہے۔ طبل جنگ اور طاؤس و رباب کے نغمے
میں وہی فرق ہوتا ہے جو رزم اور بزم میں پایا جاتا ہے۔ معبدوں کے نغمے تقدس کا احساس
پیدا کرتے اور شادیانے سننے والے کے دل کو مسرت سے لبریز کر دیتے ہیں۔

ہزج اپنی صوتی و صوری خصوصیات کی بنا پر ایک خاص اثر آفرینی کی حامل ہوتی ہ
محمد قلی نے جو مختلف اوزان استعمال کیے ہیں ان کا تجزیہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ شعوری یا غیر شعور
طور پر شاعر نے بحر کے انتخاب میں موضوع کے مزاج اور اپنے جذبات و تاثرات کی رعایت
ملحوظ رکھا ہے حسن و عشق کے موضوعات محمد قلی کے مخصوص موضوعات ہیں اور اس نے ہزج
علاوہ ان کے اظہار کے لیے دوسری بحریں بھی استعمال کیں جو مختلف المزاج بحریں ہیں لیکن اع
شمار کی مدد سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ محمد قلی نے اپنی ایک تہائی سے زیادہ یعنی ۳۵٪ غزلی
اسی بحر میں کہی ہیں اور اس طرح ہم بحر ہزج کے نغمہ پرواز اوزان سے شاعر کی طبعی مناسبت
اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس طبعی مناسبت اور لگاؤ کی ایک فطری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بحر
انبساطی ہے محمد قلی کی کامیاب نغمہ ریز اور سرود آفریں زندگی، جو ساز و عشرت کی صداؤ
سے گونج رہی تھی خاصی مماثلت رکھتی تھی۔ مرثیے کے لیے بھی محمد قلی نے اسی بحر کو ترجیح دی
اور اس مترنم بحر کے تال اور سم کو لحن اور سینہ زنی سے بخوبی ہم آہنگ کیا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود محمد قلی کو اس کا احساس تھا کہ وہ بحروں کے انتخاب میں منفرد ہے اور اس فن میں دوسرے شعراء اس سے بازی نہیں لے جا سکتے چنانچہ ایک جگہ کہتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لٹی مجوراں میں

محمد قلی قطب شاہ نے ہندوستانی ماحول اور طرزِ فکر سے اپنی اثر پذیری کا اپنے اکثر اشعار میں اظہار کیا ہے لیکن یہ بات تعجب خیز ہے کہ فنی اعتبار سے ہندی اصنافِ سخن سے دلچسپی یا ہندی عروض سے خوشہ چینی کا رجحان اس کے یہاں نظر نہیں آتا۔ بعض صوفی شعراء نے کبھی کبھی ایسی بحریں بھی استعمال کی ہیں جو ہندی بحروں سے کچھ مطابقت ضرور رکھتی ہیں لیکن انھیں ہندی بحریں نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ ان میں ماترک یا ورتک کی باقاعدگی نہیں ہے۔ ان کا ہندی طریقۂ کار سے تجزیہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اکھشروں یا ماتراؤں کی تعداد میں فرق ہے۔ ہندی کے مشہور و معروف عروض داں جگناتھ پرساتھ بھانو نے اپنی تصنیف "چھند پربھاکر" میں یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ اردو کے قدیم شاعروں کے یہاں ایسی بحریں موجود ہیں جو ہندی چھندوں اور ہندی پنگل سے خاصی مشابہت رکھتی ہیں [۱] ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طرزِ فکر، طرزِ معاشرت، لباس اور دیگر معمولاتِ زندگی میں ہندوستانی رجحانات سے متاثر ہوتے ہوئے بھی محمد قلی نے فارسی اور عربی عروض کا احترام کیا ہے اور فنی اعتبار سے فارسی شاعروں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ غزل کا فن اور کینڈا بڑی حد تک ایرانی ہے۔ محمد قلی نے اپنے ہندوستانی مزاج اور معاشی میلانات سے اثر پذیری کے باوجود اس صنف کی فنی روایات کو اپنی اختراع پسندی پر قربان کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ فنی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے اس نے اپنی جدت طرازی کا ضرور ثبوت دیا ہے۔ مثال کے طور پر چہار در چہار یا مربع میں جس کی طرف بہت کم شاعروں نے توجہ کی ہے محمد قلی نے طبع آزمائی کی تھی۔

ردیف و قافیہ

ایرانی عروض اور اس کے فنی اصولوں سے اثر پذیری کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ محمد قلی

---

[۱] جگناتھ پرساتھ بھانو۔ چھند پربھاکر۔ صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ ۱۸۹۴ء۔

نے فارسی شعراء کی طرح ردیف اور قافیے کو ملحوظ رکھتے ہوئے غزلیں کہی ہیں۔ ولی کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ پہلا دکنی شاعر ہے جس نے فارسی شعراء کے اتباع میں اپنا دیوان ردیف وار مرتب کیا لیکن اس سے پہلے محمد قلی کے دیوان میں شعرائے عجم کے اس طرز کو اپنایا گیا ہے۔ مولوی عبدالحق اس غلط فہمی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"تحقیق نے جو غلطی کی گھات میں لگی رہتی ہے اس خیال کو چلنے نہ دیا۔ معلوم ہوا کہ ولی سے پہلے بھی شعرائے دکن نے اسی رنگ میں غزلیں کہیں اور مروّجہ طور پر ردیف دار اپنے دیوان مرتب کیے ہیں اس کا بین ثبوت سلطان محمد قلی قطب شاہ کا کلیات ہے۔"[1]

محمد قلی نے اپنی غزلوں میں ردیف کی پابندی ضرور کی ہے لیکن ہر جگہ قافیے کو ضروری نہیں سمجھا ہے۔ اس کی بیشتر غزلوں میں قافیے کا التزام نہیں۔ صرف پچاس فیصد غزلوں میں محمد قلی نے قافیے کی پابندی کی ہے۔ جدید دور میں قافیے کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے اس کی پابندیوں کے خلاف آواز بلند کی گئی تھی۔ قافیے کے لغوی معنی پیچھے آنے والا یا بار بار آنے کے ہیں۔ عربی میں ردیف کے بجائے قافیے کو اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ شعرائے عرب قافیے کی مدد سے شعر کے صوتی آہنگ میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے قافیے کے استعمال سے متعلق بہت سے اصول وضع کر لیے تھے۔ فارسی میں قافیے پر زیادہ قیود عائد نہیں جس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ شعر کے صوتی اثر میں اضافہ کرنے کے لیے وہ ردیف سے بھی مدد لیتے ہیں۔ موجودہ دور میں قافیے کے استعمال پر بہت سے اعتراضات کیے گئے ہیں حالی نے بھی اس طرف اشارہ کیا تھا۔ عظمت اللہ خاں نے لکھا تھا:۔ "اب وقت آگیا ہے کہ خیال کے گلے سے قافیے کے پھندے کو نکال دیا جائے۔"[2]

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر قافیہ کو مناسب طور پر استعمال کریں تو اس سے شعر کی موسیقیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ محمد قلی نے قافیے کو بڑی فنی چابکدستی کے ساتھ اپنی غزلوں میں برتا ہے۔ اس کی غزلوں میں قافیہ جذبات و احساسات کے اظہار

---

[1] مولوی عبدالحق۔ مضمون۔ "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" رسالہ اردو۔ جنوری ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۳

[2] عظمت اللہ خاں۔ سریلے بول۔ صفحہ ۳۵۔ مطبوعہ ۱۹۴۰ء

میں مانع نہیں بلکہ معاون ثابت ہوتا ہے۔ ایک غزل ملاحظہ ہو ے

سندر کے ادھر ہیں شکر تھے الذ ترنے بوسے نابات تر تھے الذ
چندر تو اہے جوت میانے لذیذ ولے مکھ سکی کا چندر تھے الذ
گھنگر والے تیرے لٹاں کے کھباں دسیں نیر پر کی لہر تھے الذ
کمل پھول پر تو سبھنور ہے لذیذ ولے مکھ پہ تج تل بھنور تھے الذ
ترے مکھ ہرن سم سو گنجن نہ آدے تیرے کیس ہیں مشک تر تھے الذ
خضر نیر تو جن پیوے سو جیو ئے دلے تج ادھر ہیں امر تھے الذ
گہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لئی دلے تج دسن ہیں گہر تھے الذ
بنی صدقے تج نیہہ شہر میں ہے قطبؔ نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

قافیے کا آخری حرف روی کہلاتا ہے جو اصل بھی ہو سکتا ہے اور زائد بھی۔ محمد قلی کے یہاں یہ زیادہ تر اصلی حیثیت میں استعمال ہوا ہے جس سے بھرپور معنویت کا اظہار ہوتا ہے۔

"مجموعہ لغات عربیہ[۱]" میں ردیف سے مراد وہ سوار ہے جو گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا ہو۔ ردیف دو طرح کی ہوتی ہے مستقل اور غیر مستقل۔ محمد قلی کی غزلوں کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے زیادہ تر مستقل ردیفیں استعمال کی ہیں حالیؔ نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ردیف دو الفاظ سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو اور وہ بھی ایسے ہوں جو مانوس ہوں۔ عروضیوں کا خیال ہے کہ مستقل ردیف فنی اعتبار سے بہتر ہوتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قافیہ اور شعر کے دوسرے الفاظ سے جس آہنگ کی تخلیق ہوتی ہے وہ شعر میں اپنی تکمیل کو پہنچ جائے، اور دونوں مصرعوں کے مجموعی آہنگ میں اضافہ ہو۔ محمد قلی کے صوتی شعور نے ردیف کے استعمال میں بھی اس کی اچھی رہنمائی کی ہے۔ کہیں اس نے ردیف میں دو اور اس سے زائد الفاظ بھی استعمال کیے ہیں اور اس سے اس کی قادر الکلامی ظاہر ہوتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کو فن پر کتنا عبور حاصل تھا۔ محمد قلی کی غزلوں میں ایک اور خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ اس نے جہاں دو یا اس سے زائد الفاظ کی ردیفیں استعمال کی ہیں وہاں قافیے کا التزام رکھا ہے۔

---

[۱] جلد اول. صفحہ. ۱۳۵۴ .

اکثر وہی غزلیں قافیے سے معرّیٰ نظر آتی ہیں جن کی ردیف میں صرف ایک لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ذیل کی جدول ملاحظہ ہو جس سے محمد قلی کی غزلوں میں ردیف و قافیے کے استعمال کے انداز کا پتہ چلتا ہے۔

قافیہ	ردیف (ایک لفظ)	دو الفاظ	تین الفاظ	چار الفاظ
۱۶۰ / ۳۰۹	۲۷۴	۲۸	۶	۱

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے محمد قلی نے فنی روایات کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی جدت طرازی اور اختراع پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس نے غزل کے فارم (FORM) کو کسی نئے تجربے سے آشنا نہیں کیا بلکہ ہیئت کے اعتبار سے اس کو جوں کا توں قبول کیا ہے لیکن موضوع اور اظہار کے پیکروں کی تخلیق میں تنوع پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ محمد قلی کی غزلوں میں ہندی اور فارسی اثرات کی آمیزش کا اظہار اس طرح بھی ہوا ہے کہ اس نے ایک ہی غزل میں ریختی کی روایات اور غزل کی فضا کو بہ اک وقت برقرار رکھنے کا تجربہ کیا ہے۔ کلیات میں بعض ایسی غزلیں بھی موجود ہیں جن میں عورت اور مرد دونوں اظہار عشق کرتے ہیں۔ ریختی اور غزل کے عناصر کا یہ انوکھا اور دلچسپ امتزاج بھی محمد قلی کی جدت طرازی کا اچھا ثبوت ہے۔ مثال کے طور پر ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

پیا میں پچھانی کہو کن سو مانی ۔۔۔ رکھی ہے تماری سو مکھ پر نشانی

گلابی نین راتی ماتی ہیں بھاری ۔۔۔ تمن مکھ تھے میں بھید لس کا پچھانی

پیاری کوں لاؤ سکیاں تم منا کر ۔۔۔ کہ منج بر ریں آج بھاری بہانی

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے

کہو عاشقاں دھرا اے رنگی کہانی

ایک ہی شعری کاوش میں ریختی اور غزل کی روایات کو سمونے کی کوشش کے پیچھے بہت سے نفسیاتی اور سماجی محرکات کارفرما نظر آتے ہیں۔ نفسیاتی طور پر اس کے ہندلمانی

مائل کیا دوسرے یہ کہ سیاسی تقاضوں کے زیر اثر یکجہتی اتحاد اور یگانگت کے جذبے نے بھی مقامی رنگ سے اثر پذیر ہونے پر اکسایا۔ ابراہیم قطب شاہ نے مذہبی اور قومی یکجہتی کی جو خوشگوار فضار پیدا کر دی تھی، محمد قلی نے اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کی تھی۔

نعت میں بھی جو خالص مذہبی نظم ہے محمد قلی نے ہندوستانی ماحول کے زیر اثر ریختی کا انداز اختیار کیا ہے۔ محمد قلی کی نعت کے چند شعر ملاحظہ ہوں ے

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب
حکم دے دیا نور جوں ماہتاب
بنی ناوں لے کر کسی تھے نہ ڈر
توں سنتری نمن دے دندیاں کوں سوتاب
نہ بھاوے منجے پیو بن ہوا کچ
میں تیری ہوں چنیری منجے آپ راب
نہیں ہیم میں کوئی شہنشاہ مثال
صہی مان یہ بات کوں شیخ وشاب
پھرے ہیم میداں میں دو شہسوار
سہلیاں سبھی چومیں اس کارکاب

ان اشعار میں ہندوستانی شاعری اور بالخصوص برج بھاشا کی کویتا کے کرشن اور گوپیوں کے تصور سے اثر پذیری کا عکس نمایاں ہے۔

موسیقی سے دلچسپی اور اشعار کی موسیقیت

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے بحروں کے انتخاب میں محمد قلی کے صوتی شعور نے اسکی اچھی رہبری کی ہے۔ اس نے مترنم بحریں استعمال کی ہیں اور ردیف اور قافیے کے ذریعے سے بھی شعر کے آہنگ کی تشکیل میں مدد لی ہے۔ محمد قلی کی نجی زندگی بڑی رنگین اور پُرمسرت تھی اس کے محلات میں راگ رنگ کی محفلیں منعقد ہوتیں اور رقص و سرود سے شاہی مجلسوں کی رونق میں اضافہ کیا جاتا تھا اس ماحول میں محمد قلی کا موسیقی اور راگ راگنیوں سے دلچسپی لینا ایک فطری امر معلوم ہوتا ہے۔ محمد قلی کے کلیات میں اکثر جگہ ایسے اشارے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا

ہے کہ وہ موسیقی اور رقص کے فن سے نہ صرف غیر معمولی شغف رکھتا تھا بلکہ ان سے اسے اچھی واقفیت بھی تھی۔ محمد قلی کی شاعری سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ موسیقی کا اتنا دلدادہ تھا کہ مظاہر فطرت اور موسموں کی مرقع کشی کرتے ہوئے ان میں بھی اس کی نظر موسیقیت کے عناصر کو تلاش کرلیتی تھی۔ ایک نظم میں جہاں اس نے "انبر پر میگھا" چھا جانے اور "نیلی رت" کی آمد کا نقشہ کھینچا ہے وہیں کوئل کی کوک اور پپیہے کے گیت کا بھی ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "چمن میں بہار کے راگ" گائے جا رہے ہیں۔ اس موقعے پر اس کے کانوں میں مینڈکوں کے تال اور "پنچھاوج کے نغمے" گونجنے لگتے ہیں ؎

عشق کے بنے بن سو پک ناد گاوے
پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی
چمن نا دسوں تال دادُر بجا دے
جو بن کی پکھاوج بجا دے سہانی

پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں — مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
گرج بادل تھے دادُر گیت گاوے — کوئل کوکے مو پھل بن کے خیالا

"باغ محمد شاہی" محمد قلی کی ایک اچھی توضیحی نظم ہے جس میں درختوں کی سبزی، باغ کی فرح بخش فضاؤں اور میووں کے اشجار کی خوبصورت تصویریں پیش کی گئی ہیں لیکن اس نظم کی تان بھی اس شعر پر ٹوٹتی ہے ؎

امنگاں آپ امنگاں سوں الس میں آپ مل ناچیں
تننتا کا تنن ناچیں ہونے تن تن تنن سارا

ہندوستانی ساز

محمد قلی کی موسیقی کے فن سے دلچسپی کا اظہار اس طرح بھی ہوا ہے کہ اس کی نظموں میں مختلف ہندوستانی باجوں کے بکثرت نام ملتے ہیں۔ مردنگ، شنکھ، طنبورہ، کھنگری (ایک قسم کی بین) مندل (ڈھول) بین ٹم ٹمیاں، دمامے اور طبلے کا اس نے بار بار ذکر کیا ہے۔ "دی میوزک آف انڈیا (THE MUSIC OF INDIA) کے مصنف نے جو بھارتیہ سنگیت ودیالیہ

دہلی کے پرنسپل رہ چکے ہیں ان ہندوستانی باجوں کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے موسیقی کے فن میں ان کی اہمیت سے بحث کی ہے[1]۔ عبدالحلیم شرر نے "ہندوستان کی موسیقی" میں لکھا ہے:۔

"جن فنون کے ذریعے سے جذبات انسانی کا ظہور ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ جس فن سے انسان نے کام لیا ہے...... وہ موسیقی ہے"[2]

جذبات انسانی سے تعلق رکھنے والے اس فن سے محمد قلی کے فطری لگاؤ کا ثبوت اس کے اشعار ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے ایک ایسے ماحول کی عکاسی کی ہے جس کی فضاؤں میں نغمے گھل رہے تھے، نغمہ اپنے سُروں اپنے لیے اور اپنے زمزموں سے جذبات انسانی کی سچی تصویر کھینچ دیتا ہے۔ جن مختلف ہندوستانی سازوں کے نام محمد قلی کے کلام میں باربار ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں ے

کماچ :۔ معانی علی دم تھے خوش ہے ہوا
کہو مطربان کو بجاؤ کماچ

سنکھ مرے سنگ مل بجاتی شنکھ گاتی اسنگھرا ابھرن
سری داگاں جو گاتی استری توں منجکوں بھاتی ہے

پکھاوج :۔ نین بھاؤ مستیں پکھاوج بجائے
پرم چوری پر بند بھاؤ اں دکھائی

ٹمٹماں :۔ سورج چند اپے تال ہو کر بجیں نت
منڈل ہو فلک ٹم ٹمیاں بجایا

منڈل :۔ بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں
الاپیں مشتری ہور زہرہ سرے پنچمی کا

طنبورے جنتر :۔ رنج جوڑے ڈھلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل
طنبورے بسر کے سب جنتر سے ہوا فارغ

---

[1] سری پاڈا بندوپدھیائے۔ دی میوزک آف انڈیا۔ صفحہ ۷۰

[2] عبدالحلیم شرر۔ "ہندوستان کی موسیقی" صفحہ ۱۔ ۱۴۰

طنبورا:- کنگیسری میں اپ راگ گا کر
دھن ہت سوں پیالے میں موکوں پلائے

وین:- سکیاں چن بند کمل وینیاں بجاتیاں امرتیاں وینیاں
امنگ سوں باجے ارت وینیاں سرح ہوئیں جنتراں خوشیاں

پروفیسر ہارون خان شیروانی لکھتے ہیں کہ محمد قلی نے اپنے دورِ حکومت میں رقص و موسیقی کی خاطر خواہ سرپرستی کی تھی[۱]

راگ اور راگیناں

محمد قلی کے فن موسیقی سے آشنا ہونے کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ اس نے اپنے اشعار میں مختلف راگ راگنیوں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں۔ گوری، دھناسری، ملہار، آساوری، "پنچمی کا سُر" اور کھاوج کا اس نے اپنے کئی اشعار میں ذکر کیا ہے۔ "اے ٹری ٹیز آن دی میوزک آف ہندوستانی" کے مصنف اس کتاب کے ایک باب میں جس کی سرخی "موسیقی اور جنس" ہے لکھتے ہیں کہ موسیقی دو طرح سے انسانوں کو متاثر کرتی ہے۔ موسیقی سے بعض افراد کی روحانیت جاگ اٹھتی ہے اور بعض موسیقی سے اس طرح اثر پذیر ہوتے ہیں کہ یہ ان کی عیش پرستی کی مہمیز کرتی ہے[۲]۔ محمد قلی کے یہاں راگ کا تصوّر یہ ہے کہ وہ مے و نغمہ کو "اندوہ رُبا" سمجھتا ہے اس لیے وہ "سکی" سے راگ چھیڑنے اور صراحی "اٹھانے" کی التجا کرتا ہے۔ سری پاڈا بندو پدھیائے نے راگ کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ مخصوص اصوات یا سُر کا مجموعہ ہوتا ہے، جو سننے والے کو مسرّت و انبساط سے معمور کر دیتا ہے اپنے بیان کی تصدیق میں انھوں نے سنسکرت کا یہ قول نقل کیا ہے:-

चोडंथ घवनिविर्शषस्तु स्तर्रवणवि भूषित: ।
रंजको जन्नियन्तानां स रारा कश्येतबु घे : ॥ [۳]

---

[۱] پروفیسر ہارون خان شیروانی۔ محمد قلی قطب شاہ (انگریزی) صفحہ ۱۲۴۔

[۲] ایچ اسرنگوے۔ "اے ٹری ٹیز آن دی میوزک آف ہندوستانی"، صفحہ ۱۴۱

[۳] سری پاڈا بندو پدھیائے۔ میوزک آف انڈیا۔ صفحہ ۶۸۔ ۶۷

مغرب کے مشہور ماہر موسیقی جان فالڈ اپنی کتاب "میوزک ٹوڈے" میں لکھتے ہیں کہ موسیقی انسانی جذبات کے لیے فرح بخش ثابت ہوتی ہے[1]۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں موسیقی کی اسی خصوصیت کی طرف اشارے کیے ہیں۔ اس کے اشعار میں مختلف راگ، راگنیوں کا ذکر موجود ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

اساوری:- دیوا عشق روشن ہور تج نین کے رے شاب سوں
ساتو سُراں گا کر سکی آلا پتی اساوری

دھناسری:- صباحی راگ گا کر منج صبا کے تحت سبلاؤ
دھنا سری کا کہہ دھن منج کوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے

گوری:- کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جینوں
سو سارنگ نینی سب رنگ میں سو رنگاں سوں سہاتی ہے

کلیان:- کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زھرہ کلیاں گایا

بسنت:- جو بن حوض میں نو رتن رنگ بھرے
بسنت راگ گاؤ سہایا بسنت

ملہار (رام کلی):- سبھی راگاں کے گل پھل ہار بلہارے سو ملہارا
جو گاوے رام کیری رام کر راون رجھاتی ہے

لکھنؤ کے واجد علی شاہ اختر اور دکن کے عادل شاہی حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کو موسیقی سے غیر معمولی لگاؤ تھا اور وہ اس فن سے بخوبی واقف تھے۔ یہی حال محمد قلی کا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی خود بھی موسیقی کی محفلوں میں عملی طور پر حصّہ لیا کرتا تھا۔ اس کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

مرے سنگ مل بجاتی سنکھ گاتی سنکھرا ابھرن
سری راگاں جو گاتی آستری تو منج کوں بھاتی ہے

سنکھ (شنکھ) ایک آلۂ موسیقی ہے جس کا دکن میں آج بھی رواج ہے۔ سنکھرا ابھرن،

---

[1] جان فالڈ۔ میوزک ٹوڈے۔ صفحہ ۳۶

کیدار بلاول سے اخذ کیا گیا ہے جس کی چار قسمیں ہیں۔ سدھ سنکھرا اور سنکھرا ابھرن ان میں زیادہ مقبول ہیں۔ محمد قلی اپنے ایک اور شعر میں کہتا ہے ؎

الاپے کانرا کنـرا کماں بھوں کا چڑاتی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

اس شعر میں کانرا (کانڑا) سے مراد دیپک راگ کی ایک راگنی ہے جو سات سروں پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کا سرگم "نسرگم پدھ" ہے۔ یہ راگنی جیٹھ اساڑھ مطابق مئی اور جون سے مخصوص ہے، اور اوّل شب گائی جاتی ہے۔ کنرا، کنڑا یا کرناٹکی دکن کا ایک پسندیدہ راگ ہے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ھ - ۱۰۳۷ھ) جو موسیقی کا ماہر سمجھا جاتا ہے اس نے اپنی مشہور تصنیف "نورس" میں اس راگ سے اپنی غیر معمولی رغبت کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں :-

"کتاب نورس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم عادل کو سب سے زیادہ کنڑا راگ پسند تھا"[۱]

ایک قصیدے میں محمد قلی نے بزمِ نشاط کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا ہے ؎

بدل تمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں
الاپیں مشتری ہور زھـرہ سُر لے پنچـمی کا

ناگ سُر کو موسیقی کی اصطلاح میں ناگ دھن کہا جاتا ہے۔ یہ سوہو۔ ملہار اور کدارا سے ماخوذ ہے۔

محمد قلی نے جن راگینوں کا ذکر کیا ہے اس میں اساوری، دھناسری، گوری ملہار، کلیان بسنت اور رام کلی بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔ اساوری ایک ایسی راگنی ہے جو سری راگ سے ماخوذ ہے اس کے پانچ سر ہوتے ہیں۔ سرگم "دھن سمپ" ہے۔ چوں کہ اس راگنی کا تعلق سری راگ سے ہے اس لیے اس کا موسم بھی اگھن پوس مطابق نومبر دسمبر ہے۔ اور اس کا خاص وقت بعد چاشت ہے۔ یہ راگنی دن کے دس بجے سے ایک بجے تک گائی جا سکتی ہے۔ اساوری راگنی پور باراگوں کے بعد اور سندھی پرکاش راگوں سے قبل گائی جاتی ہے لیکن "دی میوزک

۱۔ ڈاکٹر نذیر احمد۔ تحقیقی مطالعے ...

آف انڈیا،" کے مصنف سری پاڈا بندو اس کو دیپک راگ کی ایک راگنی تصور کرتے ہیں۔[1]

دھنا سری بھی ایک راگنی ہے مردان علی خاں نے اس کو اساوری کی طرح سری راگ سے ماخوذ بتایا ہے۔[2] اس کے سروں کی تعداد چھ ہوتی ہے اور اس کا سرگم "سرگ پدھن" ہوتا ہے۔ اس کا موسم اگھن پوس مطابق نومبر دسمبر ہے اور اس کا مخصوص وقت آخر روز ہے۔ یہ راگنی بالعموم دن کے چار بجے سے شام کے سات بجے تک گائی جاتی ہے۔ دھنا سری عوام اور خواص دونوں میں مقبول ہے۔

گوری راگنی مالکوس راگ سے نکلی ہے۔ یہ پانچ سروں پر مشتمل ہوتی ہے اس کا سرگم "سگم دھن" ہے۔ گوری راگنی کا خاص موسم ماگھ پھاگن مطابق جنوری فروری ہے۔ گوری راگنی آخر روز گائی جاتی ہے۔ اس کا خاص وقت دن کے چار بجے سے شام کے سات بجے ہے۔

ملہار راگنی میگھ راگ سے ماخوذ ہے اس کے سروں کی تعداد پانچ بتائی جاتی ہے اور اس کا سرگم "دھن سگم" ہے۔ یہ ساون بھادوں مطابق جولائی و اگست کے موسم سے مخصوص ہے ملہار راگنی کا خاص وقت نصفِ شب ہے۔

کلیان راگنی سات سروں پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کا سرگم "گ پاس" ہے۔ کلیان راگنی کے متعلق مردان علی خاں لکھتے ہیں کہ یہ راگنی کسی خاص راگ سے متعلق نہیں ہے[3] اس کا مخصوص وقت شام کے سات بجے سے رات کے دس بجے تک ہے۔[4]

بسنت راگنی سری راگ سے ماخوذ ہے۔ یہ سات سروں پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کا سرگم "سرگم دھن" ہے۔ بسنت راگنی کا خاص موسم اگھن پوس مطابق نومبر دسمبر ہے۔ اس راگنی کا خاص وقت نصف النہار سمجھا جاتا ہے۔ اس کو بالعموم دن کے ایک بجے سے شام کے چار بجے تک گایا جاتا ہے۔

رام کلی (جسے محمد قلی رام کیری کہتا ہے) ایک مشہور راگنی ہے جو ہنڈول راگ سے ماخوذ

---

[1] سری پاڈا بندو پدھیائے۔ دی میوزک آف انڈیا۔ صفحہ ۶۴

[2] مردان علی خان غنچۂ راگ۔ صفحہ ۲۰۔ نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۷ء

[3] " " " " ۲۵ " "

[4] محمد عبدالباقی۔ تشریح در بیان علم موسیقی۔ صفحہ ۲۲

ہے یہ پانچ سروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کا سرگم "سگم دھن" ہے۔ چیت بیساکھ مطابق
مارچ و اپریل اس کا مخصوص موسم سمجھا جاتا ہے رام کلی عام طور پر صبح کے وقت گائی جاتی ہے۔
راگنیاں چھ مختلف راگوں بھیروں، مالکوس، سری راگ، میگھ، ہنڈول اور دیپک سے نکلی
ہیں۔ بھیروں راگ سے بھیروی۔ ببراری، مدھ مادھ سندھوی اور بنگال راگنی ماخوذ ہیں مالکوس
راگ سے توڈی، گوری، کنگلی، کنبھاوتی اور گلپ راگنیاں نکلی ہیں۔ سری راگ سے دھنا سری،
اساوری، مارو، بسنت اور مالسری حاصل کی گئی ہیں۔ میگھ راگ سے جو راگنیاں نکلی ہیں۔ وہ بھوپالی
گوجری، وسیکار، ملار اور تلک ہیں۔ ہنڈول راگ سے ماخوذ راگنیاں رام کلی، للت، پٹ منجری
بلاول اور دیو ساکھ ہیں۔ دیپک راگ سے نٹ کانڑا، کامودھ دیسی اور کیدار راگنیاں نکلی
ہیں [1]

غنائی شعور

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی سے شغف اور واقفیت نے محمد قلی میں ایک خاص غنائی
شعور پیدا کر دیا تھا۔ وہ موسیقی کا اتنا دلدادہ تھا کہ اس نے اپنی غزلوں کے لیے بھی ایسے الفاظ
منتخب کیے ہیں جن میں نغمگی کی کمی نہیں۔ محمد قلی نے مترنم الفاظ کی تکرار سے بھی اشعار میں موسیقیت
اور غنائیت پیدا کی ہے۔ ایک غزل کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو ے

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سرخوش
مدن سرخوش سین سرخوش اجھن سرخوش نین سرخوش
نبی صدقے قطب بھوگن رین دن عیش کرنے تھے
یوں سرخوش مدن سرخوش جگن سرخوش مکھن سرخوش

ایک اور غزل کے یہ اشعار جن میں الفاظ کی تکرار سے ترنم کی کیفیت پیدا کی گئی ہے
ملاحظہ ہوں ے

مدن مست بدل مست کجن مست پری مست — ہوئی مست یوں مست لگن مست پری مست

---

[1] دو د رائے۔ تحفۂ موسیقی۔ صفحہ ۱۳

چڑھی مست بھی مست ہوئی مست رہی مست
مکھ مست سدا مست سین مست پری مست
پری مست پیوں مست سرا مست ہوئی مست
ملی مست کھینچی مست اسن مست پری مست

تکرار صوت سے ترنم کی تخلیق

شعر میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو کسی چیز سے پیدا ہونے والی آواز کو ظاہر کرتے ہیں تو اس صفت کو انگریزی ادب میں (ONDWALOPOEIAI) "الونومیٹومی" کہا جاتا ہے۔ اس صفت کا بھرپور تاثر الفاظ کے صوتی حسن اور غنائیت کا آفریدہ ہوتا ہے۔ محمد قلی کے کلیات میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ؎

بجاتے دن دنا تم تم پلاتے گاوتے چھند سوں
خوشیوں پاتراں انچل کوں نچایا برس گانٹھ
کرنے نظارے ہو کے پیاں مے مست سہلیاں
ملگ ملہار بھونر گائے سوتن تن سمناں میں
بنی صدقے تے دائم قطب شاہ انند سوں
کریں سھوگ دن کے تنن تن تلا تلا
سلیمان دوجی ان کی صبا بارا خبر لیایا
ترنائے ترن تاراں بجا کر دل چھپا ہے اب

محمد قلی نے بعض اشعار کو خاص حروف کی تکرار سے بھی مترنم ریز بنا دیا ہے۔ کبھی وہ ایک خاص حروف کو تکرار کے ساتھ اس طرح برتتا ہے کہ اس سے شعر کے مجموعی آہنگ میں ایک نئی جھنکار کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور کبھی ہم قافیہ الفاظ کی مدد سے موسیقیت کا جادو جگانے کی کوشش کرتا ہے ؎

قطبِ زماں حکم رواں تل جاوداں رہے یو جہاں
امن و اماں سوں کر علی جو تھے حکم یوں لائے ہیں

رین سب شہہ سوں مل جاگی سو چھب نیر کا ہے پیاری کا
نین ملتے الک بکھرے اثر گھ لتا خماری کا
چلے اٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہہ مد سوں متوالی
انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا
چنچل کا مکھ چھبیلا ہے دھر امرت رسیلا ہے
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندرا رات ساری کا
دیپے جو گاہ سوا گھے ڈوبے کیا ہے ڈر
مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر
گھن گرو وہ گھنٹ مست جھنک ساز کر چلے
سونا و سنک مست مٹی جائیں ھار ڈر
دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کندن ہے ذقن
سنے سینے پر کچ رتن کئیں ایسی کس کوئی یوگ ری

مختصر یہ کہ شعر میں ترنم پیدا کرنے کی کبھی شاعر نے قریب المخرج الفاظ سے مدد لی ہے تو کبھی تکرار اور ہم قافیہ لفظوں کی مخصوص نشست اور در و بست سے۔ شعر کی صوتی اثر آفرینی میں اضافہ کرنے کے یہ طریقے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دکنی شعراء میں محمد قلی ہی سے مخصوص ہیں۔

"میوزک ٹوڈے" کے مصنف جان فالڈ لکھتے ہیں کہ لفظ عام گفتگو میں غیر اہم سہی لیکن شاعری میں اس کے برمحل استعمال سے شعر کی پوری فضاء بدل جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ، فصل کاٹتے وقت گائے جانے والے گیتوں اور مچھلہاروں کے نغموں سے لے کر باقاعدہ شاعری تک الفاظ کی موسیقیت کے سہارے فنکار اپنے جذبے کو پُراثر بنانے میں مدد لیتا ہے [1]۔ جان فالڈ نے، (TOHN FOULD) ڈبلیو، بی زیٹس کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض اچھے شاعروں کے یہاں الفاظ کی غنائیت کی ایسی فراوانی ہوتی ہے کہ یہ داخلی موسیقی سازوں کے استعمال سے بھی بے نیاز ہو جاتی ہے۔

---

[1] جان فالڈ۔ میوزک ٹوڈے۔ باب پنجم۔ صفحہ ۶۷

لفظوں کا آہنگ

بعض شاعروں میں الفاظ کی پرکھ کا ایک خاص سلیقہ موجود ہوتا ہے۔ وہ کلام کے صوری حسن کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرتے اس لیے الفاظ سے پیدا ہونے والے آہنگ کو ان کے یہاں خاصی اہمیت ہوتی ہے۔ کولرج (COLRIDGE) نے ایک جگہ لکھا تھا کہ موسیقی کے انبساط کا احساس اور اس کو خلق کرنے کی قوت تخیل کا عطیہ ہوتے ہیں [۱]۔ محمد قلی کا کلام اس "قوت" سے عاری نہیں۔ محمد قلی کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کلام میں الفاظ کا آہنگ امیجری کو ایک نئی توانائی عطا کرتا ہے۔ الفاظ میں مصمتوں اور مصوتوں کی خاص ترتیب، ان کے اتصال اور امتزاج سے ایک مخصوص آہنگ کی تخلیق ہوتی ہے اور صوتی حیثیت سے ان کا ایک اجتماعی پیکر تیار ہوتا ہے جو شعر کے معنوی تاثر کے پس منظر میں ایک مخصوص صوری تاثر کو ابھارتا اور سامع کے ذہن پر اپنا منفرد اثر مرتسم کرتا ہے۔ شاعری میں الفاظ و علائم کی رمزیت ہر دور میں ایک نیا روپ اختیار کرتی اور نئی معنویت کی حامل بن جاتی ہے۔ ایک ایسے دور میں جب زبان ان گھڑ اور کھردری سی تھی محمد قلی نے اس کے محدود لفظی خزانے سے اس خوبی کے ساتھ استفادہ کیا ہے کہ اس کے فنی شعور کی داد دینی پڑتی ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ شعر کا آہنگ محض صوتی اثرات کا رہین منت نہیں ہوتا بلکہ آواز و مفہوم صوت و معنیٰ باہم دگر اس طرح خلط ملط ہوتے ہیں کہ انھیں علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور شعر کا مجموعی تاثر ان ہی کے اخراج کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یعنی کہ شعر کے حقیقی آہنگ کا ابھار نہ صرف صوتی سر اور تال، الفاظ کی حرکات و سکنات اور ان کی تنظیم ہی پر موقوف ہے، بلکہ ان کا اندرونی ربط جذباتی بہاؤ اور اس کے زیر و بم سے ہوتا ہے اچھے شعر میں مطالب اور موثرات ایک دوسرے میں مدغم ہو کر ابھرتے ہیں لہجے کی لچک اور آواز کی درد مندی یا انبساطی کیفیت الفاظ، مطالب اور ان کے جذباتی تموج کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ محمد قلی کے طرز ادا کی خوبی یہ ہے کہ شعر کی خارجی موسیقی اس کے مفہوم سے ہم آہنگی رکھتی ہے۔

---

[۱] کولرج۔ باقیات۔ صفحہ ۷۲

۱۸۱

سادگی وبیساختگی

محمد قلی کے طرز ادا میں روانی سادگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ زبان کی قدامت سے قطع نظر اس کے اشعار سادگی ادا کے بہترین پیکر ہیں۔ اس نے اپنے دور کی عام فہم اور سلیس زبان استعمال کی ہے یہی وجہ ہے کہ مرورِ زمانہ کے باوجود آج بھی اس کے اشعار بآسانی سمجھ میں آتے ہیں اور سننے والے ان کی صفائی اور روانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ محمد قلی کے اشعار میں جاذبیت رنگینی اور دلنشینی کی کمی نہیں۔ محمد قلی کے اس سادہ و رنگین تغزل نے اس کی شاعری میں ایک نئی آب و تاب اور رعنائی پیدا کر دی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں جو روانی، سادگی اور بیساختگی کا اچھا نمونہ ہیں ؎

چھبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی　　کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی
تیرے نین دو پھول نرگس تھے زیبا　　نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے
نہ سم اس کے آنگے ہیں کوئی دو دھارے
سکیاں میں ہے تو مرگ نینی چھبیلی
سجن کو نہیں ہوتے تج تھے کنارے
عجب چنچلائی ہے تیری نین میں
کہ کھنجن کمن ایک تل کیئیں نہ گھارے

مکی آپی تو سائیش سمجھاونا　　مندر میرے سمجھاؤ کر لیا وَنا
مجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا　　الستکار سوں سائیں مکانا
پیا ہات میں ہے مرا اختیار　　مج اپنا کیا ہے موہن بھاوَنا

انفرادیت

جب ہم محمد قلی کے طرز ادا کا مقابلہ اس دور کے دوسرے شاعروں سے کرتے ہیں تو ہمیں محمد قلی کی انفرادیت، تشبیہات کی جدت، طرز اظہار کی ندرت اور دلفریبی کا

مخصوص لب و لہجے کے غماز ہیں ؎

پیا باج پیالہ پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا
قطب شاہ نہ دو منج دوانے کوں پند
دیوانے کوں کچھ پند دیا جائے نا

بن سیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں
ٹک آکے کرو گشت چمن جی اٹھے سارا

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا
نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا

او کنول مکھ میں نیر ہے پسندر
اس کے آگے تنک شراب کہاں

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز ہے
ڈر نہیں منجکوں سپر تمنے جو دلدار ابچھیں

تج بن پیارے نیند نیناں میں منج آتی نہیں
رینی اندھاولی ہے کھٹن تج بن کٹی جاتی نہیں

اس پیچناں کی نادسوں منج نیند جاوے نین تھے
کن کی دعا کس سحر سوں باطن کروں اے سامری

وعدہ بیتارے کا توں مجے دے ہے ہیم سوں
بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

مرا من ہے کندن منجے کی کساتے
بنی کم سنائی ہے تس آزماتے

سجن قد سرو سوں منج دل بندھانا
لپٹتی رو کہ کمسوں جوں کونلی بیلی

دکن کے ایک محقق اکبرالدین صدیقی محمد قلی کے طرز ادا اور اس کی زبان کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

محمد قلی نے اپنی شاعری کے لیے اپنے دور کی معیاری زبان استعمال کی ہے۔ عوام کی بولی سے وہ بدرجہا معیاری ہے اگر اس کا مقابلہ اس کے قریب ترین معاصر حضرت برہان الدین جانم بیجاپوری کے ارشاد نامہ سے کیا جائے تو بڑا فرق نظر آتا ہے،،[۱]

جدت ادا، شیرینی، موزونی طبع، تخیل کی بلندی، جودت، معنی آفرینی اور طرزِ ادا کی دلکشی اور مٹھاس نے محمد قلی کی شاعری کو اپنے دور میں تو بے انتہا مقبولیت عطا کی تھی لیکن آج بھی یہ خصوصیات اس کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کرنے پر ہمیں مجبور کرتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محمد قلی کو اپنے کلام کی انفرادیت اور اپنے طرز خاص کی اہمیت کا احساس تھا چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

قطب شہ نبی صدقے اپی کیا ہے
نوا طرح جگ میں بچن کو مرصع
اگر محمودؔ ہور فیروزؔ بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے
ہوئے تج وصف نا کرسک ظہیرؔ ہور انوریؔ بیہوش

قادر الکلامی

حقیقت یہ ہے کہ محمد قلی جیسا قادر الکلام شاعر اور زبان دان اس کے ہمعصر شعراء اور اس سے ماقبل کے شعراء میں کوئی نہ تھا۔ اس نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی اور اپنے زورِ کلام کا لوہا منوایا۔ اظہار و ابلاغ کے پیکروں کو اس نے جس خوبصورتی اور سلیقے کے ساتھ برتا ہے وہ اس لیے بھی قابلِ تحسین ہے کہ اس وقت اردو شاعری عہد طفولیت میں تھی۔ طرزِ ادا کا رچاؤ اور پختگی اور زبان کی صفائی اور بے تکلفی ایک تعجب خیز بات معلوم ہوتی ہے۔ محمد قلی کے کلیات میں ایسے بہت سے شعر ہیں جن میں اس نے شاعرانہ تعلّی سے کام لیا ہے اور اس قسم کے اشعار کی اردو شاعروں کے یہاں کمی نہیں محمد قلی نے اپنے کلام کا مقابلہ دکنی شاعروں سے کرتے ہوئے اپنی شاعری کو زیادہ قابلِ قدر اور بلند پایہ

---

[۱] اکبر الدین صدیقی۔ انتخاب محمد قلی قطب شاہ۔ دیباچہ۔ صفحہ ۸

بتایا ہے یہی نہیں بلکہ اس نے فارسی شعراء جیسے حافظ انوری خاقانی عنصری اور نظامی کے کلام سے اپنی شاعری کو افضل بتایا ہے اور اس کے گرانقدر اور بے بہا ہونے کا دعویٰ کیا ہے فارسی شاعروں میں محمد قلی حافظؔ سے قریب نظر آتا ہے حافظؔ کے اس مسلک میں کہ ؎

خوش بخور و خوش بدار ایام را

محمد قلی کو اپنے مشرب کی جھلک نظر آتی ہوگی۔ ڈاکٹر زورؔ نے "کلیات محمد قلی قطب شاہ" کے دیباچے میں لکھا ہے:۔

"محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمے کی کوشش ہے[۱]"

حافظؔ سے اثر پذیری

حقیقت یہ ہے کہ محمد قلی نے حافظؔ کی شاعری کے مادی پہلو سے زیادہ خوشہ چینی کی تھی جیسا کہ اس سے قبل کہا جاچکا ہے محمد قلی کے بعض اشعار میں جو متصوفانہ شاعری کا پرتو موجود ہے وہ محض "برائے شعر گفتن" محسوس ہوتا ہے۔ محمد قلی نے حافظؔ کی جن غزلوں کا "ترجمہ" کرنے کی کوشش کی ہے وہ سب کی سب بڑی حد تک مجازی محبّت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں جیسے حافظ کی یہ مشہور غزلیں ہیں ؎

۱۔ بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم

۲۔ گل بے رُخِ یار خوش بنا شد
بے بادہ بہار خوش نہا شُد

۳۔ یوسف گم گشتہ باز آید بکعناں غم مخور
کلبہ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

۴۔ آنکس کہ بدست جام دارد سلطانی جم مدام دارد

---

[۱] ڈاکٹر زور۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ دیباچہ۔ صفحہ ۴۶

ان غزلوں میں بظاہر نہ تو تصوف کے اسرار و رموز کی تشریح ہے نہ کسی روحانی تجربے کا عکس ہے اور نہ ہی کسی صوفیانہ تجزیئے کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ غزل کے اشعار میں وہ ایمائیت و رمزیت اور اس کی علامتوں میں وہ ہمہ گیری اور لچکداری موجود ہوتی ہے جو مختلف تجربات و احساسات پر چسپاں ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ محمد قلی کو تصوف اور عشق حقیقی سے کوئی فطری اور طبعی مناسبت نہیں تھی اس نے دُنیائے آب و گل کی مادّی محبّت میں ڈوب کر شعر کہے ہیں مجاز اپنی تمام رعنائیوں اور بانکپن کے ساتھ محمد قلی کی شاعری میں جلوہ گر ہوا ہے۔

تخلّص کا استعمال

محمد قلی ایک پُر گو شاعر تھا اور اس نے ایک ضخیم کلیات اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ اس پہلے صاحب دیوان شاعر کی ایک اور انفرادیت یہ ہے کہ اپنے کلیات میں اس نے جتنے تخلص استعمال کیے ہیں شاید ہی کسی شاعر نے کیے ہوں۔ تخت نشین ہونے کے بعد محمد قلی نے ابوظفر سلطان محمد قلی قطب شاہ لقب پایا تھا۔ اس زمانے کے کتبوں اور فرامین وغیرہ میں اس کا یہی لقب موجود ہے لیکن خانگی تحریروں میں وہ خود کو "غلام علی محمد قلی قطب شاہ" لکھا کرتا تھا چنانچہ جب سنہ ۱۰۱۱ھ میں اس نے گولکنڈے میں حسینی علم استاد کیا تو یہی لقب اس میں تحریر کروایا تھا۔ محمد، محمد شاہ، محمد قلی، محمد قطب، قطب، قطب زماں، قطب شہہ، محمد قطب شہہ غازی، محمد قطب شہہ راجہ، محمد قطب شہہ سلطان، قطب شہہ نواب، معانی، قطبؔ معانی، محمد قطب شاہ ترکمان اور ترکمان تخلص اس کے کلیات میں موجود ہیں۔ یہ تخلص اس نے بلالحاظ موضوع و محل استعمال کیے ہیں اور کہیں کہیں رعائت لفظی کی مناسبت سے بھی۔ ے

قطبؔ

کرنا ہے شاہی قطبؔ محمد کے ناتو تھے
تو داس ہو رہیا ہے محمد کے گھر کا اس

محمد قطب شہہ :-

محمد کی غلامی تھے محمد قطبؔ شہہ ہشہ ہے
اسی برکت تھے دائم سب خوارج کوں جلا دیا

ترکماں :- بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن واماں تمنا تھے قطبا یا علی

محمد قطب شہہ ترکماں :- گنائے نبی کے جو مولود انند اں
ہمایوں محمد قطب شہہ ترکماں

قطب زماں :- صدقے جم راج کر قطب زماں آنند سوں
قدرت تھے کہکش آئے کر دندیاں کے سو آرام ہوا

معانی :- سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
تیرے درین مدعا کا در نہیں اے بادشاہ

قطب شہہ :- قطب شہہ نبی داس نن پن تھے ہے
تو او نانوں کے دھاک تھے دندے بھاجے

محمد شہہ :- محمد شہہ ہے اس زمانے کا شاعر
سی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی

محمد :- یاقوت ادھر سپالیاں میں بھر کے مئے محبت
شاہ لول محمد تئیں بھی پلاؤ سکیاں

قطب معانی :- اے قطب معانی کہ تیرا قطب حطاب ہے
کر شکر خدا یہ کہ قرار ہے سو ستارا

معانی کی غزل اور ہندوستانی مزاج

محمد قلی کے ہند لمانی مزاج، اس کی انفرادیت تنوع پسندی اور جدت پرستی اور وطن دوستی کا اظہار اس طرح بھی ہوا ہے کہ اس نے غزل کی روایات اور اس کی مخصوص لفظیات کو نظر انداز کر کے ہندوستانی الفاظ اور مقامی رجحانات کو اپنی شاعری کا جزو بنایا ہے۔ غزل میں محبوب، ساقی، باغبان، میخانہ، محبت، دلدار، بہار و خزاں، محبوب اور آبِ حیات ایک خاص معنوی فضا، اور ایک مخصوص ایمائیت کے حامل رہے ہیں۔ ان کے پیچھے معنی کی وسیع دنیا چھپی ہوئی ہے ایک ترکی نژاد شاعر کے لیے ان الفاظ کو استعمال کرنا مشکل نہ تھا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے شعوری طور پر ان کے ہندی مترادفات استعمال

کیے ہیں۔ محمد قلی نے روایت شکنی سے کام لے کر غزل کی ان علامات کو ہندوستانی مزاج عطا
ہے۔ محبوب کی صفات بیان کرتے ہوئے غزل گو شاعر اکثر، شوخ نظر، شکرلب، عشوہ طراز آہو چش
اور مہروش جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ محمد قلی نے محبوب کے لیے ساجن، سائیں اور پیا جیسے ٹھی
ہندوستانی لفظ استعمال کیے ہیں۔ ساقی کے لیے کلال، باغبان کے لیے مالی مے خانے کے
مدگھر آبِ حیات کے لیے امرت امریت اور خضر نیر پیر مغان کے لیے مد پیر، شراب کے
مد، محبت کے لئے پیم، نیہہ اور پیرت بوسے کے لیے چُمبن حور جناں کے لیے بہشتی سندر
کے لیے کیس۔ آہو چشم کے لیے سارنگ نینی، دل کے لیے جیا ہیا اور من دیدار کے لیے
درس، ہجر کے لیے بچھڑا اور برہا شوخ نظر کے لیے چنچل دشٹ عشوہ طراز کے لیے چھند بھر
مہرو کے لیے چندرمکھی، حسین کے لیے روپ ونت شیریں سخن کے لیے مٹھ بولتی جبت کے
ولینکھ، صبا کے لیے پون شبنم کے لیے پھل نیر اور دخت رز کے لیے انگور کی کنواری جیسے الفا
محمد قلی کی شاعری کو ہندوستانی آب و رنگ اور لب و لہجہ عطا کرتے ہیں چند شعر ملاحظہ ہو

مدگھر (میخانہ) :- پانی کہ خضر حیات پایا
مدگھر تھے تنک سو جام پی لیے

مد پیر (پیر مغاں) :- کروں سیو یک چیت سوں مد پیر کا میں
کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا

امرت، خضر نیر (آبِ حیات) :- سو لکھنا سو سلھکن گھڑیاں میں امرت بھر
سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سوں پلاتے آج

ہیا (دل) :- تج ہونٹ کیرا ذوق ہیا پایا ہے
اور مز کیرا شوق پیا پایا ہے

نیہہ (محبت) :- کیسے نیہہ لگاوے کیسے مد پلاوے
کیسے روپ دکھاوے کیسے پم پلاوے

درس (دیدار) :- سجن کے درس تیئں ہمن تیئں پیاسے
دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھالی

پیا، سجن (محبوب) :- سہیلی تو خاطر پیا کا پکڑ کر

چندر مکھی (مہ رخ) :- دیکھ چندنی میں چندر مکھی کوں
سورج کوں پلائے چھند پیالا

روپ ونت (خوبصورت) :- میری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
بہت رُوپ ونت ناریاں ہیں دیا اللہ تج شاہی

دِشٹ چنچل (شوخ نظر) :- لوچن تیرے شیوہ ہاتے مستی
او دشٹ چنچل تھے دام لییا

سارنگ نینی (آہو چشم) :- کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
سو سارنگ نینی سب رنگ میں سُرنگاں سوں سہاتی ہے

مالی (باغباں) :- بگی شاخاں اُپر مالی رکھے آرام سیتے
رکھے گا سیدھی شاخاں پر اگر آرام تو ہو گا لچ

کلال (ساقی) :- مندر باقوتاں کاتوں جانے نہال کل کلال
اس کے تائیں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

بچھڑا (فراق) :- پیا بچھڑا ہے منجکوں دکھ گھنیرا
نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا

پھل نیر (شبنم) :- ہوا غرق عرق شرموں تھے پھل نیر
کھوے ڈورے سکی تن یاسمن خاص

انگور کی کنواری (دخت رز) :- نوری ورق پہ لکھا خمار چہرخ مج تجہ
انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

مٹھ بولتی (شیریں سخن) :- میری مٹھ بولتی میٹھای سوں پیالا پلاتی ہے
خماری رات کا اپنی نین میلانے دکھاتی ہے

محمد قلی نے فارسی شاعری سے مستعار لیے ہوئے علائم اور لفظیات کی رمزیاتی فضا اور معنویت سے استفادہ ضرور کیا ہے لیکن ایک نئے رنگ اور نئے انداز میں۔ محبوب کا سراپا پیش کرتے ہوئے شاعر نے سر سے لے کر پاؤں تک محبوب کے جن اعضاء کا ذکر کیا ہے اُن سب کے لیے اس نے سنسکرت سے ماخوذ ہندوستانی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ سر کے لیے سیس، بالوں کے لیے کیس اور الک، پیشانی کے لیے ماتھا، ابرو کے لیے بھنوں،

آنکھوں کے لیے چک، نین اور لوچن مژگاں کے لیے پلک نظر کے لیے دشٹ، چہرہ کے
مکھ، ناک کے لیے ناسک، دہن کے لیے منہ، ہونٹوں کے لیے اُدھر دانتوں کے لیے دسن، ز
کے لیے رسن کانوں کے لیے سرون اور کرن ہاتھ کے لیے بجھ، جسم کے لیے انگ پاؤں کے
پگ اور ناخن کے لیے نکھ جیسے الفاظ کا استعمال، محمد قلی کی تصویروں کو مقامی رنگ کے چوکھ
میں پیش کرتا اور ان کی دیسی خصوصیات کو اجاگر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے چند شع
ملاحظہ ہوں ؎

سیس (سر) :- دھن سیس پر پھولاں چڑے انبر پہ جوں تارے جڑے
حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشہ یوں بڑا

الک (زلف۔ بال) :- الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے
دکھائی گال اُوپر تل کا چارا

لوچن (آنکھ) :- نازک نہنی بالی محبت میں سو نہ جانے ہنوز
لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہنچانے ہنوز

بھنواں (ابرو) :- مکھ اوپر کا ہے چڑائی تہے بھنواں کا تم کماں
غمزے کے نازک سوں لیو اپنے ہونٹاں کا چومن

دسن (دانت) :- ہنسا جب کرے نار دو جھل ستیں
دسن جوت مکھ کوں دسیں جوں قمر

ناسکا (ناک) :- او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے
چنپے کی کلی جوں .جوں ہسے ناسکا چھپ

ادھر (ہونٹ) :- تیرے ادھر پیالے کا مے شیرینی ہور تلخی دھرے
اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمبشکا

سرون (کان) :- لئے نار میرے نین کوں دے اپنا دیدار عیش
سرون بھی تپتے ہیں میرے ان کوں بھی دے گفتار عیش

محمد قلی کے یہاں بقول مولوی عبدالحق "ایرانی عشق کے پہلو بہ پہلو ہندی پریم کا جلوہ دکھ
دیتا ہے۔ صورت ایک ہے مگر جلوے دو ہیں بات ایک ہے مگر مزے دو ہیں،" [1]

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے محمد قلی نے عروض میں فارسی ہی کی تقلید کی اور بغیر تغیر و تبدل کے فارسی کے عروضی سانچوں کو اپنا لیا ہے۔ گولکنڈے میں رعایا کی زبان تلگو تھی اور یہی عوام کی اکثریت کا وسیلۂ اظہار تھی۔ فارسی سرکاری زبان تھی۔ جب ہندوستان کے اس خطے میں اردو زبان نے ادبی صورت اختیار کی تو اس کے خد و خال ایک خاص سانچے میں ڈھل گئے۔ تلگو اور ہمسایہ زبان کنڑی، اجنبی اور غیر مانوس تھی۔ ان دراوڑی زبانوں سے ادبی لین دین مشکل تھا۔ لامحالہ فارسی اصناف سخن اور اس کی ادبی روایات سے اثر پذیری نے دکنی اور فارسی باہم شیر و شکر ہونے میں مدد دی۔ اگر ایک طرف فارسی عروض، اصناف سخن کے پیکر، ادبی روایات اور فنی اصول دکنی نے قبول کیے اور انھیں باسانی اپنے ادب کا جزو بنا لیا تو دوسری طرف لسانی اعتبار سے دکنی نے ہندوستانی اثرات کی بھی پذیرائی کی۔ محمد قلی کی شاعری ان دونوں رجحانات کا بہترین امتزاج پیش کرتی ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:-

"اس وقت کے ادیب اور شاعروں نے دو دریاؤں کو جو مختلف سمت میں بہہ رہے ہوں ایک نہر کھود کر لا ملایا" [۱]

حمد و نعت اور منقبت میں بھی جو خالص مذہبی نوعیت کی شاعری ہوتی ہے، محمد قلی نے ہند لمانی رجحانات اور گنگا جمنی طرز اظہار کو روا رکھا ہے مثلاً

نہیں جگ کا سامیا یا حفیظ ۔۔۔ نہیں جگ کوں سرجا تبا یا حفیظ

فرشتے سرگ ساتوں کوں ساریاں سوں سنوارے ہیں
شہہ دنیا و دیں کے تیئں عرش کرسی سنگارے ہیں

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور برکت چور خت ۔۔۔ تب تھے بست کھن جوت پا کر جھلکن ہارے ہیں علی

وہ خدا کو سوامی، کرتار، نرنجن، دیاونت، اور جگت کے گسائیں جیسے ناموں سے یاد کرتا ہے۔ حضرت علی کو ولایت کھن کا سورج اولیاء کے من کا اسرار معراج کی جھلکار اور اوتار کہہ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ مذہبی شاعری میں بھی محمد قلی ان دیسی اور مقامی اثرات سے اپنا دامن نہیں بچا سکا ہے۔

محمد قلی نے ردیف اور قافیہ کے استعمال میں بھی اپنے گنگا جمنی طرز ادا کی انفرادیت کو برقرار

---

[۱] مولوی عبدالحق۔ کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ رسالہ اردو۔ جنوری ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۱۱۔

رکھا ہے۔ بعض غزلوں میں عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ کی ردیفیں استعمال کی گئی ہیں جو زیادہ
مانوس نہیں اور جنھیں ردیف و قوافی کے لیے بہت کم برتا جاتا ہے اس طرح کی چند ردیفیں قافیوں
کے ساتھ ملاحظہ ہوں ؎

دلدار امداث ، زنار احداث ، مختار معاذ ، کرار معاذ ، نام اخناذ ، بادام اخناذ ، گفتار غذ ،
یار غذ ، درمان الفاذ اور ایمان الفاذ۔

بعض غزلوں کی ردیفوں میں اس کے برخلاف ہندوستانی اصل کے الفاظ استعمال کیے
گئے ہیں ، جیسے مکاونا ، گاونا ، راونا ، گھنیرا ، ڈیرا ، دھیسر ۔سور۔ بھرپور۔ نمن ۔ بچن ۔
رتن ۔پون ۔ چھبیلی مدنویلی ۔ اوتاری ۔ بساری ۔سیانی ، کہانی ۔ ریچھاوے ، سہاوے ۔ ڈالے ،
بالے ۔ بھاری ، پیتیاری ، دھارے کنارے ، سنگارے ، سہلاتے ، ماتے ، ڈھٹائی ، روٹھائی ،
سالونی ، پیچلی اور کھلی ، جھلملی وغیرہ ۔ مختصر یہ کہ محمد قلی کی غزل فارسی و ہندی شاعری کے رنگوں کی
آمیزش سے ایک خوبصورت قوس قزح بن گئی ہے ۔

مرثیہ نگاری

محمد قلی قطب شاہ ایک مرثیہ نگار کی حیثیت سے بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جنوبی ہند میں محمد قلی قطب شاہ سے قبل بھی واقعۂ کربلا کو نظم کیا گیا تھا۔ اشرف کی "نوسرہار"[1] اس سلسلے میں بطور خاص قابل ذکر ہے۔ سولہویں صدی کے دوسرے نصف میں محمد قلی کے مرثیے ایک نئی آب و تاب کے ساتھ ابھرتے نظر آتے ہیں

دکن میں مرثیہ نگاری کو سازگار ماحول ملا تھا۔ سلطنت قطب شاہیہ کا بانی سلطان قلی (۹۲۴ھ تا ۹۵۰ھ) مذہباً شیعہ تھا۔ جب محمود شاہ بہمنی (۸۸۷ھ تا ۹۲۴ھ) نے اس کو ۹۰۱ھ میں تلنگانہ کا "طرفدار" بنایا تو اس نے ایرانی علما کی رہبری میں گولکنڈے میں تعزیہ داری کی بنیاد ڈالی۔ اس نے جمعہ کے خطبے سے بہمنی سلطان کا نام نکال دیا اور شیعی خطبہ پڑھا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ دکنی معاشرت میں ایرانیوں کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں نہ صرف سیاسی اقتدار حاصل تھا بلکہ وہ اپنے ساتھ جاندار تہذیبی قدریں بھی لائے تھے۔ رہن سہن لباس، طور طریقہ رسم و رواج یہاں تک کہ مذہبی عقائد پر بھی نو وارد ایرانی طبقے کی پرچھائیں نظر آنے لگیں۔ گولکنڈے کا پانچواں حکمراں محمد قلی قطب شاہ راسخ العقیدہ شیعہ تھا۔ بقول ڈاکٹر زورؔ وہ محرم کا چاند دیکھتے ہی مئے نوشی ترک کر دیتا اور بزم طرب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا۔ بادشاہ خود سیاہ لباس زیب تن کرتا اور عاشورہ خانے تک پاپیادہ جاتا تھا۔ دکن میں عشرۂ محرم بڑے اہتمام سے منایا جاتا۔ ہندو مسلم بھی بادشاہ کی تقلید میں رسوم عزاداری سے دلچسپی لیتے اور شہدائے کربلا کا غم مناتے اسی زمانہ میں مرثیہ خوانی اور سینہ زنی کا رواج عام ہوا۔ ڈاکٹر زورؔ رقمطراز ہیں:

"محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنّیوں

۱۔ ہارون خان شیروانی "بہمنیز آف دکن"، صفحہ ۳۹۲۔

اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرّم
کے ابتدائی دس بارہ روز تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب
شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ
لیتا تھا۔"[1]

محمد قلی قطب شاہ نے مذہبی امور میں بھی ثقافتی پہلو کو پیش نظر رکھا تھا۔ اس کے د
میں محرم کی تقریبات جس جوش و خروش اور اہتمام سے منائی جاتی تھیں اس کی
مثال ملنی دشوار ہے۔ محرم کی مصروفیات اور مذہبی رسومات خواص و عوام کی دلچسپی ک
مرکز بن گئی تھیں۔ محرم کی سرگرمیوں کو اس نے صرف رنج و ماتم اور عزاداری تک محدو
نہیں رکھا تھا بلکہ دیدہ و دل کی وابستگی کا وسیلہ بھی بنا دیا تھا۔ علم کے پٹکوں پر زر کا کام پنجوں پ
مرصع کاری، عاشور خانوں میں سجاوٹ اور روشنی کے نت نئے انتظامات ان افراد کو عاشو
خانوں میں لے آتے جو آرٹ کے دلدادہ ہوتے۔

اگر محمد قلی دس مہینے مہ جبینوں کے جھرمٹ میں گزار دیتا اور شغل مے و مینا میں مصروف
رہتا تھا تو دو مہینے پارسائی میں بسر کرتا اور غم حسین میں سوگوار رہتا۔ محمد قلی کے کلیات میں
پانچ مرثیے موجود ہیں۔ یہ مرثیے اہل بیت کرام سے شاعر کی والہانہ عقیدت کے غماز ہیں
ہئیت کے اعتبار سے چار مرثیے غزل کے فارم میں ہیں اور ایک مثنوی کے روپ میں۔ ان میں
سے دو ناقص الاول اور ایک مرثیہ ناقص الآخر ہے قیاس کیا جاتا ہے کہ محمد قلی نے زیادہ
مرثیے کہے ہونگے کیوں کہ ہر سال محرم میں مرثیہ خوانی ہوتی اور خود بادشاہ عزاداری میں مصروف
ہوتا۔ گولکنڈہ کے اس مذہبی ماحول سے شاعر کا متاثر ہونا اور شعر کہنا ایک فطری بات معلوم
ہوتی ہے۔ حُب اہلبیت اور غم حسین جو محمد قلی کے لیے حاصل ایمان تھا شعر گوئی کا محرک کیسے ن
بنتا؟۔ اُس زمانے میں بادشاہ کے مرثیوں نے اتنی مقبولیت حاصل کرلی تھی کہ وہ زبان زد
خواص و عوام ہوچکے تھے۔ بار بار مجالس عزا میں اُنہیں پڑھا جاتا تھا اس لیے لوگ اُنہیں
از بر کرچکے تھے جو کلام ہر کس و ناکس میں اتنا مقبول ہو اس کو ضبط تحریر میں لانے اور محفوظ
کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی گئی ہوگی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ محمد قلی کے جو مرثیے قلبند کریے

---

[1] ڈاکٹر زور - مقدمہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ - صفحہ ۱۴۳۔

گئے تھے وہی کلیات کی ترتیب کے وقت محمد قطب شاہ کے پیش نظر رہے ہوں۔
معیار اور محاسنِ شعری کے اعتبار سے محمد قلی کے مراثی خاصے اہم معلوم ہوتے ہیں جیسا
کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے محمد قلی کو اہل بیت سے غیر معمولی عقیدت تھی اور یہی مودت مرثیہ گوئی
کا محرک بنی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مدح اہل بیت مجھ جیسے محب ہی کو زیب دیتی ہے ۔

خدا یا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی
کہ ان کی مدح کا حلقہ میرے کن میں سُہایا ہے

محمد قلی نے مرثیہ نگاری کے ایک ایسے طرز کی بنیاد ڈالی جو جنوبی ہند میں سالہا سال
تک اس خاص صنف سخن میں طبع آزمائی کرنے والوں کے لیے ایک مثالی چیز بنا رہا۔ اس
نے پہلے پہل مرثیے میں روایتیں نظم کیں اور بیان میں وسعت اور اثر انگیزی پیدا کرنے کی
کوشش کی اُن مختلف روایات کو جو غم حسین کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں یا جن میں اہل بیت کی
فضیلت کا بیان ہے پہلی مرتبہ محمد قلی نے اپنے مرثیوں کی زینت بنایا تھا۔ اس طرح مرثیے
میں روایات کو نظم کرنے کا رجحان سب سے پہلے ہمیں محمد قلی کے مراثی میں ابھرتا نظر آتا ہے۔
یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎:-

حضرت علی کے دو تپاں کاندھے نبی کر اونٹیاں
تس پر چڑھے وہ شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے
شہزادے کئے سب اونٹاں نمنے پکارے اس زماں
عفعف بنی تنکوں سناں کے دوی باری وائے وائے
جبرئیل آکر کہے تسوی براں جو عف کئے
اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

دکنی مرثیوں میں جس نوعیت کے مضامین باندھے جاتے ہیں اور جس انداز میں انہیں
پیش کیا جاتا ہے وہ فکر و فن کے نقوش ہیں جن کی صورت گری محمد قلی نے کی تھی اور جن میں
بعد کے مرثیہ نگار رنگ آمیزی کرتے رہے۔ اس طرح دکن کا دبستان مرثیہ محمد قلی کا رہین
منت ہے۔ محمد قلی نے عزائے حسین کی عظمت اور اس کے عالمگیر اثر کو ثابت کرنے کے
لیے اپنے مرثیوں میں حسنِ تعلیل کی صفت سے کام لیکر ایک خاص معنویت اور گداختگی
پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ؎:-

کالا کیا کسوت مکہ دیکھو اماماں ڈوک تھے
ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے
کالے ہوئے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں مانڈ سکل
تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے
پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی
کوئل حسینہ دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

محمد قلی کے زمانے میں مرثیہ نگاری اپنے عہد طفولیت میں تھی۔ اس وقت مرثیہ نگاری کا کمال یہ تھا کہ کربلا کے پر درد واقعات کی طرف اشارے کیے جائیں اور اس خونچکاں داستان سے شاعر کا دل جس طرح متاثر ہوا ہے اس کو لفظوں کا جامہ پہنا دیا جائے۔ یہی مرثیے کا موضوع تھا اور انہیں حدود میں مرثیہ نگار کو اپنا زور تخیل اور اپنی شاعرانہ صلاحیتیں دکھانی ہوتی تھیں مرثیہ نگاری کا مقصد رونا رلانا اور محفل عزا کو گرمانا تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ محمد قلی نے ایک نوخیز زبان میں ایک معین دائرے میں محدود رہ کر اپنے جذبات و احساسات کی کیسی جامع اور بھرپور تصویریں پیش کر دیں ہیں۔

محمد قلی کے مرثیے اردو شاعری میں ایک نئے باب کا آغاز ہیں۔ وجہی، غواصی اور نصرتی جیسے عظیم دکنی شعرا بھی مرثیہ نگاری میں محمد قلی کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ محمد قلی کو اپنے موضوع سے جو جذباتی لگاو اور شدید وابستگی تھی اس نے بھی اس کی مرثیہ نگاری کو فکر و بیان کے اعتبار سے زیادہ دقیع اور پُر عظمت بنا دیا تھا ولولۂ عزا اور جوش عقیدت، محمد قلی کے مرثیوں میں دشمنانِ حسین سے بیزاری کی صورت میں بھی ظاہر ہوا ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر زورؔ نے لکھا ہے محمد قلی مجالس عزا میں اپنے مرثیے خود سنایا کرتا تھا۔ اپنے کلام میں وہ بزم غم سے مخاطب ہوتا اور حاضرین محفل سے ماتم حسین میں اس کے ساتھ شریک ہونے کی خواہش کرتا ہے ؎

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے لہو اودیں
وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھویں

آہ ہمارے درد تھے دریا کوں سب جوشش او تا
ماتمیاں کے لہو بنداں تھے آگ سب بج جاوتا

ایک اور مرثیے میں شاعر کہتا ہے کہ ارض وسما اور چرند و پرند بھی غم حسین میں خاک بسر اور نالہ کنعاں نظر آتے ہیں۔ انسانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ع

دیکھو تمہیں اب مانساں دانے چریں نہ پنکھیاں
دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

ایک اور مرثیے میں (جو ناقص الاول ہے) محمد قلی ماتم کرنے والوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ حسین کی عزا شرط ایمان ہے اور اسی غم نے تمہیں نار دوزخ سے نجات دلائی ہے۔ ع

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلماناں   روو دم دم کہ دوزخ آگ تھے تمنا چھڑایا ہے

جوش عقیدت، بیساختگی اور والہانہ پن محمد قلی کے مرثیوں کی نمایاں خصوصیات ہیں اس نے ابتدا ہی میں یہ ثابت کر دیا کہ مرثیہ گوئی بگڑے شاعر کی مجبوری نہیں اس میں فن کی چاشنی، حسن بیان اور شعری لطافتوں کے اظہار کی گنجائش موجود ہے۔ محمد قلی نے ایک ایسا طرز اختیار کیا ہے جو اس صنف کے مزاج اور مقصد سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ مرثیے میں چونکہ خلوص اظہار اور جذبات کی شدت و تاثیر کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے اس لیے ایسا پیرایۂ اظہار اختیار کرنا پڑتا ہے جس میں سادگی، بیساختگی اور فطری انداز موجود ہو اور جس میں تصنع، نمائش، تکلف اور آورد کا احساس نہ ہو۔ محمد قلی نے مرثیہ نگاری کے اس اہم تقاضے کو ہر وقت پیش نظر رکھا ہے یہ عجیب بات ہے کہ دوسری اصناف سخن میں محمد قلی کی زبان اور اس کا طرز ادا مرثیے سے مختلف ہے اس کے مرثیوں میں سلاست اور طرز ادا کی گھلاوٹ موجود ہے اور الفاظ کی غرابت کا احساس بھی نسبتاً کم ہے سنسکرت کے نامانوس الفاظ برتنے سے بھی بڑی حد تک احتراز کیا گیا ہے اس کا عزائیہ کلام گریہ خیز ہے اور اس میں سوز و گداز کی کمی نہیں محمد قلی کے مرثیے رثائیہ کیفیات اور دردمندی کے مرقعے ہیں۔ ان میں غم انگیز فضا پیدا کرنے کا احترام رکھا گیا ہے۔ طرز ادا کی سادگی بیساختگی اور روانی کا مندرجہ ذیل اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کو طاقت   شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پر چھایا ہے
نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کویں جنت منے یکتل   حسیناں کے دکھوں ماتم پچو ہیں جنم بھر کر
مصطفےٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے   مصطفےٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھنچے خنجر   کافر کیے کیسے قہر یوں زخم کاری وائے وا

محمد قلی کے مرثیوں کی ایک اور خصوصیت ان کی دھیمی موسیقیت اور خزینہ آہنگ ہے
اس کے تین مرثیے بحر ہزج ایک بحر رجز اور ایک متدارک میں ہے۔ دکن میں عزاداری کے
ابتدائی دور میں مرثیے سینہ زنی کے ساتھ اسی طرح پڑھے جاتے تھے جس طرح آجکل محفل
عزا میں نوحے پڑھے جاتے ہیں۔ مرثیہ نگاری کے لیے بحر کے تال اور سم کو لحن اور سینہ زنی
کا ہم آہنگ بنانا ضروری تھا۔ ایسے مرثیے زیادہ پر اثر اور مقبول ثابت ہوتے جن میں
الفاظ کی جھنکار اور اصوات کی پرسوز نغمگی کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ محمد قلی کے مرثیوں میں یہ خصوصیت
بدرجہ اتم موجود ہے۔ راگ راگنیوں کے شوق اور موسیقی سے دلچسپی نے بھی ممکن ہے اس
سلسلے میں محمد قلی کی رہنمائی کی ہو۔

دوسری اصناف سخن کی طرح مرثیے میں بھی محمد قلی نے مقامی رنگ اور گرد و پیش کے
ماحول کو نظر انداز نہیں کیا ہے اگرچہ مرثیوں میں محمد قلی ہمیں سرزمین عرب کی داستان سناتا
ہے لیکن دکن کی ''کوئل حسینہ'' اور ''کالے منگل'' اس کے پیش نظر رہتے ہیں اور وہ بھی غم حسین
میں شاعر کو سیاہ پوش نظر آتے ہیں۔ وطنیت کا احساس اور مقامی رنگ محمد قلی کی تمام اصناف
سخن میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے
محمد قلی کی خانوادہ اہلبیت سے عقیدت اور رسوم عزا اور مجالس بکا سے انفرادی دلچسپی اور
مذہبی اذکار سے شغف نے عزائیہ جلسوں کو تہذیبی تقریبیں بنا دیا تھا اور یہ عزائیہ تقریبیں بھی
ہندوستان و ایران کے ثقافتی عناصر کے امتزاج کی ترجمان تھیں۔

محمد قلی نے جب نیا شہر بسایا تو اس میں سب سے پہلے ایک بادشاہی عاشور خانہ
تعمیر کروایا تھا۔ اس عاشور خانے میں چودہ معصومین کے نام سے علم استادہ کیے جاتے تھے۔
عشرہ محرم میں محمد قلی ہر روز اس عاشور خانے کی زیارت سے مشرف ہوتا اور مجالس عزا
میں شرکت کرتا تھا حکومت کی طرف سے لوگوں میں سیاہ کپڑے تقسیم کیے جاتے اور
خود بادشاہ سیاہ کپڑے زیب تن کرتا تھا عزاداری کے لیے لاکھوں روپیہ غربا اور مستحقین
میں تقسیم ہوتا ہر سال ساٹھ ہزار ہُن مساکین میں تقسیم کیے جاتے۔ سیدوں کی امداد کے
لیے ایک خاص رقم مقرر تھی اور ایک کثیر رقم مقامات مقدسہ کو بھیجی جاتی تھی۔ حیدر آباد
میں عشرہ محرم کی مصروفیات کے بارے میں ''حدیقۃ السلاطین'' کا ایک بیان ملاحظہ

ہو جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:-

"خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگِ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامہ عزا سے تبدیل کر لیتے ہیں۔ قطب شاہی سلطنت میں کہیں نقارہ طبل یا دمامے نہیں بجتے اور گانے والے بھی اپنے تمام آلات موسیقی کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں۔ شاہی اور عام باورچی خانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ مسکرات تاڑی سیندھی بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں۔ نہ قصاب گوشت فروخت کرتے ہیں اور نہ تنبولی پان ...... بادشاہی عاشور خانے کے صحن میں لاپچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کے متوازی بنائی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں .... ایوان اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔ عاشور خانے میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح تا شام اژدہام رہتا ہے۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خوان نغمہ پرداز دل سوز مرثیے اور غم اندوز اشعار درد و اثر سے پڑھتے ہیں۔ سننے والوں پر اس سے بے اختیار رقت طاری ہو جاتی ہے" [1]

مختصر یہ کہ محرم میں سماجی اور تہذیبی زندگی میں بڑی گہما گہمی اور گرمی پیدا ہو جاتی تھی محرم کے مراسم عزاداری نے ایک طرح سے عوامی تقاریب کی حیثیت اختیار کر لی تھی جن میں سلطان اور رعایا دونوں حصہ لیتے مرثیہ نگاری کے لیے دکن کی فضا اس لیے بھی سازگار ثابت ہوئی کہ نہ صرف قطب شاہی بلکہ عادل شاہی حکمراں بھی اور ان سے پہلے سلطنت بہمنیہ کے آخری سلاطین فیروز شاہ اور احمد شاہ بھی اہل بیت اطہار سے غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے۔ سلاطین عادل شاہی اور قطب شاہی کی شدید مذہبیت، اثنا عشری عقائد کو حکومت کا مذہب قرار دینے کی کوشش اور مجالس عزا کی ترویج سے بھی جنوبی ہند میں واقعات

---

[1] نظام الدین - حدیقۃ السلاطین صفحہ ۴۲ تا ۴۴

کربلا کو نظم کرنے اور بعینہ ورثائیہ شعر کہنے کا رجحان پیدا ہو۔ اشرف کی نوسر ہار سے محمد قلی
کے مرثیوں تک قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رثائی شاعری کا سلسلہ قائم رہا ہوگا۔ محمد قلی کے پیش نـ
مرثیے کی کوئی ترقی یافتہ روایت نہیں تھی اس کے باوصف زبان کی قدامت سے قطع نظـ
محمد قلی کے مرثیے فن اور طرز ادا کے اعتبار سے خاصے اچھے اور منجھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔
محمد قلی محتشم کاشی (۹۹۶ھ) کا ہمعصر تھا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محتشم کے ہفت بند کو
اپنے لیے مرثیہ گوئی کا آدرش نہیں بنایا تھا۔ محمد قلی کے رثائی کلام میں ہفت بند کی ہیئت کا کہیں
پتہ نہیں چلتا۔ فارسی زبان میں محمد قلی کا جو مرثیہ دستیاب ہوا ہے وہ ہفت بند کاشانی کے اثر
پذیری کا غماز ہے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دکنی میں چونکہ مرثیہ نگاری کی کوئی مستقل روایت
موجود نہیں تھی اس لئے اس کو خود اپنی راہ تراشنی پڑتی تھی۔ مقبل اور آذری متوفی (۸۶۶ھ)
نے مرثیے کی صنف میں واقعات نگاری کا جز شامل کیا تھا۔ قاآنی کے مرثیوں نے بھی خاصی
مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ ملا حسین واعظ کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ) کی روضۃ الشہدا رثائیہ شاعری
میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ دکنی شعرا نے فارسی کے مرثیہ نگاروں کا اتباع نہیں کیا۔
"دکن میں اردو" میں نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ ابتدا میں مجالس عزا میں محتشم کاشی اور
دوسرے فارسی شعرا کے مرثیے پڑھے جاتے تھے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دکنی شعرا ان
سے زیادہ اثر پذیر نہیں ہوئے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سلاطین صفویہ سے پہلے
بہمنی خاندان کے شیعہ حکمرانوں نے دکن میں شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش شروع کر دی تھیں
عالم متبحر میر فضل اللہ انجو کے اثر سے فیروز شاہ بہمنی شیعیت کی طرف مائل ہو گیا تھا[۱] فیروز شاہ
کے جانشین احمد شاہ بہمنی کے عہد میں جو شیعہ علما بیدر آئے اُن میں محمود گاوان بھی تھا۔
اس کے مشہور مدرسے میں محرم کے دس دن تک عزائے حسین کا اہتمام کیا جاتا اور وہ
خود بعد نماز عصر سید الشہدا کے مصائب بیان کرتا تھا[۲] دکن میں مرثیہ گوئی کی باقاعدہ
روایت موجود نہیں تھی لیکن یہاں مخصوص مقامی انداز میں عزائے حسین منانے کا جو
طریقہ رائج تھا اس نے دکنی مرثیہ گوئی کے لیے راہ ہموار کی اور دکنی شعرا کو فارسی کی
رثائیہ شاعری کا رہین منت ہونا نہیں پڑا۔

---

[۱] [۲] شمس اللہ قادری۔ ...

محمد قلی نے قصیدہ نگاری کی طرح مرثیہ گوئی میں بھی اپنی منفرد شان برقرار رکھی ہے اور اس صنف کو اپنے مخصوص انداز میں برتا ہے مرثیے کی منفرد ہیئت، رثائیہ مضامین کی نوعیت اور فن اظہار کے اچھوتے پن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے فارسی شعرا کی تقلید نہیں کی تھی۔

ریختی

دکنی شاعری میں ریختی کے نمونوں کی کمی نہیں۔ اس کے اولیں نقوش محمد قلی کی شاعری میں ابھرتے نظر آتے ہیں۔ محمد قلی نے ریختی کی صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ڈاکٹر زور کے مرتبہ کلیات میں محمد قلی کی ریختی کے چار نمونے دیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے دیوان میں ایسی بہت سی غزلیں ہیں جن میں ریختی کے عناصر موجود ہیں۔ کچھ غزلیں ایسی ہیں جن میں مرد نے عورت سے اظہار عشق کیا ہے۔ چند غزلوں میں مرد عورت کا مخاطب اور محبوب نظر آتا ہے تیسری قسم کی غزلیں وہ ہیں جن کے چند اشعار میں مخاطب مرد ہے اور چند شعر عورت کو مرکز توجہ ظاہر کرتے ہیں۔ محمد قلی کے یہاں ہمیں بیس سے زیادہ ایسی غزلیں مل جاتی ہیں جن پر ریختی کی چھاپ خاصی گہری ہے لیکن ان میں خیال کے ربط و تسلسل کی کمی ہے اور مختلف اشعار مختلف جذبات کے تحت کہے گئے ہیں اس لیے خالصتاً انہیں ریختی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ ریختی دراصل غزل کی بدلی ہوئی کیفیت کا دوسرا نام ہے ظاہری اعتبار سے اس کی ہیئت غزل سے کسی طرح مختلف نہیں ہوتی لیکن طرز ادا، مواد اور لب و لہجے میں ایک بنیادی فرق نظر آتا ہے۔ ریختی میں عورت اپنے جذبات و احساسات کو نسوانی زبان اور عورتوں کے مخصوص انداز میں ظاہر کرتی ہے۔ اس کا مخاطب مرد ہوتا ہے۔ عورتوں اور مردوں کے جذبات و خیالات میں فطری طور پر نمایاں فرق ہوتا ہے اس لیے ان کی زبان میں بھی قدرتی طور پر کچھ فرق ہونا چاہیے اردو زبان میں الفاظ و محاورات کا ایک قابل لحاظ ذخیرہ ایسا ہے جو عورتوں سے مخصوص ہے۔ پردے کے رواج اور ہندوستانی سماج کی مخصوص نوعیت نے یہاں عورت کو مرد سے بہت دور رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کی بول چال، ان کے محاورات اور مخصوص کنایوں نے مردوں کے طرز تکلم سے ایک مختلف انداز اختیار کرلیا جب عورتوں کی ایسی مخصوص زبان میں شاعروں نے طبع آزمائی شروع کی تو اس کا نام ریختی

بن گیا جو ریختہ کی تانیث ہے۔

ریختی کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات اور بہیمانہ جذبات کو اکسانی اور ان میں ہیجان انگیزی اور طوفان خیزی پیدا کرنے کا محرک بنتی ہے۔ رنگین، انشا اور جرأت کی ریختی میں ایک ایسی عورت کا تصور ہمارے سامنے آتا ہے جو بے مہار جذباتیت، کجروی اخلاقی پستی اور تعیش پسندی کا شکار ہے لیکن اس کے برخلاف محمد قلی کی ریختی میں عورت کا ایک نسبتاً شائستہ اور متوازن تصور ملتا ہے۔ محمد قلی کی پیاریوں میں جذبات کی فکری ہلچل، احساس کی گرمی اور دل کی دھڑکنوں کا احساس ضرور موجود ہے لیکن اظہار جذبات اور زبان کے استعمال میں وہ زیادہ محتاط اور معتبر نظر آتی ہیں رنگین انشا اور جرأت کی ریختی فحاشی ابتذال اور سوقیت کی تصویریں پیش کرتی ہے اور محمد قلی کی ریختی میں عورت کے فطری جذبات کے ثقہ اور پاکیزہ مرقعے ہیں۔ بقول کوثر چاند پوری[۱] اردو میں "ریختی کے ایسے نمونے بھی موجود ہیں جن میں نہایت پاکیزہ اثر انگیز اور فطری جذبات کی کارفرمائی نظر آتی ہے"، محمد قلی کی ریختی اسی کیفیت کی ترجمان معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ محمد قلی کی غزلوں میں عریاں مضامین کی فراوانی نظر آتی ہے لیکن ریختی کا رنگ اس سے مختلف ہے محمد قلی کی ریختی عورت کے جذبات اور احساسات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ پیاریاں اپنے محبوب کے فراق میں تڑپتی، اُسے اپنی بے پایاں محبت کا یقین دلاتی اور ہجر کی اذیتوں کا ذکر کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتی ہیں۔ محمد قلی کی ریختی میں جہاں دوری کا کرب ہے وہیں قرب کا نشہ بھی موجود ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں

کھورات کن سات کیتے من میں باتاں — کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری

نین چت سوں دیکھی ہوں میں پنتہ تمارا — تمن بن منجے کیوں گے رات ساری

تمے پرم کی سیج گما بھور آئی — موتم یاد کی لاگی نیناں خماری

مرے نازنین بت میں مہندی نگارے — سہیلیاں منے ہوں ہیں پیو کی پیاری

محمد قلی نے اپنی ریختی میں عورت کی فطرت اُس کے لطیف جذبات اس کے خصوص طرز فکر اور اس کی نفسیات کو بے نقاب کیا ہے۔ پیاریوں کی آپس میں چھیڑ چھاڑ۔ ان کا ایک دوسرے سے رشک محبوب کی منظور نظر بننے کی تمنا اور دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کا

---

۱ کوثر چاند پوری۔ دیدۂ بینا۔ صفحہ ۸۲

جذبہ، سہیلیوں سے بدگمانی اور اپنے لباس و زیورات کی چمک دمک سے "پیا" کی نگاہیں خیرہ کرنے کی خواہش عورتوں کی فطرت کے بہت سے گوشوں کو اجاگر کرتی ہے۔

سہیلیاں میں شرطاں سوں آکر کھڑی ہوں — منجے دیکھ کر بہوں میں ناگا نٹھ باری
میں ہلجی ہوں تج نیہہ کے بن میانے — سی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی
سنو ایک دو بات صاحب ہماری — سہیلیاں چتر ہیں ہوں بندی تماری
انن سات گل مل کے منج کوں بسارے — تمن قول بیرے کنے تھی میں پیاری
نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں — تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری

اردو شاعری پر برج بھاشا اور فارسی شاعری کی روایات کی پرچھائیں بھی نظر آتی ہیں فارسی شاعری میں عورت جذبات عشق کا اظہار نہیں کرتی یہاں وہ معشوق بے پرواہ ہے فارسی شعرا کی امرد پرستی کا اثر اردو شاعری میں اس وقت نمایاں ہونے لگا جب اردو کا مرکز شمالی ہند منتقل ہوا۔ ہندی شاعری میں عورت کی طرف سے جذبات عشق کا اظہار کرنے کی روایت موجود تھی "سگن وادی" بھگت کویوں نے اس رجحان کو ایک طرح سے تقویت پہنچائی تھی کرشن بھگتوں کی شاعری میں یہ میلان نمایاں طور پر موجود ہے ان کی شاعری میں عورت اپنے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتی ہے اور مرد سے اپنی وارفتگی کا اظہار کرتی ہے۔ "ریتی کالین کویتا" میں راجیشور پرشاد چترویدی لکھتے ہیں کہ سانکھیہ درشن میں پرش اور پرکرتی کا جو نظریہ پیش کیا گیا ہے اس میں پرش کائنات کی اصل ہے روح کا کام مادے کی تسخیر ہے۔ روح کی صفت فعالیت ہے اور مادے کی انفعالیت اسی لیے روح کو پرش (مرد) اور مادے کو عورت کے روپ میں سمجھایا گیا ہے[۱] بھاگوت میں بھی اسی کی ترجمانی ملتی ہے اس میں شری کرشن کے روپ میں پرماتما اور گوپیوں کے روپ میں تمام انسانی روحوں کی تمثیل پیش کی گئی ہے[۲] رام رتن بھٹناگر اپنی کتاب "سور ساہتہ کی بھومکا" میں رقم طراز ہیں کہ دیوتاؤں کے ساتھ ان کی شکتی کو ان کی پتنیوں کے روپ میں دیکھنا بھی ہندوستانی عقیدت کی ایک قدیم روایت ہے[۳] اپنے نظریات کے زیر اثر ہندی شاعری میں مرد معشوق بنا اور عورت اس کی

۱۔ راجیشور پرشاد چترویدی۔ ریتی کالین کویتا۔ صفحہ ۱۱۵۔
۲۔ " " " " ۱۶۸۔
۳۔ رام رتن بھٹناگر [illegible]

پرستار۔ دکنی شعرار کے سامنے بھاشا کی روایات بھی تھیں۔ اردو شاعری کے دور آغاز میں ہندی شاعری کی بعض محاکات اور علامات کو بھی اپنایا گیا تھا۔ صوفی شعرار کا عورتوں کی زبان میں شعر کہنا اِسی روایت کے زیر اثر تھا۔ ان کا مقصد اصلاحی اور تبلیغی تھا اس لیے انھوں نے عورت کی اصلاح اور ان کی دینی تعلیم کے پیش نظر چرخے نامے۔ شادی نامے اور چکی نامے وغیرہ بھی لکھے ہیں۔ شاہ کمال نے اپنے چکی نامے میں طالب و مطلوب کے لیے "دولہا" اور "دلہن" کا استعارہ بھی استعمال کیا ہے اور عاشق کے مطلوب حقیقی میں فنائیت کے مسئلے کو بہت دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ دکنی شعرار نے اپنی ریختی میں جو سہاگن کی اصطلاح استعمال کی ہے اس سے مراد وہ عارف ہے جو واقف اسرار و رموز ہے اور "ان بیاہی" وہ شخصیت ہے جس پر عشق کے راز منکشف نہیں ہوئے ہیں۔ صوفیائے سلوک و معرفت کی مختلف کیفیات و واردات کا اظہار بھی عورت کی زبان میں کیا ہے۔ اس کے پیچھے یہ خیال کام کر رہا تھا کہ زندگی میں فاعل و مفعول، عامل و معمول اور غالب و مغلوب جو نسبت رکھتے ہیں کچھ اسی طرح کی نسبت مرید کو شیخ کے ساتھ اور طالب کو مطلوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ دکن کے صوفی شعرار کے یہاں ریختی اسی نسبت کے اظہار کا ایک ذریعہ تھی محمد قلی کے دور سے قبل بھی اس قسم کی شاعری کے نمونے موجود تھے۔

یہاں یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ محمد قلی نے دکن کے صوفی شعرار کی طرح ریختی کو "سخن کا پردہ" نہیں بنایا اور اس کے ذریعہ سے "مشاہدۂ حق کی گفتگو" نہیں کی، محمد قلی مادی محبت کا شاعر ہے اس نے اِس دنیائے آب و گل کی مجازی محبت کے تجربات اور واردات کو پیش کیا ہے۔ دکن میں صوفی شعرار نے ریختی کے طرز اظہار کو طہارت اور پاکیزگی کے عنصر سے مالا مال کیا تھا غالباً یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کی غزلوں میں تعیش پسندی، عریانی اور بیباکی موجود ہے لیکن ریختی میں نسبتاً ثقہ اور سنجیدہ جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے محمد قلی نے ریختی میں پیاریوں کے جذبات کو زبان عطا کی ہے۔ یہ پیاریاں ہرجائی نہیں وہ ایک ہی محبوب پر خوشیاں لٹاتی اور اسی کو مقصد حیات سمجھتی ہیں وہ جنسی بے راہ روی اور بے اعتدالی کا شکار نہیں۔ کرشن بھگتی کے اثر سے ادب میں گوپیوں کا جو مدھر راگ چھڑا تھا اس سے محمد قلی کو طبعی مناسبت بھی تھی اس لیے اس کی شاعری میں اس کا پرتو دکھائی دیتا ہے دکن کے صوفی شعرار کے یہاں جو رمزیت اور ایمائیت کے خزانے ملتے ہیں وہ محمد قلی کی ریختی میں اس

یے موجود نہیں ہیں لہٰذا اس نے مجاز کو اپنا موضوع بنایا تھا۔
محمد قلی کی ریختی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں شاعر کا میلان داخلیت کی طرف ہے حالانکہ دوسری اصناف سخن میں اس نے خارجی موضوعات کو خاصی اہمیت دی ہے محمد قلی نے اپنے عہد کے پسندیدہ اور مقبول پارچہ جات زیورات، لباس اور سامان آرائش کا جی کھول کر ذکر کیا ہے لیکن ریختی میں جہاں ان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے، محمد قلی نے معاملات حسن و عشق کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور جذبات و احساسات کی عکاسی پر زور دیا ہے۔ جذبے کی تپش اور حسن کی تابش اس کے مخصوص موضوعات ہیں۔
عہد محمد قلی تک زبان میں خاطر خواہ وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی عورتوں کے مخصوص محاورات، ان کے طرز تکلم اور کنایوں کا قابل لحاظ ذخیرہ زبان میں جمع نہیں ہوا تھا اس لیے انشا، رنگین اور جرات کے یہاں جو نسوانی زبان کے پیکر نظر آتے ہیں وہ زبان کے تمول کی پیداوار ہیں محمد قلی کے عہد تک لسانی تنگ دامانی کی وجہ سے طرز ادا کے ایسے سانچے ابھی روشناس نہیں ہوئے تھے۔ محمد قلی نے جو مختلف تجربات و احساسات ریختی میں پیش کیے ہیں انہیں اس نے عورتوں کے مخصوص نقطۂ نظر سے دیکھنے اور اُن ہی کی زبان میں انہیں ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری — کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
کہو صاحب اے نوں ہے کس کی نشانی — کھنے کھن تمن پر تھے جاؤں گی واری
لھوا پھڑکے آویں گے من ہرنا — لگوں گی آج پیا کے چرنا
سج تھے جاب تج دی نیئں پیا سوں مسکتی ہوں — کہی ایتا کہ یو سیج ہے پیا تم کرتے بھانے کی
پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں — وے لوگاں کے ڈر تھے میں اپس سیئں کو ندر کھتی ہوں

مختصر یہ کہ محمد قلی نے ریختی میں صحت مند نسوانی جذبات اور ان کی نفسیات کی رنگا رنگ کیفیات کو شعر کا جامہ پہنا دیا ہے۔ تیز مشاہدے، انسانی فطرت سے آگہی اور ژرف نگاہی نے محمد قلی کی ریختی میں واقعیت اور حقیقت نگاری کے رنگ کو چوکھا کر دیا ہے ان میں متنوع جذبات موجزن ہیں، خوف ہجراں، محبت کی مجبوری، نشۂ وصال، سپردگی، رشک و حسد، شکوہ و شکایت، محبوب سے روٹھنے اور پھر اس کو منا لینے کی رنگا رنگ کیفیات اور گوناگوں تجربات [illegible]

قصیدہ گوئی

محمد قلی کے کلیات میں قصائد بھی موجود ہیں۔ اس نے اس صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ قصیدے کی صنف دکنی شعراء میں زیادہ مقبول نہیں تھی اس کے باوجود دکنی شاعری میں اس صنف کا فقدان نہیں ہے دکنی شعراء نے غزل اور مثنوی سے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا ہے یہاں تک کہ سلاطین کی مدح کے لیے بھی اکثر دکنی شعراء نے مثنوی کا انتخاب کیا ہے محمد قلی دکن کا پہلا قصیدہ نگار ہے۔ اس کے یہاں موضوعات کی رنگارنگی اور تنوع نظر آتا ہے اس نے نعت منقبت، مختلف عیدوں، تہواروں اور دیگر موضوعات پر اچھے قصیدے کہے ہیں۔ قصیدے کی صنف میں اشعار کی تعداد سے بحث کرتے ہوئے مختلف مصنفین نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے "کاشف الحقائق" میں امداد امام اثر نے لکھا ہے کہ قصیدے میں کم از کم اکیس ۲۱ شعر موجود ہوں[1]، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دکنی شعرا کے قصیدوں میں اشعار کی تعداد کا کوئی خاص تعین موجود نہیں ہے۔ اگر نصرتی نے قصیدے میں دو سو سے بھی زیادہ اشعار کہے ہیں تو محمد قلی نے اختصار پسندی سے کام لیا ہے۔ دکنی شعرا کے قصیدے عموماً مختصر ہوتے ہیں۔ غالباً ان ہی قصائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے محمد باقر آگاہ نے اپنے دیوان کے دیباچے میں لکھا تھا کہ قصیدے میں اشعار کی تعداد سات اور بارہ بھی ہو سکتی ہے۔[2] محمد قلی نے مدحیہ اور بیانیہ دونوں انداز کے قصائد کہے ہیں مدحیہ قصائد میں نعت اور منقبت کا عنصر نمایاں ہے۔ یہ قصیدے مذہبی محرکات کے تحت لکھے گئے ہیں۔ بیانیہ قصائد کی تعریف کرتے ہوئے ابو محمد سحر لکھتے ہیں:-

---

۱۔ امداد امام اثر - کاشف الحقائق - صفحہ ۱۹۵

۲۔ محمد باقر آگاہ - دیباچہ دیوان محمد باقر آگاہ - صفحہ ۱۴

"بیسانیہ اس قصیدے کو کہتے ہیں جس میں مختلف کیفیات کو بیان کیا جاتا ہے
مثلاً بہار کا تذکرہ شہر آشوب یا دوسرے حالات و واقعات،، ١

محمد قلی کے قصیدے عید نوروز، عید قربان، عید میلاد النبی باغ محمد شاہی اور بسنت
قصیدے ہیں جن میں قطب شاہی محلات کی چہل پہل، اس دور کے رسوم و رواج اور معا
کے خوبصورت مرقعے موجود ہیں۔ دیوان محمد قلی قطب شاہ کے قدیم مخطوطے میں سات قص
ہیں جو مکمل حالت میں موجود ہیں۔ مخطوطہ جدیدہ میں بعثت نبی سلعم پر ایک نامکمل قصید
نظر آتا ہے۔

محمد قلی کی قصیدہ نگاری سے بھی اس کی انفرادیت کا اظہار ہوتا ہے۔ دوسرے اک
قصیدہ نگاروں نے قصیدے کو انعام و اکرام اور جاہ و منصب کے حصول کا ایک وسیل
بنالیا ہے اور ذی اقتدار امرا اور حاکموں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد ا
تملق کو روا رکھا ہے محمد قلی خود بادشاہ تھا اس نے اس صنف کو سلاطین و امرا
مدح سرائی اور حصول قرب کا ذریعہ نہیں بنایا ہے بلکہ اپنے زور طبیعت کو حقیقت نگاری میں
صرف کیا ہے۔ محمد قلی نے قصیدے کے بعض اجزائے ترکیبی تو فارسی سے لیے ہیں لیکن مو
کو مقامی خصوصیات اور دکنی تمدن کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ عربی اور فارسی کے
مذہبی قصیدوں میں بھی تشبیب کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے محمد قلی کے قصیدوں
میں یہ جدت نظر آتی ہے کہ اس نے قصیدے کے لیے تشبیب گریز، مدح اور دعا
بندھے ٹکے مضامین اور اسالیب کو ضروری نہیں سمجھا ہے۔ اس کے قصیدے ہر قسم
تکلف اور تصنع سے مبرا ہیں یہاں تک کہ اس نے قصیدے کے اجزائے ترکیبی کو
درخور اعتنا نہیں سمجھا اور اپنے مخصوص و منفرد انداز میں اس صنف کو برتنے کی کوشش
کی ہے محمد قلی کے قصیدوں میں تشبیب کے عناصر موجود ہیں اور مدح کا جزو بھی شامل
لیکن اس نے ان اجزا کی پیشکشی میں تاخیر و تقدیم کو روا رکھا ہے اور قصیدے کے اجزا
ترکیبی سے من مانے انداز میں استفادہ کیا ہے۔ عید میلاد النبی پر محمد قلی نے جو قصیدہ لکھا
اس میں قصیدہ نگاری کے روایتی انداز سے انحراف کرتے ہوئے تشبیب اور گریز

سے پہلے مدح کی ابتدا ہوتی ہے اس قصیدے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ ع

بنی مولود لیایا ہے خبر سر تے خوشی کا   سر اصلواۃ بھیجو سب محمد نور علی کا

اس قصیدے میں شاعر نے ایسے اشعار بھی کہے ہیں جن کا موضوع تشبیب سے تعلق رکھتا ہے لیکن ترتیب کے اعتبار سے انہیں قصیدے میں مدح کے بعد جگہ دی گئی ہے اس کے برخلاف ایک اور قصیدے میں جو نوروز کے موقع پر کہا گیا ہے تشبیب حسب قاعدہ قصیدے کی ابتدا میں پیش کی گئی ہے۔ منقبت کے دو قصیدوں میں بھی تشبیب موجود ہے محمد قلی اپنی زندگی اور شاعری میں وہ سرگزشتہ، خمار رسوم و قیود.. نظر نہیں آتا اس نے اکثر جگہ اپنی جدت طرازی، اختراع پسندی اور اجتہاد پرستی کا ثبوت دیا ہے۔ قصیدے کی صنف مبالغے کی کثرت کی وجہ سے بدنام ہو چکی ہے اس پر حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں سخت تنقید کی تھی۔ فارسی شعراء کی طرح اردو شعراء کے کلام میں بھی مبالغہ گویا قصیدہ گوئی کا جزو لاینفک بن گیا ہے لیکن محمد قلی نے اپنی قصیدہ نگاری میں اس سے پرہیز کیا ہے اسکے قصیدوں میں غلو کی جھلک نظر نہیں آتی۔ اپنے قصائد میں وہ ایک حقیقت پسند شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے ان پھولوں، پرندوں، درختوں اور اُن مناظر کی عکاسی کی ہے جنھیں اس نے دکن کی سرزمین پر بچشم خود دیکھا ہے۔ مقامی رنگ نے حقیقت نگاری کے عناصر کی جلا بخشی ہے۔ عربی میں شعراء جاہلیت کے قصیدوں میں اصلیت اور حقیقت پسندی کی فراوانی نظر آتی ہے وہ اپنے فطری جذبات کو بغیر کسی تصنع کے بڑی خوش اسلوبی اور صداقت پسندی کے ساتھ ظاہر کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کی ابتدائی شاعری میں تکلفات اور ملمع کاری کے مقابلے میں صاف گوئی اور حقیقت نگاری زیادہ ہوتی ہے۔ محمد قلی نے قصیدہ نگاری میں ادب کی صحت مند اور صالح قدروں کی مدد سے ایک ایسے طرز کی بنیاد ڈالی تھی جو عرب اور عجم کی ادبی روایتوں سے بڑی حد تک آزاد تھا۔

محمد قلی کی قصیدہ نگاری کا کمال اس کے دو قصیدوں میں نظر آتا ہے ان کا موضوع عید نوروز اور روز عید ہے۔ نوروز کے موضوع پر محمد قلی کا قصیدہ دوسرے قصائد سے زیادہ طویل ہے اس میں (۵۱) اکاون شعر موجود ہیں اس قصیدے کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں محمد قلی کی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں بروئے کار آتی ہیں۔ ربط و تسلسل زور تخیل اور مضمون آفرینی کے اعتبار سے بھی یہ قصیدہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس قصیدے میں قطب شاہی

معاشرہ اپنے اہم سماجی خدوخال کے ساتھ ابھرتا نظر آتا ہے۔ محلات کی تزئین، جشن کی تیاریاں مہمانوں کی خاطر مدارات، محفل آرائی کے انداز ساز و سامان آرائش و زیبائش لباس، شاہی، مشاغل اور دربار کے آداب و تکلفات کی متحرک اور گویا تصویریں اس قصیدے میں موجود ہیں۔

محمد قلی کا ایک بیانیہ قصیدہ بسنت سے متعلق ہے جو صرف پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ بسنت کو اس بادشاہ نے ایک قومی تہوار بنا دیا تھا۔ یہ تقریب خاص اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ منائی جاتی تھی۔ اس قصیدے کا موضوع محمد قلی کی رنگین طبیعت سے خاص مناسبت رکھتا تھا اس لیے اس میں شاعر کی فنکارانہ صلاحیتوں کا کمال نظر آتا ہے۔ خوبصورت تشبیہات اچھوتے اشعارے پر کیف اور رنگین طرز ادا نے محمد قلی کی قصیدہ نگاری کو چار چاند لگا دیے ہیں اس قصیدے میں ہندوستانی ماحول کی بھر پور عکاسی کی گئی ہے۔ موسم کی کیفیات بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں پیش کی گئی ہیں وہ جواہر کے "نمن پھولاں"، "میگھ ہنیسانی"، "پھل سنگار کے نقشاں"، اور "مدن کے مد"، کی کیفیت کو بڑے خوبصورت پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محمد قلی کو اپنے اس بیانیہ قصیدے کی فنی خوبیوں کا احساس تھا اس لیے اس نے اپنے اشعار کو خاقانی کے اشعار کا ہم پایہ بنایا ہے۔ وہ کہتا ہے

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں :: معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمد قلی کے قصیدوں میں بعض ایسی تشبیہات اور استعارے موجود ہیں جن میں چاند سورج، ستاروں، آسمان اور اُس کے برجوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔ مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب "نصرتی"، میں لکھا ہے۔

"دکنی قصیدوں کی ایک قسم چرخیات سے موسوم کی گئی ہے"، !

یہ ایسے قصائد ہوتے ہیں جن میں تشبیب کے اشعار فلکیات سے متعلق ہوتے ہیں مثلاً محمد قلی کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

قطب تارا کھینچتا آہن رہا کوں آپ دھر   سب ہی تاراں ہیں ادسے دستا ہے بڑپن عید کا
پریاں حوراں سب چند ناچتیاں ہیں عرش اوپر   رکھے تال دھارے تال لے کر مشتری کا

فلک ساتوں بندھے آئیں ستارے چاند سورج وہ آئیں طرح دیکھ حیران ہووے عقل آدمی کا
انندا ں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اس قسم کے اشارے پہلی مرتبہ چونکہ محمد قلی کی شاعری میں ملتے ہیں اس لیے قیاس کیا جاتا ہے کہ بعد کے دکنی شعراء نے جن میں نصرتیؔ کا نام بطور خاص قابل ذکر ہے اسی کا تتبع کیا ہو اور اس سے دکنی شاعری میں قصیدے کی اس قسم کا آغاز ہوا ہو جو "برجیات" سے موسوم کی گئی ہے۔

رباعی

سرزمین دکن کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں اردو ادب کی مختلف اصناف سخن کی
بیل پڑی اور وہ اردو زبان کے گہوارے پہ پروان چڑھی ہیں۔ رُباعی اپنی منفرد خصوصیات
اپنے انفرادی رنگ و آہنگ کی وجہ سے ادب میں ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ دکنی
نے رباعی کو نہ صرف اُردو شاعری سے روشناس کروایا بلکہ اس صنف میں وہ تنوع، بوقلمو
رنگارنگی بھی پیدا کی جو بعد کے دور کی رُباعیوں میں کم نظر آتی ہے۔ دکنی شاعروں نے رُ
کے موضوعات کا دائرہ وسیع کیا اور زندگی و محبّت کے گوناگوں تجربات کو بڑی خوبی
ساتھ رُباعی میں سمو دیا ہے۔ ان کے یہاں رُباعی کی صنف بندھے ٹکے مضامین تک مح
ہوکر نہیں رہ گئی ہے۔ دکن کے رُباعی گو شعرا نے اخلاق و حکمت، پندو موعظمت، فلس
تصوف خمریات اور عشق و محبّت کو اپنا موضوع بنایا اور رباعی کے مواد میں قابلِ لحاظ اض
کیا ہے۔ رُباعی کی صنف میں رنگارنگی، جاذبیت اور گہرائی پیدا کرنے کا سہرہ بھی مح
کے سر ہے۔ راقمۃ الحروف کو دکنی رباعیات کے موضوع پر تحقیق کے دوران خواجہ
بندہ نواز اور فیروز شاہ بہمنی کی ایک ایک رباعی ہمدست ہوئی تھی۔ [1] خواجہ بندہ نوا
کی رباعی متصوفانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے اور ان کے مخصوص نقطۂ نظر کی غماز ہے
فیروز شاہ بہمنی (1397ء تا 1422ء) کی بھی ایک رباعی منظرِ عام پر آئی ہے۔ ؎

تجہ مکھ چندا دسے سارا جیوں
تج کان پہ موتی جھمکے تارا جیوں
فیروزیؔ عاشق کوں ٹک یک چاکن دے
تج شوخ آدھر لب رہے شکر پارا جیوں

---

[1] سیّدہ جعفر۔ دکنی رُباعیاں۔ صفحہ 85 تا 95۔

فیروز شاہ بہمنی نے رسم و رواج، رہنے سہنے کے طریقے اور دوسرے تمدنی عناصر دکن کی ہندو تہذیب سے اپنائے تھے بقول نصیرالدین ہاشمی "ایک مخلوط دکنی کلچر کے بانی کی حیثیت سے فیروز شاہ کا نام تاریخ دکن میں نمایاں ہے"۔[1] مندرجہ بالا رُباعی بدیسی پیمانے میں دیسی شراب پیش کرتی ہے۔ اس میں طرزِ ادا کی تازگی بھی ہے اور مضمون کی دلکشی بھی۔ اگر فیروز شاہ بہمنی کی کچھ اور رباعیاں دستیاب ہوسکتیں تو اس کی شاعرانہ حیثیت متعین کرنے میں مدد ملتی۔

دکنی رباعیوں کا جو سرمایہ اس وقت تک منظر عام پر آسکا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ محمد قلی وہ پہلا شاعر ہے جس نے رُباعی کی صنف سے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور اسے ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ دوسری اصناف سخن کی طرح محمد قلی نے رُباعی کو بھی اپنے گرد و پیش کے ماحول اور مقامی و سماجی اثرات کا آئینہ بنا دیا اور اسے ہندوستانی مزاج بخشا۔ محمد قلی دکن کا وہ پہلا شاعر ہے جس نے رُباعی کے موضوعات کو نئی وسعتیں عطا کیں۔ رُباعی جو زیادہ تر پند و موعظمت یا اخلاقی مضامین کے اظہار کا ذریعہ تھی محمد قلی کے کلام میں پہلی بار عشقیہ مضامین اور سنگار رس کی حامل نظر آتی ہے۔ بادشاہ کے اس طبقے میں اس عہد کے دوسرے شاعروں نے بھی رُباعی میں معاملات حسن و عشق کی ترجمانی کی اور اس طرح دکنی ادب میں رباعی کہنے کی ایک نئی روایت نے جنم لیا۔ محمد قلی کی اڑتیس (38) رُباعیاں دیوانِ محمد قلی کے نسخہ جدید میں موجود ہیں ان میں سے چھ رباعیاں غیر خصّی ہے اور بتیس (32) خصّی ہیں ڈاکٹر زور نے ان کی تعداد اکتالیس (41) بتائی ہے جو درست نہیں۔ آخری تین رباعیاں بحر ہزج میں نہیں ہیں۔ ان کے لیے رُباعی کی اصطلاح استعمال نہیں کی جاسکتی۔ رباعی ایک ایسی صنف سخن ہے جو صرف ایک مخصوص بحر میں کہی جاسکتی ہے۔ یہ صنف بحر ہزج سے مخصوص ہے۔ علم عروض کے ماہروں نے بحر ہزج سالم سے جو "مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن" ہے دس ارکان نکالے ہیں اور انھیں رُباعی کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ان میں ایک رکن سالم آتا ہے اور باقی نو اضافات کے ساتھ[2] عظمت اللہ خاں نے "سریلے بول" میں

---

[1] نصیرالدین ہاشمی دکن میں اردو۔ صفحہ 24۔

[2] محمد بن قیس رازی۔ المعجم فی معائر اشعار العجم، صفحہ ۹۰۔

ہندی ماترک طریقے سے رباعی کے اوزان کی تعداد دس ہزار نو سو چھیالیس (10946) مقرر کی ہے[1]۔ نظم طباطبائی نے "تلخیص عروض و قافیہ" میں اخرب کے بارہ اور اخرم کے بارہ یعنی جملہ چوبیس اوزان کی تشریح کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ رباعی مزاحف اوزان میں کہی جا سکتی ہے[2]۔ ڈاکٹر زور نے محمد قلی کے ایک قطعے اور دو چہار در چہار کو بھی رباعیات کی سرخی کے تحت شامل کرلیا ہے۔ جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ انھوں نے بحر اور اوزان کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ دیوان محمد قلی کے نسخہ جدیدہ کا کاتب نے رباعیوں کے عنوان کے تحت محمد قلی کے ایک قطعے اور دو چہار در چہار کو بھی جگہ دی ہے اور ڈاکٹر زور نے انھیں جوں کا توں نقل کرلیا ہے۔ بقول انشا رباعی کے اوزان بہت ہی پیچیدہ ہیں[3]۔ دیوان درد، دیوان ذوق، دیوان ناسخ اور دیوان ظفر وغیرہ میں کاتبوں کے سہو کی وجہ سے بہت سے قطعات کو رباعی کے زیر عنوان درج کیا گیا ہے۔ یہی حال قدیم دکنی کاتبوں کا بھی ہے۔ مخطوطات اور بیاضوں میں ایسے بیسوں قطعات ملتے ہیں جنھیں رباعی کے مخصوص اوزان سے ناواقفیت کی بنا پر "رباعی" کی سرخی سے مزین کیا گیا ہے۔

محمد قلی نے اپنی رباعیوں میں معاملات حسن و عشق کی بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے۔ موجودہ دور میں جس انداز کی شبابیاتی رباعیاں جوش اور فراق وغیرہ کے یہاں ملتی ہیں اسی طرح کی پُرکیف رنگین اور سرشار رُباعیاں محمد قلی کے دیوان میں موجود ہیں۔ عشقیہ رباعیوں کی تعداد سترہ تک پہنچی ہے۔ ان رباعیوں میں حسن کا سراپا، خمریاتی کیف، وصل کی تمنا اور عشق کی سرمستی جھلکتی ہے ؎

انند منگے تو کدہیں جاناں کوں نہ چھوڑ　　بیگن منگے تو عشق کے پیگاں کوں نہ چھوڑ
جب عشق جو توں کرنے لگے دھن کے سنگات　　جیو تن میں اچھے لگوں توں ہونٹاں کوں نہ چھوڑ

چار رباعیاں خمریاتی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ محمد قلی کی مے پرستی نے اس کی خمریاتی شاعری میں

---

[1] عظمت اللہ خاں۔ سریلے بول۔ 84۔

[2] نظم طباطبائی۔ تلخیص عروض و قافیہ۔ صفحہ 24، 25۔

[3] انشا اللہ خاں انشا۔ دریائے لطافت۔ صفحہ 391۔

حقیقت پسندی کے عنصر کا اضافہ کیا ہے اس نے سنی سنائی باتوں پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات کو خمریاتی شاعری کا جزو بنا کے پیش کیا ہے۔ محمّد قلی کی رباعیوں میں عمر خیام کی خمریاتی شاعری کا لطف موجود ہے۔ محمد قلی کی خمریاتی رُباعیاں بڑی شاداب اور رسیلی ہیں ان رباعیوں کو طرزِ ادا کی گھلاوٹ، رنگینی اور تازگی و دلپذیری نے پُرلطف اور خوبصورت بنا دیا ہے۔ ایک رباعی ملاحظہ ہوے

ہے پھُل کا ہنگام مدسوں باراں حاضر
پھُولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر
اس وقت میں کیوں توبہ کیا جائے منجے
توبہ شکناں ہوا نگاراں حاضر

محمد قلی کی رُباعیوں کے موضوعات اور اظہار کے پیکروں میں خاص نُدرت، تازگی اور دلفریبی نظر آتی ہے۔ صنعت سوال وجواب غزل میں ایک خاص تاثیر، لطف اور گھلاوٹ پیدا کر دیتی ہے، محمد قلی نے رباعی کی صنف میں اس صنعت کو سمو کر ایک نیا جادو جگایا ہے محمد قلی کی ایک غیر خصّی رباعی ملاحظہ ہوے

کہیا تیرے لب کیا ہیں کہی آبِ حیات
کہیا کہ تیری لہدی کہی حَبِ نبات
کہیا کہ بچن تیرا کہی قطب کی بات
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

محمد قلی نے رباعی کے روایتی موضوعات کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ اس کے دیوان میں پانچ رباعیاں مذہبی موضوعات سے متعلق ہیں ان میں حمد پیش کی گئی ہے۔ ان رباعیوں میں خیال یا طرزِ ادا کی کوئی نُدرت یا تازگی موجود نہیں ہے۔ آٹھ رباعیوں میں حضرت علی کی منقبت موجود ہے اور ان میں محمد قلی نے اپنے مخصوص عقائد کا اظہار کیا ہے ان میں مذہبی جوش وخروش اور مودت کی فراوانی نظر آتی ہے ایک رباعی ملاحظہ ہوے

ابنٹریا ہے علی ہت تھے مدن جام منجے
متوال کہہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
دو جگ منے نیئں کام کسی دھیاں سوں منج
ہے دھیان سوں حیدر کے سدا کام منجے

اپنی تین رباعیوں میں محمد قلی نے اخلاقی نکات کی طرف بھی بلیغ اشارے کیے ہیں۔ ایک

رباعی میں اپنی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے جن تشبیہات و استعارات کو برتتا ہے وہ فلکیات سے متعلق ہیں۔ محمد قلی کی اڑتیس رباعیوں کو موضوع کے لحاظ سے جب تقسیم کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے پانچ مذہبی رُباعیاں، آٹھ منقبتی، تین اخلاقی، سترہ عشقیہ اور چار خمریاتی رباعیاں کہی ہیں۔ ایک رباعی شاعرانہ تعلّی کی مظہر ہے۔ مختصر یہ کہ محمد قلی نے رباعی کی صنف میں بھی اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا ہے۔ ایک رباعی گو شاعر کی حیثیت سے محمد قلی کا ادبی مرتبہ بلند ہے۔ اس نے دکنی شاعری میں رباعی کی صنف کو مختلف موضوعات کے لیے استعمال کر کے اسے نئی وسعتوں سے ہم کنار کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ رُباعی کی صنف میں اظہار کی اچھی صلاحیتیں موجود ہیں جن سے مختلف تصورات، تجربات اور احساسات کی عکاسی کا کام لیا جا سکتا ہے۔ دکن میں رباعی کی صنف کو مقبول بنانے میں محمد قلی کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔

چہار در چہار

جیساکہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے محمد قلی کے دیوان میں دو چہار در چہار بھی موجود ہیں جنھیں ڈاکٹر زور نے غلطی سے رُباعی کی سُرخی کے تحت پیش کیا ہے۔ یہ چہار در چہار یا مربع دراصل ایک ایسی صنف ہے جس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ طولاً اور عرضاً ایک ہی مصرعہ پڑھا جا سکتا ہے۔ ان کے لیے رباعی کی مخصوص بحر کی کوئی قید نہیں۔ ایک مربعے میں محمد قلی نے مذہبی تصورات پیش کیے ہیں اور دوسرا خالص عشقیہ ہے۔ ایک مربع یا چہار در چہار ملاحظہ ہو:-

...ارسی شاعری

محمد قلی قطب شاہ نے فارسی میں بھی طبع آزمائی کی تھی۔ فارسی زبان سے اس کی دلچسپی
...فطری وجہ موجود تھی۔ محمد قلی کو اکثر تذکرہ نویس "شاعر بادشاہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔
...ی اور فارسی کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ اس نے تلنگی زبان میں بھی شعر کا قابلِ قدر سرمایہ چھوڑا ہے۔
...ں نے فارسی میں زیادہ تر قطب شاہ تخلص کیا ہے۔ ڈاکٹر زور لکھتے ہیں :۔

"محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لیے معانی، فارسی کے لیے قطب شہہ
اور تلنگی کے لیے ترکمان تخلص اختیار کیے تھے"۔ [۱]

تا حال محمد قلی کا فارسی دیوان دستیاب نہیں ہوا ہے۔ میر سعادت علی رضوی نے
...ختلف تذکروں اور بیاضوں کی مدد سے اس کی چند غزلوں، فردیات اور مرثیوں کو اکٹھا کر کے
...جلس اشاعت دکنی مخطوطات" سے 1307ھ میں شائع کیا تھا اور اس طرح محمد قلی کی آٹھ فارسی
...زلیں اور دو فردیات منظرِ عام پر آئے ہیں۔ سالار جنگ کے کتب خانے کی ایک بیاض کے
...چند اوراق سے میر سعادت علی نے محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے پند بند بھی نقل کیے ہیں۔
...ہ مرثیہ محمد قلی نے محتشم کاشانی کے ہفت بند کے طرز پر لکھا ہے جس کے صرف چھ بند
...ل سکے ہیں۔ آخر میں شہادت حسین پر ایک فارسی نوحہ بھی مرتب نے نقل کیا ہے۔ محمد قلی کی فارسی
...شاعری کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس زبان پر عبور رکھتا تھا حسنِ بیان، تشبیہات
...و استعارات کی موزونیت، طرزِ ادا کا رچاؤ اور پختگی محمد قلی کے فارسی کلام کی قابلِ ذکر خصوصیات
...ہیں۔ محمد قلی کی فارسی شاعری میں مقامی اور معاشرتی حالات، و واقعات کا عکس نظر نہیں آتا۔
...محمد قلی کی فارسی شاعری اس مقامی رنگ (Local colour) سے یکسر خالی ہے
...جو اس کی دکنی شاعری کا نمایاں وصف ہے۔ اس نے دکنی میں جو مرثیے کہے ہیں ان میں بھی
...مقامی ماحول کا پرتو موجود ہے۔ دکنی زبان میں چوں کہ مرثیے کا کوئی اہم نمونہ شاعر کے
...سامنے موجود نہیں تھا اس لیے اس کو اپنی راہ خود تراشنی پڑی تھی لیکن فارسی میں مرثیے
...کہتے وقت وہ محتشم کاشانی کے طرز کو اپنانے اور اس سے خوشہ چینی کرنے کی کوشش

---

[۱] مقدمہ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ 31۔

کرتا ہے ؎

امروز روزِ ماتمِ سلطانِ کربلاست
روزِ رحابان ز خاک نشینانِ کربلاست
شورِ آبِ دیدہ موج بہ گردوں رسانده است
کشتی نوح غرقۂ طوفانِ کربلا است
شاہنشہی کہ ... زمین و زماں بود
در نمائے ... میدانِ کربلاست[1]

محمد قلی کا جو فارسی کلام دستیاب ہوا ہے اس سے اس کی زبان دانی اور قادر الکلا
کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

لسانی تجزیہ

جب ہم لسانی اعتبار سے دکنی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ دکن
نشو و نما پانے والی زبان شمالی ہند میں بولی جانے والی اردو سے منقطع رہ کر تشکیل
منزلیں طے کرتی رہی۔ ساڑھے تین سو سال کے عرصے میں دکنی زبان نے مختلف جغراف
سماجی اور لسانی اثرات قبول کیے جن کی وجہ سے دکن میں ادبی روپ دھارنے والی ز
سے شمال کی اردو نے علاحدہ رنگ اور روپ اختیار کیا۔

صوتیے

دکنی اردو کے لسانی تجزیے میں سب سے پہلے صوتیوں (PHONEMS)
مطالعے سے ہماری رہنمائی ہوتی ہے۔ محمد قلی نے دکن کے ایسے مخصوص صوتیوں کو برتا
جو شمال کی معیاری اردو میں متروک ہیں۔ مھ (MH) نھ (NH)، لھ (LH)، ر
(RH) وھ (WH) اور یھ (JH) دکنی زبان کے مخصوص صوتیے ہیں۔ محمد قلی
کلام میں یہ بار بار ہمارے سامنے آتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

---

[1] میر سعادت علی رضوی۔ کلام الملوک۔ صفحہ ۳۴۵ (ب)

۱ مھ (MH)

خوش عید عشرت شہہ کے گھر لیائے دیکھ اس شہہ ہت لیکر
لا گل گلے لا مشک عنبر چو پھیر مھکاراں بھرے
رنگینی مھھیند ہت ہور پاواں لاکر
کندن کلیاں کے ہاراں خوش گندایا
اگارہ مھینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
سبھی مھینے میں خوشیاں کرتے توں اپ دکھ بسایا ہے
مکھ تاب لے رنگ آب کوں افتاب جوں ات تاب سوں
دکھلائے کر مھتاب کوں بے تاب کر پگلائے ہیں
دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے
گھر گھر خوشیاں عیشاں انند مھان بر مھمان ہے
عطار باؤ بن میں پھولاں کے کھول طبلے
مھکار اچائیا ہے پھر من میں دھاتو سکیاں

۲۔ نھ (NH)

نھنی سر تھے آپ کو سنواری عجائب
مشاطہ پری ہو نگاری عجائب
مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا ستے منے
نیر نھیہ کا مج پلاتیرے ادھر سمدور تھے
پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی نھانے پری
دوسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہی او استری
یکیلی دیکھ منج انجبانتی میں
کہاں ہیں نھاس کر کرتا پکارا

۳۔ لھ (LH)

او ملکر ماتمیاں سب اس غماں تھے لھوروویں
یااماماں یااماماں یادکرکر دل کھوویں
مگت راگاں بیاری آپ راگے راگ گاتی ہے
مکھارے راگ گاتی مکھ لھاراں سو سُہاتی ہے
دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دیکھے
لھوہیں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے
آہ ہمارے درد تھے دریاکوں سب جوش آونا
ماتمیاں کے لھو بنداں تھے آگ سب بج جاوتا

۴۔ رھ (RH)

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہا جاسی
کہ یو دو کام کرنا کر میں لئی سوگند کھایا ہوں
تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رھیا
تج نین انگے عقل سو دیوانہ رھیا
نبی صدقے ہست کھیلیا قطب شہہ
رنگیلا ہور ھیا ترلوک سارا
ان کے نوراں تھے ہے میرے نین میانے روشنی
شہہ کے بندیاں میں رھیا ہوں بندہ ہو قربان سیتی
خوشیاں میشیاں انداں سب سُرگیناسن یہ چھنداں سب
رھیا ہو پستہ خنداں سب بھرا ترجگ گھر آں خوشیاں

دکنی کے دو صوتیے یعنی وھ (WH) اور یھ (JH) محمد قلی نے شاید ہی استعمال کیے ہوں دوسرے دکنی شعراء نے انھیں اکثر جگہ برتا ہے۔

دکنی اردو میں "ھ" (H) کا تلفظ بھی ایک خاص صوتی رجحان [illegible] کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے

یا تو اس کو بالکل حذف کر دیا جاتا ہے یا پھر اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ چسپاں کر دیا جاتا ہے اور لفظ میں اس صوتے کی جگہ کی تبدیلی TRANSPOSITION کی وجہ سے اصل تلفظ درہم وبرہم ہو جاتا ہے ۔ جیسے کے پھنکڑی ۔ پھتڑے پتھر اور کھیہ کے نیہہ محمد قلی کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؂

نھیہ پون سیتی عشق کی کلیاں دل کے چمناں منے کھلایا ہے
لکھ لکھ الک سرک سٹ دیکھلائے فن سوں تل تل تو سپنڑے خیال پھنکی خال موہنیاں
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں اُمیّد پھُول مرے دندے کے سر کو پھتر بر پچھاڑ پارہ کروں

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے دکنی میں "ہ" کے مصمتے کو اکثر جگہ سرے سے حذف کر دیا جاتا ہے ہاکار (ASPERATES) سے یہ گریز دکنی اُردو کا ایک نمایاں صوتی رجحان محسوس ہوتا ہے ۔ اس عہد کے صوتی میلان کے زیر اثر محمد قلی کے کلام میں اس کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں ۔ عربی فارسی اور ہندوستانی اصل کے الفاظ بلا تخصیص اسی رجحان کے تابع نظر آتے ہیں چند شعر یہ ہیں ؂

قطب پنجتن کی غلامی قبولیا تو اس عشق انگوٹی میں چند سوا سہائے
نہ آوے اثر ہم کوں تج مئے تھے ساقی چڑی مستی ہم سر میں او بوئے فرخ
سجن مری چنچل اہے بیسم ماتا سکیاں کوں بیا بات رنگین سو بھاتا

میرا اسد بُد سب لے کر کے ہو ر بتاتے ہیں جُدا
دل کے اسا ساں ہور اسا ساں کا ہوا ہے لیے غیاث
نازک ہوا ہے شیشے تھے دل اس رکھو سنبال
لاگیا ہے ہم تمن کو ازل تھے مدام بحث
نبی صدقے قطب شہہ کے سو آو پرہ
اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے رو مالا
بن سیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں
ٹک آ کے کرو گشت چمن جی اسٹھے سارا

اس کے بر خلاف بعض وقت لفظ کے معیاری تلفظ میں "ھ" کے اضافے کی صورت بھی نظر آتی ہے جیسے ؂

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسریا
کھونلی سکی کوں دیکھت سند بھولیا دکھن میں
سب ہی کچ کوں انت نیئں نا نیم حرف کو انتھ نیئں
بھوت ڈھنڈ دیکھے نہ پائے انتھ نیہہ افسانے کا
کواریں آپ میا ستھیں توں منج کوں
کہ میں باندی ہوں تج سوں حب سارا
قطب آئے صبح اپس کے مسند ہر
سو تسلیم کرشہ کوں جلتا شمع

املے (DIPTHOUGS) ہندی اور اردو میں صرف دو املے پائے جاتے ہیں جو A ī اور A.u ہیں۔ پہلا امالہ رہی نئی گی اور تہی جیسے لفظوں میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرا امالہ 'کون' جیسے لفظوں میں برتا جاتا ہے دکنی میں یہ صوتی رجحان پایا جاتا ہے کہ جہاں دو متصل مصوتے (UOWELS) موجود ہوتے ہیں وہاں ان کا تلفظ اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ ان دونوں مصوتوں کو مخلوط کرکے انھیں ایک صوری اکائی یعنی ایک املے کی حیثیت دی جاتی ہے اور اس کا تلفظ اسی طرح ادا کیا جاتا ہے دکنی میں دو معیاری املوں کے علاوہ دوسرے املے بھی مستعمل ہیں اور ان کی تعداد پانچ تک پہنچتی ہے گویا دکنی میں (۱) U.ī (۲) Oī (۳) oe (۴) Oe اور Aī ایسے املے موجود ہیں جو اردو اور ہندی میں مروج نہیں ہیں۔ محمد قلی کے کلام میں یہ املے اس طرح برتے گئے ہیں:

(۱) Ui :-

کلا قند و نبات کا کیا کروں — سو مکھ پھونٹ تھے باندھیا گیا قند تھر تھر
سو اس نس نین نہ کھولوں کے ہوئی مج — پیا ثے نام بن نا لیئو کوی نام
دھریں سب ذکی وقت میں تجہ کوں سر مجیں — ہر لال ہرداں کے ہر یک ملوکاں

(۲) Oi :-

دکنی میں اسی طرح کا ایک اور امالہ (oi) ہے جو (o) اور (i) کے مصوتوں کے

باہم مدغم ہونے سے ۔۔ کا جزو بنتا ہے۔ محمد قلی کے چند شعر جن میں یہ امالہ آیا ہے یہ ہیں :-

برستا سیس تیرے نور جلوا | نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی
کوئی آج لگ سمجھے نہیں تج حسن کے نکتے کتیئں | معنیٰ نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا
سکی پیو چنتا لگیا ہے ہمن کوں | سجن بن نہ کرسے لے ہور کوئی نوارا
بنی صدقے تج نبیٔ شہر میں قطب | نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

(3) OE :-

یہ امالہ (O) اور (E) کے مصوتوں کے خلط ملط ہونے سے تشکیل پاتا ہے ۔

مریخ الد پنجے میں دیکھن منگے کوئے | شہ ہات میں خنجر سو دندے کاہ دیکھو
دھن دھن سوں جو میلے تو انند ہوئے انند | تج عشق مومن میں جوں سکا زر میں اچھو

(4) DE :-

یہ امالہ (E) اور (D) کے مصوتوں کے ادغام سے پیدا ہوتا ہے ۔

علی جب رات گئے معراج مل کر مصطفےٰ سیتے
تو اُن پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
جبرئیل لے آئے سو اپ دوستاں کو کئے خیر
بے قبولے لوُر پائے نا قبولاں سو واج

(5) Di :-

یہ امالہ (D) اور (G) کے باہم اتصال سے ظہور پذیر ہوتا ہے ۔

نہیں کیئں تج ایسی سہیلی چھبیلی | تج ایسی نہ اچھ سے جگت میں رنگینی
چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا | کہ اس بن ئیں ہمیں یلتل قرارا

انفی آوازیں

دکن میں آوازوں کو انفی بنانے کا رجحان بھی خاصی اہمیت رکھتا ہے ۔ یہ رجحا

شمالی ہند کی بعض بولیوں میں بھی نمایاں ہے ۔ آج بھی دکن میں گھاس کو گھانس ، چاول کو
چانول اور برسات کو برسانت کہا جاتا ہے ۔ محمد قلی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں
آوازوں کو انفیانے کا میلان نمایاں ہے ۔

برسات = برسانت کا پھلاں کا بھید ما ہے باس رواں رواں
دھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنوا ؤ

ستانا = مری منت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
اسی تھے سدا برہ کوں میں ستناتا

گھاس = کھنے گھانس پر تو چھالوں سٹ اپنے کر سوں
کہ جیون سٹتا ہے چھالوں اپ گھانس پر وو قد شمشاد

آکاس = سرنگ بیر بہوٹی لکوت کریاں میں پاتراں سب
آنکاس کے کنارے جلیان کا رت جگا و

جیت = تیری یاد کا بحث غم سیتی کرتے
ہمن جینت نا شک و و کرتا ہے عزغ

مزا = نہ جانوں رتج درس میں سکی کیا منزا ہے
لیلیٰ تجے سو دیکھ کے مجبوں کہے الپس

سنوارا :- سنوار نریا ہے من موہنیاں اپنے تیئں
پیا کوں اینو سوں تر کتا ز ہے

آگے :- تمہاری یاد تھے ہوا ہے چھا معانی مجنوں
مجنوں انگے ہے بیرت کہنے کو کہنا گت تار خ

تخفیف صوت کا رجحان

دکن میں تخفیف صوت کا رجحان پایا جاتا ہے محمد قلی کے یہاں یہ رجحان اپنی جھلک
دکھاتا رہتا ہے اس نے دوار دوردزہ کو وار، کہانی کو کہنی ، موہن کو مہن ، بھوک کو بھک
اور اونچائی کو انچائی اور آسمان کے بجائے اسمان استعمال کیا ہے ۔

کے بیشمار لفظ موجود ہیں لیکن تسہیل کے فطری اصول کے تحت نہ صرف ان کی ہیئت میں
تبدیلی پیدا کی گئی ہے بلکہ تلفظ میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یہاں یہ بات
قابلِ غور ہے کہ دکنی زبان نے دراوڑی اصل کے الفاظ کو اپنے لفظی خزانے میں جگہ نہیں
دی ہے۔ گولکنڈہ اگرچہ کہ اپنے جغرافیائی محلِ وقوع کے اعتبار سے تلگو اور کنڑی بولنے والے
علاقوں میں گھرا ہوا تھا اس کے باوجود یہ بات تعجب خیز ہے کہ ان زبانوں سے اس نے لسانی
اثرات قبول نہیں کیے۔ محمد قلی کے صرف ایک شعر میں "ایم رے ایم"، تلگو الفاظ آئے ہیں ؎

بنی صدقے قطب شہ سانولی سوں
بچن ہندوی موں بولے ایم رے ایم

اس شعر میں شاعر نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ ہندوی (تلگو) الفاظ ہیں مولوی عبد الحق
لکھتے ہیں کہ لفظ دوراہی تلگو سے ماخوذ ہے ڈاکٹر زور نے بھی مولوی عبد الحق کے اس بیان کا
حوالہ دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ سنسکرت ہے جو دُور + ہا سے مل کر بنا ہے
جس کے معنی کسی کے اقتدار کی سوگند کھانے کے ہیں۔ محمد قلی کہتا ہے ؎

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر
سو سارے جگت میں دوراہی پھرایا

حرفی و نحوی تجزیہ

اسم :- محمد قلی نے دکن کے عام قاعدے کے مطابق اسم کی جمع اس کے آخر میں "اں" زائد
کر کے بنائی ہے جیسے بات سے باتاں، کام سے کاماں، رات سے راتاں اور کتاب سے
کتاباں دھوپ کی جمع دھوپاں وغیرہ۔ اردو میں "وں" لگا کر اسم کی جمع بنائی جاتی ہے
جیسے گھوڑوں، کتابوں، باتوں اور ہاتھوں وغیرہ۔ اسم کے آخر میں "اں" کا اضافہ کر کے جمع
بنانے کا طریقہ پنجابی اور ہریانی میں بھی رائج ہے۔ محمد قلی کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

سکی باتاں شکر کرتی و لے میٹھائی آسے نا
دوانی نیشکر میں کوئی کہدیں نا بات باسے نا
مکھا سورج کتاباں تھے لوا خط سوں لکھیا یا توں
اسی خط پر بسی عاشق سو یک راہی کرن سکتا

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بہتاں
پھولاں کی باس پایا بُلبُل ہزار دستاں
سالاں بسالاں مرگاں آنند سوں گجاؤ
جوبن طبل خوشیاں سوں نت نت تمہیں بجاؤ
نزی یا تمان نزی دھاتاں تیری ریتاں اہے بہو دھات
دیسی جو کچ توں گالیاں دے بوسے دلاوے نا
رنگیلی مہیندی ہت ہور پانو لا کر
کندن کلیاں کے ہاراں خوش گند ایا
تورتن منج عشق کے جو کاں بھرے
موتیاں لہراں کے اتم تم بجاؤ

ضمائر

محمدؐ قلی کے یہاں ضمائر میں خاصہ تنوع نظر آتا ہے۔ متکلم واحد میں "میں" اور
"ہوں" دونوں استعمال کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ میرا اور "مو" بھی محمدؐ قلی کے کلام میں
موجود ہے۔ مخاطب واحد کے لیے "تو" اور "مج" "تو" "تیرا"، "تمارا" اور "تہیں"
ضمائر لائے گئے ہیں۔ "ہمارا" اور "ہمن"، "وو" "انوں" "اپی"، "آپ"، "انہیں"، جس او
جا کا استعمال بھی محمد قلی کے یہاں اکثر دکھائی دیتا ہے۔ چند شعر کلیات قلی سے ملاحظہ ہوں

اپی
بنی کا اک محبت تھا سو بس کر بات پڑ نا تھا
ہزاراں کر اپی کیتے ہیں سبب کوں رہنما رافع

انوں
کیتک لوگاں سو ہنستے تھے انوں کی ایک محبت پر
کیتک دل کوں حضوراں کے سو شہ دولت ہوا رافع

آپ
کرے سب شئی آپے او نارا حداث
مٹھائی آپ اُدھر دلدار احداث

ہمن
سلونی رُوپ ونتی جیو کی پیاری
ہمن پر لتی کرے ہے ہمار احدار ہے

مو — مونین ہوز دل میں لگیا ہے مدام بحث
چُپ رہ توں عقل کرتی وو دونوں کلام بحث

ہمنا — چندنی مکھ کے اُوپر مکری کاؤ نساگستاخ
جب رکھے کاں اُپر توں دسے ہمنا گستاخ

تم بجائے تمہارے — تم ادھر تھے پاتے ہیں پانی سرنگ لعلی کا
وو ادھر باج ادھر ہور ہے چمنا گستاخ

تمن — غیر جب لیوے تمن نام ہووے مراد ہن تلخ
شکر و شہد پلاویں تو نہ جاوے وو سخن تلخ

مج — ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا
مج عشق پیاری کار ہے جیو کا ادھارا

او — رات میرے نین مج سونے نہ دین
او ہمن گھر میں نپٹ ویرا نہ کیتا

تج — میں آتی ہوں تج پاس اتارا کرن
تمیں کرنے ہارا اتارا پیارا

(یہ) — چڑیا ہونٹاں کی مسی کا اثر مہج
ائے مستی نیں ہے کس خمار خانہ
جے کوئی یک روں ترا رکھے آپ سر
کہ ویسے سب شہاں میں جیوں فریدوں

افعال

عام طور پر اردو میں مادے کے اندر "تا" کا اضافہ کر کے فعل مضارع بنایا جاتا ہے۔ ہریانی میں مضارع کی یہ شکلیں عام طور سے ملتی ہیں لیکن دکن میں اس اصول پر عمل نہیں کیا جاتا۔ دکن میں افعال صیغۂ ماضی مطلق "ی ا" سے مرکب ہوتا ہے

مثلاً پایا بھاگیا اور کھائیا وغیرہ۔ محمد قلی کے چند اشعار میں ان کا استعمال ملاحظہ ہوے

کھلیا: جو پھول ہیں کھڑی دھن سوں جوں نہال کھلیا
سرگ ہیں سرو نہ تج سارے سرو گل اندام

لکھیا: قلم لیکر جلی لکھیا جو کوی بھی نا سکیں لکھنے
لیکھیا ہے وو کدھیں مکھ تیرے صفحے پر الک مصرع

لکھیا: باغ میں آکے بھنور پھول سوں کہیا یوں بچن
ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے ٹمن

کسیا: اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہہ منج کسیا نہیں
دل بات کھول کہہ کہہ کدھیں ٹک ہنسیا نہیں

بسیا: مج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
اس دھات بھی کسی کے جیا ہیں بیسا نہیں

دیکھیا: نہ دیکھیا نچل کوئی اس سار صورت
سراوؤں کتے زیب اپنے موہن کی

لگیا: بہیرت کا تیری ہا واجس کوں لگیا ہے
حیا اس کا مج سوں بندرہا ہے بھاری

گرجیا: گرجیا مرگ خوشیاں سوں سنگار آوسکیاں
پڑتا ہے میگھ بھوی بھوی چولی بھگا وسکیاں

دکن کے خاص افعال جیسے دسنا، لیلانا، اچھنبا، اچانا، پنا نا، ہنجنا اور گاجنا وغیرہ کلیات محمد قلی میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ افعال مستقبل ہیں گا گی گے کے علاوہ "سی" کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ محمد قلی نے مستقبل کے لیے "سک" کا بھی کہیں کہیں استعمال کیا ہے۔ ے

حشر لگ بات محبت کی نہ آسے اس کوں
جن پیشانی تیں جھاڑیا نیں میخانہ انگن
سکی باتاں شکر کرتی وے میٹھائی آسے نا
دوانی نیشکر میں کوی کدھیں نا بات پاسے نا

سمجھ سے ناہر کوئی معنیٰ بررت کے
نہیں فہم ہر کس کوں میں اے پہچانی
شراب ہور عشق بازی باج مج تھے نا رہیا جاسی
کہ یو دو کام کرنا کر میں لئی سوگند کھایا ہوں
سب سہیلیاں میرے سر تانتا دیاں
نا ہو سکے مج تھے کدھیں اے بال پن

فعل ناقص

محمد قلی نے فعل ناقص میں ہے کے بجائے اہے، ہیں کے بجائے اہیں تھے کے بجائے اتھے بھی استعمال کیا ہے۔ دکن میں فعل جمع مونث ہو تو اس کا فعل بھی جمع آتا ہے اور اس کی بے شمار مثالیں محمد قلی کے کلام میں موجود ہیں۔ مثلاً۔ بجاتیاں، بھلاتیاں، کھڑیاں، آئیاں اور جاتیاں وغیرہ ؎

بھلاتیاں: تیری پتلیاں بھلاتیاں ہیں جگت کوں
نہیں دو مست ہیں متاں کے آخر

کھڑیاں: محبت پیالہ بھر یاں لے کھڑیاں
دسے یوں انن ہت میں جیوں سور چندر

بجاتیاں: سکیاں جن بند کل وینیاں بجاتیاں امرتیاں وینیاں
اُمنگ سوں باج ادت وینیاں سرج ہوئیں

ہوتیاں: خوشی شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہے ظاہر
زبان قاصر ہے حضرتِ وقت کہنے النور کا

پھرتیاں: تیرے گل گال تھے اے دھن ہوئے میرے نین گلشن
سو تتلیاں بھوترے ہو پھرتیاں دیکھت اُو من من گلشن

دکن میں فعل ناقص "ہے"، کے بجائے اہے (مراہٹی) اور اچھے (گجراتی) تھے کے بجائے اتھے مستعمل ہے اور ان کی جمع بھی بنائی جاتی ہے۔ محمد قلی کے یہاں فعل ناقص کی یہ صورتیں ملاحظہ ہوں ؎

جو منج میں نیٔں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
اسم محمد تجھے اہے تو جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جسم رہے شہتی ہے سلطانی مجھے جیم
تم ہمن ہیں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب
رات کیاں باتاں صبائیں ہیں تمیں روشن

دکن میں صفت واحد مونث ہو تو اس کی بھی جمع بنائی جاتی جیسے کالی کی جمع کالیا[ں]
گوری کی جمع گوریاں، پتلی کی جمع پتلیاں، چلبلی کی جمع چلبلیاں، نویلی کی جمع نویلیا[ں]
برُی کی جمع بریاں اچپلی کی جمع اچپلیاں۔ محمد قلی کے کلام میں اس کی مثالیں جا[بجا]
نظر آتی ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو لبریا
کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا دکن میں
سکیس تجھے ایک ہیں جوتی دیکھت بھولیں جگت کوں
چنچل ہو ڈھال کے موتی ڈھلیں جب چلبلیاں بالیاں
پون تجھے ہیں نازک سو پانی تجھے پتلیاں
سرگ اپچھریاں پاتراں سو رسارے
بریاں نظراں تجھے اس کوا پسند اتارو
کر حیدر نگراں انتراں بھریا

دکن میں مضاف جمع مونث ہو تو علامت اضافت بھی جمع لائی جاتی ہے۔ محمد قلی
کے چند اشعار میں اس کا استعمال ملاحظہ ہو ؎

بتخانہ نین تیرے ہور بت کیاں پتلیاں
مج نین ہیں پوجاری پوجا او دھاں ہمارا
ازں تجھے عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں نرلکی
ہمارے دور میں دائم خوشش ہے بالشی کا

سہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب
او مکھ چند پہ چند کیاں ہیں لاجوں نقاب

روزِ اضافت

حروفِ اضافت کا کی اور کے کے علاوہ دکنی شعراء نے کیرا کیری اور کیرے بھی جیسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں ؎

کیرا:۔
بندہ ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

کیری = کیریاں:۔
مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کیر
اتم مونگ کیریاں پھلیاں پائیں خط

کیرے:۔
دو الف سیای رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر
جگ لبس پڑاتے ہیں سودھن ہت مار پکڑی ہو اردش

کیرے:۔
سدنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں تو نا چھپا
منج گل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خذ

ضمیر واحد مونث کی جمع بنانے کا رجحان بھی دکنی شعراء کی ایک عام خصوصیت ہے۔ محمد قلی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اس نے تیری کی جگہ تیریاں اور میری کی جمع میں میریاں بناتی ہے۔ ؎

پیاری بھنواں میں تیریاں جوں کہ چند
اسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند
باہاں میریاں مشتاق ہیں تج ہاتھ کے گلہار کے
باہاں منے بانہ سکے تج بانھ کا لگہار عشق
اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب
کو تو الاں لکھ رہے باتاں تیریاں سب است است

اسمِ فاعل

دکنی میں اسمِ فاعل مصدر کے بعد "ہار" یا "ہارا" کا اضافہ کر کے بنایا جاتا ہے۔ یہ "ہار"

سنسکرت کے لفظ "کارک" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ محمد قلی کے یہاں کھولن
تورہنار چھوٹنہار، چھوڑنہار رکھن ہارا، تراونہار سپھرنہارے، دیونہار، بوجھن
بخشنہار اور کرن ہار اس کی اچھی مثالیں ہیں ؎

بنی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا دامن
کہ او منج کوں چھڑاونہار ہور سب ٹھار رہبر ہے

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے
منجے ڈر کیا تراونہار دریا کا ہے تو وارث

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار علی
انصاف ہر ایکیں کا کرنہار علی

منج گرچہ چھوٹک نہیں ہے گنہ تنہ سب تھے
ہیں ہوں سوں چھٹنہار چھوڑنہار علی

قسمت کرنہارا ہیں جس دیس تھے قسمت کیا
اس دیس تھے اے قطب شاہ تقیم تج آیا آنند

علی سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد پایا
علی سو دین رکھنہارا احمد دیں کا گھر ہے

سپت گھن پھرنہارے سو دھر چوندیر تھے سر بھیں
ہوئے مل سب علی پر ہے ندا چند سورتا وے بھی

اُردو میں اکثر الفاظ کی تکرار سے خاص معنیٰ پیدا کیے جاتے ہیں جیسے گھر گھر اور در
در وغیرہ لیکن دکن میں ان دو لفظوں کے درمیان "ے" کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے
محمد قلی گھرے گھر، جگے جگ، دمے دم، ٹھارے ٹھار اور چمنے چمن وغیرہ کا اکثر جگہ
استعمال کیا ہے۔

گروگرو بند سب گھرے گھر کرتے انند میزبانی
فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم مشہائی

تج مکھ تھے نو چند ابھیے آچھے شفق رنگ تیئں اپر
جوں پھول پر انگا سہیں تیوں تن پہ تھارے تو
دے دم مشتری ہوا زہرہ لیائے ہیں خبر اخرت
جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید وہم نوروز نقش
بوند سیر گرجبت جھتوں پرست
عشق کے بیچمنے چمن موراں کاہے راج
مکٹ موتی بنا بندری مانگھ سیتی
جگے جگ بنا تاں سنٹا یا برس گانٹھ

اکثر دکنی شعرا کے یہاں لفظ میں حرفوں کی جگہ تبدیل کرنے کا رجحان بھی پایا جاتا ہے لیکن محمد قلی کے کلیات میں اس کی مثالیں زیادہ نہیں ہیں۔ صرف دو چار جگہ اس نے لفظوں کا حرفوں مقام بدل دیا ہے مثلاً قفل کو کلف، بتھر کو بھتر اور بھنکڑی کو بھنکڑی

دکن میں حرف تخفیف کے لئے "ح" آتی ہے جو مراہٹی کا لاحقہ ہے "چہ" تاکیدی دکنی کی ایک اہم خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔ دکنی شعراء کے اپنے کلام میں اس کا بکثرت استعمال ہوا ہے لیکن محمد قلی کے دیوان میں اس کی حیرت انگیز کمی پائی جاتی ہے۔ حرف ایکادو جگہ اس نے چہ تاکیدی دکنی استعمال کیا ہے۔ لفظ کے آخر میں "چہ" کا حرف تاکید کے لیے بڑھا دیا جاتا ہے جس کے معنی "ہی" کے ہوتے ہیں۔ مراہٹی میں یہ سنسکرت کے مرکب ہے + ایوا اور بھی) سے اخذ کی ہے گجراتی میں بھی "ج" کی شکل میں پائی جاتی ہے۔ محمد قلی کا یہ شعر ملاحظہ ہو

تج سات یاری کر کے قطب شاہ نہ چھوڑے سے
یاری میں یو پچ اچھتی اہے یار کی روشن

حروف ربط :۔ دکنی میں حروفِ

دکنی میں حروفِ ربط بھی خاص شکلوں میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ "کو" کو انفیا کر "کوں" بنا لیا جاتا ہے "سے" کے بجائے محمد قلی نے سیتیں۔ سوں، ستھیں اور تھے استعمال کیا ہے میں کے بجائے منیں بھیتر تک کے بجائے تلک لگوں اور لگ بھی

برتا گیاہے۔ اسی طرح پر کے لیے پو اور اپر بھی مستعمل ہوئے ہیں ؎

کوں :۔ سجن میری چنچل اہے پیم ماتا
سکیاں کوں پا یات رنگین سو بھاتا
بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا اس کا منج کوں
پلادو نیر اب ہونٹا کا ہے او نیر منج خبت

محمد قلی نے دن تو "سے"، کے لیے سیتھے سیں سنگلات اور سو جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن وہ زیادہ تر "تھے" کے استعمال کو ترجیح دیتا ہے ؎

ستی :۔ میں اپ پیو سوں آج لنس جاگی ساری
پلک پر پلک شوق سیتی نہ ماری

موں :۔ منج غنچے کوں دیکھ یاد آوتا
النکار سوں ساتیں مسکادنا

ستھیں :۔ تواریں اپ میا ستھیں توں منج کوں
کہ ہیں باندی ہوں تج سوں جت سارا

ستھے :۔ باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن
کس سیتھے ائے شیو مے سکھ کرتے حساب

تھے :۔ خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن میانے
ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نسارے ہیں

تجھے :۔ پیاری تیرے بچھڑے تھے اپن منج نیند آوے نا
توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی پیرت مو بھاوے نا

ستیں :۔ سہیلی میٹھائی ستیں دل بہلائی
نہ بوجے کن کجل آنکھ راکھے داتہ

منے :۔ گوشس پارے جو کہ کاناں منے بیٹی ہے توں
قطبا کے تجھ پل موتی رتن بنیاں ہیں

بھتر :۔ جے کوی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر

لگ :۔ کب لگ اچھے لب پہ زھد اور دل میں جام
اس پاپ سُوں بھریا سو زھد منج کیا کام
لگوں :۔ جب عیس جو توں کرنے لگے دھن کے سنگات
جیو تن میں اچھے لگوں توں ہونٹاں کوں نہ چھوڑ
اُپر :۔ بادشاما بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اپر جگ میں بڑائی
منج محمد نانوں تھے ہے ساج دو دولت خیر و لی
دو :۔ گھر گھر بدہاوا کاج ہے بھو ساج سوں دن آج کے
سب جگ اپر بادل ہو کر چوند ہیر تھے چھایا آنند
حروف عطف :۔ حروفِ عطف دو لفظوں کو ملاتے ہیں۔ ان کی ساری قسمیں ہیں جیسے وصل

حروف عطف

تردید، استدارک، استثنا، شرط، علط اور بیانیہ۔ حروف ربط اور نہ خواہ، ہر چاہے، یا لیکن بلکہ، مگر اگر، لہذا، سو، پس، تاکہ اور مبادا وغیرہ ہیں۔ محمد قلی نے دوسرے دکنی شعرا کی طرح ان حروف کے لیے مخصوص دکنی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً اور کے لیے ہور۔ حروف کی چند مثالیں یہ ہیں ؎

ہُور :۔ پیا مٹھ بول تھے ہور اس ادھر تھے
ہمیں ہیں مست تین چنگ ساز باعث

حروف فجا

محمد قلی کے یہاں وہی ہیں جو جدید دور کے شاعروں کے کلام میں نظر آتے ہیں۔ محمد قلی کے کلیات میں کبھی کے لیے کد، کدھیں، اس وقت اور اب کے لیے اتال، یہاں کے لیے یہاں وہاں کے لیے واں، کہاں کے لیے کاں، جہان کے لیے جدہان، کس لیے کے لیے کن، پیچھے کے لیے دنبال نیچے کے لیے تل، ساتھ کے لیے سنگات پاس کے لیے، کن کنے مانند کے لیے نمن اور نمنے بغیر کے لیے بن اور باج، کون کے لیے کن جو کے لیے جن اتنا کے لیے تیا، اتا اور کتنے کے لیے کتے جیسے لفظ بار بار ہمارے

سامنے آتے ہیں ؎

باج :- پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا

جے :- جے کوی کہ ہتیلی جام لیا
سلطانی جم مدام لیٹیا

کیوں (کیونکر) :- پیا مطلق منجے دل تھے بسارے
پیا بن کیوں جیوں کہہ اے سہیلی

کن (دکن) :- کھو رات کن سات کیتے من میں باتاں
کہ جو تاہے تم نین تھے رنگ خماری

کتے (کتنے) :- دیکھیا نجھل کوئی اس سار صورت
سراؤں کتے زیب اپنے موہن کے

کدھیں (کبھی) :- نہ رہ سک سکوں یک چھن پیا تھے جدا کب
کہ ہر گز کدھیں پیو تھے نیّں ہوں بیتاری

کد (کبھی) اس زمانہ میں بڑائی عید اب کیوں نہ کرے
کد بنیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاہ عید کا

تیا (اتنا) :- زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
تیتا کچ دل میں رکھ داتیا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر

نمن (مانند) :- شفق رنگ مہینے ہیں تارے مگٹ جوں
سرج کرنا نمن زرِ متا تارا

اعداد

محمد قلی نے ایک کے لیے ایک ، ٹیک اور یکیں جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں تین کے لیے تن پانچ کے لیے پان گیارہ کے لیے اگارہ ، جارہ کے لیے بارہ چودہ کے لیے نو اور پانچ ہزار دن کے لیے ہزاراں اور لاکھ کے لیے لکھ اور لاک ع

عجب وعدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں
یکس میں ٹیک لا دعویٰ چو بیچ نس دن
نہ دیکھو بیو چھن آدم ہمن مج لاگ دوری ہے
رہیا پانسو برس آدم جُدا اچرج صبوری ہے
اگارہ مہینے کے سنے محرم کیوں نہیں ہے توں
سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دُکھ بسایا ہے
تج سنگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھری
کچ سنک نکو مینج لب سیتی تو بوسے دو تن چار خُدُ

تذکیر و تانیث

محمّد قلی کے یہاں دوسرے دکنی شعرا کی طرح اسم کی تذکیر و تانیث کا کوئی معین قاعدہ نظر نہیں آتا۔ بہت سے الفاظ جو موجودہ زبان میں مونث بولے جاتے ہیں انھیں مذکر کے طور پر برتا گیا ہے۔ محمد کے کلام سے ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؂

چھالوں (مذکر) سب جگ میں نانو تیرا ہے سب پہ چھالو ترا
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علی توں

خبر (مذکر) خبر لیایا ہے ہُدہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں راز نہانی کا

پناہ (مذکر) ہے امیراں کا شہنشاہ دو جہاں میں الہ
ہُور قبلہ میں نہ جانوں مینج کوں ہے تیرا پناہ

غزل (مذکر) بنی صدقے کہیا ہے مبعث کا غزل رنگین

نظر (مذکر) پڑیا نظر کیا یک الجیا سو جیو بے شک
پتنگی اتھی جیوں چمک حسن دہمن ملالی

صورت (مذکر) تیرا صورت عطارد کیا لکھے گا
تو قدرت سیتی تن ابرن کری رے

مشکل (مذکر) تس دن جیو تج دھیان کرشاہاں ہیں منج سلطان کر
مشکل مرا آسان کر تج بن نہیں کوئی یا علی

دعا (مذکر) نبی صدقے کوں جم اچھو لک عید روز ائی
کہ عیلی کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے

گرد (مذکر) نین دل ہے جھگڑا کن کے دھر کیتا بہت مشکل
اگر آکھوں تو ان کے جیو میانے تھے اٹھے گا گرد

شرط (مذکر) ہمن تم میں اتے یار شرط وفا تھا
وفا چھوڑ باتاں اقتباساں سنایا

جوانی (مذکر) انجانی میں جوانی گیا پند نا سنایا
قران ہور حدیث سوں تراکیب کر کلام

ہستی (مذکر) تیرا ہستی اسی کا نانو ہے تن میں جیا
تو تج مستی ازل تھے یا ابد لک باصفا ہے

علامت فاعل:۔

دکن میں علامتِ فاعل کا استعمال اکثر نہیں کیا جاتا اور کبھی جب یہ علامت بر
جاتی ہے تو بہت بے قاعدگی کے ساتھ۔ وجہی "سب اس" میں لکھتا ہے:۔
۱۔ "بہ مخبرے نے نظر کو اپنے گھر لے گیا"،[1] 2۔ اقتیب نے روسیاہ نے بے
نصیب نے بولیا"،[2] 3۔ آدمی برا اچھے تو شراب نے کیا کرنا"،[3]
محمد قلی نے اکثر جگہ علامت فاعل کو خذف کر دیا ہے حالاں کہ اس کے
ہمعصر شعرا اور مصنفین کے یہاں اس کا استعمال نظر آتا ہے۔ محمد قلی کے
چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

---

[1] گریرسن۔ لنگوسٹک سروے آف انڈیا۔ جلد۔ 9۔ صفحہ ١٩

[2] مسعود حسین خان۔ مقدمہ اردو زبان۔ صفحہ 240۔

[3] ... 261

پ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ مج کیسا ہئیں　　دل بات کھول کہہ کہہ کدیں تک ہنیہا یا نہئیں
ہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا　　ہوراں کا حسن تیرے حسن انگے جیسے چراغ
بر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا　　عشق آپی آ گیا سودا سو مرے خانے کا
حبت کی لذت خرستاں کوں نئیں ہے　　بہت سعی سوں میں سو لذت پچھائی

دکن کے جس لفظ میں دو مکلاسی (EX1) آوازیں (ٹ تھ، ڈھ، ڑ اور ڑھ)
ہوئیں ہیں ان میں سے ایک کو تبدیل کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے جیسے تکرار، دھونڈ اور تھڈی
وغیرہ ۔

(تھڈی) :- تھڈی کے اشک تیرے تھے جھڑے ہیں باغ کے سیب
توزیب دیکھ کے یوسف چھوڑیا ہے آپ وطن

(تھاٹ) :- تج جوڑے ڈھلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل
طبورے بسر کر سب خنبتر تھے ہوا فارغ

(تھنڈ کالا) :- ہوا آئی ہے لے کر تھنڈ کالا
پیا بن نستا نا مون بالے بالا

(دھنڈ) :- کئی برہ اجڑایا جو اھر دھال سو سو
اب نبٹر آئی ہوں اس دھنڈ کہاں کہاں میں

محمد قلی کی زبان پر برج بھاشا کا اثر :-

برج بھاشا کے بارے میں گریرسن کہتا ہے کہ برج منڈل سے تعلّق ہونے کے باعث اس کو برج بھاشا کہا جاتا ہے یا برج بھاکا اس کو انتر ویدی بھی کہا گیا ہے جس کے معنی سنسکرت میں گنگا و جمنا کا درمیانی حصّہ ہے لیکن یہ زبان برج منڈل اور دو آبے سے دُور تک بولی جاتی ہے ۔ دکن میں اُردو شمالی ہند سے پہنچی ہے　　نے اس زبان کی اشاعت کا سلسلہ علاؤالدین خلجی کی فتوحات دکن (1295 تا 1307) سے قائم کیا ہے ۔ جب 1326 میں سلطان محمد تغلق نے دولت آباد کو اپنا پایہ تخت قرار دیا اور جنوب میں شمال کی آبادی منتقل ہوئی تو "زبان دہلوی"، کی ایک لہر دکن پہنچی ۔ اس وقت شہر دہلی چار بولیوں کے سنگم پر واقع تھا۔ شمال مشرق میں کھڑی بولی کا چلن تھا۔ جنوب مشرق میں بلند شہر اور اس کے اضلاع میں برج بھاشا

بولی جاتی تھی۔ دہلی کے شمال مغرب میں ضلع روہتک میں ہریانی کا سکہ چلتا تھا اور گڑگاؤں اور فرید
پر میواتی کا تسلط تھا۔ اُردو کی تشکیل میں ان زبانوں کا جو حصہ رہا ہے وہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا
اردو زبان اپنی انہی لسانی خصوصیات کے ساتھ دکن پہنچی۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں "مقدمہ زبان
اردو" میں لکھتے ہیں :۔

"حیثیت یہ ہے کہ خسرو کی زبان دہلوی میں ایک سے زیادہ بولیوں کا محاورہ لسانی ارتقاء کی جولاں گاہ میں آنکھ مچولی کھیل رہا تھا دکن میں بھی ایک سے زیادہ بولیاں پہنچی ہیں۔" [1]

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔ "ممکن ہے کہ دکن میں شمالی ہند کی ایک بولی نہ بولی گئی ہو بلکہ کئی بولیاں پہنچی ہوں جن کی آمیزش سے بعد کو وجہی اور محمد قلی قطب شاہ کی معیاری دکنی منتقل ہوتی ہے۔" [2]

جب ہم دکنی ادب کے قدیم نمونوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں ایک سے زیادہ زبانوں کے لسانی ادب اثر کا پرتو موجود ہے۔ برج بھاشا، ہریانی اور پنجابی کی بعض خصوصیات دکنی اردو میں موجود ہیں اسی مماثلت کی بنا پر شیرانی نے "پنجاب میں اردو" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُردو پنجابی سے نکلی ہے۔ اسی طرح حسین آزاد نے "آب حیات" میں برج بھاشا کو اُردو کا ماخذ قرار دیا ہے۔ جو اس لیے بھی درست نہیں کہ برج ایک اویا او اساس والی بولی ہے جبکہ اردو کے اسمار اور افعال کے آخر میں ایک واؤ مجہول کا اضافہ نہیں کیا جاتا جیسا کہ برج کا عام قاعدہ ہے۔ مثلاً گھوڑہ، بڑو، چلیو وغیرہ۔

حیثیت یہ ہے کہ دکن نے نواح دہلی کی جن بولیوں کا اثر قبول کیا ان میں برج بھی شامل ہے [3] تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سکندر لودھی کے زمانے سے لے کر شاہ جہاں کے عہد 1647 تک اُردو کے ارتقاء میں برج کا حصہ

---

[1] مسعود حسین خان۔ مقدمہ زبان اُردو۔ صفحہ 240۔

[2] " " " 264۔

[3] سری رام شرما۔ دکن کا ہدیہ۔ صفحہ 7 ۔ [5] وجہی۔ سب رس۔ صفحہ 13

رہا ہے [1] جب دارُالسلطنت دہلی سے آگرہ منتقل ہوا تو تہذیبی ثقافتی اور لسانی اعتبار سے برج نے ایک خاص حیثیت حاصل کرلی۔ تقریباً دو سو سال تک ہندوستان کا پایۂ تخت آگرہ یعنی برج کے علاقے میں رہا۔ برج کو کبھی تو اس کے اصلی نام سے یاد کیا جاتا تھا اور کبھی "گوالیاری" سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہی برج یا گوالیاری، اکبر جہاں گیر شاہ جہاں اور عالمگیر کے عہد تک محاورہ اور زبان کی صحت کی سند بنی رہی۔ شاہ جہاں کے عہد میں دارالسلطنت دہلی منتقل ہوگیا اور زبان دہلوی کا پھر سے بول بالا ہوگیا اور محمدؐ شاہ کے عہد میں برج پر اس کا محاورہ اور تلفظ غالب آنے لگا۔ "زبان گوالیار" نے جو تہذیبی اور لسانی اہمیت اختیار کرلی تھی اس کا ثبوت اُس زمانے کی بعض تصنیفات میں ملتا ہے [2]۔ خاں آرزو نے "نوادرالالفاظ" میں برج کو "افصح زبانہائے ہند" تحریر کیا ہے [3]۔ اس گوالیاری کی عظمت کا اعتراض وجہی نے بھی کیا ہے۔ وہ "سب رس" میں "در زینت سخن و در نام کتاب گوید" کی سُرخی کے تحت فارسی کی ضرب الامثال کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے "اور گوالیار کے فہیم انوبی یوں کہتے ہیں"۔ [5] "سب رس" میں گوالیاری زبان سے وجہی کی اثر پذیری کا ایک اور ثبوت اس کی ابتدا میں ملتا ہے۔ یہاں بھی فارسی زبان و ادب کا حوالہ دینے کے بعد وجہی نے گوالیاری زبان سے بھی اپنے قول کی اس طرح تصدیق کی ہے:۔

"ہور گوالیر کے جاتراں، گن کے گراں انوں بھی بات کوں کھولے ہیں بولے ہیں ؎

پوتی تھی سو کھوٹی بھئی پنڈت بھیا نا کوئے
ایکھی اچھر پیم کا پھیرے سو پنڈت ہوئے"
(پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا پنڈت ہوا نہ کوئے)
(ڈھائی اکشر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے)

یہ دوہا کبیر داس کا ہے۔ "سب اس میں وجہی نے گوالیر کے جاتراں" کے بہت سے دوہے

---

[1] درمیندر ورما۔ ہندی بھاشا کا اتی ہاس۔ صفحہ 203 [7] مسعود حسین خان۔ مقدمہ زبان اُردو صفحہ 240۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو برج بھاشا سوا کوشں۔ حصہ دوم۔ صفحہ 1923۔

[3] خاں آرزو۔ نوادرالالفاظ۔ مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ۔ صفحہ 24۔ 1951۔

اوران کی کہاوتیں سب اس میں جابجا نقل کی ہیں۔ اس سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دکن شا
اور مصنفین برج کے حلقۂ اثر سے باہر نہیں تھے۔ بقول ڈاکٹر مسعود حسین خاں دکن میں ا
سے زیادہ بولیوں کا محاورہ پہنچتا ہے۔ دکنی نمونوں کی دورنگی بلکہ سرانگی کا یہی سبب ہے۔" بر
بھاشا کو ملک کے طول وعرض میں مقبول بنانے میں کرشن بھگتی کی تحریک نے بھی حصہ لیا تھا۔

جب ہم لسانی اعتبار سے محمد قلی قطب شاہ کی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے ک
وہ بھی اپنے ہم عصر وجہی کی طرح "گوالیار کے فہیم" اور وہاں کے "چاتراں" کی زبان اور محاور
سے خاصا متاثر تھا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کی زبان میں بھی برج کے عناصر کی جھلک موجود ہے

برج بھاشا میں واحد متکلم کے لیے میں اور "ہوں" دونوں لفظ مستعمل ہیں۔ جدید اردو
میں "ہوں" دم ہے لیکن محمد قلی کے یہاں اس کی بہت سے مثالیں ملتی ہیں۔ اس کے چن
شعر یہ ہیں ؎

ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری
کہ تن من جوبن آپ ہوں تو یہ داری
پیارے نہ کر کھینچ ہوں تو یہ داری
تو آساں ستیں پنچھوں میں بیٹھ ٹھاری
تمن عشق بھیدیا ہے مج بالے بالا
کہ ہوئی ہوں تمن بیم میں ہوں دیوانی

ضمائر میں محمد قلی نے برج بھاشا کا "مو" اور "موہے" (مجھے) بھی استعمال کیا ہے
چند مثالیں یہ ہیں ؎

مو نظر سامنے نہیں ہے یار — نین پانی میں تیرتا دلدار
خماری نین تھے کھلے پھول جیو میں — نہیں مو کی دو ناو بالا کا حاجت
تیری یاد سوں نکلے مو دل تھے لالی — کہ اپ میالہ سوں لالہ سب کوں اچھایا
تو طلب کرے تسبیح معانی دن رات — مرتضیٰ نور تھے یارب کریں مو گھر انور
مو درد مند عشق کوں ہرگز دوا کو نا کیا — گر پوچھے منج کیا کام ہوے یح عشق کے رجحان کو
سکی جائے نا کر مو پیاری سینتی — کہ سکتا ہے منج سینے میں تیرا دنا

ضمیر کی ایک اور شکل "تورے" بھی محمد قلی کے یہاں موجود ہے ؎

عشق تورے جوبن کی ساراں کرے
ادھر تیرے کوثر کا پیالہ پلات

"ہمن"، بھی برج بھاشائے ضمائر میں سے ہے اور دکن میں اس کا کثرت سے استعمال
کیا گیا ہے محمد قلی کے یہاں اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

کہیا کہ بوسہ ستی ہمن تم جوان کرو
کہیئے برت کی بات تمن جیو کا جان کرو
سہیلی نہ کر توں ہمن سیتی دند
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد
کرو ہم دونوں کوں اس غم سے آزاد
دوتن ہمن سیتے برائی دیکھالی
بکلیج دھرتی اپ من میں سو بھار بھاتی

برج بھاشا میں جوں جاسو تاسو اور کاہے جیسی بھی ضمائر کی صورتیں بھی مستعمل ہیں محمد قلی
نے لفظ "کاہے" کو برتا ہے ؎

اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
کوتوالاں لکھ رہے باتاں تیریاں سب است است
مینج اُدپر کاہے چھڑاتی ہے بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیو اپنے ہونٹاں کا چومن
نیناں کے دھار اُدپر خوشیاں سو ناچنا ہے
کہو اے اقیب کاہے تم ہوتے ہو ماکٹ

برج بھاشا میں مادہ کے اندر "ات"، کا اضافہ کر کے فعل مضارع بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً
کرت اور جات وغیرہ۔ محمد قلی نے اسی اصول کے تحت فعل مضارع کا اکثر جگہ استعمال کیا ہے
مثلاً بولت، جھولت، بچھرات، دیت، سہات، بھلات اور رجھات جیسے فعل
مضارع دیوان محمد قلی میں جا بجا نظر آتے ہیں ؎

(۱) ڈگلگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات (2) چاند سورج جگ میں اس نوراں سہات

(3) کیا کم آدے رنج مشاطا کا رجھات

(4) ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات

(5) ہیں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت

(6) مدپیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت

(7) برہے کی شکایت توکسی دھرنا کھولت

محمد قلی کی ایک پوری غزل کی ردیف دیت ہے اس کا قافیہ اور ردیف ملاحظہ ہوے
جام دیت، نام دیت، رام دیت، دام دیت، نام دیت، پیام دیت اور مدام دیت۔
لرزت، گرجت، برست، کھلات دیکھت اور اسی کے کئی لفظ محمدؐ قلی نے بلا تکلف ا
اشعار میں استعمال کئے ہیں ے

تن لرزت جوبن گرجت، ::: امکھ دیکھت کنچکی نکلے آج
جوند بیر گرجت مہینوں برست ::: عشق کے چمن چمن موراں کا ہے راج
نین پونیلی ہم سوں کرنا ایک بات ::: بن بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

سورج بدن جھلکائے چھپ جائیں تارے لاج سب
دیکھت سو اسکا جوت چھب طاقت نہ اہے مہتاب میں

برج بھاشا کے بعض حروف مثلاً سوں سنگ اور سم (طرح) بھی محمدؐ قلی نے اکثر جگہ استعمال کئے
ہیں ے

نین ہیں پیاری کے جیسے کٹارے
نہ ہم اس کے انگے کوئی ہیں دودھارے
تیرے مکھ برن سم سو کنچن نہ آوے
تیرے لکیس ہیں مشک تر تھے الذ
ہزاراں کور خوش نویساں ملک کے کینے ہیں سم نہ دیئیں
بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر تک دیکھ اک مصرع
نہ بوجھے تو سنے گل مکھ کیتیاں کے سنگ ہوئے بیدیں
معانی کہہ محمدؐ ہور علی کا دین نوری ہے

برج بھاشا سے اثر پذیری ہی کی بنا پر ایک عرصے تک لوگ محمد قلی قطب شاہ کی زبان ک

برج بھاشا ہی سمجھتے رہے ۔ ڈاکٹر زور کلیات میں لکھتے ہیں:

"کسی نے اس کو (کلام محمد قلی) برج بھاشا کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا۔[۱]"

پروفیسر مسعود حسین خان نے عبدل کے "ابراہیم نامہ" کی زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"عبدل نے دکنی کے دیگر مصنفین کی طرح بعض اوقات برج بھاشا کے مصادر بھی استعمال کیے ہیں مثلاً مھیکن[۲]"

لیکن یہ بات تعجب خیز ہے کہ اس طرح کے مصادر عبدل سے زیادہ محمد قلی کے یہاں موجود ہیں حالانکہ مسعود حسین خاں صاحب کی تحقیق کے مطابق عبدل دکن میں نو وارد تھا اور شمالی ہند کے لسانی ماحول سے موانعت رکھتا تھا اس کے برخلاف محمد قلی نے اپنی تمام زندگی دکن ہی میں گذار دی تھی۔ محمد قلی کے کلام میں ان مصادر کی بہتات نظر آتی ہے ع

عاشقاں منگتے ہیں سماع خط

چند گانے کہاں رباب کہاں

منگیا جو توبہ کے تئیں جب اشمارہ کروں

ہنگام توبہ خط آیا کیا میں چارہ کروں

دم عیسیٰ کتے مردے خط ہے ولے تیرا

دوری خط ملن جیوں مجہ آگاہی کرن سکتا

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے خط کی

پریاں حوراں سیتی مل کر سری راگاں سیتی گاوے

---

[۱] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ۲۳۰

[۲] ڈاکٹر مسعود حسین خان، دیباچہ "ابراہیم نامہ" صفحہ ۵۷

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو

کہی کہ دونو بات میں اک امتحان کرو

سبھی عالماں اپ پڑن جانتے ہیں

نہیں کوئی پایا اے سیرت کا مایا

محمد قلی کی ایک غزل کی ردیف اور قافیے ملاحظہ ہوں:

منگاون جونا اچھے، پراون جونا اچھے، دیکھاون جونا اچھے، سناون جونا اچھے، سماون جونا اچھے

اور سہاون جونا اچھے ہیں۔

زبان کا استعمال

اپنے کلام میں محمد قلی نے جو زبان استعمال کی ہے اس کا تجزیہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ

تین عناصر کے امتزاج سے بنی ہے۔

(۱) سنسکرت کے تت سم اور تت بھو الفاظ

(۲) عربی اور فارسی کے الفاظ

(۳) سنسکرت اور عربی اور فارسی الفاظ کے میل سے ظہور پذیر ترکیبیں۔

سنسکرت کے تت سم اور تت بھو الفاظ کی محمد قلی کے یہاں کمی نہیں ہے وہ انھیں

بے تکان استعمال کرتا ہے اور اس کی معنویت اور بلاغت سے پورا پورا استفادہ کرتا نظر

آتا ہے۔ جیسے ملشٹ، سنتوش، للت، پک، کیول، چھب، وچترتا، پلک، پرمل، پاچ، سنتاپ

آہار، گیان، چنبتا، مکٹ، بھاگ گن، دس ارسن، اکھایا، سرون، ناسک، بھنجن، اندو، بھان، بلی، الک

پرکٹ، سپ گھن، منبر، ترلوک، سیس، کرتار، جگ، جوت، سور، چندر، اچھر رتن گگن، مندر سگند

آنند، بھوگ، جوت، بدہاوا، تربھون، سورگ، سیلوا، منڈپ، بھوالگ، رتن، اتم، بچن، دھرتی، آکاش

اگن، سجن، پیتم، پیرت، نرمل، نرنجن، مارگ، امولک، رت، ویکنٹھ، سندری، استت، پترن

رین، سلکھن، درس، سنجوگ، پتر، لس، گجیندر، ابھرن، سیام، کارن، امرت، چت، مد، دشٹ، کندن، مورکھ، کنٹھ، پون، جیو، اکت، بر پا، کیسر، میگھ، گسائیں، نین، چت، مارگ، ناری، اجت، داس، اسیت، سائیں، نیر، جل، اَدھر، چنچل، پونم اور روپ ونت جیسے سیکڑوں الفاظ استعمال میں لائے گئے ہیں۔

سنتاپ (سنسکرت):- مرے تن تھے سنتاپ سب دور کر توں
(اگری۔ جلن) کہ میں ہوں ترے وصل کی مدکی ماتی

آہار (سنسکرت):- مُکھ لال ادھر کمل لال کرو
(غذا) اِدھر اُدھر مِلا آہار کرو

اکھایا (سنسکرت):- اوّل برات روزی روزید اہے فیروزی
(سیر ہوا) اس بعد عید قرباں جس سے دو جگ اکھایا

پاچ (سنسکرت):- پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندی سو ہت میں
(زمرد) کیا جانیں پاچ ہور کاج او ہندوی گنوارا

للت (سنسکرت):- نبی صدقے قطبا کوں گوری مِلی
(پیارا اچھوں) محبوب اس کا ہے سورج و مشتری

ابھرن (سنسکرت):- پہن ابھرن جگ مگیں چھن چھن گلے نسہ کی لگیں چھن چھن
(زیور) چلیں ہیں ڈگمگیں چھن چھن ہو یاں کھی بادلیاں بالیاں

رکت (سنسکرت):- کنارے آسماں کے نئیں شفق رنگ
(خون) رندیاں مارے گئے اچھلیا رکت رنگ

استت (سنسکرت):- کرن استت علی شاہ ولایت کا سو ہر ٹھارا
(تعریف) کھڑے قطار کر رضوان استت کرنہارے علی

اتم (سنسکرت):- سب ہی عیداں ہیں اتم عید سو اے عید سوری ہے
(عظیم بڑا) بتی صحت جو پائے ہیں عید ہیں او عید پوری ہے

بھنجن (سنسکرت):۔ علی تھے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین پایا
(توڑنا) علی سو دین رکھن محمد ہارا دین کا گھر ہے

برمان (سنسکرت):۔ روزیاں کا عید آیا بہو چاو ہور بہو مان سوں
(پیمانہ) ساقی پلا مد عیش کا اب حسن کے برمان سوں

الک (سنسکرت):۔ الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے
(زلف۔ بال) دکھائے گال اوپر تل کا چارا

اندو (سنسکرت):۔ اندو جھلکار سورج ناد بجلی
کیوں اس کا گگن نمنے پچھڑنا

آدھار (سنسکرت):۔ آدھار ساکو کفن کا جیوں توں تر بھوں کا
(سہارا) جم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علی توں

دشٹی (سنسکرت):۔ حضرت بنی دشٹی کرے دل قطب نت تج سوں دھرے
(نظر) نس دن تیرا سیوا کرے حق گیاں کی سوں کھان توں

محمد قلی نے فارسی اور عربی کے بعض ایسے الفاظ بھی جہاں تہاں برتے ہیں جو غیر مانوس ہیں اور جنھیں عام طور پر شعرا نے استعمال نہیں کیا ہے جیسے جہان کے لیے پینج، ملن کے لیے خُذ، مزے کے لیے خطائی اور دامن کے لیے ذیل جیسے الفاظ سے اپنا مفہوم ادا کیا ہے تلوا، نفاح، انفاذ، احناذ، الذ بنیذ، معاذ، خُذ، آخذ، تعذیذ، متابع، احداث، بعث، نوک لقا، خوئی، بعث اور مالکث ایسے الفاظ ہیں جو شاعری میں کم استعمال ہوتے ہیں۔ محمد قلی کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

تلوار ہوا ہے سو اہلال کا پکڑ سپر
کہکش نیزا لے ہات چند رنگوب اہیر ہے
یک دو پیالے پیار سوں منج بات تھے اے یار خُذ
اپنے اُدھر امریت ہیں منج لب نقل کے ٹھار خُذ

جیا کو دیا ہے صفا نیہہ شراب
دیا دل کوں کوثر جلا منج بنید

تیرے مکھ برن سم سو کھنچن نہ آئے
ترے کیس میں مشک ترتھے الذ

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تھے میں
منج کوں ہے سدا حیدر کرار معا

کرتے سب شئے اپی او نار احداث
مٹھائی اُپ اُدھر دلدار احداث

نابات ہورا بلوج تھے دھرتی مٹھائی ہے بہت
تیرے بچن تھے پائے میں مٹھائی سب راویں بعث

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے اپنے دیوان میں زیادہ تر ردیفوں کی تکمیل کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان کی تعداد سنسکرت اصل کے الفاظ کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ تیسری قسم کی الفاظ اور ترکیبیں وہ ہیں جو محمد قلی کے مخصوص ہندلمانی مزاج کی ترجمانی کرتی ہیں۔ یہ گنگا جمنی ترکیبیں اس نے فارسی نہ عربی اور سنسکرت کے تت بھو الفاظ کی پیوند کاری سے بنائی ہیں۔ عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کا یہ امتزاج کہیں کہیں انمل اور بے جوڑ بھی محسوس ہوتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ترکیبیں اس کی اختراع پسندی اور جدت طرازی کا نتیجہ ہیں۔ محمد قلی کی زبان اور شاعری میں اس کی لفظیات ( ) پر بھی اس کے دیسی مزاج اور ہند دوستی کا ٹھپہ دکھائی دیتا ہے۔ مدِ حقیقی، بہشتی مندر، بھو بہا (قیمتی) ہم کنٹھ۔ نیہہ برگ، مرغ من، ذکر مکھ و زلف، کوپ رقیب، طاق لوچن، پری خانہ سکل، دماغ باورا داروئے صحت، کیمیائی دشٹ، خضر نیر، حسن پٹن، آگ فراق، مدخانہ، جیو و دل، رخ چند، نیک چھن، تیر نین، بنفشہ مکھ۔ جنگل و باغ، پیاری و پیا، باجوت نین۔ یار شکر لب و چنپا رنگ، داغ مو جیو سوختہ، چال بدمست ہوائے کلیاں میگھ، رحمت گل مکھ، جنت بن سور انور باد سموم دوتیاں، انبر سفرہ اور دکھ آمیز اس کی چند مثالیں ہیں اس قسم کی بے شمار ترکیبیں کلیات محمد قلی قطب شاہ میں موجود ہیں۔ ع

آگِ فراق زور کرے بیجلی نمن
آ بجھوں و داغ کہنہ سوں آباد کرتا ہے

مو یار شکر لب و چنپا رنگ
بن چمن یار نوشس نہ دیسے

کن طرے کا باس اب باد صباہت بھیج منج
اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے
منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہو دے سور کا جھلکار عیش
لگے پھول انداں کے منج نیہہ برگ کوں
کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگار
ذکر مکھ و زلف نج من کوں
پوجن سو صبح و شام لیّیا
کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
ہوا ہے اس تھے لے پرواز باعث
کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال
کہ موال دیویں تو کیا کم ہوئے گا حسن پٹن
مجلس ترا ہزار پری خانہ سکل
جیو اس میاں بصورت و معنیٰ خراب تھا
او کی بنت جیا کا نہ سک سے دیکھن سو کوئی
او شرم موکا اس رخ چند پر حجاب تھا
مال میری دوری ناداں ہوا کوپ رقیب
سب تو بوجھیا ہے خدا ہوا شاہ مرداں غم نہ کھا
گتنت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے

داغ موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا

اور بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے

نہ بوجے توں نے گل مکھ کتیاں کے سنگ ہوئے بیدیں

معانی کہہ محمد ہور علی کا دیں نوری ہے

موتی رنگ کا نیمتنی پینے توں

دسے منج نظر تل بہشتی سندر

دُنیا کے پھول میں ہاں باس دن کا نہ منگیں

کہ سبھی پھول کوں چوپھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز

ڈر نئیں معانی تج کدہیں باد سموم دوستیاں

او نام سب دن ورد کر اس نام میں درجات ہے

جاں چھپا راکھوں معانی پاوتی دو نن نشاں

طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب

اب مجھے دامی دے اس لعل شراب آلود اب

یا ہدف تو کر او نیر نین شراب آلود اب

دیپے من ان کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں

جے کوئی لمتارا روپ جو من میں جتارے یا علی

اب معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا

مصطفیٰ و مرتضیٰ منج کوں کمر باندے کسن

اپن بخت حقیرے تھے کدھیں دل میں نہ کر غم

تجے دار وے صحت سوں شفا جام دویگا

تصرّف الفاظ

محمد قلی کی زبان میں تصرّف الفاظ کی بھی خاصی مثالیں موجود ہیں۔ دوسرے دکنی شعرا
یہاں بھی یہ رُجحان نظر آتا ہے۔ محمد قلی نے عربی، فارسی اور ہندی الفاظ سے نئے لفظ ڈھال
جیسے رنج سے رنجانا، دیدن سے دمتے، ہندی لفظ پینگ سے پنگانا، تلملانا سے تلموں اور نہال
نہالا وغیرہ سورج کو سوریج، شکار کو شکارا، گنوار کو گنوارا، تاج کو تاجے، دشوار کو دشوارا، ملی کو میلی
کو سیرا، رومال کو رومالا، گالی کو گل، مسجد کو مسجید بنا لیا گیا ہے۔ سبکائی کو (سبک سے) روشنائی (ر
سے) چلبلائی، الاپن، چنچلائی (چنچل سے) کم سنائی اور دشمنائی (دشمنی) جیسے الفاظ وضع کر لی
ہیں چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر اک وضع سوں
کس سوں دل باندھوں کہو دونوں تھے ہوں میں بے قرار

گنواتی ہے دوتی جنم سب برائی — بھری ہے سکیاں دشمنائی سوں چ
ہرا من ہے کندن منجے کی کساتے — نبی کم سُنائی ہے تس آزما
عجب چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کنجن لمن ایک تل کتیں نہ ٹھار

پون مورت اہے تیری نا آوے چھانو جوں ہت میں
تمرے یاراں کی سبکائی تھے ہوئے دھرمری بے ہوش
نین کی چلبلائی میرے دل کے بن منے ہنجیا
پڑے بلبل خانہ کی جج او افسانہ ہے باعث
چند سورج دپیں دو گال دھن کے
کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی

محمد قلی قطب شاہ نے عربی اور فارسی الفاظ کو اپنے کلام میں اسی طرح استعمال کیا ہے

طرح کہ اس زمانے کے عوام انھیں بولتے تھے۔ اس نے اپنے وقت کے مروجہ تلفظ کو پیشِ نظر رکھا ہے۔
محمد قلی نے عربی اور فارسی املا کی پیروی ضروری نہیں سمجھی اور عوام کے تلفظ کو اپنے املا کی سند سمجھا
ہے۔ انشا نے "دریائے لطافت" میں اُردو میں عربی اور فارسی الفاظ کے استعمال سے بحث کرتے
ہوئے لکھا ہے :۔

"ہر لفظ جو اُردو میں مشہور ہوگیا عربی ہو یا فارسی ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی
از روئے اصل غلط ہو یا صحیح وہ لفظ اُردو کا لفظ ہے اور اصل کے موافق متعمل ہے
تو بھی صحیح ہے اور اگر خلافت اصل مسعل ہے تو بھی صحیح ہے۔ اس کی صحت و
غلطی اُردو کے استعمال پر موقوف ہے۔[1]"

زبان کے جس نکتہ پر کوئی دو صدی بعد انشا جیسے لسانیات کے رمز شناس نے روشنی ڈالی تھی اس
کی اہمیت کو محمد قلی نے کئی سال قبل محسوس کر لیا تھا اور اپنے کُلیات میں اس نے اس کا عملی ثبوت
بھی پیش کیا ہے۔ محمد قلی نے اپنی زبان کو مقامی اثرات اور ہندوستانی تہذیب کا نمائندہ بنا کر
اس کے ہندوستانی خدوخال کی عکاسی کی ہے۔ اس نے عربی اور فارسی الفاظ کو دکنی تلفظ کے
سانچے میں ڈھال لیا ہے اور انھیں اسی لسانی آئینے میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ کُلیات
محمد قلی میں شمع کو شما، گنجینہ کو گنجینا، اعلیٰ کو الا، انعام کو انام، طرّہ کو ترّہ، صبح کو صبا، تسبیح کو
تسبی، مکّہ کو مکّا، اعتبار کو اتبار، بعد کو باد، وضع کو وضا، تشبیہہ کو تشبی، نافہ کو نافا، بقر عید کو
بکر ید، فرشتہ کو فرشتا، صراحی کو صرائی اور منع کو منا کر دیا گیا ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں :۔

"سلطان محمد قلی قطب شاہ نے عربی الفاظ کو اپنے کلام میں اس طرح استعمال
کیا ہے جس طرح اس زمانے میں لوگ عام طور پر بولتے تھے یعنی لکھنے میں صوت
کی نقل کی ہے۔[2]"

---

[1] انشا۔ دریائے لطافت۔ صفحہ ۱۲۳

[2] مولوی عبدالحق۔ "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ"۔ رسالہ اُردو۔ جنوری ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۱۰

یہاں تہسیل کا فطری اصول بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ محمد قلی کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

مشک نافا تیرے کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر
عقل نا بوج پتر ندے کوں جھوٹ کرے قصاص
جگ نوں کر بھی نون کرن ٹیلا پشانی لائی لال
نہ جانوں کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہوا روش
تیرے حسن کا ذکر مو گل ہے تسبیح
مرے دل کے گوشے منے توں ہے مرغوب
فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے
سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے
سکی کا مکھ مکا ہوا کس کسوت جوں بناتے ہیں
دسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
امیداں کے انجنو موی کے راساں بائے ڈھکر ڈھک
رین ساری صبا لگ منج گئی میں بیقراری سوں
جے کوی یک روں ترا راکھے آپ سر
کہ ہووے شب شہاں میں جیوں فریدون

کلیات محمد قلی قطب شاہ

محمد قلی کا کلام اس کے زمانہ حیات اور اس کے بعد بھی عوام اور خواص دونوں میں مقبول رہا۔ ڈاکٹر زور تحریر کرتے ہیں:۔

تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں[1]۔"

اس ہر دل عزیزی اور مقبولیت کی بنا پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ محمد قلی کے کلیات کو کوئی مرتبہ نقل کیا گیا ہوگا۔

نسخہ نمبر ۱

اسپرنگر نے شاہان اودھ کے کتب خانے کی فہرست مرتب کر کے سنہ ۱۸۰۴ء میں شائع کی تھی۔ اس فہرست میں اس نے محمد قلی قطب شاہ فرمانروائے گولکنڈہ کے کلیات کا ذکر کیا ہے اور اس کی ضخامت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ تیرا سو آٹھ (۱۳۰۸) صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحے پر چودہ سطریں تحریر کی گئی ہیں۔ اسپرنگر نے اپنی وضاحتی فہرست میں یہ بتایا ہے کہ شاہان اودھ کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کا جو نسخہ موجود تھا اس میں مثنویاں بھی تھیں۔ اس نسخے میں اشعار کی تعداد چار ہزار چھ سو چوالیس تک پہنچتی تھی۔ سو صفحات پر قصیدے ترجیع بند اور مرثیے لکھے گئے تھے۔ آٹھ سو ساٹھ (۸۶۰) صفحات پر غزلوں پر مشتمل تھے اور بارہ صفحات پر رباعیاں تحریر کی گئی تھیں۔

نسخہ نمبر ۲

کلیات محمد قلی کا دوسرا نسخہ کتب خانۂ ٹیپو سلطان میں موجود تھا۔ اس کتب خانے کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ سلطنت میسور کی تباہی کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو بھیج دیا گیا تھا۔ یہ نسخہ گارساں دتاسی کی نظر سے گذرا تھا۔ اس نے اپنی کتاب "تاریخ زبان وادب ہندوستانی وہندوی" میں لکھا ہے کہ یہ ضخیم دیوان بہت ہی دیدہ زیب

---

[1] ڈاکٹر زور۔ دیباچۂ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۲۹۷

اور خوب صورت ہے۔ اسٹوارٹ نے اس نسخے کے متعلق حسب ذیل معلومات فراہم کی ہیں
"مثنویاں تین سو چھتّیس صفحات، قصیدے ترجیع بند اور مرثیے سو صفحات، غزلیں
آٹھ سو ساٹھ صفحات اور رُباعیاں بارہ صفحات پر لکھی گئی ہیں [۱]۔"
ممکن ہے کہ کتب خانہ ٹیپو سلطان کا یہ نسخہ کتب خانہ شاہاں اودھ کی نقل ہو یا وہ نسخہ اس
کی نقل ہو۔

نسخہ نمبر ۳

کلّیات محمد قلی کا ایک اور نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود تھا۔ اسپرنگر نے ا
کیٹیلاگ میں اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس نسخے کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ یہ نہایت
شاندار اور خوبصورت نسخہ ہے جس کو محمد قلی کے جانشین نے ۱۰۲۲ھ میں مرتّب ہے۔ اسپر
نے اس نسخے کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات فراہم نہیں کی ہیں۔

نسخہ نمبر ۴

کلّیات محمد قلی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں جو اب "اسٹیٹ سنٹرل لائبریر
کہلاتی ہے موجود تھا۔ یہ نسخہ اٹّھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا اور اس پر بادشاہ کے دستخط تھے
اس نسخے کو ۱۰۲۵ھ میں محمد قلی کے بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام سے خوشخط لکھوایا تھ
بقول مولوی عبدالحق "یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے" اس نسخے پر مولوی عبدالحق نے رسال
"اُردو" میں اس طرح روشنی ڈالی ہے:۔
"کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم

---

[۱] اسٹوارٹ۔ تاریخ زبان و ادب ہندوستانی ہندوی۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۳۹۸۔ مطبوعہ ۱۸۷۰ء

ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے
بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دِلّی چلی گئیں اور وہاں کے
کتب خانے میں داخل ہو گئیں اور جب دِلّی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب
خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتے سے
آخر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی۔[1]"

یہ نسخہ مکمل تھا۔ اس میں محمد قلی کی مثنویاں، قصیدے، ترکیب بند فارسی مرثیے، دکنی مرثیے اور فارسی و دکنی غزلیں اور آخر میں رُباعیاں درج تھیں۔ اس نسخہ کو جیسا کہ اس سے قبل بتایا گیا ہے محمد قلی کے بھتیجے محمد قطب شاہ نے ترتیب دیا تھا اور رُباعیات کے آخر میں اس نے کلیات کے متعلق اپنے تاثرات اشعار کی شکل میں پیش کیے تھے۔ محمد قطب شاہ خود شاعر تھا اور ظل اللہ تخلص کرتا تھا۔ ظل اللہ محمد قلی کے کلام کا پہلا نقاد ہے جس نے اُسے منظوم خراج تحسین ادا کیا ہے اور اپنے منظوم نذرانہ عقیدت کے لیے اس نے "خطبے" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور کہتا ہے ؏

بجد ہو کے ظل الٰہی نول — پڑے شعر تا پائیں کر خط سکل

اپس دل میں کر فکر سب ایک رات — کیے خطبہ کہہ متعد کُلیات

آگے چل کر ظل اللہ کہتا ہے کہ محمد قلی نے اپنے کلیات میں "بچن کے موتی روئے" ہیں۔ اس نے اپنے اشعار میں کہیں خودستائی سے کام نہیں لیا ہے حالانکہ وہ ایک عظیم شاعر تھا۔ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر کہے ہیں لیکن کہیں خودستائی اور رعونت کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ وہ اپنے ہر ایک مقطعے میں حضرت علی کا نام بڑی عقیدت کے ساتھ لیتے ہیں اور اپنا کلام اس نام کے بغیر ختم نہیں کرتے۔ مختصر یہ کہ محمد قلی کے کلام کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

---

[1] مولوی عبدالحق۔ مضمون "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" رسالہ اُردو۔ جنوری ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۱۷، ۱۸

ڈاکٹر زور نے اپنے کلیات میں اس خطبے کے ستائیس شعر نقل کیے ہیں۔ مولوی عبدا
سے یہ پورا خطبہ گذرا۔ یہ نسخہ اسٹیٹ سنٹرل کا تھا وہ لکھتے ہیں کہ اس خطبے سے معلوم
محمد قلی نے پچاس ہزار شعر کہے تھے[۱] لائبریری حیدرآباد کا مخزونہ تھا۔ آصف ساب
عثمان علی خاں نے اس نسخے سے اپنے کتب خانہ خاص کی زینت میں اضافہ کیا تھا او
بعد میں ان کے کتب خانے میں لایا گیا تھا[۲] جب راقمۃ الحروف نے کلیات محمد قلی قط
کی ایڈیٹنگ کا کام شروع کیا تو اس نسخے کی تلاش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا
ظہیر احمد صاحب سابق سفیر ہند برائے سعودی عرب سے جو نظام ٹرسٹ کے ٹرس
ربط پیدا کیا اور اس نسخے کو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن تلاش بسیار کے بعد
کہ یہ نسخہ تلف ہو چکا ہے اور اسے دیمک چاٹ گئی ہے۔

نسخہ نمبر ۵ (نسخہ قدیم)

کلیات محمد قلی کا پانچواں نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ یہ ایک قدیم
ہے جو مصوّر اور مطلا ہے۔ سرلوح پر یہ عبارت درج ہے "دیوان اعلیٰ حضرت سلیمانی خل
ملکہ"، یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ درمیان میں سے بعض صفحات غائب ہیں اور اس میں ردیفیں
مکمل نہیں ہیں۔ اس دیوان میں غزلیں اور مختصر قصیدے شامل ہیں۔ مثنویاں ترجیع
اور مرثیے اس میں شامل نہیں ہیں۔ اس میں اشعار کی جملہ تعداد ۱۹۱۸ ہے۔ چونکہ یہ نس
مطلا مذہب اور مصوّر ہے اس لیے یہ انتہائی بیش قیمت اور نایاب سمجھا جاتا ہے۔ اس
دیوان میں شاعر نے اکثر جگہ معانی اور کہیں کہیں قطب شہہ تخلص استعمال کیا ہے۔

۱؎ مولوی عبدالحق۔ مضمون "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" رسالہ اردو۔ جنوری ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۱۷، ۱۸
۲؎ ڈاکٹر زور۔ مضمون "محمد قلی قطب شاہ کی شاعری" رسالہ سب رس جنوری و فروری ۱۹۶۲ء۔ صفحہ ۸

نسخہ نمبر ۶ (نسخہ جدید)

کلیات محمد قلی کا چھٹا نسخہ بھی کتب خانہ سالار جنگ کا مخزونہ ہے۔ یہ نسخہ ناقص الاول ہے۔ اس میں مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند شامل نہیں ہیں۔ آخر میں شاعر کی رباعیات موجود ہیں۔

نسخہ نمبر ۷ (چند اوراق)

سالار جنگ کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے ایک قدیم نسخے کے چند اوراق موجود ہیں۔ یہ کسی مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں محمد قلی کی چند غزلیں اور مرثیے تحریر کیے گئے ہیں۔

نسخہ نمبر ۸

کلیات محمد قلی کا ایک نسخہ آغا حیدر حسن صاحب کے کتب خانے میں موجو
ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ اس میں بھی ترجیع بند اور مثنویاں نہیں ہیں۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتب خانہ سالار جنگ کے قدیم نسخے کی نقل ہے کیونکہ ان دونو
میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

کریم الدین نے "طبقات الشعراء" میں محمد قلی کی شاعری کا ذکر کیا تھا لیکن نمو
کلام نہیں دیا تھا۔ عبدالجبار ملکاپوری نے "محبوب الزمن" میں محمد قلی کی شاعری
تبصرہ کرکے نمونہ کلام بھی پیش کیا تھا۔ مولوی عبدالحق نے پہلی مرتبہ ۱۹۲۲ء میں کلیا
محمد قلی قطب شاہ کو اردو دان طبقے سے کما حقہ روشناس کروایا۔ انھوں نے ا
طویل مضمون "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" میں شاعر کے کلام پر سرسری انداز

تبصرہ بھی کیا۔ محمد قلی کے کلیات کے نسخہ نمبر ۵ پر، جو اس وقت ان کے پیش نظر تھا انھوں نے روشنی ڈالی ہے۔ مولوی عبدالحق کلیات محمد قلی قطب شاہ کو ایک طویل مقدمے کے ساتھ ایڈٹ کر کے شائع کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"ہمارا ارادہ ہے کہ حواشی و فرہنگ کے ساتھ اسے شائع کریں کہ محقّقین اور شایقین اُردو زبان کو اس سے مدد ملے"۔[۱]

آصف سابع نواب میر عثمان علی خاں نے تاریخ ادب اُردو کی تدوین کے لیے ایک کمیٹی مقرّر کی تھی جس کے اراکین صدر یار جنگ، عنایت اللہ دہلوی، حیدر یار جنگ، وحید الدین سلیم اور عبداللہ عمادی تھے۔ اس کمیٹی نے اپنی ایک نشست میں یہ طے کیا تھا کہ "زبان اُردو کی ایک مکمّل تاریخ مرتّب کی جائے، اور اسی ذیل میں کلیات محمد قلی قطب شاہ کی بھی اشاعت عمل میں آئے۔ کمیٹی نے اس کام کے لیے مولوی عبدالحق کا نام تجویز کیا تھا۔ اطروف کو اس کمیٹی کی روئیداد مورخہ ۹ آبان ریاستی دفتر اسناد اندھرا پردیش کی ایک مثل سے ہمدست ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے:۔

روئیداد کمیٹی مقرّر کردہ بارگاہ خسروی درباره تصنیف تاریخ ادب اُردو۔

تدوین دیوان محمد قطب شاہ

منعقدہ ۹، آبان سنہ ۳۴ ف

حاضرین

نواب صدر یار جنگ بہادر

مولوی عنایت اللہ

نواب حیدر یار جنگ

---

[۱] مولوی عبدالحق۔ مضمون "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" رسالہ اُردو۔ جنوری ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۳۶۔

مولوی وحیدالدین سلیم

مولوی عبداللہ عمادی

کاغذات متعلقہ پڑھے گئے اور غور و بحث کے بعد کثرت آرا ہا سے قرار پایا کہ پیش گاہ خسروی جہان پناہی سے بذریعہ فرمان مبارک مرسلہ نمرہ ربیع الاول سنہ ۴۳ ف جو ایماء فرمایا گیا ہے وہ عین صواب ہے ۔ جس موضوع پر صدہا کتابیں موجود تھیں اسی سلسلے کی مزید تالیف جس طرح غیر ضروری ہے اسی طرح جس کی اہمیت معلوم ہو اور تمام تر تشنۂ تحقیق بھی ہو اس کے لیے محقّقانہ تالیف و تدوین کی سخت ضرورت ہے ۔

زبان اُردو اور اس کی عہد بہ عہد تبدیلیوں کی کوئی تاریخ جسے صحیح معنیٰ میں تاریخ کہہ سکیں موجود نہیں ۔ سرکار فیض آثار کی معارف نوازی سے اگر ایک مکمّل و جامع تاریخ زبان اُردو مرتّب ہو جاتے اور اسی ذیل میں محمد قلی قطب شاہ کا دیوان بھی شائع ہو جاتے جو کسی حد تک قدیم اُردو کا شاید پہلا دیوان کہا جاسکتا ہے تو یہ اہم ترین ادبی خدمت اس عہد ہمایوں کی ایک نہایت روشن یادگار ہوگی ۔

کمیٹی کو یقین ہے مولوی عبدالحق صاحب بی اے جو مدّت دراز سے اس تحقیق میں سرگرم ہیں اور جن کے پاس قدیم اُردو کا نادر ذخیرہ بھی ہے ان دونوں کاموں کو بوجہ احسن انجام دے سکیں گے ۔ معارضہ اور طبع کے متعلق کمیٹی اعلیٰ نے جو سفارش کی ہے اس سے کمیٹی کو پورا اتفاق ہے ۔ فقط

(شرح دستخط) صدر یار جنگ بہادر[1]

---

[1] قسط نمبر ۸۰ ۔ فہرست نمبر ۴ ۔ نشان سلسلہ ۶۷۸ ۔ صیغۂ عدالت دفتر پیشی صدر اعظم بہادر فخرونہ ریاستی دفتر اسناد ۔ آندھرا پردیش ۔

اس کے چند سال بعد سٹی کالج میں دو صد سالہ جشن ولی کا انعقاد عمل میں آیا ا
اس موقع پر دکنی مخطوطات کی ایک نمائش بھی منعقد ہوئی۔ جشن یادگار ولی کے صد
نشین حیدر آباد کے امیر کبیر نواب سالار جنگ بہادر تھے جنھوں نے اپنے قطبہ صدار
میں کہا تھا:۔

"دلّی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا
ہو چکے ہیں خود طبقہ فرماں روایاں میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ
بلند پایہ شاعر تھے پھر ان کے دربار کے ملک الشعراء وجہی غواص
رستمی وغیرہ ولی سے کم نہ تھے اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گذرے ہیں اس
لیے ان کا کلام اور بھی زیادہ قابل قدر ہے..... مسرّت کا مقام ہے کہ
خود ہمارے ملک میں ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے
کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتّب کر کے شائع کر سکتے ہیں۔
میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے کو
تیار ہوں"۔

چنانچہ سالار جنگ کی سرپرستی اور اعانت سے ایک کمیٹی "مجلس اشاعت دکنی
مخطوطات" قائم کی گئی اور اعظم جنگ کو (جو اس وقت سید محمد اعظم تھے) اس کا
صدر نامزد کیا گیا۔ ڈاکٹر زورؔ اس کمیٹی کے نائب صدر مقرر ہوئے۔ سید محمد صاحب کو
معتمد نامزد کیا گیا اور میر سعادت علی خاں شریک معتمد بنائے گئے۔ مرزا حسین علی،
عبدالمجید صدیقی اور عبدالقادر سروری اس کے رکن مقرّر ہوئے۔ ڈاکٹر زورؔ نے جو
"مجلس اشاعت دکنی مخطوطات" کے نائب صدر تھے کلیات محمد قلی قطب شاہ کی تدوین
کی ذمہ داری قبول کی اور مارچ ۱۹۳۷ء میں اس موضوع پر اپنے تحقیقی کام کی ابتداء کی
اور تین سال بعد ۱۹۴۰ء میں "سلسلہ یوسفیہ" نے بڑے اہتمام کے ساتھ ڈاکٹر زورؔ کے

رتب کردہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کو شائع کر کے اُردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر کے
کلام سے اُردو دنیا کو متعارف کروایا۔

ڈاکٹر زورؔ کی تدوین

ڈاکٹر زورؔ نے کلیات محمد قلی قطب شاہ کو مرتّب کر کے اُردو ادب کی ایک ناقابل فراموش خدمت انجام دی ہے۔ انھوں نے کلیات محمد قلی قطب شاہ کی تدوین میں اُن دو نسخوں سے مدد لی ہے جو سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ شاہان اودھ کے کتب خانے یا ٹیپو سلطان کے کتب خانے اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے نسخوں کا ذکر فہرستوں میں موجود ضرور تھا لیکن یہ نسخے ناپید ہو چکے تھے۔ کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کا قدیم نسخہ ملاحظہ خسروی میں تھا اس لیے وہ بھی مرتب کی دسترس سے باہر تھا۔ آغا حیدر احسن کے کتب خانے کا نسخہ سالار جنگ کے ایک نسخے کی نقل تھا اس لیے اس میں بھی زیادہ استفادہ کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کلیات کی تدوین کے وقت کتب خانہ سالار جنگ کے دونوں مخطوطات جنھیں ڈاکٹر زورؔ نے نسخہ قدیم اور نسخہ جدید کا نام دیا ہے ان کے پیش نظر تھے۔ ان کے علاوہ اسی کتب خانے کے چند منتشر اوراق سے جن میں محمد قلی کی چند غزلیں اور مرثیے تحریر کیے گئے ہیں مرتّب نے استفادہ کیا تھا۔

اس پر نگر نے کتب خانہ شاہان اودھ کے جس مکمّل نسخے کا ذکر کیا ہے اس میں اصناف سخن کی ترتیب اس طرح تھی کہ سب سے پہلے مثنویاں، پھر قصیدے، ترجیع بند، مرثیے، غزلیں اور آخر میں رباعیاں درج تھیں۔ ڈاکٹر زورؔ کو جو دو نسخے کتب خانہ سالار جنگ سے دستیاب ہوتے تھے ان میں نہ تو مثنویاں موجود تھیں اور نہ ترجیع بند تھے اس لیے ایڈیٹنگ میں انھیں اس ترتیب کو ترک کرنا پڑا اور انھوں

نے ایک نئے انداز میں کلیات محمد قلی کی تدوین کی۔ ڈاکٹر زورؔ نے اپنے کلیات کو
پہلے اور دوسرے اور تیسرے حصے میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصے میں ڈاکٹر زورؔ نے
مختلف موضوعات پر کہی ہوئی "نظمیں" ترتیب دی ہیں اور دوسرے حصے میں
غزلیں ہیں۔ تیسرے اور آخری حصے میں مقاتد رباعیات اور ریختی کو جگہ دی گئی ہے۔

ڈاکٹر زورؔ نے قدیم و جدید نسخوں سے پانچ ایسی نظموں کا انتخاب کیا ہے جن میں
شاعر نے حمد کہی تھی اس کے بعد پانچ نعتیہ نظمیں اور پھر چھ منقبت کی نظمیں ترتیب دی
ہیں۔ مدح حضرت بی بی فاطمہ کے تحت دو نظمیں پیش کی گئی ہیں۔ شاعر کا "مذہب"
عنوان قائم کر کے ڈاکٹر زورؔ نے دو ایسی نظمیں کو اس کے تحت جگہ دی ہے جن میں شاعر
نے اپنے عقائد کی طرف اشارے کیے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر زورؔ نے مختلف عیدوں پر شاعر
کی کہی ہوئی نظموں کو جمع کر دیا ہے۔ عید میلاد النبی کے موقع پر کہی ہوئی چھ نظموں، عید
بنی کے موضوع پر پانچ شب معراج سے متعلق ایک عید سوری کے موضوع پر پانچ
عید مولود علی پر نو، عید غدیر کے عنوان سے آٹھ نظموں، شب برات کی سرخی کے تحت
دس، عید رمضان کے موضوع پر گیارہ، بقر عید کے موقع پر کہی ہوئی نو نظموں اور نو
روز کے عنوان کے تحت میں نظموں کو کلیات میں جگہ دی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر زورؔ
نے نسبت پر محمد قلی کی کہی ہوئی سات نظمیں پیش کی ہیں۔ "دوسری عیدیں" کے زیر عنوان
چار اور نظمیں موجود ہیں۔ سالگرہ اور جلوہ جیسی تقریبات پر بالترتیب دس اور آٹھ
نظموں سے کلیات کی کیا گیا ہے۔ لوازمات شاہی کے عنوان کے تحت، کسوت
زریں، شاہی ہاتھی اور راج ترانہ وغیرہ کے ذیلی عنوانات قائم کر کے چھ نظمیں ترتیب
دی گئی ہیں۔ کھیل کی سرخی کے تحت سولہا[16] نظمیں ترتیب دی گئی ہیں۔ محلات شاہی جن
میں خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل طور اور قطب مندر شامل ہیں

محل کی حسیناؤں کے ناموں پر ترتیب دی گئی ہیں۔ اس حصّے میں بارہ سپاریوں پر کہی ہوئی محمد قلی کی اڑتیس نظمیں موجود ہیں۔ شاعر نے اپنی دوسری سپاریوں منظور نظر نازنینوں پر جو نظمیں کہی ہیں انھیں "دوسری سپاریاں" کی سرخی قائم کر کے مرتّب کہا گیا ہے۔ یہ دس نظمیں بھمنی، سندر رہندو چھوری، پدمنی، سندر، سجن، رنگیلی، نور کی مورت اور کسبن پر کہی گئی ہیں ان میں بادشاہ کی جذباتی زندگی کی اچھی مرقع کشی موجود ہے۔ ڈاکٹر زورؔ نے کلیات میں اس کے بعد "ناز" کے عنوان کے تحت مختلف سرخیوں سے مزید نو نظمیں اکٹھا کر دی ہیں۔ اور اسی طرح "نیاز" کی سرخی چھ نظموں کا احاطہ کرتی ہے۔ "افسانہ محبت" اس سلسلے کی آخری کڑی ہے اور سات نظموں پر مشتمل ہے۔ ان ساتوں نظموں کے لیے مرتّب نے علاحدہ علاحدہ عنوانات تجویز کیے ہیں۔ آخری عنوان "متفرق" ہے جس میں چار نظمیں موجود ہیں۔

حصہ دوم میں جیسا کہ اس سے قبل کیا جا چکا ہے غزلیں ترتیب دی گئی ہیں۔ ان میں پ، ض، ط، ف، ق، گ اراگ کی ردیفیں موجود نہیں ہیں۔ حصّہ دوم میں محمد قلی کی تین سو بارہ غزلیں ملتی ہیں۔

حصّہ سوم میں شاعر کے مقاتد، رباعیات، مرثیوں اور اور ایک چھوٹی سی نامکمّل مثنوی کو شامل کیا گیا ہے۔

کلیات محمد قلی قطب شاہ کا مقدمہ خاصہ طویل ہے اس میں مرتّب نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ اس مقدمے سے ڈاکٹر زورؔ کی تحقیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ مقدمے میں مرتّب نے محمد قلی کے نام اور تخلص، اس کی تعلیم و تربیت، تاہل، اولاد، شاعری، کمال سخن، مذہبی میلان، شہر حیدرآباد کی زیبائش اور آس دوا کے رسم و رواج وغیرہ پر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ میں روشنی ڈالی ہے۔

ڈاکٹر زورؔ کی ایڈیٹنگ پر ایک نظر

جب ہم کلیات کی تدوین پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ڈاکٹر زورؔ کے ادبی شعف، ان کی ریاضت، دکنی ادب سے ان کی غیر معمولی دلچسپی اور تحقیقی سگھڑپن کی داد دینی پڑتی ہے لیکن کلیات میں بعض جگہ بے ترتیبی بھی نظر آتی ہے۔ کہیں کہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض نظمیں موقعہ اور مناسبت کے اعتبار سے بے محل ہیں۔ مثال کے طور پر پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر زورؔ نے محمد قلی کی ایک نظم کا عنوان "کنٹھ مال" قائم کیا ہے۔ اس نظم میں شاعر نے اپنی ایک پیاری کا سراپا پیش کیا ہے اور اس کے خدوخال، "بالوں کے جھک" "رخساروں کی گلابی" ہنس جیسی چال، اس کے نرم مکھ، کی کلی جیسی ناک نرگس کے جیسے "نینوں" اور "رسیلے ادھر" کی ایک خوبصورت تصویر کھینچی ہے۔ اس نظم کے آخری شعر میں شاعر یہ کہتا ہے کہ "سکی" جب کنٹھ مال پہن کے آئی تو قطبؔ نے اسے گلے سے لگالیا اور اس کے لب چومے۔ اس نظم میں جس کا عنوان مرتّب نے "کنٹھ مال" تجویز کیا ہے محمد قلی نے اپنی محبوبہ کے کنٹھ مال کی خوبصورتی یا زیبائش وغیرہ پر روشنی نہیں ڈالی ہے اس کے برخلاف اس نظم میں شروع سے آخر تک ایک "پیاری" کا سراپا پیش کیا گیا ہے اس لیے اس نظم کو "کنٹھ مال" کی سرخی زیادہ زیب نہیں دیتی۔

کلیات میں ایک اور نظم ہے اس کا عنوان مرتّب نے "کسوت زرین" تجویز کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نظم کے صرف ایک شعر میں ایک جگہ لفظ کسوت آیا ہے۔ اس پوری نظم میں کسی شاہی تقریب کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ قطب شاہی بادشاہوں کی شان وشوکت اور ان کی مجلس آرائی کا بیان اس نظم کا مرکزی تصوّر معلوم ہوتا ہے۔ نظم میں ملازمین شاہی، محل کی کنیزوں، "نٹوں"، کھیل تماشہ دکھانے والوں "پاتروں" ساز

ایک جگہ لفظ کسوت استعمال کرنے کی وجہ سے اس کا عنوان ہی "کسوت زرین" قرار دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

"محلات شاہی" کے حصے میں ایک نظم کا عنوان "سجن محل" قرار دیا گیا ہے اس میں شاعر نے محل کی ایک حسینہ دل رُبا کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کیے ہیں اور اس کے قیمتی لباس اور زیورات کی تصویر کشی کی ہے صرف ایک شعر میں ایک جگہ لفظ سجن محل آیا ہے جس کی بنا پر مرتّب نے اس نظم کا عنوان ہی "سجن محل" قائم کر دیا ہے۔ اس عنوان کو پڑھ کر مغالطہ ہوتا ہے کہ شاید اس نظم میں کسی قطب شاہی محل کے بارے میں شاعر کا توضیحی بیان ہو گا۔

"پیاری" کے عنوان کے تحت ڈاکٹر زورؔ نے کلیات میں جو پانچ نظمیں ترتیب دی ہیں ان میں سے نظم نمبر چار۔ ؎

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلجو ناداں سوں

عشق کی داونی بہاؤ بجاؤ عیش تاشاں سوں

میں شاعر کی محبوبہ "پیاری" کا ذکر کم اور جلوہ کی رسم کی تفصیل بہت زیادہ ہے۔ اس لیے یہ نظم پیاری کی سرخی کے تحت پیش نہیں ہونی چاہیے تھی اس کے بجائے کلیات میں جہاں "جلوہ اور دیگر رسوم" سے متعلق نظمیں یکجا کی گئی ہیں وہاں یہ نظم زیادہ تر محل اور مناسب معلوم ہوتی اور مرتّب کی قائم کی ہوئی سرخی کی صحیح ترجمانی کر سکتی تھی۔ اس نظم میں پیاری کی خوبصورتی و رعنائی یا جامہ زیبی کا ذکر نہیں جلوے کی رسم کی تفصیلات کا بیان ہے۔

پیاری کے عنوان کے تحت جو پانچویں نظم ترتیب دی گئی ہے اس میں سراپا نگاری نہیں اور نہ ہی کسی نازنین کے لباس اور زیورات یا خد و خال کی مرقع کشی کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف شاعر فراق کی اذیت کا ذکر کرتا اور محبوبہ کا قرب چاہتا ہے "برہا کی شکایت"

اس نظم کا بنیادی عنصر ہے اس کا لب لباب ہے۔ ع

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی پیرت موبھاوے نا

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے ڈاکٹر زورؔ نے سالار جنگ کے کتب خانے کے نسخہ قدیم و جدید کی مدد سے محمد قلی کے کلیات کو مرتّب کیا ہے۔ ان دونوں نسخوں میں کہیں کوئی عنوان دکھائی نہیں دیتا۔ کلیات میں ڈاکٹر زورؔ نے خود تمام عنوانات قائم کیے ہیں اور ان شعری کاوشوں کو "نظم" سے تعبیر کیا ہے۔ محمد قلی نے اپنی ان شعری تخلیقات کے لیے "غـزل" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ مذہبی تصورات، عشیتہ جذبات موسموں کی مرقع کشی ماحول کی عکاسی اور دیگر توضیحی بیانات پیش کرتے ہوتے وہ اپنے اشعار کے سانچے کو "غزل" سے موسوم کرتا ہے۔ ع

محمد صدقے قطبا کی غـزل سوری کی پوری سن
سکیاں متاں ہو یاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

بنی صدقے کیسا وہ قطب مسعبت کا غزل رنگین
کہ اس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن

بنی صدقے قطب جس کی غزل صد ہوا دودس کی
کھیا دے گرہ کن اس کی توسن ہوتیں کن سراں خوشیاں

خوش بنی ہور علی کی صدقے غزل مرگ کی کھیا
سو قطب نورسوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں

ڈاکٹر زورؔ نے ان مسلسل غزلوں کو نظم کہا ہے اور ایک جگہ لکھتے ہیں "اس عنوان کے تحت وہ تمام نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن میں سرسات کی بہاروں، اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دو بار اور محلات کی مصروفیات کے مرقع پیش کرنے کے علاوہ دوسرے

موسموں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے آخری نظم موسم سرمایہ ہے۔"[1]

ڈاکٹر زورؔ نے کلیات محمد قلی میں غزلوں کو غالباً اس لیے "نظم" سے تعبیر کیا ہے کہ ان میں ایک خاص موضوع پر مربوط اور مسلسل خیالات پیش کیے گئے ہیں اور نظم کی طرح ان مسلسل غزلوں میں ایک مرکزی تصوّر موجود ہے جس کی پوری غزل میں وضاحت کی گئی ہے۔ غالباً اسی بنا پر مرتّب نے ان کے لیے نظم کی اصطلاح استعمال کی ہے لیکن اپنے اس اصول پر وہ کلیات محمد قلی کے حصّہ دوم میں عمل پیرا نظر نہیں آتے۔ حصّہ دوم کی بعض غزلیں ارتباط تصوّر اور تسلسل بیان کی وجہ سے غزل کی ریزہ کاری کے رحجان اور اس کے ہر شعر کے ایک علاحدہ اکائی ہونے کے احساس کی نفی کرتی ہیں۔ ان غزلوں میں شاعر کے پیش نظر ایک خاص موضوع اور ایک مرکزی تصوّر ہے جس کی وضاحت کا شعور غزل کے تمام اشعار میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ کلیات کے حصّہ دوم کی غزل نمبر ۲۴۴ میں محبوب کا سراپا پیش کیا گیا ہے اور اس کے "نین"، "بھنوان"، "امرت بچن"، "کیس"، "دسن"، "ادھر" اور "مکھ صفا" کا وصف بیان کیا گیا ہے۔ غزل نمبر ۲۴۵ میں ایک حسینہ کے سنگار کا بیان ہے اور اس کے حُسن دِل رُبا کی مرقع کشی کی گئی ہے اور آخر میں شاعر کہتا ہے کہ تیسرے "سورنگ ہونٹ" "تنبول کے رنگ" میں اتنے دلکش نظر آتے ہیں گویا قدرت نے اپنے ہاتھ سے اس پر پھول پنکھڑیاں بنا دی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان مسلسل غزلوں کی طرف جن میں ایک ہی بنیادی خیال کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ڈاکٹر زور نے کوئی توجہ نہیں کی۔ کلیات کے حصّہ دوم کی غزل نمبر ۲۷۲ ایک مسلسل غزل ہے جس میں کونلی کا سراپا پیش کیا گیا ہے۔ اس کو کلیات کے حصّہ اول میں جہاں بارہ پیاریوں کے عنوان کے تحت کونلی پر چار نظمیں پیش کی گئی ہیں جگہ دی جا سکتی تھی کیوں کہ

---

[1] ڈاکٹر زورؔ دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۱۸۹۔

اسی اصول کو محفوظ رکھتے ہوئے انھوں نے دوسری غزلوں کو اس سرخی کے تحت پیش کیا تھا۔

مشتری کے عنوان کے تحت ڈاکٹر زورؔ نے جس نظم نمبر دو کا انتخاب کیا ہے اس میں مشتری کا کوئی حوالہ موجود نہیں صرف ایک شعر میں شاعر نے زحل کی مناسبت سے مشتری کا لفظ استعمال کیا ہے۔ محض اس ایک لفظ کی بنا پر مرتّب نے اس نظم کو بارہ سپاریوں کے ذیل میں مشتری کی سرخی کے تحت رکھا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔ ع

شکل دنداریاں کے طالع بیٹیا ہے زحل تارہ
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

حقیقت یہ ہے کہ یہ پوری نظم مذہبی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے اور محمد قلی کی کسی محبوبہ سے اس کا کوئی تعلّق نہیں ہے۔

کلیات کے تیسرے حصّے میں ڈاکٹر زورؔ نے ریختی کی سرخی قائم کر کے محمد قلی کی چند ایسی غزلیں درج کی ہیں جن میں عورت نے مرد سے اظہارِ عشق کیا ہے اور جن میں عورتوں کی زبان اور ان کے مخصوص احساسات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ کلیات محمد قلی کے حصّہ دوم میں جو غزلوں پر مشتمل ہے اسی قبیل کی بعض اور غزلیں موجود نہیں ان پر پوری طرح ریختی کی اصطلاح کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً غزل نمبر ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۴۳، ۲۵۲، ۲۵۶، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۷۳، ۲۷۵ اور ۲۷۶۔ یہ محمد قلی کی ایسی بھرپور ریختیاں ہیں جنہیں ریختی گوئی کی تاریخ میں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ڈاکٹر زورؔ انھیں ریختی کے عنوان کے تحت جگہ دیتے تو مناسب تھا۔ مرتّب نے ریختی کے عنوان کے تحت صرف چار ادب پاروں کو جگہ دی ہے حالانکہ محمد قلی کے کلیات میں اس کے بہت سے نمونے موجود ہیں۔

"ی" میں ایک غزل جس کا مطلع ہے ع

مے پیک مو سنگات سونا شاد کرتا ہے
وہ ترک مدّت دیکھو کہ بیداد کرتا ہے

یہی غزل اسی ردیف میں صفحہ ۲۸۶ پر دوبارہ درج کی گئی ہے اسی طرح ایک اور غزل جس کا مطلع ہے ع

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے   بن مد پھل پھلی جھاڑ خوش نہ دیسے

ایک اور غزل جس کا مطلع ع

کب لگ منگنا اچھے منگاون جونا اچھے

صفحہ ۲۵۵ پر درج کی گئی اور پھر صفحہ ۲۸۷ پر بھی یہی غزل موجود نظر آتی ہے۔ غزل نمبر ۲۹۲ کو دو مرتبہ کلیات میں نقل کیا گیا ہے۔ حصہ اوّل میں صفحہ ۱۷۶ پر "راک" کی سرخی سے مترین کر کے اسے جگہ دی گئی ہے اور پھر اسی نظم کو غزل تصوّر کرتے ہوئے کلیات کے حصّہ دوم میں ردیف "ی" میں بھی درج کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر زور نے سالار جنگ کے کتب خانے کے نسخہ قدیم کی حسب ذیل سہواً نقل نہیں کی ہے۔ اور اس طرح محمد قلی کی ایک اچھی غزل منظر عام پر آنے سے محروم رہ گئی۔ مذکورہ غزل درج ذیل ہے۔ ع

جاسوس کہہ منج یار کوں مو چھوڑ کر کس سات ہے
اُس ہشر کا دے منج نشاں او باٹ کہہ کس دھات ہے

ہے رین اندھاری اُس اُپر ہو راہ دھواں و دود ہے
اس نین نا بوجھیں کدھیں اس کا دوا کس پات ہے

کہتے ہیں پیو کے رخ اوپر پنجا غباری خط صحی
یا عاشقاں کوں مذہبی انسون کا آیات ہے

تج کوں دعا کر نہ سکوں ہر مو اگر صد جیب ہوتے
یک چھن نگر ہیں نا سکوں اس نور کا لمعات ہے
کہتے ہیں مسلم ہیں سدا اس جیو کا بوجھے ہیں راز
بیچارے اے بوجھیں کہاں لقمان حکمت مات ہے
یں بیو کا دیوانہ ہوں مکھ آیت منج دیکھا
کس تھے پڑیا نما جاتے اور اس میں بہت صفات ہے
وقت صبوحی ہے کرو یاراں صبوحی سب تمہیں
میری صبوحی جیو کی اس وصف کا ربیات ہے
یک حرف اس مکھ جفر کا ہے علم مشکل کن بُجھے
او جفر بے کوی بوجیا اس کو سدا جنات ہے
ڈر نیش معانی کے تیس باد سموم دو تیاں
او نام سب دن ورد کر اس نام میں درجات ہے

ڈاکٹر زورؔ کے مرتبہ کلیات میں اکثر جگہ سنسکرت کے تت سم اور تت بھو الفاظ اور دکنی کے قدیم لفظوں کے معنیٰ یا تو نہیں بتاتے گئے ہیں یا جو معنیٰ بتاتے گئے ہیں ان کی صحت کی طرف مرتّب نے توجہ نہیں کی ہے۔ اس قسم کے بہت سے الفاظ کلیات میں موجود ہیں صرف چند مثالیں درج ذیل ہیں۔ ؏

صفحہ نمبر	لفظ	ڈاکٹر زورؔ کے بیان کردہ معنیٰ	صحیح معنیٰ
حصّہ دوم۔ ۸	پنواتے	پلاتے	ذیل کرتے۔ بدنام کرتے

حصہ دوم۔ ۱۱۸	سوں	سے	قسم
حصہ اوّل۔ ۲۳	آپار	اوپر	بے حد۔ لامحدود
حصہ اوّل۔ ۵۵	تربوک	مخلوق	تین عالم
حصہ اوّل۔ ۱۷۳	ڈونگر	قلعہ	پہاڑ
حصہ اوّل۔ ۱۵	احت	نہ چھپتا ہوا	سورج
حصہ دوم۔ ۸۷	چاڑی	نظر چار کرنا	چغلی
حصہ دوم۔ ۵۶	راویں	مٹھاس	طولا
حصہ دوم۔ ۲۸	سرک	کروٹ	پھندا۔ گرہ
حصہ دوم۔ ۱۱۶	نیک چھن	نیک نتیجہ	نیک لمحہ (مبارک ساعت)
حصہ دوم۔ ۹۷	بھار	بار۔ بوجھ	فوج

اس سے یہ بتانا معقود نہیں کہ ڈاکٹر زورؔ جو ایک بلند پایہ ماہر دکھینات تھے، ان الفاظ کے صحیح معنی سے ناواقف تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ "کلیات محمد قلی قطب شاہ" کی تدوین کا کام وہ پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے سے قاصر رہے۔ "عرض مرتّب" میں خود انھوں نے اس کا اعتراف کرتے ہوتے لکھا ہے:۔

"اس صبر آزما کام کے اثناء میں اسکو (مرتّب کو) دوسری کتابوں کی ترتیب وتالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا چنانچہ "گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روح غالب" اور "مکتوبات شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اشناء میں شروع اور ختم کیا۔"

غالباً اسی عدیم الفرصتی کے باعث ڈاکٹر زورؔ کلیات قلی میں کتی الفاظ کے معنیٰ کی

طرف متوجہ نہ ہو سکے تھے۔ ہندوستانی اصل کے ایسے بہت سے الفاظ کے معنیٰ جو دکن
زبان میں شیر و شکر ہو چکے ہیں اور جو شعراء دکن کی شعری تخلیقات میں بار بار استعم
ہوتے ہیں ڈاکٹر زورؔ نے نہیں بتاتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

صفحہ	لفظ	معنیٰ
حصہ اوّل۔ ۱۹۶	پرمل (سنکرت پریمل)	عطر
حصہ اوّل۔ ۲۰۳	پاچ	زمرد
حصہ اوّل۔ ۱۰۶	وجر	قیمتی پتھر
حصہ دوم۔ ۲۴۶	ست	پیارا۔ محبوب
حصہ دوم۔ ۴۶	اباری	چکھی ہوئی۔ جھوٹی
حصہ دوم۔ ۲۲۲	جلنشر (سنگرت نیز)	آلہ موسیقی
حصہ دوم۔ ۱۴۳	آسیت (آ + سیت)	سیت۔ سفید اور آسیت جو سفید نہ ہے
حصہ دوم۔ ۲۵۲	راس۔ راشی (سنگرت)	ڈھیر
حصہ دوم۔ ۱۸۲	اناچیتی	نادانسہ
حصہ دوم۔ ۱۴۶	برجا	(برجنا۔ روکنا) روکا
حصہ اوّل۔ ۳۱۳	جاین	بوڑھا
حصہ اوّل۔ ۴۵	اکھایا	سیر ہوا
حصہ دوم۔ ۸۶	اُلالا	جوش۔ ولولہ
حصہ دوم۔ ۱۵۲	سلک	دوستی
حصہ دوم۔ ۱۵۷	مکری	آرسی۔ آئینہ

حصہ دوم۔ ۱۱۹	ایہالی	اکھاڑنا
حصہ اوّل۔ ۲۰۸	ستیل (شیتل)	ٹھنڈا

ڈاکٹر زورؔ نے پنڈت ہری ہر شاستری پروفیسر منسکرت و برج بھاشا جامعہ عثمانیہ کی مدد سے "بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ" کے تجزیے میں مدد لی تھی لیکن اس کے باوجود وہ بعض الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھا چنانچہ اس کا اعتراف کرتے ہوتے وہ کہتے ہیں۔ "بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔"[1]

مخطوطے کی قرادت

بعض وقت قرادت کی کوتاہی کی وجہ سے شعر کا مفہوم فوت ہو جاتا ہے محض ایک لفظ کو غلط پڑھنے کی وجہ سے پورا شعر بے معنیٰ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قدیم دکنی مخطوطات (جن میں بعض سینکڑوں سال قدیم ہوتے ہیں) کی قرادت کوئی آسان کام نہیں۔ کاغذ کی کہنگی، خط کی خرابی اور زبان کی قدامت دکنی مخطوطات کی قرادت میں مزید مشکلات پیدا کر دیتے ہیں لیکن اگر انھیں پوری توجہ کے ساتھ پڑھا جائے تو الفاظ میں حروف کا تعین کرنے میں غیر معمولی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر زورؔ کے مرتبہ کلیات میں قرادت کی تاہی کا اکثر جگہ احساس ہوتا ہے۔ چک (آنکھ۔نظر) کو جگ، پیرم جیو میوہ کو پرم جو میوہ کاس کو گاس، پبند گویاں کو بند گویاں، بٹّی (بھٹّی) کو بنی، گچے کو کجے اور محک (کسوٹی) کو مجک پڑھنے کی وجہ

---

[1] ڈاکٹر زورؔ۔ دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۸۔

سے اشعار بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔

تدوینِ متن میں صحیح قرادت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض وقت محض ایک لفظ کی غیر صحیح قرادت مرتّب کے ذہن میں الجھن پیدا کر دیتی ہے مرکز اور نکتوں کو صحیح طور پر نہ پڑھا جاتے تو شعر کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ کلیات محمد قلی میں لال ساڑی کی دال ساڑی، گنونت سچلا کو سجلا ئیت کو پیٹ، کنٹھے کا چکا دو شکر کے بجاتے کھٹے کا چکا دو شکر، داوا (دعویٰ) کو لاوا، کلپایا (تصوّر کیا) کو کلبایا اور گم آپس میں آپ کو کم اپس میں آپ پڑھنے کی وجہ سے اشعار کی معنویت مجروح ہو گئی ہے۔

کلیاتِ قلی کا مطالعہ اور دکنی تلفّظ

دکنی اشعار پڑھتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ بعض وقت الفاظ کی مکتوبی صورت میں کچھ آوازیں زائد ہوتی اور بعض وقت الفاظ کی مکتوبی صورت میں کوئی حرف نہیں لکھا جاتا اور تلفّظ میں موجود ہوتا ہے۔ دکنی زبان کی قدامت کی وجہ سے اس کے اشعار میں لفظوں کا وہی تلفّظ برقرار رکھنا آسان نہیں جو شاعر کے عہد میں ادا کیا جاتا تھا۔ لب و لہجے کا تیکھا پن الفاظ میں نیا آہنگ اور معنیٰ میں نئی وسعتیں پیدا کر دیتا ہے۔ بعد کے دور کی نسلیں الفاظ کے معنیٰ اور تلفّظ کو اپنی پسند اور ناپسند یا معیار کے مطابق ڈھال لیتی ہیں۔ شعر میں آہنگ ہی ایک ایسا وسیلہ ہے جس کی رہبری میں الفاظ کے قدیم تلفّظ کی نشاں وہی کی جا سکتی ہے۔ آہنگ کے مطابق تلفظ کو ڈھال لینے کے لیے مشق و ریاضت اور دکنی زبان کے مزاج اور آہنگ سے واقفیت ضروری ہے۔ دکنی میں کبھی مشدّد حروف کو متحرک اور متحرک کو مشدّد پڑھا جاتا ہے۔ کبھی لفظ میں ہمزہ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور کبھی الف کو محض آہنگ کی خاطر الف [illegible] پڑھا جاتا

[illegible]

رف کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ دکنی میں "ع" کا عربی تلفظ رائج نہیں اس کو الف
کی طرح ادا کیا جاتا ہے۔ بائے مخلوط کو ہائے مظہرہ اور ہائے مظہرہ کو ہائے مخلوط
بنا لینا دکنی کی ایک عام خصوصیت ہے۔ مختصر یہ کہ دکنی شاعری کا مخصوص آہنگ اس
کے مصوتیوں اور منفرد املاوں (DIPHTHOUGS) اور انفی آوازوں کا رہین منت
ہے۔ دکنی شعر پڑھتے ہوئے ان کو ملحوظ رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ اگر انھیں نظر انداز
کر دیا جائے تو شعر بے وزن محسوس ہونے لگتا ہے۔

مخطوطوں کی کیفیت

راقمتہ الحروف نے کتب خانہ سالار جنگ کے قدیم و جدید نسخوں سے کلیات ہذا
کی تدوین میں مدد لی ہے۔ نسخہ قدیم مطلا و مصور ہے۔ یہ محمد قلی کی زندگی میں غالباً اسی
کے حکم پر لکھا گیا تھا۔ اس مخطوطے میں شاعر کا تخلص اکثر جگہ معانی درج کیا گیا ہے اور
جدید نسخے میں زیادہ تر قطب شاہ تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی
ہے کہ یہ دو مختلف شاعروں کا کلام ہے لیکن ان دونوں مخطوطوں میں بہت سی غزلیں
مشترک بھی ہیں اور بعض اشعار میں دونوں تخلص تحریر کیے ہوئے ملتے ہیں جس سے
اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر زور نے کلیات محمد قلی قطب شاہ کے دیباچے
میں اس سے مفصل بحث کی ہے۔[1] ذیل میں پانچ غزلوں کے ایسے مقطعے پیش کیے
جاتے ہیں جن میں دو مختلف تخلص موجود ہیں۔ ورنہ نسخہ جدید میں قطب شاہ اور قدیم
میں معانی تخلص دکھائی دیتا ہے۔

---

[1] ڈاکٹر زور۔ دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۳۴۷۔

	نسخۂ قدیم	نسخۂ جدید
۱۔	معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجنہیں	قلبشہ سرا زرگری کوئی نہ بوجھیں
۲۔	معانی شر تیرا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر تیرا تو لکھے ہیں دست بدس
۳۔	اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شرا
۴۔	پیا کا حسن معانی کا جگ میں جیوں اوتار	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اوتا
۵۔	شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں

ڈاکٹر زورؔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانیؔ کی جگہ قطب شاہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لیے پہلا دیوان مرتّب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتّب کرتے وقت ہر جگہ سے معانیؔ نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔ یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہیے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا"[1]

کتب خانہ سالار جنگ کے قدیم نسخے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ

(ا) کاتب نے ہر غزل کے مطلع میں دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ لکھا اور بعد کے اشعار میں صرف قافیہ ہے ردیف نہیں۔ مقطع میں پھر ردیف اور قا دونوں تحریر کیے گئے ہیں۔

(ب) املاء کی ایک خصوصیّت یہ نظر آتی ہے کہ کاتب نے گ کے دو مرکز بنانے بجائے صرف ایک مرکز پر اکتفائی ہے جیسا کہ اکثر قدیم مخطوطات میں دکھائی دیتا

---

[1] ڈاکٹر زورؔ۔ دیباچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۳۴۸۔

تب نے کہیں کہیں گ کو اس طرح تحریر کیا ہے کہ ک لکھ کر اس کے نیچے تین نقطے لگا
دیے ہیں مثلاً ع

اوتار نار چنچل پگل لال کال بھل دل

(نسخہ قدیم صفحہ ۸۴)

حرف ٹ کو ت لکھ کر اس پر مزید دو نقطوں کا اضافہ کیا گیا ہے جیسے ع

اتن تیلا دھری منگ ہیں یو چھنداں سوں دپاتی ہے

(نسخہ قدیم صفحہ ۹۳)

ڑ کو ر لکھ کر اس پر ایک جزم یا پیش بڑھا دیا گیا ہے اور کبھی دونوں بڑھا دئے
جاتے ہیں ع

جاسوس کہہ منج دیار کو مو چھوڑ کر کس سات
پکڑو ے جب گھانس ہریا ہوتے تمن بات ستیں

(نسخہ قدیم صفحہ ۱۰۵)

نسخہ قدیم کے صفحہ اوّل پر حمد کے اس شعر سے دیوان کی ابتداء ہوتی ہے ع

دلا منگ ــــ خدا کن کہ خدا کام دیوے گا
تمن من کے مرادرں کے بھرے جام دیوے گا

اس نسخے کو شاہی خوش نویس زین الدین علی نے لکھا ہے پہلے صفحے پر ایک مہر ثبت ہے جس میں صرف جناب امیر پڑھا جاسکتا ہے۔ جلد ساز نے اس صفحات کی ترتیب بگاڑ دی ہے۔ ابتداء میں ردیف الف کی ایک غزل کے نو شعر موجود ہیں اس کے بعد کے دو صفحوں پر کوئی عبارت تحریر نہیں کی گئی ہے۔ جلد ساز نے صفحہ ۷۹۹ کے بعد عبداللہ قطب شاہ کے دیوان کے ۲۸ ورق اس میں شامل کر دئے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ دیوان میں محمد قلی کا کلام دکھائی دیتا ہے۔

نسخہ جدید

یہ نسخہ بھی اس اعتبار سے نامکمّل ہے کہ اس میں بھی طویل قصیدے، مثنویاں ا
ترجیع بند شامل نہیں۔ یہ ناقص الاول ہے اور چند صفحات کرم خوردہ بھی نظر آتے ہیں
پہلے صفحے پر غزل کے چار شعر تحریر کیے ہیں جن کے دوسرے مصرعے اس لیے نہیں پڑھے
جا سکتے کہ یہ حصّہ کرم خوردہ ہے۔ نسخہ جدید کا پہلا مکمّل شعر یہ ہے ؎

سہلیاں سب ہی مل دیکھیں عید چندا
کریں عید کی چونپ سوں چھند بندا

کاتب نے پانچ اشعار تحریر کرکے غزلوں کی ردیف وار لکھنا شروع کیا ہے۔ اس نس
میں ا، ب، ت، ث، ج، چ، د، ذ، س، ش، ص، ط، ع، غ، ل، م، ن اور ی
ردیفیں موجود ہیں۔ کتابت کا یہ انداز نظر آتا ہے کہ اس میں کاتب نے ہندی حرو
ٹ ڈ اور ڑ کو بالترتیب ٹ ڈ اور ڑ تحریر کیا ہے۔ ک اور گ میں کوئی فرق نظر نہ
آتا۔ کہیں کہیں ہائے مخلوط اور ہائے مظہرہ میں بھی اختلاف نظر نہیں آتا۔ بعض جگہ کا
نے شوشے، مد اور نقطے غائب کردیتے ہیں یا کہیں کہیں انھیں پڑھا بھی دیا ہے۔

اس نسخے میں محمد قلی کی غزلیں اور رباعیات ہیں۔ قصیدے اس میں موجود نہی
ہیں۔ یہ دیوان بادشاہ کے انتقال کے بعد مرتّب ہوا تھا۔ آخری صفحے پر میر قربان کی
مہر ثبت ہے۔ کاتب نے ہر ردیف کو شروع کرنے سے پہلے اس خاص حرف کو
کے درمیان میں تحریر کیا ہے مثلاً "ب" اور "ی" وغیرہ۔

دکنی مخطوطات میں عربی اور فارسی الفاظ کا املا نئے نئے روپ اختیار کرتا
کے اصول کے تحت ان نقطوں کو کاتب اپنے طور پر دکنی تلفّظ کی مناسب
سے تحریر کرتے ہیں۔ جیسے صراحی کو صراتی، فتویٰ کو فتو اور تکیہ کو تکیا وغیرہ۔ کہیں

الفاظ کو ملا کر لکھا جاتا ہے اور حرف کے آخر میں جہاں ہائے مصروف ہوتی ہے زیر لگا دیتے ہیں۔ اس مخطوطے کے کاتب نے بھی یہی کیا ہے مثلاً یہ مصرعہ ملاحظہ ہو ؎

متے پی کے موسنگات و و ناشاد کرتا ہے

اس کے بر خلاف بھی ایک لفظ کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جیسے سنغے کو سن نے تحریر کیا ہے ؎

عجب ناآمید ہے تج ناتو ہیں پیاری جو سن نے ہیں

سکیاں بھل جانے لکھ لکھ لے کے کرتیاں ہیں اپس تعویذ

کلیات کی تدوین

(۱) کلیات ہذا کتب خانہ سالار جنگ کے مذکورہ بالا دونوں نسخوں (جدید و قدیم) کی مدد سے مرتّب کیا گیا ہے۔ بعض غزلیں صرف نسخہ قدیم اور بعض صرف نسخہ جدید میں موجود ہیں کچھ ایسی بھی ہیں جو جدید و قدیم دونوں میں درج ہیں۔ انھیں ان دونوں مخطوطات کا مقابلہ کر کے مرتّب کیا گیا ہے۔ اور اختلافات نسخے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کلیات میں پہلی مرتبہ شامل ہونے والے اشعار۔

(۲) ڈاکٹر زورؔ نے اپنے کلیات میں محمد قلی کی ایک غزل جو ردیف "ی" میں موجود ہے سہواً چھوڑ دی تھی۔ یہ غیر مطبوعہ غزل بھی کلیات ہذا میں شامل کی گئی ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

جاسوس کہہ منج یار کوں مو چھوڑ کر کس سات ہے

اس شہر کا دے منج پتہ او باٹ کہہ دھات ہے

یہ غزل صرف نسخہ قدیم میں درج ہے اور جدید میں موجود نہیں۔

(۳) اس پرنگر نے اپنی فہرست میں محمد قلی کی مثنوی کے ایک شعر کو نقل کیا ہے۔

اس کو" مثنوی اشعار" کے عنوان سے کلیات میں شامل کیا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

صفت کہوں اس یکتاتے سجاں کا
کہ ناطق اپے جن ہے قران کا

(۴) مولوی عبدالحق نے رسالہ اُردو میں "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" کے عنوان سے جو مضمون لکھا تھا اس میں انھوں نے "کتب خانہ آصفیہ" (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے مخطوطے کے بعض ایسے شعر نقل کیے ہیں جو ڈاکٹر زورؔ کے مرتبہ کلیات میں موجود نہیں ہیں مثلاً ریختی کے یہ اشعار۔ ع

بسنتی کہو پیاکوں ہم سیج کی نہ آوے
اس باج منج گمے نا منج باج کیوں گماوے
تج بن رہیا نہ جاوے اُن نیر کچھ نہ بھاوے
برہا کِتا ستاوے من سیتی من ملادو

نہ بوجی قدر پیو کا وصل کی دیس | سزا اُس برہ کی راتاں میں پانی
تمارا میا ہونا منج چوک اُوپر | کہ میں بالی ہوں ہوا ناداں بچاری

پیاکس سوں گمائی رات ساری | تمن انکھیاں میں پاتی ہیں خماری

گماکر دیں دونی سے کی چھپانے | میں بوجھی ہوں نشانیاں سب رین کے

---

(۵) غزل کے ذیل اشعار بھی ڈاکٹر زورؔ کے مرتبہ کلیات میں موجود نہیں ہیں انھیں بھی

یوں آج دستا ہے سکی اس وقت کا مصلت منجے
جا بیٹھوں میخانے میں اس ٹھار ہے عشرت منجے
پیالا پرم کا ہاتھ لیوں جاناں کے سنگ تجھے دور ہوں
ہے خوں جکچ جگ منے سو ہے سدا دولت منجے

رقیباں منے جا بلانے منجے — کہو اس بلادے کو کیا نانوں ہے
اپنے پانوں دل سوں چلوں تیری پنتھ — کہ اس پنتھ چلنے کو دل پاوں ہے
پلا ساقیا منج کوں مستانہ مے — کیا ہے بھوت گرم چنگ ہوانے
جکچ عشق کوچے میں ہے سلطنت — نہیں دیکھا ہے کدھیں اس کو کوتے
سدا پھول بن اور مد ہے منجے — نہیں ہے خماری کہیں ہور وے
سپنوان ہے تم جوت سوں سب جگت — نہیں خالی ہے نور تجھے کوتی شئے [1]

ایک اور غزل کے چند شعر یہ ہیں ع

دکھ ایک ہے ہر ٹھیک کدھیں لاکھ چمن ہے — مکھ جوت ہے ہر ٹھار و لے ٹیک رتن ہے
سدرور ہے ایک ہور ندیاں ہیں سو ہزاراں — باتاں سب کروان ہیں و لے ٹیک رسن ہے
کس ٹھار میں دستا نہیں سب ٹھار ہے بھرپور — دیکھیں کوتی سکتا کاں اُس بر ٹیک سنن ہے
منج عشق گری آگ کا ایک چنگی ہے سورج — اس آگ کے شعلے کا دھواں سات گگن ہے
اس کے سو پرت میں چل قطب معانیؔ — تج کوں سو مددگار حسین اور حسن ہے [2]

ردیف "ل" کا ایک شعر یہ ہے :-

پیا آتے ہے روپ کا رنگ سوں
کہ چوتا ہے اُس مکھ تھے نیر زلال

غزل کا ایک اور شعر ملاتے جن میں نادر اور اچھوتی ہے۔ ع

پیا آتے ہے روپ کا رنگ سوں
کہ یا جھکتے بھونر پتاں پوں کے

مندرجہ ذیل شعر محمد قلی کی کسی مثنوی کا معلوم ہوتا ہے۔ ع[1]

کیلے گابھے تھے نازک ہور صاف راں
نہیں اس صفائی میں کوئی صاف جاں

میلاد النبی کے بارے میں محمد قلی کا یہ ایک شعر بھی ہمدست ہوا ہے۔ ع[2]

نبی مولود آکتیا ہے دو جگ تائیں نورانی
فلک پر سب ملک کرتے ہیں تاریاں سوں پھل انشانی

ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔ ع

پنکھاں تس سو سُر جوں پون بیز تھے
پراں تھے جو جبرئیل کے تیز تھے

عید رمضان پر محمد قلی کی ایک نظم بھی پہلی مرتبہ کلیات میں شامل کی جارہی ہے۔ ع[3]

اب مست اچھے دائم ہمیں مت اچھنے کا ہنگام ہے — ساقی صراحی نقل ہور پیالے سو ہمنا کام ہے
عاشق ازل تھے ہیں ہمیں سرمست ازل ہیں ہمیں — نا آج کل تھے ہیں ہمیں زاہد کو نیں یہ فام ہے
روز یدکے عید آنے ہیں ٹک شیر خرما کھانے میں — صوفی چلے میخانے میں بات اب جام ہے
منگتا ہے مدمستاں کنے مد باج نیں سکتا رہے — میخانے کے کوچے منے تو متقی بدنام ہے
ساقی پیالا منج پلا پیتے تھے ہوتا ولولہ — اس پیو کوں توں لیا کر ملا جس پیو تھے منج آرام ہے
قطبا نبی آدھار تھے رحمت نت نتی کرتا رہے — تو تج علی کے پیار تھے قلقل نوا انعام ہے

---

[1]، [2]، [3] مولوی عبدالحق بمضمون "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" رسالہ اُردو جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۸،

(۷) نسخۂ جدید مخزونہ کتب خانہ سالار جنگ میں ایک ناقص الاخر قصیدہ درج ہے جو آٹھ اشعار پر مشتمل ہے اس کے مزید تین شعر جو "کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ" مرتبہ ڈاکٹر زور میں شامل نہیں ہیں یہ ہیں :

ذرے ہو فراش سب چلے شہ جبین آ گے
دیتے سورج شفق لا اسے زرین طناب
قوس قزح ہاتھ لے جوڑ کھڑے استوا
سور کشش جو کیا انس کے اڑانے غراب
کس کے چلیا ہات قوس آپنے اسمان کی
سور اتاں کوں تیں جوڑ یا ستارے شہاب

یہ تین شعر بھی ملاحظہ ہوں جن میں شاعر نے حمد پیش کی ہے پہلے دو اشعار مثنویوں کے مطلعے معلوم ہوتے ہیں۔

کروں ابتداء حمد کرتار کا ؎
کہ منعم ہے کرتار سنسار کا
کہوں حمد اس حق سبحان کا
دیا ونت داتار دیان کا
تجھے حسن جھلکار ہے سور جیتا
زبردست توں ہے وسب تیرا زیرا

(۸) ڈاکٹر زور نے رباعیات کے عنوان کے تحت محمد قلی کے دو چہار در چہار اور ایک قطعے کو بھی شامل کر لیا ہے چونکہ رباعی کی صنف بحر ہزج سے مخصوص ہے اور یہ قطعہ اور چہار در چہار اس بحر میں نہیں ہیں۔ اس لئے علیحدہ سرخیوں کے تحت کلیات میں جگہ دی گئی ہے ان کے لئے علی الترتیب "چہار در چہار" اور "قطعہ" عنوان تجویز کیا گیا ہے۔

(۹) ڈاکٹر زور نے اپنے مرتب کئے ہوئے کلیات کے حصۂ سوم کے آخر میں ریختی کی سرخی کے تحت محمد قلی کی صرف چار ریختیوں کو متعارف کروایا تھا حالانکہ محمد قلی

کے کلام میں ان کی خاصی تعداد موجود ہے ۔ کلیاتِ ہذا میں ان کو غزلوں سے علیحدہ کر
گیا ہے اور ان کے موضوع اور مزاج کی مناسبت سے ”ریختی“ کے زیرِ عنوان انھیں جگہ
گئی ہے ۔

(۱۰) محمد قلی کی ایک حمد کے ہر شعر میں مناجات پیش کی گئی ہے ۔ کلیات ہذا میں ح
نعت، منقبت اور ”محمد حضرت بی بی فاطمہ ،، کے بعد اس کو ”مناجات ،،
عنوان سے مزین کر کے پیش کیا گیا ہے ۔

”ہلال عید اور عید رمضان ،، کے عنوان کے تحت ڈاکٹر زور نے جو گیارہ نظمیں کلیات میں
اکٹھا کی تھیں ان میں ایک اور نظم کا اضافہ کیا گیا ہے جو اسی موضوع پر ہے ۔ اسی طرح ”جلو
اور دیگر رسوم ،، کے تحت چھ نظمیں رکھی گئی تھیں ان میں ایک اور نظم کا اضافہ کیا گیا ہے
جو کہ شادی کی رسم آرسی مصحف اور جلوہ سے متعلق ہے ۔ اس نظم کو ڈاکٹر زور نے بارہ پیاریو
کے زیرِ عنوان پیاری نمبر ۴ کی نظموں میں جگہ دی تھی ۔ محلات شاہی ،، کی سرخی کے
تحت جس نظم کو ”سجن محل ،، کا ذیلی عنوان قائم کر کے ڈاکٹر زور نے ہدیۂ ناظرین کیا تھا
اس میں چونکہ کسی محل کا ذکر نہیں تھا۔ بلکہ شاعر نے اپنی محبوبہ کا سراپا اور اپنے تاثرات
پیش کئے تھے، اس لئے اس نظم کو ”محلات شاہی ،، کے حصے سے نکال کر ”دوسر
پیاریوں ،، میں جگہ دی گئی ہے ۔ اس طرح نظم ”حیدر محل ،، میں بھی کسی محلِ شاہی کے
بارے میں کوئی توضیحی بیان موجود نہیں ہے بلکہ شاعر کی ایک منظورِ نظر حسینہ کے
ناز و ادا کی عکاسی کی گئی ہے اس لئے اس نظم کو ”بارہ پیاریوں ،، میں پیاری نمبر
”حیدر محل ،، کے ذیل میں رکھا گیا ہے ۔ پیاری نمبر ۴ کے تحت ڈاکٹر زور نے جو نظم نمبر ۵
کلیات میں مرتب کی ہے اس کو اس حصے سے نکال دیا گیا ہے کیونکہ یہ نظم اپنے عنوان
سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی ۔ اس میں شاعر فراق کی اذیتوں اور ہجر کی شکایت کر
ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے یہ نظم یہاں بے محل معلوم ہوتی ہے ۔

نظموں کے عنوانات بھی تبدیل کر دیے گئے ہیں اور ایسی سرخیاں قائم کی گئی ہیں
جو ان سے پوری طرح ہم آہنگ ہوں ۔ یہ صحیح ہے کہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود
محمد قلی کے کلیات کے دونوں نسخوں میں ہمیں کہیں کوئی عنوان نظر نہیں آتا بلکہ مختلف

ہوتی ہیں ان میں نہ کوئی ترتیب و توازن ہے اور نہ موضوع کے ارتباط کا احساس۔ ایک ہی موضوع پر کہی ہوئی نظمیں کلیات کے مختلف صفحات پر انتہائی پراگندہ انداز میں تحریر کی گئی ہیں۔ زبان کی قدامت اور موضوعات کا انتشار قاری کے لئے کلیات سے بخوبی لطف اندوز ہونے میں خلل انداز ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک ہی موضوع پر کہی ہوئی مختلف نظموں کو یکجا کر دینے سے ہمیں شاعر کے جذبات و تاثرات اور اس کے طرز فکر سے متعارف ہونے میں مدد ملتی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر ایک مضمون سے متعلق تمام نظموں کو یکجا مرتب کر دیا گیا ہے تاکہ کلام محمد قلی کے مطالعہ میں سہولت ہو۔ نظموں کے عنوانات ان میں موجود اشعار کے مطالب و معانی کو ملحوظ رکھتے ہوتے تجویز کئے گئے ہیں اور ایسی سرخیاں قائم کی گئی ہیں جو اشعار کی معنویت سے مکمل مطابقت رکھتی ہوں۔ ڈاکٹر زورؔ نے اپنے کلیات میں جس نظم کو "کسوت زریں" کی سرخی سے زینت بخشی ہے اس میں کسوت زریں کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایک شاہی تقریب کی مرقع کشی کی گئی ہے۔ اس لئے اس کا عنوان "کسوت زریں" کے بجائے "شاہی تقریب" تحریر کیا گیا ہے۔ اسی طرح نظم "کنٹھ مال" کا عنوان بھی بے محل معلوم ہوتا تھا۔ (اس کی وضاحت پچھلے صفحات میں کر دی گئی ہے) اس لئے اس نظم کا عنوان "تصویرِ حسن" قائم کیا گیا ہے۔ اسی طرح "سکھ ہلاس کی عید" کا عنوان "عید اور موسیقی" تجویز کیا گیا ہے کیونکہ اس میں عید کے اہتمام اور محفلِ موسیقی کا نقشہ کھینچا گیا ہے ایک اور نظم میں جشن میلاد النبی کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اس لئے اس کو دوسری نظموں سے الگ کر کے علیحدہ عنوان کے تحت جگہ دی گئی ہے۔ "چگر بال"، "رخِ زیبا" اور "حسن دلربا" جیسی نظموں میں بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا ہے۔

عنوانات تجویز کرتے ہوتے حتی المکان اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ان الفاظ یا تراکیب کو بطور سرخی منتخب کیا جاتے جو نظم میں کلیدی اہمیت کی حامل ہوں اور جو تمام اشعار کے مجموعی تاثر سے مناسبت رکھتی ہوں۔ چونکہ یہ عنوانات اشعار میں استعمال کئے ہوتے شاعر کے الفاظ ہیں اسی لئے انھیں واوین میں قلمبند کیا گیا ہے۔

ردیف "ج" میں ایک غزل ردیف "چ" کی شامل ہوگئی تھی اس کو علیحدہ کر کے ردیف چ کے تحت جگہ دی گئی ہے۔

محمد قلی کے کلیات میں بعض غزلیں ایسی ہیں جن کے چند اشعار میں مرد نے عورت کو مخاطب کیا ہے اور چند میں عورت نے مرد کو۔ اس طرح یہ غزلیں ریختی کے عناصر سے بھی مالا مال ہیں اور ان میں غزل کی خصوصیات بھی موجود ہیں۔ ایسی غزلوں کو ریختی کے زیر عنوان جگہ نہیں دی گئی ہے۔

ایڈیٹنگ کا یہ اصول پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ جہاں کاتب کی کم فہمی یا کتابت کی تحریف کی وجہ سے اشعار یا مصرعے بے معنی یا بحر سے خارج ہو گئے تھے۔ وہاں مخطوطے کی کورانہ تقلید کرنے کے بجائے قوسین میں حسب ضرورت ایک یا دو الفاظ اضافہ کر دیا گیا ہے یا زائد لفظ نکال دیا گیا ہے اور اس طرح اغلاط کی نقل نویسی سے احتراض کی کوشش کی گئی ہے۔

کلیات محمد قلی قطب شاہ

حصّہ اوّل

حمد

(۱)

چند سور تیرے نور تھے نس دن کوں نورانی کیا
تیری صفت کن کر سکے توں آپی میرا ہے جیا
تج نام منج آرام ہے منج جیو سو تج کام ہے
سب جگ کوں تج سوں کام ہے تج نام جپ مالا ہوا
تج یاد میں جگ موہیا ہے جگ اُپر تیرا میا
جو جگ منگے سوں توں دیا توں ہی جگت کا ہے دیا
جیتا ہوں تیری آس تھے آیا ہے رحم آکاس تھے
جے کچ منگوں تج پاس تھے سو ہے سو منج کوں توں دیا
بہوتک میا ستے اپن دیتا قطب کوں سب دکھن
سیسوں بنی کا نت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

تج لطف تھے موجود ہوا جیو ہستی میں
اَپ رحم کے نوراں سوں میرے دل کوں جلا بخش
دھر یا ہے دو جگ پر توں میا عام دلیکن
اَپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش
منج جیو کے پھُل بن کوں کر اَپ شوق سوں تازہ
منج نین کے درپن کوں اَپس مُکھ تھے صفا بخش
یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں
بھی شکر کرن منج کوں توں توفیق نوا بخش
منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا
مُنج عیش کے سورج کوں سو دن دن توں ضیا بخش
صدقے نبی کے قطبؔ کوں اَپ لطف میا تھے
دکھ درد سب ہی دور کر ہور سُکھ شفا بخش

(ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں
دیا ہے جوت اپنے نور تھے موطبعِ انور کوں
نہ دکھلاؤں کسی جوہر فروشاں کوں میرا جوہر
دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں
خضر ہور چشمۂ حیواں ہیں ہور نیہہ سائیں کا
سُو مُکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں

آچھوں رحمت آچھوں میں باٹ تیرا لطف مُنج بس ہے
لکھیا تج ناؤں منج سر پر ہزاراں شکر داور کوں
کیا تج نیہہ کا بارا منج چوندھر سو سب حیراں
ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے سرور کوں
کِھلیا ہے سب پھلاں میں آج سِر تھے ایک پُھل تازا
طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں اب زیب افسر کوں
گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے
سدا رکھ آپ میا یارب توں اس سرو صنوبر کوں
صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سوں اب نیہہ کی دوکاں
ہوئے ہیں حال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں
معانی کے سو مَیلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے
سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
(ق)

(۴)

تُہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تُہیں جگ کوں سر جائیا یا حفیظ
جو کوئی ہیں درماندے ان کوں سدا — تُہیں کرنے ہارا دیا یا حفیظ
تیرے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا مُنج کوں باحیا یا حفیظ
بہوتیک دردمند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ

بحقِ علی قطبؔ بندے پہ جم
لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ (ج)

نعت

(۱)

تج مکھ اجت کی جوت تھے عالم دیپن ہارا ہوا
تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
یک لک اسی پیغمبران اپجے جگت میانے ولے
تج پر نبوت ہے ختم سب تھے توں ہی پیارا ہوا
انبر ترنگ زیں چندنوا چابک سرنگ تس بیجلی
سورج کرن پر چم دسے غاشا بدل کارا ہوا
توں در کھلا ہے نرملا پاکاہ ستارے جھمکنے
محور سو ہے فتراک جوں توں سوں پھرن ہار؛ ہوا
دھرتی سو رنگین فرش کی چوندھر سمندر جوں حوض ہے
چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا
جنت کتے تر جگت جس سو یک چمن تج باغ کا
کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا
بہو تیک بنی کے چاو سوں کیتی کندوری بھاؤ سوں
سو تس کندوری لون تیں سمدور سب کھارا ہوا
باتاں گھرسیاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سو جائے کر اسماں پر ہر یک بچن تارا ہوا

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سون
قدرت تھے کہکش آئے کر دندیاں کے سر آرا ہوا (ج)

(۲)

اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے سُہتی ہے سلطانی مجھے
شاہاں غروری ٹھاوں تھے کرتے ہیں اپنی دھانوں تھے
مستی ہری تج ناؤں تھے کیتی ہے دیوانی مجھے
سب جگ بُھلے ہیں گیان میں، میں نا بھلوں اودھان میں
لکھئے ازل بھومان میں ہے راز پنہانی مجھے
اس ناؤں کی بڑپن جھلک تج سربلندی تا فلک
آکھیں سدا سارے ملک تو یوسف ثانی مجھے
کیا ڈر مجھے فرعون کا ہور سامری افسوں کا
موسٰی عصا زیتون کا ہے تیغ ربانی مجھے
بارا جو ہے شیطان میں سنچرے نہ قطبا کان میں
امید کے گلدان میں بارا ہے رحمانی مجھے
شاہاں منے بھومان تھے کرتا بڑائی جان تھے
انپڑیا علی کے دان تھے تشریف شاہانی مجھے (ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
دل پرم جپنے تھے دیتا گل صبا بوئے وصال
کیا رضا ہے منج کوں آون یا آون دور تھے
تج نین کی شاب تھے کُہہ طور جل سرمہ ہوا
کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا ہنسے منے
نیر نیہ کا منج پلا تیرے اُدھر سمدور تھے
کن طرے کا باس اب باد صباہت بھیج مُنج
اس دماغِ باورے کو باس دے مسرور تھے
جم مراداں جام ساقی بھہ اَچھونت بزم یں
نامراداں کوں مرادِ جام دے اُس حور تھے
دل دریا میں غم کی موجاں آوتی ہیں فوج فوج
عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہے طوفاں زور تھے
کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں
نازبیتے سوں مرے دل کوں ڈگاتی دور تھے
عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوئے ہیں بیشمار
عاشق بیچارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے

اے صباتوں قول لیا تب ہوئے گا دل کو قرار
حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے
میرے دل کا خیال تیرے شیوے بنتا دور تھے

توں سلیماں ثانی تج برجِ فیروزی و فتح
مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

اے معانیؔ رات دن نامِ محمد ورد کر
تج دُعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے
(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب
حکم دے دیا نور جوں ماہتاب

نبی ناؤں لے کر کسی تھے نہ ڈر
توں رسی نمن دے ندیاں کوں شتاب

حقیقی پیا سوں مجازی ستیں
جو نسبت کرے گا تو پاوے عتاب

نہ بھاوے منجے پیو بن ہور کچھ
ییں تیری ہوں چیری منجے آپ راب

نہیں ہیم ییں کوئی شہنشہ مثال
صحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب

پھرے ہیم میداں ییں وو شہسوار
سہلیاں سبہی چومیں اسکا رکاب

نبی صدقے ہے تر کماں داس امام
ہوا دو جگت تب سوال و جواب
(ج)

(۵)

خدا منج مہر سوں اپی نبی صدقے کیا رافع
منجے تختِ سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جس کوں اپے دیتا
وو ہرگز زہر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
جو کوئی دل میں محبت دَھر کر (ہو) رہیا ہے ایماں کا
سو اس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفٰا رافع
جو کوئی ان کی محبت سوں غلام ان کے کوایا ہے
مو داس مصطفٰے ہے ہو رہے گا وو صدا رافع
نبی کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا
بزاں کر آپی کیتے ہیں (سب) اس کوں رہنما رافع
کیتک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر
کیتک دل کوں حضور اں کے سو شہ دولت ہوا رافع
محب ان کے جو کوئی ہیں ان کوں کچ ڈر نہیں ہے اے قطبا
او سے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضا رافع
(ج)

منقبت

(۱)

کہتے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علی

سورج ولایت کھن کے ہور صاحب سودنیا و دین کے
جگ کے سنگار ہور عرش کے آپ گوشوارے ہیں علی

شیرِ خدا تم ہیں ککر بر حق تمنا مان کر
سارے ملک تمنا اوپر جیواں سوں وارے ہیں علی

کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علی

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پر کٹ چور دت
تب تھے سپت گھن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علی

دیپے من ان کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں
جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علی

راکھو تماری چھاوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہور فرزند قطب بندے تمارے ہیں علی

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب تج بن نہیں کوئی یا علی
منجکوں سنبھالنہار اب تج بن نہیں کوئی یا علی

سب جگ گدا سلطان توں نوانبران کا بھان توں
میرا سو پشتیوان توں تج بن نہیں کوئی یا علی

سُورج ہے درپن تیرا انبر صحن آنگن تیرا
گھر لامکاں مسکن تیرا تج بن نہیں کوئی یا علی

نِس دن جیوں تج دھیان کر شاہان منج سلطان کر
مشکل مرا آسان کر تج بن نہیں کوئی یا علی
کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج اگ منے
منج کوں سو دونو جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی
اَپ پیار تھے اب جم مجے غم تھے سو کر بے غم مجے
توں ہیں مدد ہر دم مجے تج بن نہیں کوئی یا علی
بندا قطبؔ شہ داس ہیں بخشش منگوں تج پاس ہیں
پکڑیا ہوں تیرا آس ہیں تج بن نہیں کوئی یا علی
(ج)

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علی سلطان تون
یک ہات برسے ذولفقار یک ہات برسے دان تون
کہکش ڈنڈے سورج علم، آسمان اس کی جھانوسم
چودہ بَہوَن تج حکم تَل جم کر سکا پردھان توں
جیو بات سمجھن ہار توں اُوتار توں آدھار توں
یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں تر لوک کا ایمان توں
توں سائیں گُنونتا مرا بر لیا چِنتا مرا
سن سیو کا کنتھا مرا سبحان تھے سبحان تون
حضرت نبی دِشٹی کرے دل قطبؔ نت تج سوں دھرے

(۴)

جیو میانے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
ہات میرے سیس پر رکھ کرو سب میں گنبھیر
تم ہمن میں قول کیا باتاں ہویاں تھیاں رات سب
رات کیاں باتاں صبا نہیں ہیں تمہیں روشن ضمیر
بیکس و ناکس ہوں میں کس سوں کروں بیرت کی بات
میرے رون رون خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر
میں دو جا کانیں بندا بندہ ہوں تیرے نیہہ کا
طالباں میں تم کرو منج کوں حکومت کا وزیر
چو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل اَدھر پر دانت رنگ
نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر
تج دیا کرتار جگ میں گوہراں کا کھان سب
تو ہوئے ہیں سب شہان روے زمیں کے تو اسیر
تج تخلص ہے معانیؔ معنیٰ کے گنج سوں بھریا
تو محمد میم (ق) تھے پایا دو عالم کا سریر

(۵)

دنیا و دیں کا حق سنگار یا علی توں
سب اولیار کے من کا اسرار یا علی توں

سورج توں نوا نبر کا دیوا سو دین گھر کا
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علی توں
سب جگ میں نانو تیرا ہے سب پہ چھانو تیرا
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علی توں
غلماں بشر جملا رے قربان تج پہ سارے
سب مدعا ہمارے برآر یا علی توں
آدھار ساتو کھن کا جیون توں تر بھون کا
جم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علی توں
برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا
معراج کی سو شب کا جھلکار یا علی توں
قطباً گینا ئیا ہے مولود آج تیرا
عشرت انند دے اُس آپار یا علی توں

(ج)

(٦)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا الٰہ
ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ
میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن ائے پیا
منج ادپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ
میں غلامِ حیدرِ کرار کر سب جانتے
بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گر مو نگ کا

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھربار اُس ہوگا تباہ
دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
تج خلاصی تئیں کرے حضرت دعائے صبح گاہ
چڑ تر تنگ مغروری کا جولان دے میدان ہیں
دیکھو ٹک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تمارے دادخواہ
گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت وجاہ
سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
تیرے دربن مدعا کا در نہیں ائے بادشاہ
(ق)

مدح بی بی فاطمہ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے
کہ جلوے دمامے عرش میانے باجے
سہاگاں کا گلسر ازل تھے بندے ہیں
کہ ڈاونی کا پھندنا او باہاں پہ ساجے
بی بی فاطمہ تائیں اُسماں سجے
کہ ناداں گگن کے تولکھ سال باجے
اُچاے عرش چو کی بی بی کے تائیں
کہ حضرت بی بی ہیں بیبیاں سیس تاجے

بی بی ناوں پر سب ہی قرباں ہیں
جگت کے شہاں میں توں کر راج راجے
بی بی فاطمہ عرش کے تاج ہیں
انن نور تھے حور جنت کی لاجے
قطبؔ شاہ نبی داس نن پن تھے ہے
تو او نانوں (ق) کے دھاک تھے دندے بھاجے

(۲)

گرو گھر، بندے سب گھرے گھر کرتے آنند میزبانی
فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم شہانی
بخت انوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر
چاک نا ہوئے تیوں اسپند کرے ہندوستانی
قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس اوپر
دیکھ مالیاں ہات جوڑے نئیں ہیں ائے پھل بوستانی
چاند سورج کے حمائل قرض سہتے ہیں نورانی
مانڈے مندپ جوت تاریاں سوں ہے سچلا آسمانی
عاشقاں مل عاشقی سوں سب نوئے غمزے دیکھاویں
ساقیاں پھر آو تم مجلس منے مے ارغوانی
پاتراں نوناؤ کے غمزے دیکھاویں گھنگرو بین
تال دھاری گاونا مندے دھکاری شادمانی

بادشاہاں کرتے ہیں آپ مال اُپر جگ میں بڑائی
منج محمد(ق) نانوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

شاعر کا مذہب

(۱)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
بندا ہوں اسی کا وہی بر ٹھار معاذ
امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا
تو ہے منجے جم احمد مختار معاذ
پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تھے میں
منج کوں ہے سدا حیدر کرزار معاذ
پنجتن کا منجے داس کیا پیار تھے حق
پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
اللہ محمد علی ہور گیارہ امام
یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ (ج)

(۲)

محمد دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگا دو تم[1]
سیاہی کفر کی بھانو اجالا جگ مگادو تم
اجالے دین میں نوجاں جو آویں داٹ کر غم کی
تو حیدر کی کٹاریاں سوں ہیا اں کا چراؤ تم
پئے جسے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
سدا حضرت کیرا یو مال شاہاں میں گناؤ تم
کھلے ہیں بخت دروازے نبی کے داس پن تھے منج
محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجادو تم

[1] ج :۔ محمد دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگاؤ تم

محمد کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی
گھرے گھر پاتراں نٹوے انندان سوں نچا و تم
(ق ، ج)

"مُکھ جوت"

دِکھ ایک ہے ہر ئیک کدھین لاکھ چمن ہے
مکھ جوت ہے ہر ٹھار ٹلے ئیک رتن ہے
سمدور ہے ایک ہور ندیاں ہیں سو ہزاراں
باتاں سب کر وان میں دلے ئیک رسن ہے
کس ٹھار ہیں دستا نہیں سب ٹھار ہے بھرپور
دیکھن کوئی سکتا کاں اس ہر ئیک سنن ہے
منج عشق گری آگ کا یک چُنگی ہے سورج
اس آگ کے شعلے کا دھواں سات گگن ہے
اس کے سو پرت پنتھ ہیں چل قطب معانی
تج کوں سو مودگار حسین اور حسن ہے

(نسخہ آصفیہ)

"سجن کا نور"

دنا معشوق کا کر کام تج بامدعا ہے
ات جنے تے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہستی اسی کا ناںو ہے تن میں جیا ہو

تو تج مستیِ ازل تھے تا ابد لک باصفا ہے

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا بہو دیس دل میں

ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سوں مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا ہے

سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میں ٹیا ہے زحل تارا

ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی

خوارج کے ستاریاں میں منگل کیرا جفا ہے

نبی کے لنگر میں لنگردار ہو کر رہ معانی

کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے

(ق)

مناجات

مناجات میرا توں سن یا سمیع   منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا   بُرا کر بُرا منج سوں جن یا سمیع

میرے دوستاں کوں توں نت دے جنت   میرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

آباداں کر ملک میرا سو توں   ایسا سو توں دے میرا رسن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر   انگوٹی پہ جوں ہے نگیں یا سمیع

میرا شہر لوگاں سو معمور کر!   رکھیا جوں توں دریا میں رمن یا سمیع

مرادات کا جم ترنگ سار قطب اُوسی سار ہت دے عنین یا سمیع
(ج)

عید میلاد نبی

(۱)

فرشتے سَرگ ساتوکوں ستاریاں سوں سنوانرے ہیں
شۂ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کاجے
مراداں پا دنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن میانے
ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نسارے ہیں
محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں
تو اس کی عمر و دولت تئیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
ملک ہور جن نے سب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
دنیا ہور دین میں ایسا سو ہشہ نئیں کر پکارے ہیں
صدق۔۔۔ کاری آپ اچایا نانو دو جگ میں
طبق نوراں کے لئے حوراں سو شہہ پر تھے نثارے ہیں
نبی صدقے گنایا ہے تر کماں آج مینروانی
علی صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے ستارے ہیں
(ج)

(۲)

دُرُ دہ لک اس نبی پر جو ہر نجن رب کے پیارے ہیں
جو فیروزی مہاڑیاں نوجنن کے تئیں سنگارے ہیں
اُنن دن مولود آئے خوش خبر قدسی یو پائے خوش
پھرا مولود گنائے خوش جنت آٹو سنوارے ہیں
فلک سُرمائی مخمل کے ملک در زریاں سوتاراں لے
شفق کی گوٹ لالہ سے منڈپ نوری سِلائے ہیں
چندر غواص ہو آیا گگن سمندرُ بھیتر دھایا
نبی پر وار نے لیایا ڈھلک موتیاں سوتارے ہیں
سورج افشان گر ہو کر نبی مند ہر دواراں پر
زر افشانی کیا یکسر سو جگ میں جھلکارے ہیں
جنت حوراں ہو یاں یک دل نبی مندہیر چوندھر مل
سگند بالاں سوں اپنے کُھل کے جھاڑ آنگن نگارے ہیں
ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچ طبق لے بھر
سو بھر شبنم جواہر سو نبی کے دوار ٹھارے ہیں
جگت سب جگمگایا بھی خوشیاں کا غل اُچایا بھی
اُجالا دین پایا بھی تو بھانکے کفر اندھارے ہیں
سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا
نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

(۳)

خلایق اس دِنا خاطر کیا پیدا جگت سارا
یقیں مانو سکل دن میں یہی دن شرفدارا
اسی مولود کی خاطر سکل کا فرفنا کیتا
ازل دن تھے نبی کا نور کیتا عرش پر ٹھارا
تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر
حلے نوری بہشیاں تئیں پنائے خوب چوسارا
صفت اُن کی امت ہم تم زباں آکھن سکے نا جگ
فلک بھُیں کے دو پارے ہوئیں تو بھی جو کہ دشوارا
دیا میزاں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سائیں
کیا رازِ نہاں ظاہر ہوا حل معمارا
گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے
فقیر و شاہ سب مل کر کرو دکھ عرض یکبارا
محمد قطبؐ تج مستک لکھے ہیں داس پیغمبر
تو شاہاں کے ستاریاں میں تمن نور ہے سُرج سارا
(ق)

(۴)

حضرت نبی مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند
تو اس مبارک دیس تھے ہر لوک سب پایا انند

گھر گھر بدھاوا کاج ہے بھوساج سوں دن آج کے
سب جگ اپر بادل ہو کر چوندھیر تھے چھایا انند
خوش ہو خوشی ہنستی اہے ہور عیش متوالا ہوا
عشرت لگیا اُت ناچنے آلاب جب گایا انند
جیسے انند منگتے اتھے اُس تھے آلے لاک لاک
کرتار اپنے پیار سے ہمناں کوں دکھلایا انند
جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سوں جھلتے ہور مست
لالے کے پیالے بھر مگر مد باو پیلایا انند
مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھُل پھُل ہوئے
امید کی برسانت کا جھڑ پر سو جھو لایا انند
قسمت کرنہارا اپیں جس دیس تھے قسمت کیا
اس دیس تھے ائے قطبؔ شہ تقسیم تج آیا انند
(ج)

(۵)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوئی دل کی بہاراں خوش
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوئے ہیں روزگاراں خوش
مبارک مج اچھو اے عید ہور مولود پیغمبر
ملے ہیں قطبؔ کوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم نہ آویں
علی مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش

عشق کی سرفرازی اس کے گیسومیں تھے نپجا ہے
تواس کے ہات تھے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
تجے (سورج) کہوں چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں
اُسے دونوں جگت میانے سرا ہے افتخاراں خوش
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یارب
اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
عشق مولود میں پیالے دیو و شرطاں سوں بھر بھر کر
پلا منج یار کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
ملے ہیں خوب عید ہور خوب یار ہور خوب پیرت منج
ہمن میانے ان میانے پرت کی ہے لہاراں خوش
خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فرزندانی
نبی صدقے قطبؔ انگے رکھیں سر کامگاراں خوش
(ج)

میلادالنبی کا جشن

گنائے نبی کے جو مولود انداں
ہمنایوں محمد قطب شہ ترکماں
سنوارے جگت سب جنت جوں پرت سوں
نگارے سو بازار قیصراں محلاں

سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے
مرصع یں ڈُب سر تھے پگ نوری ناراں
منڈپ تل ہوا کے سوہاوے تھے آویں
پرم مدپی لک چھند سوں شاہ پریاں
سودھن جوبناں راست کنچن کریاں جون
سوچک ویسی کچ دیکھ ہو ویں جگ حیراں
سوہنس کو یلاں جیو کریں تحفہ اپنے
سوہنس مکھ ہنسیلیاں کے دیکھ چھندبنداں
تخت پر جو شہ بیس رانے جگت سب
دیکھت چتر سرمائی شہ کا جوں اسماں
دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں سر بھیں
ہرے لال بُرداں کے ہر یک ملوکاں
جب آشہ ملوکاں سوں مجلس بھراویں
کھڑے ہوئیں دو رست جوڑ ہت ہندوراجاں
بدخشی لعل حوض خانے بیں بھر مد
اَجت جوت جون جام وشیشے بھی رخشاں
عجب نئیں جو مے نانوسن کر ڈھلے غم
لے پیالے اد پی پیالے مے پیتے مستان
دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو
ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں

دیکھت شہ کی عشرت دعا کر کویں بت
گمو رات دن قطبؔ شہ نت انندلاں
نبی کی دیا تھے قیامت تلک تم
گناو نبی کے سو مولود لاکھاں
(ج)

نبی مولود آکیتا ہے دو جگ تائیں نورانی　　فلک پر سب ملائک کرتے ہیں تایاں سوں پھل افشانی
(نسخۂ آصفیہ)

پنکھاں کس سوں شد جوں پون ہنر تھے　　پراں تھے جو جبرئیل کے تیز تھے
(نسخۂ آصفیہ)

عید بعثت نبی

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا
بہو دھات انند سوراں عیشاں سنگات لیایا
اول برات روزی روزید ہے فیروزی
اس بعد عید قرباں جس تھے دو جگ اگھایا
شاہاں میں رتبہ عالی قطبِ شہِ موالی
مبعث رسول عالی چھند بند سوں گنایا
اس شاہ کی سو دوراں دنیا و دیں کوں رُجھا
خواں خلیلی احسان آپ عہد میں دکھایا
اللہ رضا سوں جگ میں ہوتے ہیں یوں انندلاں

مبعوث کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگمگایا
صدقے نبی تر کماں جم راج کر توں عیشاں
شاہ علی نبی (ج) تھے منگ تج شہی دلایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفےٰ کا
پایا ہے نور ادک سبھی عالم سکل خدا کا
چھایا ہے حق کی رحمت کے چھانوں دو جہاں میں
بھایا ہے دو جہاں کوں سو چھانوں حق عطا کا
لیائے ہے وحی جبرئیل حق کے حبیب کوں تب
اقرار کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا رکا
پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر
تب پگ لگے نوا نبر اس شمس والضحیٰ کا
عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی رسم
من جیو سدا ہے بےغم اب شاہ ہور گدا کا
انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھرت
ہوئے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
قطبا بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمد
دایم نظر رکھ (ج) اس پر اپنا ادک دیا کا

(۳)

مصطفیٰ مبعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
صدقے حضرت شعیہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبرئیل
سب نبیاں کے میانے دیئیے ہیں تمن تئیں آج راج[1]
عرش پایا ہے تمن پنج گوہراں تھے روشنی
نیئ فرشیاں کوں رضا صلوات بھجیں تمنے بلج
پیار سوں حضرت کہے "بیٹھوا خی"، کر جبرئیل
تب کہے "خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج"
مسجداں کو باند کر بت خانے کے سب بت تڑا
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کے بانگ تھے دیں پایا رواج
جبرئیل لے آئے سو آپ دوستاں کو کئے خبر
جے قبولے نور پائے ناقبولاں سو داج
دن ازل تھے مرتضیٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
ذولفقار اب کافراں کوں مار کر لیو خراج
نا سکے جبرئیل کچ کہنے تمارے وصف کوں
بندہ خدمت میں چوکیا کر سب بندیاں میں پکڑ لاج
دو جہاں میں حق حبیب اپنا تمن تئیں مانیا
قطب شہ مسکیں کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج (ق

(۴)

نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن
ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن
عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہے کوئی دن اس سم
کہ اس دن تھے گگن پر سُور مکھ ہے ہر زماں روشن
ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے
کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن
نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی
اُنن نوراں تھے ہیں چند سور تارے آسماں روشن
ہمارے ہیں نبی سرتاج سارے انبیاء کے تو
نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن
نبی مبعوث جو کیتا ہے یک چت ہور یک دل سوں
سو اُسکے دل اوپر ہوتا ہے ظٰہ کا بیاں روشن
نبی صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
کہ اس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن

(ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھو اُدھر خوشی کے
کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دوا چھر خوشی کے

سبھیں انبیاء میں تم سرا ہے تاج سرداری کر
خوشی سات آملائک تانے سر چھتر خوشی کے
جو خوشی خبر کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگ تو
ملک اچھریاں، بشر دل بسے دل نگر خوشی کے
کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
نبی کے محبت نگر میں بند کر سو گھر خوشی کے
بلی جائے کر دیکھائیں عنبریں جلا دھویں کے
چھند بند سوں بھید اچنبے کر سات ابر خوشی کے
جب یہ خوشی کنایا حضرت رسول کی میں
پھرتیاں سو واں سیکیاں جوا ہے لک قمر خوشی کے
بھو شوق سیتی آکر سٹ دِشٹ تن یک اوپر
روشن کیئے خوشی سوں قطب انفر خوشی کے
(ج)

شب معراج

شاہ مرداں و محمد ہیں ہمارے سرتاج — خدا باتاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج
چاند ہور سور انن نور تھے پیدا ہوئے — دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
قدرت حق دیکھو ان میں سیتے بیچون گت — خدا ان دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج
یک کرامت انو کا نیں کسی پیغمبر میں — سب نبیاں میلانے ہمارے ہی نبی سیتے معراج

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں
ہوا ہوں ان کی غلامی تھے قطب راج دھراج

عید سوری

(۱)

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوائے عید سوری ہے
نبی صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے
مالک دور فرماتے حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں ساتوں آسماں جب تے جو نوری ہے
اے دن کا بھید او بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے
نبی ہور مرتضٰی کے نور تھے پایا چند جھمکن
تو اس کوں سب ستاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے
بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں ہر لوک جگ کیاں
اہیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے
سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور ہار سُہتیاں یوں
بہوت سرخاں ملے یک ٹھار انن کا رنگ نوری ہے
محمد مصطفٰے صدقے محمد قطب شہ ساجن
کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا سرو ری ہے
(ج)

(۲)

عید سوری، سرس سورہوں سنگار آیاں سکیاں بھی
سنتوس ادک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی

جوبن پوریاں سینے کے طبق ٹنتے میں بھر
موتیاں جالیاں سرپوشاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی
رُت جوانی میں آئی کہ مدن پیالے متاں ہو
چک پھندسوں جگ جیو کوں الجھایاں سکیاں بھی
موتیاں نورتن ہار سوں پُھل ساگ کلی کھان
اپ روپ چندر سور تھے چھلکایاں سکیاں بھی
صدقے نبی کے قطبؔ کے چھنداں کے بچن سُن
لک دھات سوں ہر تل میں سو پُھل آیاں سکیاں بھی
(ج)

(۳)

نبی کی عید سورہی آمندر منج سور سوراں کے
دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
پھریں چھندوں سوں نس دن نیلم میں ہیرے کنکاراں میں
سمو کر سور ینہہ چند نہ خمارے من سروراں کے
سو طاسک سور کالے کر چلیاں چندر مکھیاں لٹکت
زمیں پر دیکھ حیراں ہو مکھن جیو چمکے حوراں کے
محمد مصطفےٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیایا اہیں خلعت حضوراں کے
سلاماں سات لکھ لیایا خضر پینے محمد تیں
دنیا میں رَد سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

محمد کی جیتا نیکی کئے خوشیا محمد جب
فلک سن دُھرت پر تارے اُتارے گاتے شوراں کے
طنبور کے مشتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے
ملک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
انندوں آشفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے
محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
سکیاں مستاں ہویاں یوں جوں شراباں پی طہوراں کے
(خ)

۴

عید سوری انند لیایا ہے
جگت آپ نور سوں نپایا ہے
نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں
دل کے چمنا منے کھلایا ہے
مدپرت کا سکیاں رنگیلیاں کوں
عید ساقی ہو کر پلایا ہے
شہ کی مجلس مین مطبخی ہو فلک
رنگ رنگ سیتی خواں لایا ہے
نیر پیونے پیالے بھر بھر کر
سشیعیاں کوں خضر پلایا ہے
زُہرہ اس عید کی امنگاں سوں
شہ کے گُن آسماں پہ گایا ہے
حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا
عید تھے عیش اِدک دلایا ہے
(ج)

۵

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دِستا ہے
نبی کی عید سوری کی کلول ہیں نور دِستا ہے
گھرے گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہووتے ہیں خوش
کہ یو دن سب دِناں میانے ادکھ منصور دِستا ہے
ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے
ہریک مومن کے من میانے سو بستا سور دِستا ہے
ابر سُفرے ہیں قدسی جوڑ چند سور کیاں پوریاں
رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دِستا ہے
شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضواں نوری سب
صفاں کر مل کے بیٹھے سو اجالا دور دِستا ہے
جدھر دیکھے تدھر ساتو ابر ہور ساتو دھرتی
سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمدور دِستا ہے
نبی صدقے قطبؔ جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے
سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دِستا ہے
(ج)

عید مولود علی

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا
مرتضیٰ بارہ اماماں [illegible] معبود کا

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور
جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا
جب وہ ابرِ رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض بار
سیئیاں کے تئیں اتھا وہ دن مگر بہبود کا
جب نبوت کا علم سیدا ہوا تب تب جھڑے
طاق کسریٰ تب نشاں لیتا عدم مفقود کا
فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت برسیا
سُرگ بن کیتا جگت کے تئیں اگن نمرود کا
چار دہ معصوم کے ہیں داس جتے تھے نبی
پیشوا حضرت نبی کا تھا سو تن داؤد کا
جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطبؔ
دو جگت میں تر کماں ہے عاقبت محمود کا
(ج)

۲

حضرت علی مولود تھے سب موميناں کا عید ہے
یاراں خوشیاں گھر کر ائے دوستاں کا عید ہے
حضرت علی مولود کَن علماں منگے بھیکاں سب ہی
سب عِلم میں فضل اس نو فاضلاں کا عید ہے
سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سجدا کرو دل سیس سوں اے طاہراں کا عید ہے
منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود تھے
جنت میں نہیں ہے ٹھاوں اس اے طالباں کا عید ہے
نوروز ہور سورج شرف پاویں محل کے برج میں
گائیں زُہرہ مشتری کہ صالحاں کا عید ہے
صدقے مولود کے نین میں جس دیا ہے منج خدا
حضرت محباں میں سدا قطب زماں کا عید ہے
(ق)

۳

موالیاں شیعیاں خوش ہویہ دن سرجن ہے حیدر کا
کہ وہ حیدر کیا جس کو خدا وارث پیمبر کا
علی مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ
تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا
علی جس دن تھے سرجے ہیں اس دن تھے طراوت پا
ہوا گلشن اَدِک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
مُجھڑا او نہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰ میرے
اُن کا درد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
علی جس رات لے معراج مل کر مصطفیٰ سیتے
[illegible]

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا
تو جگ میں پایدار تنا سو جم خاقاں سکندر کا
(ج)

۴

...... سیتی مولود آیا — دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا
بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں — سرج چند شمع سوں مجلس سُہایا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں — مگر ویکنٹھ بن پھُل بار آیا
صدر مندر سنگارے جڑت سیتے — سونر مل گوہراں سوں جگجگایا
سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو — سجن کے من کو و د سنگار بھایا
سبھا آئیں بندی سوں سنوار یا — ...... (کرم خوردہ)

نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا
(ج)
...... کرم خوردہ ......

(ب ج)

۵

دسیا صبح صادق تمن روے فرخ
خوشی کے درود اں بھیجو سوئے فرخ
تولد ہوئے آج کے دن امام
دیپے جیوں نوا چاند بردئے فرخ
میں آپ دیں چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ
بتاتے اجھو موکوں ہندوئے فرخ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی
کہ صلوات بھجواؤ گیسوئے فرخ
ہوا سحر باطل سب ہی ساحراں کا
فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
نہ آوے اثر ہم کوں تج مے سے ساقی
چڑی مستی ہم سر ییں او بوئے فرخ
ہمن میل باندھے تمن میل سیتی
اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی
کہ آتا رہے باس اُس موئے فرخ
رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ
(ق)

۶

مولود علی آوے فلک پر تھے ملک سوں
تو آکہ نورانی کرے جگ اپنے جھلک سوں
پیالا ہے چندر پھولاں ستارے ہیں ازل کے
پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں
لے نانوں علی کا کرے مولود قطب شاہ
خشیاں

جم جے توں قطب شہ کی تج شاہ مولود ہے
لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
تج دھاک کا پردا ہے یو دُرجن کے انکھیاں پر
جو بُھری کوں جم را کھے شکاری سوں فلک سوں
مشرق سے جو مغرب لکوں سلطانی ہے شہ کی
کہتا ہے سگُن ساچ جو سن جو سے پیلک سوں
قطبا کی بجو بخشش کا کریں حکم کیتے سن کر
کاں ہو سکے سم دھنگری سو خارا و ملک سوں؟
(ج)

۷

مرتضٰی مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی
جبرئیل نے وار نے طبقاں لیائے حوراں سیتی
کعبہ میں ہوئے تولد مرتضٰی شیر خدا
کوی نبی ناپایا اے حرمت اتے چاداں سیتی
مصطفٰی آئے علی کو دیکھنے کہے فاطمہ
پنجہ گستاخی سوں ٹٹتے ہیں بہت ناداں سیتی
تب کہے حضرت نہ کریں منج سوں ایسے کام کد
گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
دیں قوت پائیا ان کے تولد تھے نگٹ
منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں سیتی

ان کے نوراں تھے ہے میرے نین میانے روشنی
شہ کے بندیاں میں رہیا ہوں بندہ ہو قرباں سیتی
کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں
میزبانی مل گنا و دوستاں خوشیاں سیتی
شاعر بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں
میں بندہ عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی
قطب شاہ تج غلاماں میں غلامِ کمتریں
دیو میرا ہت پکڑا جلوا سکل شاہاں سیتی
(ق)

۸

عرش حق کا لگیا جھمکن ادک مولود حیدر تھے
گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک ات سور چندر تھے
جگت جنت تھے خوش آیا ہے زینت آج قدرت سوں
لگیا ہے نور کا برسن برسنے ساتوں انبر تھے
ملک ساتوں فلک تھے آج آئے طواف کرنے تئیں
جو حق کا نور اتر آیا کعبے میں عرش پر تھے
تجلی موماناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے
کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورِ انور تھے
سکل نبیاں سوں باطن تھے علی بن مصطفیٰ سوں حق
کا ظاہر جو دو جگ تائیں نیٹ ان دو نور ہبر تھے

علی بن کن نبی کا جانشیں ہے جو علی کوں حق
نبی کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھریا دامن
قطبؔ شہ دونو جگ میں سروری ہے تج او سرور تھے
(ج)

۹

مولود خوشیاں آئیاں مولود کی خوشیاں کرو
خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے مہماں کرو
چوندھیر گرجے سب خوشیاں ہور باس ہے ملہار کا
رنگاں میں رنگ باکر کیتے رنگاں سیتی ناداں کرو
جھمکے گلالی گال میں او مہ نویلا چھند کا
منج دل کے تئیں اس دل اُپر سب بل کے اب قرباں کرو
اس نور کے اوتار کوں میں رات دن سیوا کروں
نبی د علی دولت سیتی دم دم سب ہی ایماں کرو
ناں گی نمازاں ناداب سب ناد کو بسرائیا
اد ناد بھریا کن منے دشمن اُپر بھاراں کرو
اب تال منڈپ عیش کا سوں مولود گاگر جاؤ تم
ساتو سُراں کے ناد سوں اود کا الحاں کرو
صدقے نبی کے قطبؔ شہ جم جم کرو مولود تم
حیدر کی برکت تھے سدا سب جگ اُپر فرماں کرو
(ق)

عید غدیر

۱

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا
خلافت دے نبی آپی بیاں کیتے شرافت کا
سنوارے سب ملائک اونٹ زینا سوں منبرا نبر
دئیے ہیں داد پیغمبر منبر پر چڑ فصاحت کا
کہے من کنت مولا مرتضیٰ کوں شاہ دوجگ کے
بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا
گنائے ہیں ملک منگل، عرش پر کاجتے منڈل
غدیر خم ہے یہ دن مگر شاہ ولایت کا
جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس شہ دیں کا
کیا افضل سو شہ تب سب ہیں دے فیض عنایت کا
نبی کو حق کہیا یادِ علی نادِ علی سوں کر
علی مظہر امو لک ہے رتن میری سو قدرت کا
نبی صدقے علی کا منقبت قطب زماں کہیا
کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں مج کوں سعادت کا
(ج)

۲

بیعتاں کا عید پھر کر آئیا خم غدیر
دو جہاں سب روشنی پایا ہوں اس عید کبیر

آیۂ قرآں نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں
مرتضیٰ ہیں پس دو جگ میں جیوں محمد بینظیر

انبیار ہور اولیار میں حق کیا تمنا بڑا
سچ تمہیں داماد پیغمبر ہیں غلام الخبیر

مصطفیٰ کے امر پر سر بُھیں دھرن آیا چندا
مرتضیٰ فرماں سو پھر کر آیتیا مہر منیر

دین و دنیا دونی ہیں حضرت تے قائم تا ابد
دوجہاں کی حکمتاں میں ہے تمی روشن ضمیر

کلِ عالم سب تمن خدمت کوں باندھے ہیں کمر
منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر

از ازل تھے ہے غلام مصطفیٰ قطبِ زماں
منج غلام کمتریں کوں دست پکڑو یا امیر
(ق)

۳

عید آیا انند سوں یاراں مبارکی کا
خوشیاں سوں دوستاں کوں غم سب خوارجی کا

پُھل بھاگ سب پُھلے ہیں دندے سو دیکھ جلے ہیں
کلیاں انند کِھلے ہیں ہے رُوت یوں سکی کا

شادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ
چو دھیر عود جلاو دھند کار بر کی کا

پیالا اَدھر چکانا ساجن وقت پلانا
لالن کوں سیج لیانا ہے وقت خوش ذکی کا
ٹیلا سو تیج پشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا دمشتری کا
بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے
بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے حسن نیکا
صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے
ات چھند بھری سہاوے ساریاں میں اس پری کا
(ج)

۴

سب کرو مل کر مبارک بادئی عیدِ غدیر
اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر
مونیاں کو شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر
تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا (طوفاں) کبیر
میزبانی عیش کا جگ میں گنا و عیش سوں
مطرباں لاکر گواؤ راگ ہور لاؤ عبیر
بھائی پن کے صیغے پڑتے مومنا اس عید میں
تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطارد خوش دبیر
ساری عیداں کا خوشی سنپور ہے اس عید تھے
تو اسی عیداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر

مومنا اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
جن شرف اس عید کا پایا سواو ہے جگ میں بیر
باجتے اس عید کے طبلان سُرگ سا تو منے
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
تِس دنا بن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کے تئیں
مرتضیٰ تئیں مصطفیٰ ہیں عید میں دیتے سریر
مدح کیتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر اپیں
تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ میں بیر
رکھ منج حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
ہور کھو ایماں درست دو جگ میں ہوؤ منج نصیر
مدح کیتا کون کہ اپ کی مدح کوں پایاں نہیں
گردا نو کی نعل کا سرماں کیریں شاہ و وزیر
کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر
(ق)

۵

خلافت دے نبی کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدر ہے
سکل مومن مسلماں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

خلافت حق سوں آیا آج مہراں سوں علی کے تئیں
سو سات اسماں عرش کرسی کہ نوکھن کا جو منبر ہے
علی سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دیں پایا
علی سو دیں رکھن ہارا محمد دین کا گھر ہے
ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر
کیے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھتر ہے
ہوا پرکٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دیں قدرت سوں
سکل اُپجت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے
عطارد مدح لکھیا ہے سو کہکش ملک سوں تیری
سو اسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو معطر ہے
نبی صدقے قطب شاہ نے علی کا پکڑیا دامن
کہ او منج (ج) کوں جھڑا دن ہارا ہور ہر ٹھار رہبر ہے

٦

خُمّ غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب
نپجا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
حق تھے نبی علی کوں آپ جانشیں کیے آج
تب موموناں خوشیاں سوں کسوت کیے شاہانی

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حُکم تھے
پائے ہیں شیعیاں سب اس دن تھے زندگانی
ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
راکھیا علی کے پگ تل جب عرش آپ پشانی
جو کوی کرے گا اس دن دل جاں سو عیش عشرت
دو جگ میں عیش انند ہے کرنے اسس نشانی
حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا
صدقے نبی علی ہے تج باعث (ج) ہور بانی

۷

سب جگ کرے انند کہ عیدِ غدیر ہے
عیداں منے یو عید بڑا ات گھنیر ہے
روشن ہوا ہے دین دنیا آج کے دِنا
دو جگ اوپر امیر سو حضرت امیر ہے
تج سیوا (آسماں) سدا دھیاں سوں پھرے
تج دھاک تھے زمیں سو یک ٹھار ٹھیر ہے
سلطان دیں ہور دنیا کا علی سچّا
تر لوک لوگ اسس کے سو گھر کا فقیر ہے
تِلوّا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر
کہکش نیزا لے ہات چندر خوب ادھیر ہے

سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں
سب خارجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے
صدقے نبی کے دونوں جہاں میانے یا علی
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے
(ج)

۸

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندھیر تھے سارے بھی
کرن عید غدیر ات چاؤ محلاں مل سنگارے بھی
مقرب فرشتے چارو بی کن تھے علی کے تئیں
لے آئے دبدبے سیتی ولایت کے پھرارے بھی
کرن اس ثت علی شاہ ولایت کا سو ہر ٹھارا
کھڑے قطار کر رضواں اس ثت کر نہارے بھی
جنت کے حور ہور غلماں کر سب کسوتاں نوری
علی کے چرن دیکھے کر علی کے دار ٹھارے بھی
سپتا گھن پھر نہارے سو دھرے چوندھیر تھے سر بھیٹں
ہوئے مل سب علی پر تھے فدا چند سور تارے بھی
علی شیر خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر
ملک پیغمبراں پیراں دعا کر نہت پسارے بھی
نبی صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ
سکل ہاتف سو رحمت تج کوں قطبا اکھ پکارے بھی

شب برات

۱

خدا کے کرم سیتی شبرات آیا
خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا

براتاں لے کر آیا ساراں میں خوش ہو
خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگمگایا

اماماں میا ہے محمد قطب پر
نبی ہور علی کے دیا سوں سُہایا

خوشیاں عشرتاں ذوق دائم سو نِت نِت
شہا کے مندر ٹمٹمایاں بجایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر
سو سارے جگت میں ڈراہی بھرایا

محمد قطب شاہ کے سارے ڈنڈیاں کوں
سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا

صدقے نبی امرت سرا قطب شہ کوں
سو ساقیٔ کوثر پیالے پلایا

(ج)

۲

جو شبرات اُت جھلک سوں جگ میں آیا
تو سب جگ اس جھلک تھے جگمگایا

شرف شبرات تھے سب رات پائے
شرف سب رات تھے شبرات پایا

گگن درپن نمن جھمکن لگیا اُت
رین روشن سُرج بن دن گنوایا

اِجت اس رین کے اُت لاج سیتی
کدھیں آپ مکھ رین میں نیں دکھایا

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر
ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا

سُرج چندتار پھل بازیاں تھے رہی دھرت
انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
کہ اِنس کوں دن تھے روشن کر دِپایا

(ج)

۳

سلکھن رات شب رات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
لکھیا خوش عیش آنند عشرت سو روزی کھانے ہاریاں کی

محمد فتح کیتے ہیں احد جھگڑا علی سوں مل
تو تن کے کھرگ اُچایاں تھے گئی بھگ فوج اندہاریاں کی

دہن پستے نین شکر اَدھر بند پنکھڑی نازک
کہ جوں خشخش نمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی

کُجل نیناں سہلیاں کے سو پُر مل سیام باداماں
تھوڈی ہے سیب دسنا جوں کے چارولیاں ہیں چاریاں کی

برن اسمانی پانیاں تس منے دالاں ہوایاں گے
ٹُھسی کُندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے تاریاں کی

سورج مشعل چندر جُوتاں ستارے جوں کہ گلریزاں
دیپای تن کوں مکھ پیشانی خویاں آگنو اریاں کی

یو حاجت ہو کھڑی تازی کلی پھل جگ ہیں پرگٹ ہو
جو ابرد ہور جوبن مُکت تھے نیچے گلعزاریاں کی

اچھل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں ہیں لے سکیاں
کرن بھنجن اُدھرمے سوں خماراں سب خماریاں کی

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں دیپ ہور جوہریاں ناریاں

۴

سہاگن رات شبرات آ سجن گھر آئے بھی سر تھے
جھلک جوتاں کے اُبرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
چندر سورج انن دونوں پجاریاں کاڈھلا دن آج
اَدِک جھلکار کے چندر سور لا کھیاں لیائے بھی سر تھے
عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لات اُسماں پر
کہ دھرتی کو اُچھل اُسماں کر جھلکائے بھی سر تھے
سکیاں جی سُکھ بدھاوا جو آپس ہوناں کہہ منگتاں تھیاں
انن کے من کے چینتے تیو نچ سُکھ دکھلائے بھی سر تھے
جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا
سو درسن دیکھلا میرے جگت رِیجھائے بھی سر تھے
سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہو انندوں سوں
عروسانی سو باساں میں اَدِک مہکائے بھی سر تھے
نبی صدقے قطبؔ ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں مِل
قطبؔ کی داسی ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے
(ج)

۵

مبارک کا خبر شبرات لے کر آئیا سر تھے
کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکائیا سر تھے

اجالا عید کا لاجے سکی مُکھ روشنی آنگے
انند کا نور مُنج پر چَتر نمنے چھائیا سر تھے
دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت سے پلاتی ہے
سُہیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سر تھے
دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُبجائیا سر تھے
پیاریاں شاہ کیاں رِل عید کا سنگار کیتاں ہے
ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سر تھے
پیاری من منے کھیلی انند کے بھید چاواں سوں
کہ اپ جوبن چمن ہیں باس خوش مہکائیا سر تھے
نبی صدقے قطبؔ کوں اچھو لک عید ارزانی
کہ عیسیٰ کا دعا سُکھ پھول باساں لائیا سر تھے
(ق)

شب برات کی آتش بازی

کہے طور نور اجالا شبِ برات اب دپائے
اب حیات مُنج کوں اُپ ہت خضر پلائے
شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں
قطبؔا برات لیکر نِس دن انند گنوائے
ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناک پھُلڑی

نِس کیس میانے کیوڑے دستے ہیں بہانی کے جیوں
تالاں پھٹاک ناداں آنند لگن گنجائے
چوٹی کا بھندنا ہے طاؤس کا تلا جیوں
حاجب ہوائی ستیں اپنا دو رزائی بھرائے
کھوپی کے پھُل لٹریاں ہیں جیوں ٹوکریاں کے جھیلے
منج شمع مجلس اوپر او شمع کوں ہوائے
صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی پیاری
پیالا پلا پیاریاں پیاروں ستیں پلائے
(ق)

شب برات کی خوشی

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن
موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن
شب برات روزی کا برات پھر لیایا
پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن
شب برات دکھاوے برس کوں یک نِس جوت
بھنواں ہلال تھے نِس دن ہے موجیا روشن
چندر جوتاں کا اُجالا پڑیا ہے گگناں میں
نین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن
نکی کے جھاڑتے جھڑتے اہیں دھونیں کے پھول
پیا بچن کے پھولاں انگے نہیں سدا روشن

دندیاں کے سینے پھوٹیں ہور ترخیں جیوں پھانکاں
خدا معانی کوں فتح وظفر دیا روشن
(ق)

شب برات کی روشنی

شب برات آگیا ہے سب جگ کے تائیں روشن
جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن
جھلکاؤ آب مکھ کا دکھلاؤ عاشقاں کہ
نیناں کے تئیں کیا ہے اُس نور سیتے گلشن
خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں
تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
اس کے سوتاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
اس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن
جھڑتے ہیں پھول گل ریز اس کی میٹھی ہنسی تھے
تو چند سُرج ستارے اس تائیں کھولے دامن
اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
نیہہ کا ہوا اپس میں تو دے ہوا کوں تن من
صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
لک سال اچھے کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن
(ج)

شب برات اور "چندر مکھیاں"

مکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
چندر سورج تارے دیکھت نس جھلک کوں جھلکائے ہیں
ہر یک دھن ہر اک کدھن ہیں نور تن کے ابرہن
پی مدمدن جھلکا بدن شہ پگ چمن کوں آئے ہیں
مکھ شاب کے رنگ آب کوں آفتاب جوں ات تاب سوں
دکھلائے کر مہتاب کوں بیتاب کر پگلائے ہیں
سو دھن لٹک کے جب جھلک دونوں الک کے سو مہلک
مہکیا فلک پر تھے ملک بے سدہو لک لک آئے ہیں
چھاتی اُپر چھاتی سندر لٹ سیام بھر کچ تس بھتر
جانے مگر کالے ابر ڈونگر پر چڑنے آئے ہیں
مہتاب دھن رخسار ہے گل ریز گل کا ہار ہے
دو بھوں سو حاجب سار ہے ییگن پہ یک چل آئے ہیں
قطب زماں حکم رواں تل جاوداں رہے یو جہاں
امن واماں سوں کر علی جو تھے حکم یولائے ہیں

(ج)

کونلی اور شب برات

عشق شبرات ہسر تھے دھن کری رے   نین مہتاب سیتے دن کری رے

عجب اس دھن کے مکھ پر ہے تجلی هلالاں تن رتن روشن کری رے
ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں کھڑیاں بازیاں سو اُپ جوبن کری رے
نین مستی کے گل ریزاں سو بھر کر نئی عاروس جگ پومن کری رے
پُھلی ناسک چمکنے تھے ہے شبرات دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے
لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسے کیاں جھلیاں تو جھلیاں تھے جگت درپن کری رے
ترے پگ دیکھ دھرتی کُھلبلی دھن گگن کوں پگ منے بیجن کری رے
نشانی گال تج مشرق و مغرب بنداں خوے تار کی سُر پر کری رے
ترا صورت عطارد کیا لکھے گا تو قدرت سینے تن ابرن کری رے
عشق کے نو بہار کی توں کلی ہے پُھلاں امریت کے جوبن کری رے
خدا ابن کس نہیں ڈرتی ہے کھنونلی تو ساریاں ہیں نڈر کی من کری رے
مُجکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا دُو تن کی بات کی جتن کری رے
نبی صدقے قطبؔ شہ کوں بھولا کر تو سب ناریاں ہیں اَپ جتن کری رے

(ج)

"کھن پر ہلال"

جگ کہتے آج کھن پر دیکھے ہلال ساقی
سونئیں ہلال میرے مہ کی مثال ساقی
جگ جائیں دیکھ شفق رنگ بیچ رقعہ
پڑیا ہے کھن پہ پر کر کر منج نہال ساقی
نوری ورق پہ لکھیا خمارؔ چرخ مج تج
انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

یک ماہ تے مرا دل لا لو نیاں گگن کوں
ڈھونڈ نو چندر پیالا پایا ایتال ساقی
تم شال انبر شفق رنگ کے اوڑ آپ بغل تھے
دیتا صرے ثریا دیکھ مج آتال ساقی
بھر بھر پیالے بھر بھر، دوراں پہ دور کر کر
مے سوں ملا کے دیتا لب کا زلال ساقی
گالاں جو گل رخاں کے لالاں کرن کوں چوندھیر
پھرتا ے کر کمل میں پیالا گلال ساقی
نابات شیر خرما سیتے، شکر ادھر دھر
کیوں روزے رکھتے سکیاں کر کر سوال ساقی
سن ہنس کہیاں کہ سوراں چانداں پہ روزے ہے کتیں؟
جو پوچھتا ہے مے دے سٹ یو خیال ساقی
مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کہہ تیوں
دے بوسے لب نمک سوں کر مے حلال ساقی
صدقے نبی علی کے ہے مست الست قطبا
تس پر دیا تو مے لب ہاں اب سنبھال ساقی
(ج)

عید رمضان

چندا عین عیدی بشارت دکھایا بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا
ادھر مد کے گھر کوں کلف تھا سو مکڑا سو کئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا

چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھبیلی مشاطا ہو عیدا نگارت دکھایا
صراحی سرو سرو سانی چھنداں سوں پیالے رتن موج آرت دکھایا
کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
محمد نبی فیض تھے عید آکر محمد قطب کوں صدارت دکھایا
(ج)

۲

آیا ہے عید کا چند بھر چرخ بام ساقی
لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
مد عیش تھے پیا ہے ات روشنی دیا ہے
بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی
بھر عیش کی پیالی دے منّج کوں تو آلی
دن تیس کے ہلالی، لیا سر بکام ساقی
عشرّت منج دَلا اب جیوں حضرجم جِلا اب
پیالے مدن پلا اَب آیا ہنگام ساقی
متواں سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں
اپ من منے ملے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
دل لبدا زاہداں کے، صوفی و عابداں کے
لے خرقے طاعتاں کے دے مدتوں دام ساقی
پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لاتے
مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی

کھلے ہیں پھول چمن سب رنگیں ہوئے ہیں تن سب
مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفیٰ تھے
اب پیارہ مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
(ج)

۳

نھنا بالا نوا ناز کر آیا جیوں نواچند
چندا مکھ بھنواں رہ یکھ لگایا نواچند
نکھار مکھ اُپر سیام بدل یوں گھن چھائے
سبھی لوگ انچھا دیکھنے نہ پایا جیوں نواچند
خدایا توں نکھا سُکھ چندا دِشٹ دکھا ج
یہی روز کہلاوں گا دیپایا جیوں نواچند
انچل چیر جھینا لال تلیں مکھ پہ چندر دیکھ
بدل کوں لے میں جھلمِل ہو سُہایا جیوں نواچند
ہوا رات اندھاری میں نچھل جوت جگت میانے
کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نواچند
اتم لوگ سیس لگا دیں سو کہت چند
سو ہیں پاؤں پڑیا رہ یکھ دکھایا جیوں نواچند
معانی سو نکھا دیکھ ہوا قبلہ نما توں کوں
اما اِن کی دعا ستیں میں پایا جیوں نواچند
(ق)

۴

نِس عید جلوہ گر ہو ، گئے دن صیام ساقی
نوچند سے ساغراں میں بھرے مدام ساقی
زُہد ریا تھے بھوں دن بد نام ہو رہیا ہوں
پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی
مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت
کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی
تیس دیس کی خماری توڑن کے تائیں مج کوں
کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی
صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے مے طہورا
کوثر بھنے ساغر انپڑیا صدقے (ج) امام ساقی

۵

ابرو کا اُتم ہیکھ سو عیدی کا ثمر ہے
او چند دیکھت منج کو غلامی کا ثمر ہے[1]
عیدی کا شدھا کراؤ یا کر نہ کہو کوئی
او صوم تجلی کی گھرے گھر میں خبر ہے
سورج کا پیالا سَجَن ہت میں اہے بھر
کد بھی تو تہی ناہیں گوں سے اثر ہے[2]

یا خضر قدح ہے سجنا ہت کا پیالا

یا دست کی تاسیر یا عیسیٰ سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراؤ

مج جام منے پیو کی نظر تھے سرا بھر ہے

عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں

پیجن گھنگرو ناد کے گرجن سو انبر ہے

تج خیال ہمن دل میں بنے جب تھے جیا سوں[1]

او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے

بازاں میں تمارے سو شہباز ہوا ہوں

اب باز ہمن ناوں نہ پوچھو کہ نشر ہے[2]

بے دیں کوں سناؤ کہ کوی رمز پرت کا

عالم منے وہ خوک لقا مردکِ خر ہے

شوال کا چند آیا مبارک سوں معانی

آنند کا سرا پیو کہ خوشیاں کا خبر ہے

(ق، ج)

۶

انبر سمدور میں بنسی نوا چند کا سٹایا عید

سو عشرت ہور انند مِنیاں پکڑ بے حد لیایا عید

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر

نوا چندر و جبر کا طاق بندے سو بندہایا عید

---

[1] ج:- تجہ خیال ہمن دل میں بنے جب تھے جیا سوں [2] اب ناز ہمن ناوں نہ پوچھو کہ نشر ہے

سکل مستاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرناکر
نواچند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید
گگن گج کا نواچند دانت ہے تس گج اپر چڑکر
خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
جو خمخانہ کوں موندیا تھا روزیاں کے قفل ساقی
نواچند کیلی سوں خمخانے کوں سر تھے کھلایا عید
رِجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگاں
نواچند رکا چنگ لے چنگ میں چھند سوں بجایا عید
جنت بَن میں کھلیں جوں پھُل کلیاں رحمت کے شبنم تھے
سکیاں گل لاگ اَدھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید
نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
نواچند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
(ج)

۷

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلال عید
اس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصال عید
خرم خوشیاں سوں میوے کی سیویاں بھری پڑی
ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلال عید
تج خندہ کا شکر دے منج شیر خرمے میں
شربت پلا اَدھر سیتے کِھلیا گلال عید

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر
چنڑی کی کسوتاں کرو آیا ہے لال عید
طرے کے لال تاریاں تھے چوتا شراب لال
جوبن بھٹی چڑاؤ کہ پایا زلال عید
بوسیاں کے بینج پیرتا ہوں اس ہونٹ باغ میں
پھولاں پھلاں سو پنجا ہے اتم نہال عید
رستم نہ کھینچ سکسکے ترے بھنو کمان کوں
پلکاں کے تیراں سیتی پھنکایا اچھال عید
مکھ پر مکٹ چڑانے بکٹ کا گمت منے
تو حسن بھار میں ہٹے سوکے کاڈھال عید
ناچین وچین چتارے چھنداں چین کے ہار ہیئے
تج ہار کے کندن تھے سولیایا ہے مال عید
تانے ازل تھے منج پہ گگن رنگ کا چتر
پیاریاں پریاں سوماوے اُپر اور رومال عید
صدقے نبی کے سورچندر رتا اچھے گگن
نت میت سوں قطب کرو سولاک سال عید
(ق، ج)

۸

ساقی ہو عید آیا دیکھ نیاں موہنیاں کے
ے لیایا کرنے نیناں متوال موہنیاں کے

شیر خرما، قند، بداماں، پستے، جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے
ڈھل کانوں تھے گلالی گالاں پہ لال لالی
لیں گے چھنداں سوں موتیاں اتھ ڈھال موہنیاں کے
کیوں رشک میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں
ہو جو نباں (کن) جھلتے کنٹھ مال موہنیاں کے
لکھ لکھ الک سرک سٹ دیکھلائے فن سوں تل تل
تو سنپڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے
سولہ سنگار کر سب جب لٹکیاں سو ہرنیاں
سن نادر ریج آئے خلخال موہنیاں کے
جگ میں جلیں لٹکتے ات چاتورائی سوں سو
کبکاں ہنسیاں گینداں سکھ چال موہنیاں کے
صدقے نبی کے قطبا مے لال لال پیالے
بھر پیو لے پیالے کر لال موہنیاں کے
(ج)

۹

عید سیوی لیا تیا خوشیاں انند — اس انداں سوں کریں خوباں انند
رنگ بھریاں کسوتاں کیاں ہور رنگ رنگ — کرتے ہیں تس رنگ تھے مستاں انند
دیتے ساقی عروساں چھند کر کے — عاشقاں کوں نُقل او اُدھراں انند
سرو نمنے باغ و بستاں ہیں سکیاں — جب ڈُلیں چھب سوں کریں چمناں انند

شاہ کے مکھ سورتھے پایاں ہیں سب چند تھے جوں تارے تیوں ناریاں انند

تج سہاتا ہے سدا اے خوانِ عید تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند

قطب شہ دایم علی کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند

(ج)

۱۰

روزیاں کا عید آیا اہے بہو چاؤ ہور بہو ہاں سوں

ساقی پلا مد عیش کا اُپ حسن کے پرہاں سوں

منج تائیں مد کا شیر بس ہور اس میں خرما ہونٹ کا

نابات اُپ بوسے کا دے اے شہ پری اُت گیاں سوں

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پُون انند کا

خوش بھید ہے مل پیو ناں مدجیو کے جاناں سوں

سکیاں نگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں ستیں

اس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جاں سوں

عید آ کے مکھ جھمکا ئیا اپ چو سنے دل میں لائیا

سنگار میں اُپجا ئیا ناریاں ملیاں سو جاں سوں

گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو روپ کیاں راتیاں سکیاں

سائیں کے من بھاتیاں سکیاں پاتیاں ہیں پیو کے دھیاں سوں

صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے

جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش مُج فرمان سوں

(ق)

روز عید اور "نوا انعام"

اب مست اچھے دایم ہمیں مست اچھنے کا ہنگام ہے
ساقی صراحی نُقل ہو پیالے سو ہمنا کام ہے
عاشق ازل تھے ہیں ہمیں سرمست ازل ہیں ہمیں
نا آجکل تھے ہیں ہمیں زاہد کو تئیں یہ فام ہے
روز ید کے عید آنے میں ٹُک شیر خرما کھانے میں
صوفی چلے میخانہ میں تسبیح ہات اب جام ہے
منگتا ہے مدمستاں کنے مدباج نئیں سکتا اہے
میخانہ کے کوچے منے تو متقی بد نام ہے
ساقی پیالا منج پلا پینے تھے ہوتا دلولہ
اس پیو کوں توں لیا کر ملا جس پیو تھے منج آرام ہے
قطبا نبی آدھار تھے رحمت نت نئی کرتار ہے
تو تج علی کے پیار تھے قُلقل نوا انعام ہے

(نسخۂ آصفیہ)

بقر عید
(۱)

خبر بکر ید خوشیاں ستیں میرے تائیں لیایا ہے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں ستیں دایم

انند اں راگ کوں آلاپ کر بہو گُن سنا یا ہے

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سُہاتے ہیں

کہ ساقی اُپ نین پیالے سوں مد دے منج رِجھا یا ہے

سہلیاں اُپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں

کہ بکرید آکے سب جگ میں طبل عشرت بجا یا ہے

سکیاں منج مستی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سُہتا

جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھا یا ہے

منجے چوندھیر انند اں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے

تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ مُومن منا یا ہے

نبی صدقے قطب شہ کوں سُہے جم عید مستانہ

کہ میرے سیس اوپر دایم چتر شاہی سُہایا ہے

(ق)

۲

خوشی خبراں سنایا عیدِ بکرید — کہ قرباں ہونے آیا عیدِ بکر

کھٹکتا مرغ دل کے بوستان میں — طرب مطرب کوں لیایا عیدِ بکر

نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی — اُپن سُدبُد گنوایا عیدِ بکر

خدایا کعبۂ مقصود دکھلا — دلیل رہ دکھایا عیدِ بکر

نہ کر غصہ شکایت عشق پنتھ میں — خرم دکھ میں نپایا عیدِ بکر

جو کوئی ہے عشق میں ثابت قدم اُو — پرت میں آس رجھایا عیدِ بکر

معانی کے بچن بوستاں تھے لے گل
ہر اک گل تھے سُہایا عیدِ بکر ید
(ق)

۳

ہویدا بھی ہوا جوں جان بکر ید
کیا سب جگ کوں آبادان بکر ید
جتے شہ کے دندیاں تھے جگ میں سب کوں
کیا ہے شاہ پر قربان بکر ید
جنت میں کے سوں الواں نعمتاں سوں
کیا تازہ جگت کا جان بکر ید
ہوا بھرپور جگ کا نین ہور مَن
بچھایا ہر طرف یوں خوان بکر ید
خبر لیایا کہ حق شہ کوں دلایا
حیات و بختِ جاودان بکر ید
بھرائے بزم ساقیا مدمدن سوں
کہ ہے مستان کا مہمان بکر ید
نبی صدقے قطبؔ لک برس جی توں
کہ تج تھے پاوے نِت جیودان بکر ید

(ج)

۴

اتم بکرید آیا خوشس ہوا جگ اپنے مَن میانے
گھرے گھر عید ہووے آج سارے ترِبھون میانے
سکل غلمان ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو
بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سُرگ بَن میانے
چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر
لگا سینے کنک عنبر لگا ڈلنے کوں کھن میانے
کرن زر تار کی پیرن سورج پن دور دھکاکر
اُدِک جھلکار سوں نکلیاں جھلک نوری برن میانے
سہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی کسوت میں سُہتیاں ہیں
کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے
اُلالیاں سوں جوانی کے نول شہ سوں رلیاں آنے
کریں لک چھند بند تل تل تیئں کے یک سُین میانے
مدن کامئے پلا شہ کوں چمن کی چاکنی دے دے
اُدِک متوال کرشہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے
پون عشرت سُہاوا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ملک حوراں چندر سورج رہے گم ہوا پن میانے
نبی صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتن کی ہے دایم
تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے

۵

شہا بکرید ہے سالم دریجن تج پہ قرباں ہے
دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شادخنداں ہے
توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ باں ہے
علی کا باگ توں تج جھلجھلاہٹ ہور دھاک ہور ڈر تھے
گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے
خدا تج کو دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں
تو دن پر دن قیامت لک مُلک تیرا اباداں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیئں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
توں موسیٰ تج کھرگ موسیٰ عصا، تج مکھ ید بیضا
توں عیسیٰ تج ترنگ ہے سور ہور آسماں میداں ہے
ہے جم داودی الحاں تج بزم میں تج بزم میں جم
انند اں پر انند اں پر انند اں پر انند اں ہے
دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو وحش وطیر
سو جن ہور انس عنصر چار وساچا توں سلیماں ہے
سیٹا تیرا کھرگ دشمن پر پر تو تو رگت میانے
ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے

دعا کرتے اسے سب جگ جو کوئی تیرا دعا گو ہے
ثنا کرتے اسے عالم جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے
نبی صدقے خوشی گھر گھر انند ہے ٹھار ٹھار ائے قطب
ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہماں ہے
(ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے
گھر گھر خوشیاں، عیشاں انند مہمان پر مہمان ہے
ہریکاں بدل میانے سُہیں تارے ٹکے لذت بھرے
کڑورں چندا سورج اگن کا نور سو اسمان ہے
بادل کے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں
سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے
یو عید قربانی اَپے قرباں ہوئی سہلیاں اُپر
تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اِیتا مان ہے
یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتاں دھرت پر
یا کھن اُپر تارے سُہیں یا کھیلیا بُتان ہے
کوئی گاتی کوئی آلاپتی کوئی ہنستی کوئی ناچتی
کوئی پیتی کوئی پلاتی کوئی سرخُش کوئی مستان ہے
صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند
جب لگ دریا میں نیر ہو انبر اُپر چند بھان ہے
(ج)

۷

سنگار کر اضحیٰ چلے سو نور انواراں بھرے
پُھل سو طوا کن لگا تر جگ میں جھکاراں بھرے
خوش عید عشرت شہ کے گھر لیائے دیکھ شہ ہت لیکر
لا گُل کھلے لا مشک عنبر چوندھر مہکاراں بھرے
مو لب توں لبدانے میں لے بوسے پُھل بھانے میں لے
مد پیالے میخانے میں لے چو طرف میخاراں بھرے
چندر مُکھیاں پی جام اول، تارے لیاں نُقلاں بدل
مست ہو پھریں یوں شہ انگے سورااں کے جوں بہاراں بھرے
تو قطبؔ گھن زرکش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر
کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے
پیو سات کلیاں ہو اُپے جیو سات قرباں ہو اُپے
تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے ہاراں بھرے
حضرت نبی صدقے کے بل یا قطبؔ کیتا یو غزل
آنند سوں من لا عید گل کے بھر گھر باراں بھرے
(ج)

۸

بکرید عید آیا صلوٰت بر محمد آنند علم اُچایا صلوات بر

جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے
دو وہی مراد پایا صلوات بر محمد
بارہ امام ، پنج تن کا مہر جم ہما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد
میری خوشیاں کی بیلاں کھن منڈ دے چڑو کر
جبرئیل ورد لایا صلوات بر محمد
یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
حیدر سوں صدق لایا صلوات بر محمد
دندیاں کی ذات کوں سب یک دھیر یو ہے بکر بد
دکھ آگ میں بھونایا صلوات بر محمد
صدقے نبی کے قطبا خاں آن محل میانے
عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمد
(ج)

۹

عشرت کے پھولاں کا یُون لیایا بسنت بکرید سوں
سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکرید سوں
اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے
آنند پُھل جگ باغ اوپر چھایا بسنت بکرید سوں
سب بَن ہرے اُبنر نمن پھولاں ستارے کُھل رہے
زُہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکرید سوں
کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں
کرنے صفت شہ کھیل کا آیا بسنت بکرید سوں
سُندر سکیاں پر رنگ شہ ملیے تو آنکھ تل یوں دسے
سورج ستاریاں پر کرن پایا بسنت بکرید سوں
عشرت بدل امرت پکوے چھڑکیاں ہماری بزم ہیں
منج دل چمن میں سُکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

یک ٹھار مل آئے بسنت بکر ید حضرت دِشٹ تھے
قطب زماں آنند سکھ پایا بسنت بکرید سوں
(ق)

نوروز

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا
حمل حسب حالاں لے حضرت تھے دھایا

جگا جوت جگ میں وو جھلکار جھم جھم
چمن جوگ چندر نمس جگجگایا

مُدُھر مدّ مستی میا سوں منوہر
مدن من کی مجلس میں مُہتر منڈایا

کدم کر سو کستور کنکم کلا کر
کنٹھی کویلاں کا منا گل گوایا

ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنبش کا
ہوس سوں ہرنے بن ہزاراں ہلایا

سہلیاں سوں ہاتاں میں ہاتاں سُہایا
سُہیا صف ستارے ثریا سُہایا

قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں
قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا
(ج)

۲

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کھلایا ہے
بندا ناریاں کوں پھل چنڑیاں کمل کنچوکیاں سِلایا ہے
سُرنگ پھل پیالے شبنم سوں دُھلائے بھر گلابی رتس
سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہت دے پلایا ہے
دلیس جوں بلبلاں تل تل تلاں ناریاں کی نرگس پر
پرم سے پر ملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے

تر و تازے طراوت سوں کمل گلاں ناریاں کوں
بنداون تافتی ہر یئے اُپر پھولاں پُھلایا ہے
بھونر پھولاں کے بچھڑی میں ہو کالا جون کے کوئل ہو
ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کو جُلایا ہے
چلانے تھے بھنور کے بھر رہے سَر ون سجن کر کہہ
کلیاں مکھ موڑیاں سو پھر خدا ایکجا ملایا ہے
کچیاں کونلیاں کنواریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آ
محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے
(ج)

۳

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سو یوں گھر آوے
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے
مو امیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے
گھنگر والی لال پیالے منے مد بھر کے پلاوے
سبز صورت سو سبز باغ میں شہتی گھن اَنچل سوں
کوکلاں نادسوں چوندھیر کھنچنی پیاری نچاوے
چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں
روم تاراں ستیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سروقد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
پریاں حوراں ستیں ملکر سری راگاں ستیں گاوے

آئی مشاطہ نگاراں مو نگاری پری تائیں
قدرت اس ہونٹ مٹھای تو نبات اس کیاں کھلاوے
نبی صدقے قطبؔ ایسی کرے نوروز رنگیلی
آبِ کوثر خدا حضرت کے ہتوں منج کوں پلاوے

(ق)

بسنت

۱

بسنت کھیلیں عشق کا آ پیارا   تُمیں ہیں چاند میں ہوں جوں س
نچھل کندن کے تاراں انگ جھونا   بندی ہوں چھند بند سوں کرس
بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں   کہ اسمان رنگ شفق پایا ہے س
شفق رنگ جھینے میں تارے تگٹ جوں   سُرج کرناں نمن زر تار
پیا پگ پڑ ملا کر لیائی پیاری   بسنت کھیلی ہور رنگ رنگ س
جوبن کے حوض خانے رنگ مدن بھر   سورو ماروم چرکیاں لائے دھ
بھیگی چولی میں بھیٹن نِس نشانی   عجب سورج ہے کیوں کرنس کوں
بسنت ونت چھند سو کند گال اوپر   پھولایا آگ کیسر کی بہ
نبی صدقے بسنت کھیلیا قطبؔ شہ   رنگیلا ہو رہیا تر لوک س

۲

پیارے بسنت کا ہوا آئیا   سکیاں تن مشک زعفراں لا
(کرم خوردہ)   کہ جو ندھیر ہر یار رنگ ہوا جھ

که جیو اس تھے جیون کا رس پائیا (کرم خوردہ)
که کوئل پرم ناد اپنا سنائیا (کرم خوردہ)
سُر رس مور آواز جگ کوں رجھائیا (کرم خوردہ)
گلالی رنگاں کے برن بہو جنس سون چھبلیاں رنگیلیاں کے قد بر سُہائیا
نبی صدقے ائے قطب شہ اس بسنت میں رتن میگھ برسن عجائیب دکھائیا

(ج)

۳

بسنت آیا سکی جوں لال گالا کسم چولا (کرم خوردہ)
پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں مدہر اس دے اَدھر پھُل کا پیالا
پیاری ہور پیا ہت میں سوہت لے سرو بن میں نھڈیں گل پھول مالا
کنٹھی کوئل سُر رس ناداں سناوے تنن تن تن تنن تن تن تنا لا
گرج بادل تھے دادُر گیت گاوے کوئل کوکے سو پھُل بن کے خیالا
سدا سیوا کریں ایسی گسائیں دَلِدّر دور کر کرتا نہالا
نبی صدقے ہوا قطبا ترا جینت دندیاں سینے میں سلتا دُکھ نُہالا
(ج)

۴

پیاری کے مُکھ میانے کھیلیا بسنت پھولاں حوض تھے چر کے چھڑکیا بسنت
بسنت باس چُن چُن کے چنڑی بند ہے جواہر کے لہراں سوں آیا بسنت
جوبن حوض میں نور تن رنگ بھرے بسنت راگ گاوسہایا بسنت

رنگاں پدّماں کے بندے گلسری — گلے گل لڑاں سوں دکھایا بسنت
نوی بالی کونلی کدم میں بُجھے — پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت
بسنت کی خماری نین میں بھری — ہنڈولے نین دل ڈلایا بسنت
بنی صدقے بیں ہوں محمد غلام — نوی ریت سیتی رُت ملایا بسنت

(ق)

۵

امنگاں سوں بسنت آیا نورانی
کریاں کسوت سکیاں سب آروسانی
بسنت کے پھول کھلے ہیں اب رنگیلے
ہوا حیراں دیکھ اس تائیں مانی
کُنتل کے جھولے سُہتے ہیں اُو مکھ پر
کہ جوں پھُل پر ڈُلے بھونرا سو گیانی
چھڑک چرکیاں سو شہ پہلے بسنت جب
پلاوے نیہہ مدتب شہہ کی میانی
کوہک کوئل بسنت کے راگ گاتی
کہ پائی ہے اے رُت میں سُک نشانی
ہوا آکر صفا پھُل کوں توں دے
کہ دیکھ او نقش ہوئے حیران مانی
بنی صدقے قطب شاہ تائیں جم جم
سہاویں رنگ بھرے خُشناں سہانی

٦

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت
نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نور تن کسوت کیئے ہیں رنگ رنگ
سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت[1]

سارے پھولاں تیئں بسنت کا رنگ مہانی کیا
گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے
پُھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت

سُور کار نج میں بسنت کا رنگ جھکتا نور سوں
ہور چندر کے حوض میں چندن سوں بسنت

ترنیاں چڑ کے ترنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کِھل کے اب باساں تیں گایا بسنت

جھین چنڑی پر تگٹ تاریاں کا کر آئے انگن
چر کنارے کے تیئں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بُھیج پر پلو کریوں سٹے
بجلی چڑ کے ہاتھ لے تھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چرکیاں کے نیر بند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ[2]
اس گھر ابراں کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت[3]

---

[1] ج: سرو مینا میں سو شبنم کا سُرا پایا بسنت
[2] ج: چرکیاں کے تیر بند تھے سب فلک پکڑیا ہے انگ
[3] ج: اُن گھر ابراں ستارے موتی برسایا بسنت

موتیاں یاقوت گھر گھر ڈھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سم کا دکھلایا بسنت
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں
تیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت
(ق، ج)

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید
شہ درس دیکھت ہوی حوریاں کی عید
شاہ درس سیتی گمیتاں کامنیاں
دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
شاہ کے مُکھ سُور سوں ہر دم حضور
رنت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس
شہ کی بیٹھنن سوں ہے مستوریاں کی عید
ناریاں چَک پر چُمن دے شہ کرو
لعل اَدھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید
لعلِ خوباں بنب حبب اُیماں جو پائے

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کی دِشٹ تھے
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
(ج)

اتبار (اتوار) عید

(ا)

قربان ہونے شہ اُپر آئی اہے اتبار عید
عشرت کے پردے لیا رچے مُہتر سوں شہ کے دار عید
گھر گھر خوشی ہور عیش کا سنچر ہوا بھو دھات سوں
ہے آج جگ خوشحال سب ہوتی ہے ٹھارے ٹھار عید
امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
مطرب انند، عشرت ندیم حظ داس ہے ہور یار عید
مد شوق کے پیالے سیتی مستاں کو سب مستان کر
دے نُقل تل تل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید
قدسیاں سب ہی آسمان کے مہماں ہو شہ گھر آئے ہیں
جگ میں اچنبا ہو رہیا دستے ہی یو ادتار عید
بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید
صدقے نبی کے قطب کوں لبدا انے کر اپنا کرے
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری جو نار عید

۱ جدید ا

عید اور موسیقی

سدا ہوئے شہ بزم میں ینہہ انند
کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند
سنوارے گگن سے رنگیلے محل
رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند
سجن کے جشن میں سورج سے بھگت
دکھاویں عجب دیسے سوں چھند مند
سب ہی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں
پنچتے ہیں اس ساز تھے جیو کے چھند
گر بجتے ہیں اس دھن تھے ساتوں گگن
جگت رقص کرتا نہیں کچ گزند
نہیں بزم اس سار کا ہور کئیں
نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند
نبی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس
کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند
(ج)

عید کی مسرت

عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں
سالاں کے غم بھاناں سب ہی اس عید میں

فتح وظفر ہور عیش ہے اس دن منے
نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں
ایسی خوشیاں پر لکھ گھر نیوا ریاں
روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں
چندا سورج لیتے جھلک اس دور میں
پائے شرف پر جاں سب ہی اس عید میں
جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے
گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں
اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں
رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں
قطبؔ زماں کے سب گناہاں بخش اللہ
پکڑیا علی داماں سب ہی اس عید میں
(ق)

بادشاہ کی سالگرہ

(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا — کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا
محمد کے میم تھے مود مانگ کریں — علی عیں عادل علم کوں اچایا
الف آسماں آسماں گیر بند کر — حسن ہور حسین حُسنِ حاجت دلایا
قمر قاف قبّے اوپر جلجگایا — پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا
گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے — حمائل سو ہے حمد کا حق نہ پایا
توہی ہستی کا ہانس منج گل نہ باکر — نبی ہاتھ نابات نیکا چکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں   قربِ قطب کوں قاف قاسم

۲

نبی کے دعا تھے برس گانٹھ آیا   خوشیاں کی خبر کے دٗمامے بج
پیا ہوں ہیں حضرت کے ہت آبِ کوثر   تو شاہاں اوپر مج کلس کر ب
مرا قطب تارا ہے تاریاں ہیں نچھل   تو مج پر فلک رنگ کا چتر چھ
فلک دور نمنے سو منڈپ اُچا کر   جڑت سب ستارے سو اس پر جڑ
کلس دستے تھا بناں اُپر چند سورج   وو جھلکار نوراں سیتی جھلجھک
سورج چند اپے تال ہو کر بجیں نت   مندل ہو فلک ٹم ٹمایاں بج
کرے مشتری رقص مج بزم میں نت   برس گانٹھ میں زُہرہ کلیان گا
کلیاں عشق کی مج ہیئے میں کھِلاکر   پھولاں غم کے دل بوستاں تھے گنوا
مرا گلستاں تازہ اس تھے ہوا ہے   مج اس باغ تھے میوہ دم دم کھِلا
دندے دشمناں کوں سو یک جا ملاکر   سو اسپند کے پاتراں کر نچا

خدایا معانی کی امید بر لیا
کہ جیوں سانت کے میںہوں تھے جگ اگھلیا
(ق)

۳

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا   سہس شکر توں برس گانٹھ آیا

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر
اماماں دعا سوں طناباں بندھایا

گل مصطفیٰ سیتی سہرا گندھاکر
مج اس گل کا سیرا حمائل پنایا

دعائے علی تھے میرا جی چڑھاکر
اپن سایہ سوں سایہ باں مج پر چھایا

ہر اک روم کی جیب سوں شکر کر توں
کہ تج بھاگ تارا شرف سوں نپایا

معانیؔ محمد پر صلواۃ کر توں
کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
(ق)

۴

نبی نانوں تھے پھر برس گانٹھ آیا
نوے فتح خبراں شہاں کوں سنایا

نبی کی غلامی تھے ہے تاج سر پر
شہاں تاج پر تاج تیرا سہایا

پھولاں کے منڈپ اور گانڈے کی تھاناں
کہ ساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا
او پھولاں جڑت قرص حمائل پنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلے کی باٹ
اے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے
سب ہی تاریاں میں نکٹ ہو دیایا

چھتر کا کلس سور کیلی نوا چند
سو اس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

سورج چاند تارے بھرے گھول گھولاں
فلک تال مندل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہور پان کا
عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں
کہ باقی پھولاں کی روتاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
اناراں او گل نار منج ہت دلایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک
کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اُپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد ستیں گنایا
(ق)

۵

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج
علی کے مہر تھے مجلس سو کُچ کُچائے آج
رحیم ابنر کوں ستاریاں سیتے سنواریا سو
منڈپ پھولاں کا محمد کے سر اُچائے آج
سُو لکھنّاں سو سُلکھن گھڑیاں میں امرت بھر
سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج
جو سہرا میم محمد کا سر چڑا میرے
علی کی لے کے حمائل منج پنائے آج
سینے کے صدر اوپر پھول گیند جوبن کے
ہزار چھند بنداں سوں سکیاں رچائے آج
صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا
سُہیل ساقی ہو منج مدپلانے دھائے آج
فلک طبق میں مَلک نقل بھر ستاریاں کے
چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج
سو لال گلال طبق میں سکیاں کُھل نہہ بھر

گگن طبق میں سورج چاند کے سو کانسے دھر
کہ زعفراں و مشک رنگ رنگ بھرائے آج
نیجھل نرمل کا جھلک جوت جگ میں یوں دِستے
کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج
فلک بدل کے مندل کر ملک نے سور چند تال
نچا ستارے سکیاں منج کوں ہم ریجھائے آج
ندی رو ما ولی موتیاں کی آرتی بھر کر
سو زُہرہ مشتری کے ہت پلائے آج
سدا ہے داس محمدؐ قلی محمدؐ کا
علی کے مہر ستیں سکھ انند پائے آج
نبی کے صدقے قطبؔ منگ مو د علی کن تھے
سو مہربانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج
(ج)

۶

گھڑی امرت منے ساعت، سُلکھن دیکھ اختر سوں
گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مُہتر سوں
محلاں میں ہر یک جا دیا خوش زیب و زینت لا
چِتارا ہو عطارد آچتر ہر یک بچتر سو مندر سوں
کریں مل رقص آحوراں ہر یک نرمل چندر سُوراں
جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آمشتری زُہرہ جو لیکر چنگ نوا چند کا
اُتر کھن تھے امنگ سوں آجماویں راگ کنٹھ سُر سوں
سو دیکھ حیراں ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
اپس سُدھ کھو کے بیچارے بجھاوے نین انبر سوں
مہکتی ڈور پر مل بھر زمیں آسمان سب یکسر
دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہیر سوں
علی اثنا عشر سوں مل دعا کر قطبؔ شہ تج تئیں
گرہ بائے بسا سو[(۱۰۰)] کا بنی کے اسم اچھر سوں
(ج)

۷

ملائک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
سماں ساتو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
کرم کر پنجتن بارہ اماماں چاردہ معصوم
برس لکھ کی برس گانٹھ آج آپ چاواں سوں پاتے ہیں
سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیا سجدہ
ملک امین کہہ کر سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں
نکت مصحف کے تارے ہور ہیے خوباں کے مکھ پر کے
برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سُہاتے ہیں
سورج چند آئے مہماں ہو کے مہمانی ہوئی شہ گھر
خوشیاں سوں ناچیتاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھیر تھے
کہ یا انبر کے سینے کوں ملائک مشک لاتے ہیں
قطبؔ شہ کوں مُیاکر کر دیا سوں پنجتن دائم
حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے چلاتے ہیں
(ج)

۸

خدا ہور مصطفیٰ کی دِشٹ سوں آیا برس گانٹھ
بسا سو[(۱۰۱)] برس گانٹھاں کا خبراں لیایا برس گانٹھ
بڑائی چودہ اماماں ناوں سوں منج سر بندو سہرا
نبی دولت تھے عالم کوں ہرا بھایا برس گانٹھ
سہیلیاں مل گلالی گُل حمائل منج پنا دیئو
حمائل قرص چندر سور دکھلایا برس گانٹھ
اُچائی پھول منڈپ پیار سوں پیاریاں نویلیاں
دعا پھولاں کی خوشی جوں سہایا برس گانٹھ
بجاتے دِن دِنا تِم تِم پلاتے گاوتے چھند سوں
خوشیوں پاتراں انچل کوں نچایا برس گانٹھ
محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال
سو موتی ڈھال دریا کا جھمکایا برس گانٹھ
جداں لگ سُور ہے کرتوں برس گانٹھاں انند سوں
شہاں میانے محمد قطبؔ لیکھایا برس گانٹھ
(ق)

۹

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ — سعادت ستارہ دکھایا برس گا
جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے — تو مہتر سنیں پان دلایا برس گا
مُگت موتی منجا بندی مانگھ سیتی — جگے جگ نباتاں بٹایا برس گا
سورج میگھ انبر کنکریاں کے جھیلے — چندر کے نہالاں سوچھایا برس گان
امولے نین میں رتن مول راکھے — او شیریں کی شیریں دلایا برس گان
نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گان
(ق)

۱۰

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سہاگن سکیاں میں سہایا برس گانٹھ
جوبن کے طبل مل بجادو نویلیاں — سبد تال مردنگ بجایا برس گانٹھ
رنبھا پاتراں ناچتے بردبارہ — .... ماراں نپایا برس گانٹھ
نین چھند درپن میں دیکھے نشاں — تو اَپ چھند پیالا پلایا برس گانٹھ
ہٹوں سوں نہنی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گنایا برس گانٹھ

نبی داس نن پن تھے ہے قطب شہ
شہاں میانے شہ کر لکھایا برس گانٹھ
(ق)

جلوہ اور دیگر رسُومات

(۱)

رم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے　　اُسے چند سُور سوں پریاں سنگارے
سہاگاں بھاگ پُھل مستک کھلے ہیں　　سہیلیاں آرتی تارے نوارے
رچاو تخت جلوے کا خوشی سوں　　کہ چوندھیر چوک موتیاں سوں سنوارے
چڑاؤ تیل اب ساتو سُہاگاں　　مشاطہ ہو کے زُہرہ ہست لگارے
پلا شربت دیو دہاتاں میں بیڑے　　بنداو ساریاں موتیاں کنارے

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں
خدایا رکھ جداں لک ہیں ستارے
(ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلاو سدا　　سو عاشق و معشوق ملاؤ سدا
نَین میں دھرو سائیں کے دھیاں کوں　　پَرم کے ہنڈولے جُھلاؤ سدا
مری نین پُتلی سدا نیر میں　　مہا جل موں میں کھلاؤ سدا
سُو بالی کی چوٹی گندی چاؤ سوں　　مشاطہ عشق ہت کھلاؤ سدا
ملی کونلی پیاری پیارے سیتی　　اپس میں اپے سب ہلاؤ سدا
مجازی پیالا سو کیا کام آئے　　پرم مد حقیقی پلاؤ سدا

نبی صدقے قطبا نویلیاں سوں نت
وَقتُ اپنا نِس دن گماؤ سدا
(ج)

(۳)

یں تیرے کاج جلوے راگ پایا تو کارن چونپ سوں س
انند کے موتی مانک تخت سنگارے گلے میں ہانس عشر
رنگیلی مہندی ہت ہور پاوں لاکر گُندن کلیاں کے ہاراں خو
سہلیاں سا تو گُل کنٹھ مال بایاں پیالے عیش کے سب ک
نبی صدقے قطبؔ ہنت سندریاں سوں بدھاوا رات دن مَ
(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گائے عشق سیتی جیو پاتران کو
جوبن جو کہ پرم جیو میوہ دل کا اُو پدمن کوں ٹیلا کر چت
طنبورا وکنگری میں اِپ راز گاکر دو تن ہت سوں پیالے میں مدکو
سُنے کے طبق میں جوبن پھول گیندا اُس او پر دو کچلے بھونر خوش
سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالہ انچل ابر میں جھمک بجلیاں د
بھواں خم سو مج پاوں پڑکر ہوئے سو نین مستی سیتی پیالا
قطبؔ پنجتن کا غلامی قبولیا تو اس عشق انگوٹی میں پند سو

(۵)

(کرم خوردہ) (کرم خوردہ)

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا نین پھانسی سب کر موہن من ر

رکھے جب کجل آپنے نین میانے توسو کیاں کے پاوک چھنداں سوں بجاوے
جو آوے سورج نمنے سنگار سوں تو ہر بال تھے راگ نہہ کا او چاوے
جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں سو دھن کے گلے ہانس سہر اسہاوے
کنگی کوں بہت ناز سیتی پکڑ کر عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

نبی صدقے او ناری قطبؔا سوں میلی
کہ جس کے سو بھاواں جگت من کوں بھاوے
(ج)

(۶)

بھاگن بھاگاں کا جلوا گاؤ تم اس سہاگاں کے سبد بجاؤ تم
منجے پھولاں میرے دل میانے رہیئے عشق چوکی پر چڑا پلاؤ تم
نورتن منج عشق کے چوکاں بھرے موتیاں لہراں کے اتم سجاؤ تم
پھل ہنسی ہاراں کلی آنند ہے جلوئے کا شربت پلاؤ سبھا ؤ تم
دن دنا گرجے جوبن بادل نمن کنگناں جھنکار منج سناؤ تم
رات کی بے خوابی میں پایا رتن خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیاؤ تم
قطبؔ شاہ بھاگی نوے مندر چلو ننھی بالی تال سوں نچاؤ تم
(ج)

پیاری کا جلوہ

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلجو ناداں سوں
عشق کی داونی لیاؤ بجاو عیش تاشاں سوں

ترازو عشق جو کھی ہے پیاری آنکھ آنکھو ستیں
عشق کے ڈاؤ یک یک کھیلتی ہے ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمدُ لِلّٰہ میری پیاری ہے پیار ہی
عشق کا شرط لکھے ہیں شرطا سوں تیرے ناداں سوں

عشق گوہر چڑائی ہے اپس کی دادنی میانے
اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں

عشق کی باٹ میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم
پری پر میانے ہلجیا ہے مرادل بنہہ پر یاں سوں

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے
تتھیا ناچتے گاتے بجاتے سبد تالاں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا میرے تئیں مدبھری پیاری
محمد قطب ہت گگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں
(ق)

مہندی

امرت گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے
قطب زماں کے تائیں بھوگن سیتی پلائے

دیتے ہیں بارگاہ او جس رنگ میں سُہاتا
او ہاں نانوں لے نبی کا سورج شمے لگائے

صدراں ہیں زرنگارے تارے جڑے کندن اس
سُنتے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں ...

زہرہ نمن محافے روشن ہیں اس انگن ہیں
یا سُور کی ہے کرناں جوتاں سوں سر اُوچائے
سُورنگ رنگیلی مہندی بُہو رنگ سوں کلا کر
کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
سب پیارے بل کے پیاروں سوں جائیں شہ پہ بل بل
سب سندریاں سولکھیاں رنگ اس سوں نچائے
صدقے نبی قطب شہ تائیں سُہے اسے خوشیاں
جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تئیں ریجھائے
(ج)

لوازمات شاہی

شاہی تقریب

کسوت مکلل زر زری شہ آج سنگارے اہیں
گوہر سو تن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں
خوباں جتے دنیا منے خدمت کریں شہ کے کنے
یوسف صورت نازک نھنے چوپھر کھڑے سارے اہیں
کہکش دندے جوڑے رتن سورج کلس کنچن برن
زر تار کیاں دوڑیاں کرن نٹوے سو جوں تارے اہیں
تارے وہ فاضل سُور تھے جھکے اُنن کے نور تھے
دیکھ سب ملایک دور تھے حیراں بیچارے اہیں

بجلیاں کے ٹکڑے کرمیں دھرئی دھات کے چھند بند کر
کولانٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں
سُوکے دسیں یوں نین سنگ جوں کاڑیاں جیباں بھونگ
چُنگیاں ہیں ڈورے لال رنگ شعلے سو رخسارے اہیں
بُند مہندی کے ہاتاں منے گل لال جوں پاتاں منے
موتی جھڑیں تاباں منے جھل تھے سُمند کھارے اہیں
نٹوے گُلانٹی لاگ کئے ات روپ ونت ہور بھاگ کے
پتلی کمر کج پاک کی جگ من بھولا نہارے اہیں
سب مست گج کنبھیر جوں قد راست دھرتے تیر جوں
آہنگی ہیں نیر جوں بیگی منے بارے اہیں
ہوتا انند خوشحال سب نٹ گاتے ناٹک سال سب
بجتے طنبورے تال سب مندل کے دھمکارے اہیں
چنچل چتر بدونت فنی لک لک ملک جس درسنی
سو قطب شہ پیو بھوگن جگ جیو کے پیارے اہیں
(ج)

شاہی ہاتھی
(۲)

خدا کا ہست بہتا ہور چڑتا
دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا
انکس اُس سیس پر قدرت نوا چاند

فلک دور ہیں دو کھانڈہ تیرے
سینا دنت سوں دُرجن سینخ پکڑیا
اندو جھلکار سورج ناد بجلی
کپول اس کا گگن نمنے وِچترتا
تیرے حملے کوں ڈونگرتاب کیوں لیائے
کہ اُس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
ہتی سنگھ جو کوئی دُرجن جو آوئے
سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا
نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سو گنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

(ج)

تقسیم اوقات
(۱۳)

پہلی گھڑی سانتی کے منہ موتیاں سیتی نھانے پری
دُسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او اِستری
تیسری گھڑی باندے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
چوتھی گھڑی چوکاں رچے پیلاتی منج مدحیدری
پانچویں گھڑی پانچوں رنگوں اگ نادیکپڑ تان سوں
چھٹی گھڑی چھاتی اپر باساں سنگارتی عنبری
ساتویں گھڑی ساتو سکیاں مل کر بنداو چیر منج
آٹھویں گھڑی چھنداں سیتی اوڑے پون کا چادری

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے ین گنتا ہوں اب پہلا پہر
کنولی کے کیساں ہیں مہکے باس سو پھل کیوڑی
دوسری پہر دوپہری پھل اپ کن منے بائی سکی
اے مد منج کیا کام آوے مد پلاؤ کوثری
تسرا پہر اللہ محمد ہور علی کا ہے پہر
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری
چوتھے پہر آکر ملے قطبؔ زماں سوں پدمنی
صدقے نبی قطبؔ زماں ہے اس زماں کا انوریؔ
عشقاں کے آتش تھے کدھیں یک تل نہ بچوں معنیاں
کافر کے مکھ اوپر بنیا ہوں چھند ستیں عنبریؔ

(ق، ج)

راگ
(۴)

مگٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے
مکھارے راگ گاتی مکھّ لُہراں سوں سہاتی ہے
صباحی راگ گاکر منج صبا کے تخت بسلاؤ
دھنا سیری گاکے دھن منج کوں سُرنگ پیالا پلاتی ہے
مرے سنگ مل بجاتی سنکہ گاتی سنکھرابھرن
سری راگاں جو گاتی استری توں منج کوں بھاتی ہے
الاپے کانرا کنرا کماں بھوں کا چڑاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے نو گوریاں کا ملک جینتا
سو سارنگ نینی سب رنگ میں سو رنگاں سوں سُہاتی ہے
سبھی راگاں کے گل پُھل ہار بایا ہے سو ملہارا
جو گاوے رام کیری رام کر راون ریجھاتی ہے
سبھی راگاں محمد قطبؐ شہ کوں جم سُہائے تھے
نبی دولت شعر میرا شکر (کے) نمنے (ج) جگاتی ہے

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھوماں سوں جیو و تمیں راجے سدا
جم جم جیو و پت میت سوں آنند خوشیاں کاجے سدا
حضرت نبی کا ناؤں لے سب مجلس آرائی کرو
حضرت کے ناؤں سوں (تجے) مہانی شہ ساجے سدا
منجا اہے آسماں ہور تارے جڑے اس کوں جڑٹ
اس کے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا
بارہ اماماں ناموں سوں اس کے طناباں باندنے خُش
اس کی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
مل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چڑاو نیل تم
یاقوت موتیاں کے طبق اس آرتی چھاجے سدا
ساقی پیالا بیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں
نٹوا ہو ناچے مشتری ہت زُہر چنگ باجے سدا

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت میت سوں
صدقے نبی دولت بُخت جم راج کر راجے سدا
(ج)

عشق پنتھ
(٦)

دکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرد کام
رنگ لعل گلالی چو دے اس مُکھ تھے پیو جام
جلتا سو شمع بزمِ طرب میں نکو لیاؤ
ے سُور کے انگے ہوئے سب دیوے سو گمنام
عشاق کوں پیو یاد سوں مے پینا روا ہے
اس مُکھ کے عرق باج روا نئیں منجے آشام
عطار توں مجمر میں کِتا بائے گا عنبر
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرحام
شکر فروشاں کرتے کِتا نرخ شکر کا
نرمول شکر کا لذتاں پایا ہمن کام
مُکھ آیتِ تفسیر میں ہلجے علماں سب
عشاق سوں ہلجے ہیں تیرے لٹ کے سرک دام
تج حسن خزینا سو میرے دل میں کیا ٹھاوں
گنجور رکھن ہار کہیا تب مجے ایام
تج بندگی تھے سب ہی بندیاں ہیں سو بڑا ہوں

نابوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاویں کے اس انت
ہے طوق گلے قاف کہ قلّاب سو جوں لام
مو بات سو جا داروغہ سوں کیا کہیں گے کوئی[1]
او بات کوں سب جانتے ہیں خاص ہیں ہور عام
دو دیس میں جانے کے کریں عیش معانی[2]
دُکھ بھاؤ پیو مے کہ نہیں جگ کوں سرانجام
(ق، ج)

کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش
پیو تھے بن کر دیپے میدان خوش
ہات چوگاں سیتی جوبن گیند کر
کھیلو اپ سکیاں سوں تم سلطان خوش
حسن سوں نیہہ کا ترنگ چڑکر پھرائے
تج تھے پایا او ترنگ پدمان خوش
سینہ ناریاں کا ہے میداں اس کے حال
دو جوبن ہیں کھیلو تم جوگان خوش
ہر طرف رنگان سیتی کھیلتے ہیں پھول
کھیلو چوگاں اب کہ ہے بستان خوش

---

[1] ج: مو بات سو جا داروقہ سوں کیا کہیں گے کوئی
[2] ج: دو دیس میں جانے کے کریں عیش قطب شہہ

چھند زوروں سیتے جینتو تل منے
سو ہتا ہے تم (کوں یو) ارمان خوش
اب نبی صدقے قطب شاہ شوق سوں
پیار سوں لیایا ہے اپ مہمان خوش
(ج)

پُھوکڑی پُھو
(۲)

سکی تال دے منج ٹٹکتی کھڑی
کہ ڈھاں ڈھکنی کھیل کر ہٹکتی کھڑی
جو ڈھاں ڈھکنی کے کھیل کھیلن آئی دھن
نہ سِک پُھوکڑی پُھو کھیل مسکتی کھڑی
خوبی کے بنداں تھے بُجھے زرزری چیر
جیوں ابران میں بجلی جھمکتی کھڑی
سہلیاں کے گندنے تھے جن کاس باندھے
او شہ چرکیاں ستیں بچکتی کھڑی
سکی کن گنوادی بوجھی اُس کا نال
او چھند بندھ کارن لٹکتی کھڑی
سب ہی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق
جو بوجھیں اپس اپ لچکتی کھڑی
محمد شہ ہے اس زمانے کا شاعر

کھنڈی
(۳)

(ناقص الاول)

عجب کھنڈی ہے دو جگ میں کہ اس کھنڈی کی دولت تھے
اپن دل کے انندداں کے کریں جگ سروراں کھنڈی
منڈپ دے عیش کی مجلس بھرا عیشاں کی کرتے ہیں
جو ہر کھانا میں ہور جوتی دُراں بیچ سُمدراں کھنڈی
جتے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو دان پا سرتھے
امنگاں سوں کریں اپنے دلاں کے تج گھراں کھنڈی
ملائک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا نل تل
محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھنڈی
(ج)

ــــــ : موسم : ــــــ

برسات
(۱)

روت آیا کلیاں کا ہوار اج — ہری ڈال سر پھولاں کے تاج
مینھوں بُند کا لیو ہت پیالہ — روت ناریاں ساجیں ایکس تھے یک ساج
تن تھنڈت لرزت جوبن گرجت — پیا مکھ دیکھت کنچلی کس بکسی آج
ناری مکّھ جھکے جیسے بجلی — اَنچل بادک میں سُہے اس لاج
کیس پھول دِسیے ستارے اسمان — اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

چونده ھیر گرجت ہور مینھوں برست　　عشق کے چمنے چمن موراں

حضرت مصطفیؐ کے صدقے آیا برش کالا　　قطبؔ شہ عشق کرد دِن دِن

(۲)

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج
دُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج
لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش
تو سُرج اس رنگ تھے ہر رات جاوے لاج لاج
میرے اُتم سرو کوں رکھ تو سدا پُر آب سوں
بارِ رحماں، آبِ کوثر سیتی دے اس کوں رواج
تیرے مُکھ پر خسروی فرّ منوّر دِیستا
تو ہی ترکستان کے شاہاں دیوتے تج کوں خراج
تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے
رستماں میں تج کوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج
دو کھڑک جھلکار بجلی ہو کے جھکے کھن منے
کڑ کڑا پر گڑ گیا ہے سب ہی دشمن کا براج
بھنوں کماناں ناچڑا آپ لوچناں کے گوشے سوں
کیونکہ تج شاہی کی دِشٹی تل دسیں دو جے دو راج
آسمانی دور کا چوگاں لے چڑھتے شہ ترنگ
دور چوگاں جو ملجے گیند نیوں ملجے ہیں راج

اے معانیؔ توں دعا تھے ہور ریا تھا نا امید[1]

تج دعا با مدعا ہے کر محمد نمنے راج

(ق، ج)

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ

نمن شوق کا نین تھے میہہ چووے اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ

کہو داکھ جھاڑاں کوں میرا سلام تمن آرزو دل ہوا شیشہ کاچ

خوشی شادی سیتی ہمن بزم میں صراحیاں اُپر ساقی پیالاں کوں لاج

کِھلیا مدعا پھول مو باغ میں نکو آدو تن سامنے مو نہ جاچ

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر دو تن آگ میں تم پکاؤ کماچ

معانیؔ علی دم تھے خوش میں ہوا کہو مطرباں کو بجاؤ کماچ

(ق)

(۴)

سہیلی بنی نیلی رُوت میں شوانی

مگھا چھائے انبر رنگارنگ نہانی

سہے سیس انچل دھ نور جیوں گگن پر

مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی

پیاری کے خوبی بند مشالاں نگارے

بھواں کج سُہیں یوں جیوں اسماں سانی

---

[1] ج: اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رھیا تھا نا امید

عشق کے بَنے بن سو پک ناد گاوے
پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی
چمن ناد سوں تال دادُر بجاوے
جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی
گلالی ہیں گالاں پیالے ملہاری
نویلی نوی کو نپلیاں تھے جوانی
نبی صدقے ایسے مِرگ سال نت نت
علی کی دعا تھے چھتر آسمانی
(ق)

(۵)

انداں سیتی بھی آیا مِرگ سال
دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال
کنارے آسماں کے نتیں شفق رنگ
دندیاں مارے گئے اُچھلیا رگت لال
فلک نہیں گڑ گڑاتا مست ہے ہست
کہ شہ کے دُرجناں کوں کرنے پامال
اُنن کے دفع تئیں کچھ نتیں مجے کام
کہ آپی سپ چُھپے اس سپت پاتال
کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں
دندیاں مارن کوں لامور کے تس بھال

ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر
خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر نال
نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا
علی ہور آل دایم تیرے رکھوال
(ج)

(۶)

مِرگ سال آیا پھر تھے مِرگ نینی سنگاراں کر
جڑت مانگ بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر
بدل جوڑے میں کیوڑے پھنکڑیاں جھمکاؤ بجلیاں جیوں
چھپا گھونپے میں پُھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کوئل کے کہکارے
پپیہے ناد سوں مد پیو نت کدنا خماراں کر
ہریا شیشا ہریا پیالہ ، ہریا کسوت ہریا جو بن
ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر
بِچھل مکھ نیر پوراں میں مچھلیاں لو چین ترا چنچل
جو بن گج گرجنے اُوپر لٹاں بادل کے بھاراں کر
ہوا اپنا دکھا کر چونپ سوں کر ساز ملہارا
رِجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر
محمد قطب شاہ کے کنٹھ لگ نِس دن لگے جھڑ جیوں
دو جیں ات بھوگ گرمی تھے پُیسے خوی بُند ماراں کر
(ق)

(۷)

سہیلیاں مرگ ساں آیا ہوا سوں گرجنا اس کا شہتا ہے ادا س
مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر سکیاں تن کوں لگاؤ بہو صفا س
چُوا چندن اگر پَرمل سُہاوے سجن مجلس ہے رنگِ بے بہا س
طبق پھل پان کی پیاریاں بھرا دیں سنواریں چولی اَپ تن پر صفا س
پیا اپ من کی پیاری سوں ہے اک چت پلاوے نیہہ کا پیالا وفا س
گواؤ راگ برسانت اس ہوا میں سکیاں پیو کوں منالیا و میا س

نبی صدقے مرگ آیا انداں
کرو قطبا زماں اپنے پیا سوں
(ج)

(۸)

مِرگ آیا مِرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
مرگ ایسے پیالے میانے سے لعل تھے بھر پلاؤ
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سُہتے ہیں جیوں جواہر
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے نمنے
اس موتیاں کا سہرا گُند کر منجے بندا ؤ

رنگ بیر بہوٹی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
آنکاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
مردنگ نمنے بادل مردنگ ہو دکھایا
شہنائی دادراں کا دو جگت کوں سناؤ
برسانت کے پھولاں کا بھید یا ہے باس روں رلو
ڈھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنواؤ
اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
جم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ
(ق)

(۹)

گر قبا دیکھ مرگ چوندھیر تھے فوجاں کر لیاں بالیاں
مُکلل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
بھگایاں پھوی سوں چولے سب (مل) کے ہیں ہنڈولے سب
لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں اچھلیاں بالیاں
متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
جوانی کے اُلالیاں سوں کریں رِل رِل رلیاں بالیاں
کسا جو بن کسن ہیں تھے مدن اُبلا کے تن میں تھے
گھلاتیاں ہیں نین میں تھے چھبیلیاں پوتلیاں بالیاں
ہیں ابھرن جگمگیں چھن چھن گلے شہ کے لگیں چھن چھن
چلن ہیں ڈگمگیں چھن چھن ہویاں بھی باولیاں بالیاں

یکس تھے ایک ہیں جوتی دیکھت بھولیں جگت کوئی
خجل ہوئیں ڈھال کے موتی ڈلیں جب چلبلیاں بالیاں
نبی صدقے قطب ساتاں رہیں مل دیس ہور راتا
لویں سکھ اپنے من بھاتا چھنداں سوں نرلیاں بالیاں
(ج)

(۱۰)

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کوں
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں
وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو بادہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں
مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
جاہل سو دیں گنوا کر ہم دین پر سو ہنستا
اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں
دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نہ راکھیں
ڈر ہے اگر رکھے گا تج دور خار رستاں
بے ہوش میرے دل کوں میٹھے اُدھر جلائے
گلزار ہے عجب او دو لعلِ شکرستاں

مج عشق کے گدا کوں اورنگِ شاہی دیتا
سب عاشقاں مج انگے ہیں طفل جیوں دبستاں
روزی ہوا معانیؔ تج عشق کا پیالا
بھر پیے ہے ہر طرف توں جم شوق کے خمستاں
(ق)

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگار اوسکیاں
پڑتا ہے میگھ پھُوی پھُوی چولی بھگاوسکیاں
عطار باؤ بن میں پھولاں کے کھول طبلے
مہکار آچایا ہے پھر من میں دھاوسکیاں
جوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں ڈنڈاں پر اپنے
بازو بنداں کے سر تھے پھندنے پھُلاوسکیاں
اسماں ہور زمیں سب یک رنگ ہو شہاتا
ہے آج عیش کا دن ملہار گاوسکیاں
کر کسوت احمری سب سر پانو لگ مکلل
سورج شفق میں جیوں تیوں ہریک دپاوسکیاں
یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت
شاہ نول محمد تیئیں بھی پلاوسکیاں
نٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا متی کر
شہ کے مندہر انگن میں نٹ سوں نچاوسکیاں
(ج)

(۱۴)

مرگ مہینے کوں بلائے ملکاں مل گگناں میں
سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھر تیے انگناں میں
دھرت بند چیر جواہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر
بر بہوٹیاں لعلاں سوں اُترے ہیں یمناں میں
کوکے چوندھیر تھے میوراں ہرے بن چو طرفاں دیکھ
پنکھی رنگار نگی نعمتیں کریں مست ہو چمناں میں
ہرے صحرا میں نہ ہوئے لالی کلالاں نہ ہوئے بن میں
شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمرد لگناں میں
موہنیاں تازے طراوت سوں سُرنگ انگ کی ابرن
جُھونے بند چھند سوں لٹکتاں جو بناں لے جوبناں میں
امرت اوصاف سجل سات ہے ظلمات سوں بھیتن
یا پچھل دو بدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں
دیکھ عجب چھند و نین مج رہے حیراں ہو کہے یوں
جوا ہے کیوں لگناں اَپر سوں کھنجن کناں میں
کرنے نظارہ ہو کے پیاں مے مست سہیلیاں
میگ لمہار بھونرا گائے سو تن تن سمناں میں
نہ ہوئے مشکیں بھنوراں دو جو وطن کر رہیں پھل میں

سر تھے پگ لگ جو مکلل ہو زرینے منے سکیاں
من ہرن مج لبدایاں گھنگرو و ہور پیجناں ہیں
خوش نبی ہور علی کے صدقے غزل مرگ کی کہیا
سو قطبؔ نور سوں جم تمے کہ جوں سورج کرناں ہیں
(ج)

(۱۳)

سالاں بسال مِرگاں آنند سوں گجاوَ
جوبن طبل خوشیاں سوں ہت ہت نمیں بجاوَ
تج تن کے جلوے میانے جلوے کے راگ سُتھے
رجنی کے ہت پیالا مے سب کے تئیں لجاوَ
چنری جو چُن کے باندے اوچیرا اس کوں سُہتا
بتیس(۳۲) برن سازوں اب تن اُپر سجاوَ
اَپ کھونپ میں گُندے ہے کیوڑے کے پھول چھب سوں
چھند سوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تئیں لجاوَ
صدقے نبی کے عیداں جلوا ثمن سُہادے
قطبِ زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاوَ
(ق)

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج ابر پر عنبر رنگ ابھالاں کے
مِلا بر سیاحیات ہور خضر جوں دن جلنے جھالاں کے

مجھے پر برسیں جوں باراں انی سم میگ کے دھاراں
فلک لے ہت ہو نیر داراں چلے نیلو ہیں ڈھالاں کے
سُرج شہ بیت سوں ٹھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں
سو کھن درپن ہیں پر جھمکیں نہ جل عکساں رو مالاں کے

ناقص الآخر (ج)

مولود نبی اور مرگ

نبی مولود (آئیا) مرگ سال — دنیا ہیں نئیں سو حظ پایا مرگ س
بدل کے منڈ پاں چو ندھر اُچا کر — مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ س
زمیں تازی ہو ہنستی ہے خوشیاں سوں — عجائب کچ ہو چھایا مرگ س
فرش ہر تیبے پر موتیاں کے بچھانے — اَپے فراش ہو دھایا مرگ س
جہان ہیں خلق کوں یک دھیر تھے سب — کرو کر عیش فرمایا مرگ س
اَت اچھے میگ کا گلاب لیا کر — سینے پر جگ کے جھنکایا مرگ س

قطب مولود کرتا دیکھ اُمنگ سوں
نبی سُہیلا اَپے گایا مرگ سال
(ج)

موسم سرما

"تھنڈ کالا"

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا — پیا بن ستاتا مدن بالے

اے سیتل ہوا منج گمے ناپیا بن
مگر پیو کنٹھ لا کر ئے منج نہا لا

سجن مکھ شمے باج اوجالا نہ بھاوے
بھلایا ہے منج جیو کوں اُو اوجا لا

جو رات آوے چندنی کی مج کوں ستاوے
کہ چندنا منجے نیئں نین سوز با لا

مرے مَن کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا
منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ ما لا

نبی صدقے قطبا انند اس سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیوے جم مدپیا لا

(ج)

محلاتِ شاہی

خدا داد محل

خدا داد محل کوں محمد سنوارے
تو اس ہیں جنت کے نگاراں نگارے

بلندی محل کا ہے اُسمان جیا
سورج چاند تارے سو اس تھے سنگارے

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسا محل کوں
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے

جوں آٹھو بہشت نمنے آٹھو چھجے اُس
خضر چشمے بہتے ہیں تس یں سدارے

جگت کو جیاتاں بخشنے کے تائیں
جوں عیسیٰ کے دم تس ہیں بہتے ہیں بارے

سرج چاند پیالیاں منے امریت بھروے
بدخشی لعل سم کیئے رخسارے

اُنن مکھ یمن لب عقیق یمن جوں
سو مکھڑا سُہیل آ کے تابش سٹیارے

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں
سرگ اچھریاں پاتراں سُور سارے

فلک تھے جو زُہرہ زمیں پر سو آ کر
نچا کر بجایا چنگاں کے دھمکارے

دیکھاویں ارت ہت نین سوں تو کر ئیے
فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے

رنگ اسمانی چینڑیاں چھبیلیاں سو بندکر
سور مکھ کرن جھلکے نن کے کنارے

بھواں آسمانی کماں تس غلول اُس
دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اُتارے

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیار
خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے
علی پیار سوں قطب کوثر پیارے

(ج)

اعلیٰ محل

اعلا محل اعلا دسے اعلا خوشیاں مہتر گھڑی
اعلا سکی اعلا دسے جوبن گھڑی دو دوں بھری
انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل نمن
تارے تنگٹ پھولاں تہیں باندی ہے ساری زرزری
جب سیس پر ڈالے پلو چند نا چھتر تانی سکی
اے ساز کرشمہ سوں ملتی تب یو دسے جیوں شہ پری
تج بل کری کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحر سامری
تج مکھ کی لالی تھے دپے سورج کی لالی بھاگ سوں
تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری
مانک ادھر کے چشمے تھے شربت پنجتا جیو کا
اس نیر تئیں پیاسے اچھین یا شہ اچھو یا لشکری
صدقے نبی اعلی محل ہیں قطب شہ جم جم اچھو
جب لگ اچھیں اسماں کے چند سور زہرہ مشتری

محل کوہِ طور

کُہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا
تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند بہشت ہے
اس نور تَل چُھپیا ہے آسمان کا اُجالا

اس محل کوں سو دیکھت بُھک پیاس سب کا جاوے
جانو جھلکتا داں شہ مردان کا اُجالا

بارا بروج پر ہے بارا امام دِسٹی
تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

ہر اک کنگورا اس کا جام جہاں نما ہے
ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیماں
جو جگ پہ ہے رواں اس فرمان کا اُجالا

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دِستا ہے تِس پہ توران، ایران کا اُجالا

چند سُور اُنو بچارے بیتاب ہوویں دیکھت
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا

ساتوں سو مُلک میانے مانند نہیں ہے اس کا
اس انگے نار نمنے ہے کھان کا اُجالا

قدرت تھے سُور چند سوں بنیاد اس محل کا
سب کھان پر جھلکتا اس کھان کا اُجالا
اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں
جگ قبلہ ہو کے دِستا اس ٹھان کا اُجالا
ساتوں سو خسرواں کی پیشیاں دیا خدا منج
جم جھلکے تِس میں بیٹھیاں جانان کا اُجالا
ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں
ہر شہ پری سوں مجلس جانان کا اُجالا
قطبا نبی کے صد قے آنند کر اس محل میں
بستا ہے اس میں شیر یزدان کا اُجالا
(ج)

قطب مندر

شگکھن سعد ساعت سُوں سُرج چند اختراں خوشیاں
قطب مندر میں کیتے مل دیکھ امرت مہتراں خوشیاں
ملائک نور درسن کے، محلّاں باند درپن کے
دیکھت واں فرش رتّن کے لئے نوا بنر ان خوشیاں
سکیاں چند سار راتاں ہیں پیالے مدپی باتاں میں
کریں صریاں سوں ہاتاں ہیں پیالے گوہراں خوشیاں
نین جھلکار جا کھن پر دیکھت ہنستے سرگ بن پر

خوشیاں عیشاں انداں سب سُگنیاں سُن یہ چھنداں سب
رہیا ہو بستہ خنداں سب بھرا تر جگ گھر اں خوشیاں
نکل کھن تھے گھُر تل تل محل یا قوت مرجان ہل
کرین کھن سات ہو یکدل دُراں سوں سمدراں خوشیاں
سہیلیاں جب بچن بولیں نچھل نرمل رتن رولیں
پنکھی جیواں کے مرغولیں دیکھت کھولیں پراں خوشیاں
سیکیاں چمن بند کمل وینیاں بجاتیاں امرتیاں وینیاں
امنگ سوں باج ارت دینیاں سرج ہوین جنتراں خوشیاں
نبی صدقے قطب جس کی غزل صد ہور دو دِس کی
کھیا دے گرہ کن اس کی تو سن ہوتیں کن سراں خوشیاں

(ج)

بارہ پیاریاں

ننھی

(۱)

ننھی سر تھے اَپ کو سنواری عجائیب
مشاطہ پری ہو نگاری عجائیب
نویلی کے قد سم سرو کدنہ ہووے
کہ نو کھنڈ منے ہے پیاری عجائیب
بدن پھول کے رنگ ساڑی بندی ہے
سُہے اس کی موتیاں کناری عجائیب
تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے
نین من میں گھلتی خماری عجائیب
نبی صدقے قطبا رِ جھانے کے تائیں
بجاتا ہے تاناں دو تاری عجائیب

(ج)

(۲)

پرم موتی پُوایا ہوں سکیاں گُندو خوشیاں ستیں
کہ مُکھ روپاں کے جھلکارے جھکتے ہیں نوراں ستیں
عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او ننھی پیاری
چندا مُکھ پر نوے چنداں دیکھاتی ہے نوراں ستیں
کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی
کہ تج باساں کے مہکارے مہکتے عشقِ جاں ستیں
مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں
پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں ستیں
تیرے نیناں کی جھمکن میں سُہاوے بھید کاجل کا
لگے ناچاک دو تن کا نین کے منتراں ستیں
محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں
تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے شیّاں ستیں
(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلی ڈُلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی نیری مستی جو کھنا سُہاتی منج کوں
نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازو پیو کر ڈلاتی منج کوں
بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں
چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نیہہ سوں پنگاتی منج کوں
مستی بوتی نہنی اپ تن اوپر چڑاای
اے بوتی میں رُپے کا چندا دکھاتی منج کوں
خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد
شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منج کوں
(ق)

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سونا جانے ہنوز
تُو چِن کُجل جھمکیں وے بارے نہ پہچانے ہنوز
نیہہ پر سو مَن دھرتے نہیں شیشہ سر ابھرتے نہیں
پیالی میں مد کرتے نہیں مج عرض ناما نے ہنوز
امید مج تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے
معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز
نھن پن کے کھیل مولاں نہیں امرت اُدھر تولاں نہیں
مُکھ صاف میں بولاں نہیں اپ نرخ ناباتے ہنوز

قطب زماں کوں جاں توں تہہ کے بچن میں آن توں
دے عشق کیرے وان توں کیتا اُپس تا نے ہنوز
(ق)

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن
اس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سو پون
سو کا سوں کریں جو غصّہ و ناز کی بات
جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوئی جیو منگے اس کوں مگن
ینہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن
باغ کا ہے او سرو مانی خدا ارکھ اُس جتن
او بہشتی باس سوں کِھلتے ہیں پُھل سب جگ منے
اس کی باساں کِن نہ پاسے سب خطا ہور سب خُتن
جب گتاں کے بھید گنوائے ہیں نٹ نٹ کار سوں
اُو ہنکاراں ناد سُن کر گڑ بڑاتے سب پٹن
عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں
بھید اولے کر دکھاتے ہیں اُرت اپنے نین
تیرے مُکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی
جواہراں کیا کم تجے دستے ہیں تج مکھ پر بُھجن
چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھُپ
آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

یں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی توں آفریں
سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن
منج او پر کا ہے چڑاتی ہے بھنواں کا تم کمان
غمزے کے نادک سوں دیو اپنے ہونٹاں کا چومن
اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ تج نوں کمر باندے کسن
(ق)

سانولی

(۲)

میری سانولی من کی پیاری دِسیے
کہ رنگ روپ میں کونلی ناری دِسیے
سُہے سب سہیلیاں میں بالی عجب
سرو قد ناری ادتاری دِسیے
سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی سوں جب
او مکھ جوت تھے چند کی خواری دِسیے
توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں
کوئل تیری بولاں تھے ہاری دِسیے
تیری چال نیکی سب ہی من کو بھائے
سکیاں میں توں جوں پُھل بہاری دِسیے
بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں
و لے کاں ترے رنگ کی ناری دِسیے
نبی صدقے قطبا پیاری سدا
سہلیاں میں زیبا تماری دِسیے
(ج)

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

______________ (کرم خوردہ)

تو آپ حسن سورج سوں جگ کو دپایا

______________ (کرم خوردہ)

کہ تاریاں ہیں اُس جوت سیتی سُہایا
رنگیگی دھڑی اُس اپریوں سُہاوے
کہ آپ رنگ سوں جگ رنگیلیاں ریجھایا
چنچل سیتی رلیاں کیا آج رَس سب
انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا
ہنسے اس کنول مُکھ تھے جھڑتے ہیں موتی
تو اُس شاب سوں جگ جلمگایا
نبی صدقے قطبا سو مل مد سجن جب
پئے آپ خوشیاں سوں تو گل بانہ بایا
(ج)

(۳)

ننھی سانولی پر کیا ہوں نظر — خبر سب گنوا کر ہوا بے
نین چُلبلائی سوں کرتی ہے ناز — ہمن روں روں بھیدیا ہے اسکا
ہنسا جب کرے ناز ادجل سیتی — دسن جوت منج کوں دسیں جوں
ترا سرِ قد نکلے جب چھند سوں — اُڑے کھوپنے کا تج اُپر تب چنو
سُو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اُجالا دو کسوت تھے پایا انبر
موتی رنگ کا نمتنی پہنے توں — دیسے منج نظر تل بہشتی

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا
توں اس کوں کنٹھے کا پُچکا دو شکر

(ق)

کنولی

(۳)

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
لے بجلتی ہے ھلکنی میں پون جیون ہرن والا
عشق باساں سو پھانسے باگ کھینچے آپ دھن
کیس میانے پھل جڑی چوٹی منے دونا او بالا
کونلی مکھ پر بھوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اس ناداں کا لا
عشق بتاں تھے لگے ہے میرے نین میانے خماری
نئیں لذت منج چکھا کر میرے تن میں کر اُو جالا
کھینچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھج ستیں
انچل او جھل تھے نچاتی ہے نین پُتلیاں کا چالا
نور نن روشن ہوئے ہیں اسکے انگ کے رنگ سیتی
چاند سورج کے حمائل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ہے محمد قطب شاہ بندہ علی کا کمترین
تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پر آسمانی رومالا

(ق)

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن میں
تج قد سہاونا ہے جنت کیرے چمن میں
پلکاں نین تکے کر راکھیا ہوں میں تکے تئیں
جو پوتلی دو ہندی ٹک آئے منج نین میں
دو لب تیرے رنگیلے یاقوت کوں دیئے رنگ
لے بھیک رنگ عقیقاں رنگیں ہوئے یمن میں
خلوت میں گمنتے شہ جب ڈبتا ہے چاند کھن پر
چھب جائے سور نس میں نکلے جو شہ انگن میں
باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال
ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں
کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو سرلا
کونلی سکی کوں دیکھت میں شہ بھولیا دکھن میں

(ج)

(۳)

اتم پیاری نظر بازی منجے تج سوں کھڑی ہے
نظر بازی کوں منج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے
کندن رنگ پتلی کونلی ہور سروپ روپوں نویلی

گلالی نین میں تیرے سُمد پور موج مارے
سُرج سے گال پر دنت نورنن مانگ چڑی ہے
بہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل اتھہ
سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں گنونت پری ہے
کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری
محمد قطب سلطان سوں ہل مل ہت چڑی ہے
(ج)

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے بر منے
بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ بر منے
کونلی پیاری پہلی باری ڈاو ساری داو سوں
نین ناری رنگ دھاری مد خماری سر منے
نیہہ دھن کا ناز ٹھنکا پاؤں جھنکایوں سُہے
آس من کا عیش نن کا ذوق کن کا ہر منے
دو تی کاری دکھ تے کاری ہو کر گھاتی کرتی ہے
لاک چاڑی بوج پاڑی مج کوں اڑی در منے
اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے
بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے
(ج)

(۵)

کونلی بالی نیہہ میں اُوتالی کھڑی　　عشق او تالی سوں پیا تئیں مد بھری

ایک تل ناٹھرے پیاری باج کد ‏ ‏ چت سجن کے عشق لائی شہ
پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں ‏ ‏ من نیٹرے باج ادس تک تل گ
ساقی سچ مانو یقین یکچت سوں ‏ ‏ ہیں ہوئی دیوانی دل نج پتھ
صدقے حضرت مصطفیٰ کے قطب شہ ‏ ‏ ینہہ ہیں پایا ہے تج ایسی چھند

(ج)

پیاری

(۴)

سکیاں جا منالیاؤ پیاری کوں آج ‏ ‏ کہ سب چھند بھریاں کا اہے سیں
کہویوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں ‏ ‏ سنوارے و لے ناگمے تج
مدن آسنتا ہے گر گیاں کوں ‏ ‏ کرو داد اپیں آ تمارا ہے ر
عجائب ہے قسمت تمن حسن کی ‏ ‏ کہ اس تھے سہاتا ہے عشویاں ک
توں خوباں کا ہے روپ میں بادشاہ ‏ ‏ تو لیاے سب تیرے تئیں نیہہ
تمن مکھ کا نور جب دیکھوں ہیں ‏ ‏ ادیک چھن منجے سو برس کا ہے
نبی صدقے قطبا تھے مجلس سدا ‏ ‏ سہاتا ہے جوں حسن سوں ملک

(۲)

پیاری نہ کر توں سجن سوں منم
جو جاگی جوانی تو پھر ہوگی خم
یقین جان جگ میں اے بات ہے
کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

جوانی وجوبن ہے سب پاونا
کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم
میاآپ سائیں کار کھ اپنے دل
کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم
چھنداں سیتی سنگار کر آئی دھن
سُہے مُکھ اُپر خوی کہ جوں پھُل پہ نم
نہواتے ہیں سکیاں میں آپ حسن کوں
او چاے ہیں خوباں میں اپنا علم
نبی صدقے قطبا ہے تج نیہہ تھے مست
سُہے سب بُتاں میں توں اس کا صنم
(ج)

(۳)

پیاری تو بول بارے تج بول نئیں پتیارا
دِستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا
چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا
آو گھڑ کھیلاں میں دستی توں ساچلی سنپارا
پھر پھر بھنور کے نمنے تج باس ہوں تو لیووں
اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا
دیکھ دیکھ صندل کوں لانا مشکّ کوں (بھی) لانا
تو تن کی باس آتا سچلا جیا سنبارا

پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندی سوہت ہیں
کیا جانین پاچ ہور کاچ او ہندوی گنوارا
تُج بول ہیں نمک نئیں تیرے اُدھر ہیں رس نئیں
تیرے کنک ہیں کس نہیں ہور چوٹی ہے اندھارا
ایسے رتن رُسن سوں دریا تھے قطبؔ کاڑے
دو جگ ہیں اس کوں دائم ہے مرتضا ادھارا
(ج)

گوری

(۵)

سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب
اُو مکھ چند پہ چند کیاں ہیں لاجوں نقاب
اُو قد سرو نئیں ہے کُندن کا نہال
جھمکتا ہے تو اس تھے سورج کا تاب
توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی
تو چُوتا ہے جیون کا تج مُکھ تھے آب
رسیلے اُدھر ہیں تیرے مد بھرے
سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
کہوں زلف یا تازہ سنبل سہی
او مُکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
تری چال مدمست تھے لاجیں گج
نہیں ان ہیں ایئے بھد ہور ایئے شتاب

نبی صدقے قطبا سوں گوری ملی
توگل بانہ دے اس سوں پیوے شراب
(ج)

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی — چتر ناریاں میں دستی ہے چھبیلی
سُہیں تج پدمیاں کے روپ بزاں — کہ ہے چندر مُکھیاں میں تو رسیلی
بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی
برستا سیس تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی
نبی صدقے قطب شہ سوں او پیاری
پرا وا حسن کا کر آکے میلی
(ج)

(۳)

عشق کی پُتلی توں میرے دل کھڑی — تجے نیہہ کے پر لگے اے پری
سُہے ناز نیہہ پُتلی کوں نیہہ کا — عشق سوتے میں منج اُپر چت دھری
عشق کوپ سوں کھینچ باندی کمر — جوبن پیالا لے ہات میانے کھڑی
پرم کی سہلیاں کرو ہم سوں بات — پرم باغ میں سُہتی کسوت پری
تنے تن تیرے رنگ بھرے پھول ہیں — توں سیو رانی ہو سامنے ہے کھڑی
عشق صحبتاں میں پیالا پلا — تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
نبی صدقے قطبا کوں گوری ملی — للات اس کا ہے سورج و مشتری
(ق)

چھبیلی
(٦)

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا
کہ اُس بن نیئں ہمن یک تل قرارا
صبوری کوں نہیں ہے ٹھارا دل میں
صبوری کیوں کرئے سو کر نہارا
الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے
دکھائی گال اوپر تل کا چارا
بسے من میں سو اس کے خیال نِس دن
نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا
نین بہری چھوڑی سو کے دوڑی سوں
کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا
میا کرنا کرے معشوق اپے بو
کہونا کیا کرے عاشق بچارا
نبی صدقے قطب عاشق ہے تیرا
سدا مل اچھ نہو یک تل بی نیارا

لالا (ج)
(۷)

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا
برہ تھے موجیا جلا بالے بالا

بن بن ہے آلا موکر متوّا لا
منگے میرا خیالا صراحی پیا لا
ترختا (سو) چولا منجے باجے ڈھولا
ہوا ہے اَبولا مرا سائیں با لا
اُدھر کا پیالا دے ہو نٹاں ہوآ لا
توں کر پھول مالا تو تن جا وے جھا لا
مومَن تو سوں بھولیا گیا من سو تولیا
برہ راز کھولیا توں دے اُپ وصا لا
ہیں گاوّں یللاّ بُلے مَن تللاّ
ہوا من آلالا اپیں آ گلے لا
نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلا
بلا لیا بھولا لیا نوا ر و ملا لا
(ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لا لا
توں اپ ادھراں تھے منج کوں دنیا پیا لا
سرا کے سر نہیں اَو رس سُرس ہے
اُدھر رنگ میں حیات آبِ زلا لا
پھٹی جو بن جوانی بھیٹنی سوں
مو دل میخانہ پیالا دیو گگلا لا

خماری حسن کا ہے منج دینا بوسا
چمن گالاں میں دنت پھل گلالا
یون ماتی پیالے نین کیتی
تیرے ڈھلنے تھے ہووے ہیں متوالا
ترے روساں تھے ہوتی رات کالی
ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا
نبی صدقے رہے تج عشق میانے
قطبؔ سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا
(ج)

(۳)

پیالا لیو میرے اچھے لالا
کہ او پیالا ہے سورج بھی زوالا
نہ جاؤ پھر کہ آؤ میرے مندر
کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا
سنگاتی ہیں تمیں میرے جیون کے
لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا
ہوئی ہوں میں تماری نیہہ کی ماتی
کہ دیتا ہے وِنیہہ منج کوں آلالا
سجن تج عشق کے دھوپاں میں پیاسی
ہوئی ہوں منج پلا تج لب زلالا

نہ بھاویں منج رتن کے ہار پیاریاں
منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ ما لا
نبی صدقے قطب شہ کے سو اوپر
اوڑائی ہوں سکیاں ماوے روما لا
(ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آؤ لالا
تم اوپر تھے داروں گی جوبن سوبا لا

---- (کرم خوردہ)

میرے وصل کا دیو پیرت پیا لا
زر نیا سو میرا تمارا مُیا ہے
تمارے سو باہاں منجے کنٹھ ما لا
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ
برہ کی سو منج تن تھے جاوئے گی جھا لا
مرے جوبناں تھے سو پھُل باس لیوے
محبت کے موتیاں کا گل باؤ ما لا
کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا
تو میرا اپے ہے پرم ساقی آ لا
نبی صدقے دایم قطب شہ انند سوں
کرین بھوگ ان کے تنن تن تلا لا
(ج)

لالن

(۱)

چتُر ساقی کے ہت تھے لیو پیالا — نقلُ اس کا اَدھر پہ ہے حوا
مناوں گی اُدھر کا جھوٹا دیو منج — میں متوالی ہوں لالن متوّا
شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھتر تے — اڑا اَو منج پرت کا شاہ شا
بُجن پیرت کے کچُھ نتیں بُجنی ہے توں — مگر توں ہے سکی نادان با
(ج)
(ناقص الآخر

(۲)

نین پھاندے میں دل رہیا ہے ہمارا — اُو بند کھولے نا کھولے جیو کا پیا
——————— — اُس اوپرادک سو ہے اُو زلف با
کرم خوردہ
——————— — اُس انگے دِسے چال ہنس کا بچا
کرم خوردہ
——————— — نہ ہوئے پیو کے مُکھ کا ہے جھلکا
کرم خوردہ
کلی پھول تھے بھی ہے نازک اُو لالن — بھولے ہے او چھب دیکھ کر توہی تا
لگے پھول انند اں کے منج برگ کوں — کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگا
نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ نپتھ بن — نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ڈھ
(ج)

(۳)

ایس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا — کہ میں عاشق ہوں تج پر ہور مضموں
میا سیتی کرو چک چار میری — کہ بھیدیا ہے تمارا عشق روں روں
تجے دیکھن تھے پاوے سکھ موننن یں — کہ جھکیا ہے مرے دو نین میں توں
محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا — نہ کر چالے چتر چھنداں کے فن سوں
دو تن ہمنا سوں کرتی آڑیاں باتاں — او مور کھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں
نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا — قطبؔ شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں

(ج)

موہن
(۹)

اُو ہو ماتی مدن، موہن پیارا — پرم سوں کھینچتی آنچل کنارا
نگینا جوں کندن کے میانے سیڑے — سو دوں سنپڑا لیا منج کوں پیارا
پیا کوں پاؤں پر جیتا مناوں — نہیں وو مانتا کہیا ہمارا
یکیلی دیکھ منج انجانتی ہیں — کہاں میں سناس کر کرتا پکارا
تمیں منج تو لجاتی سیج اوپر — دلے دیو و اَدھر کا منج ادھارا

نبی صدقے کہی لیلیٰ میں قطبا
کہ ہم تم ہیم میں مجنوں بچارا

(ج)

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
بندہیا ہوں دل او چاتر چھند بھری گنونت ناری سوں

امیداں کے انجھو موتی کے راساں باتے ڈھک کے ڈھک
رین ساری صبا لگ منج گئی ہیں بیقراری سوں
کیاں کسوت سکیاں ہر یک برن کی اس چندر مکھ کوں
سہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں
اجھو دیتا ہے تج مکھ میں نشانیاں سائیں انگ سنگ کیاں
اجھوں گھلتی اہیں تیری نین نس کی خماری سوں
سجن کے نیہہ میں بن مست ہوئے نئیں کام حاصل تو
نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
پیا ملنے کے قصتے شوق سوں کثو رنگ رنگ سیتی
نہ کوثا جن کی دوری کے بچن نیہہ کی دکھیاری سوں
نبی صدقے ہوتے ہیں منج کوں لاباں کے اوپر لاباں
کتی ہوں نیہہ کا سودا قطب شہ نیہہ بھاری سوں
(ج)

(۳)

ہمن باتے ہیں حلقہ کان میں ہادے سو اس دھن کے
جکچ فرمائے ہم سرپر کہ حاجت ہیں تمی من کے
سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
دلے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے
پیا کوں دیکھنے مو دل کہے ہے آب زیور سوں

یکیلا میں نہ الجیا ہوں سو اس زلفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں سر سحر اس دو نین جادو وے پُر فن کے
اُسی تھے گل کوں چو پھر تھے چبے کانٹے سو تن سب کوں
جو تیری باس سنگ کرنے کئے پھولاں سو سب بن کے
برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کرنے تجے آتے ہیں سب گھن کے
کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں
گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے
تجے سوتے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے
نہیں ہے آج کل تھے پیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے
(ق)

حیدر محل

(۱۰)

حیدر محل میانے بنا بات گھول ساجے
دن دن انند سیتی طبلاں مدن کے باجے
اس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا
عشق کے پاتراں سب اس کاس دیکھ لاجے
سب عاشقاں کے دل میں ہے عشق پھول جلوا
پُتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سوں کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پیشانی اوپر
چو پھیر نورتن کے تاراں مندل سو باجے
چادر عشق کا اوڑے جوں بربھوتی دیسے
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لاجوں بھاجے
ماوے سو بردوبن کر برداں سوں ناچے نرسن
ماوے روماں اوڑتے ہیں راج کرتے راجے
صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر
حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے
(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے برد باندے
عشق کے راگ تاں یں بھید باندے
ترے کیس میں کنول ہور سور آوے
کمان بھنواں میں کاجل ساج ساندے
پچولی تنگ انگ یں نت نار نگ پنچھی
نین سو کاں سوں موچت نت پھاندے
سُنے جالی منے من میں الجھیا
عشق ناداں سوں نت آنند ترمخوردہ
توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کون پہ ظرہ
کتے کاندیاں بوجھوں نا بوجھے کامدے

نبی صدقے ملی حیدر پیار سی
اے شیویاں ستیں چت سوں چت باندے
ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا
قطب ڈاوں سوں بڑواں کاس باندے
(ق)

(۳)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسمان دُھرت پر نُصرت طبل بجاؤ
لیا سیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی
پیالے کی جُوت میانے سایئں صورت دکھاؤ
سورج طبق سے گالاں میں مے نُقل دھرو تم
پیاری پیرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ
نیہہ کے نہالاں میانے کنچک کے باؤ کے دیو
زُہرہ و مشتری سوں پاتر رنبھا نچاؤ
مہتر گھڑیاں سوں بادیں سینے اوپر کچویں
نابات دو دسیتی امرت گھڑیاں بھراؤ
پد میناں جیتاں ل شہ روپ پر بُھلیاں ہیں
اُن ہات قول بیڑا دے کر سکیاں آچاؤ
(ق)

(۴)

حیدر محل میانے جلوا عشق کا گاویں
ینر دانی تا نت چو ندھیر رنگاں سنیں بجاویں
اپ ہات میں بندی ہے جلوے کے ناد کنگن
نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری
(ناقص الاخر)

(ق)

محبوب

(۱۱)

دل چمن میں او پری ناز سوں دستی محبوب
سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب
پھل گلالاں ایسے گالاں تھے ہوا بلبل مست
رنگیلا جام لے اپ ہت منج کستی محبوب
تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجے جے
سر بسر ہے اسے منج عشق کی مستی محبوب
اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا
اُس اُوپر زرہ کمرات ناز سوں کستی محبوب

اے نویلی نہ پوچھے کوئی تیرے مذہب کوں
بہو مذہب منے مذہب ترا مستی محبوب
نبی کے داس پنے تھے ہوا ہوں قطبؔ زماں
اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا اِجستی محبوب
(ج)

(۲)

جگت حسن ہیں ہے ترا حسن محبوب
ہیں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب
تمیں بات دل جان کی بُوجتے ہیں
سُو کے قلم ستیں لکھ بھیجو مکتوب
ترا حُسنِ یوسف سوں کرتا ہے داوا
تری آرزو ہیں ہیں عاشق جوں یعقوب
ترے حسن کا ذکر مُوکل ہے تبی
مرے دل کے گوشے منے توں ہے مرغوب
اسی تھے شہاں ہیں ہوا سر بلندی
نبی کے غلاماں سوں ہے قطبؔ منسوب
(ج)

مشتری
(۱۲)

نین پُتلی ہم سوں کری ایک بات
نین بن ہیں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تھے منجے مشتری
عشق انت اِدھر میوہ تج کوں سہات
عشق تورے جوبن کی سیراں کرے
اَدھر تیرے کوثر کا پیالا پلات
اَدھر پر ترے ہے پرم کا نشاں
اَدھر چومنے تھے سو لاجے نبات
اجت چاند سُہتے ترے دو دو دل
ترا مُکھڑا پرم کہانی سنات
چُتر ناریاں ہیں چتُر پن تجے
کہ آپس کے من میانے منگوں منات
نبی صدقے ماوے چتر قطبؔ سیس
کہ رایاں منے قطبؔ تارا جنتات

(ق)

دوسری پیاریاں
بلقیس زمانی
(۱)

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حُسن ملک ہیں نا سُہے تجّ آج
تو چُمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے

سچی اس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج
تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہاتھ جوڑ
انن قول بیڑا دے کرو تم ساج
کنچک تیری کھنجن پہ کرتے بڑائی
تیری چوٹی گندنے ہوئے مشاط ساج
جوبن پیالہ دے ہت میں پیالا پلا
اَدھر نُقل سوں توں دے کر کال ساج
عرض داشت عاشق کوں معشوق پاس
عشق تاراں سوں تم بجاؤ کماج
ہے سرپاؤں لک توں کندن کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مُکھ مانج
نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کر خوشیاں سوں توں لاج

(ج)

حاتم
(۲)

نارى سُہے تج اتا لے چالا ۔ جھلکار ہی ـــــــ کرم خوردہ
سپنولے اُپر بھونگ سیٹاچام ۔ چھوٹے اَلکاں میں پھول مالا
رتن تھے اَدِک دِپیں ہونٹاں پر ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں سورج کوں پلائے چھند سوں پیالا

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — بِس میں جو سُہنے پڑیا اُج
ناریاں میں جو ناز بھاگ اچیل — رنگ سنگ سوں کرے پیالا نہ

نت پیوے علی کے صدقے حاتم
قطبا کے ادھر سے مے پیالا

(ج)

بہمنی ہندو
(۳)

اس بہمنی ہندو کا کس دھیر کروں شکایت
نئیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اُس حکایت
بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت
آساں اساساں تھے سب ہونٹاں سو کھے ہیں تج نین
نئیں ہے صواب پانی دینا تمن ولایت
اس شہر کی سور تاں کن نا دیکھیا نہ سُنیا
نا کوتوال قاضی نا کس کا ہے حمایت
غمزے کے سمند میانے تیر اتر ہت نہ دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت
آہاں اساس دل کا راہ خیال باندھیا
اپ ناز روشنی باتاں منج کوں ہوئے شرایت[1]
تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انپڑ نہ سکتا
تج حسن ... [illegible]

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا
تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت
نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہے جوش میرا
سٹ چھانوں عشق کا منج توں اپنی عنایت
تم یاد تھے ہوا ہے مو مور نمنے موتن
اب ناکریں تو ہم پر ہور کب کریں رعایت
کوئی نہ سکے معانی آپ کی پرت بیاں کر
پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت
(ق، ج)

ہندی چھوری

(۴)

رنگیلی سائیں تھے تو رنگ بھری ہے
شگرڈ سندر سہیلی گن بھری ہے
لٹکنا بجلی نمنے اُسں سُہاوے
وو ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
چندر مُکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں
وُتن میں توں سو رنگی جوں پری ہے
سب ہی حوراں نہ آسیں آج تج سُم
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
اُپجتا ہے تیرے مُکھ تھے جے شابی
ادشابی تھے سدا تج سروری ہے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
اُدہاں گاوَن سو زُہرہ مشتری ہے
نبی صدقے رہچھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں تو جیسی شہ پری ہے

(ج)

پدمنی
(۵)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑبُڑا پرشاب سوں
دو بُڑبُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنک ہے داب سوں
تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں رو۲ہ کر
سب عاشقاں میں منجہ اوپر راکھے چھب تاب سوں
جب ناک میں مکرا سہاگن ہیں آئی جلوہ میں
دو قفل دے منج گیاں پر سکہ کرے شب تاب سوں
مکوا جو لٹکائی بہونگ بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں ہلجائی منجے اس کمرے کے قلّاب سوں
قُلّاب سٹ من کوں کھینچی الک دوڑی سیتی
اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
ہستن، شلکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں

سُندر
(۶)

چندر مُکھ لعل لب میں دسن جوں تیرے تارے ہیں
کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
اگر یہ چاند اس آسماں کا کیں جگ۔ تو قبولوں کیوں
سماں کے چاند کے مُکھ میں کوں دیکھیا جو تارے ہیں
سُرج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
دلے پوچھیں جو مجکوں تو اس انگے او بچارے ہیں
کہے دیکھے کرشمہ کر وہ سندر نازنین منج کوں
تو اس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
سما آکاش کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو
بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں
سُرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج یوں
کہ جوں منگتے سندھر کن او گدا ہو ہت پسارے ہیں
ایسی سندر کوں پایا ہو خدا کے رحم تھے قطبا
جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوتے حیران سارے ہیں

(ج)

سجن
(۷)

سجن باہاں یکڑ دلو و ادھارا نماری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں — گھڑی تل تل تمن پر میں بل
مرے تن من میں نس دن یوں بسے شہ — تجی سوں جیونا میرا ہے
تمن مکھ جوت سوں سب ہیں اجالے — سورج چندا دیوے مشعل
تمارے مکھ کے درپن ہیں دیکھوں ہیں — جوں اسکندر کے درپن جگ
سکی تج ہیں اچنبا ہے اچنبا
نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

(اکرم خوردہ)

(ع

رنگیلی

(۸)

مری مٹھ بولتی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے
خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے
مری شیریں کنگھی کرتی کنگن بجتے ہیں ناداں سوں
رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے
نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں
نین خماری اپنے تن چڑھا دھن گن بناتی ہے
انچل جھلکار کی جو پناں چندر سورج تمن جھکیں
ڈھلک تار الٹک چالاں منے چالاں نباتی ہے
مدن گانٹھاں نوے جوبن نویلے تن اوپر سہتے
پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سوں رجھاتی ہے
رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج

نبی صدقے محمد قطب سوں مل اچ گڑی اب توں
چندا ایسی سہیلیاں تیئں سورج سا مُکھ دکھاتی ہے

(ق)

"نور کی مورت"

(۹)

کُجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چکر بالاں چندا مکھ پر جشیاں کا چشم پکڑے
تو فوجاں حُسن کے تلے جو بن گج مست ہو چلے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے
ترا مُکھ جام درپن ہے سو ہت درپن سکندر ہے
ولایت حسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے
مصور تج لکھے صورت نہ سک نور کی مورت
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے
چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھول بن میں
جُھڑیں پُھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر و خم پکڑے
عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں لسرن ہیں تج
للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے
معانی ختم کر اب توں سُنے جے کوئی ہوئے مجنون
جو یک شمہ سُنے تج سوں کدہیں نا جام جم پکڑے

(ق)

"کسبنا"

(۱۰)

لاج کے خوے بند اپر رات کا کہنے جواب
کیوں چھپائے بی نہ چھپ سے نیر نرل کا جواب
نکہ اچھر لکھئے مکھ اُو پر طرح صحبت کا جواب
آرسی دیکھ ہو گا تب خاطر نشاں تج باحساب
طرح صحبت باغ میں کیتی ہے نوں وضعی نوا
جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے وتاب
پیتی............ سوں بد تج کسبنا نانوں ہے
جیف میری عاشقی تج جیف معشوقی کے باب
مج محمد نانوں ہے معنیٰ سو بولیا راستی
آؤ خوش یا نہ آؤ خوش ہے نام میرا آفتاب

(ق)

ساجنی

(۱۱)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی
جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منج کوں پلائی
سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے گئے ہیں مجہ خبر
نین خماراں کا کھٹی ناز سوں سر تھے چڑائی

کیس میانے پھول تارے چاند سورج گندے ہے
پھول کیساں تھے دو جاں اسمان سچلا منج دکھائی
بھنواں میانے روس باکر کہتی پیالا پیو منج کیوں
نین ادھر کے نُقل سینی مج کھلائی ہے ملائی
گال گلالی او پرطرا پھولاں کا گند دھری ہے
گال برگاں نازک ہے ان کا ہواموں ہیں کھلائی
نور تن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے اپ
سو ہزاراں بجلیاں انچل چمک ہیں پہنچائی
قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
بنی صدقے گرد گرد ہو سب سکیاں کوں نچائی

(ق)

دوسری نظمیں

سراپا

(۱)

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا
تارے چندا اس یو خبر سب رین میں رہے گڑبڑا
سُو دھن کا مکھ جھلکاؤ تا لس ہیں سورج چھپ جاوتا
دن ہیں چندا نہیں آونا تارے تیئیں سب جھڑپڑا
سہیلی کا کھونپا ہے بدل بُند خوے جھڑے جوں مہوں نچل
دیکھت چنچل نیناں اُچیل بجلی تو جاوے گڑگڑا

بیچ بنر کوئی نہ آئے کر کوئی آگ پر نا جائے کر
باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا
دھن سیس پر پھولاں چڑے انبر جوں تارے جڑے
حوراں فلک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
ہاتاں ہیں لالی یو بسے کیتے شکارو سب کئے
خونی نشانی سچ دِسے عشاق لے جنگ سپڑا
صدقے نبی کا داس ہوں ہیں داس راسک راس ہوں
قطبا علی کا داس ہوں پکڑ کھڑا دُلدُل کڑا

(ج)

مست شباب
(۲)

سورج تارے دِپائی ہے سندر جنیدر پشانی میں
مگر دستا ہے عکس اس کا گگن سمدور پانی میں
دو باندی لال ساڑی لال پتلی چین کی چُن کر
دُھرت پر سُور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
رچی اپنی پشانی پر دو خونی خون کرنے کوں
کہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں
ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی
شکر نا بات کوں پگلائی ہے شیرین زبانی میں
سیکائی چال گج ہنس کوں کھلائی پھول بن میں
جواناں کوں نا خاطر لیانی مغروری سوں جانی میں

اُدھر امرت پیا جانوں سو مُکھڑا جیو پا جھلتا
سدا کیوں نا جیوے رہتا ہے آبِ زندگانی ہیں
بچن ہور بہوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہے توں
نبی صدقے قطبؔ ماہر ہے تیرے بھید جانی ہیں

(ج)

ادائے حسن
(۳)

یون سیتی ہت راکھی ہے اپ کمر
سورج چند نمن جھکے وو زر کمر
ہیں اس نور سوں لبد یا کیا عجب
دو جگ روشنی پایا کس نتیں خبر
تو دوری ڈراوے منجے دور تھے
وو کیا بوجھے مو دل ہیں ہے تو نگر
نہ ار دھنگ سوں سیس اپر بائے انچل
کہ جیوں ابر چھاتا ہے سور و قمر
اچھوں دور کرنا اچھوں فرق نئیں
وو صورت ہے میری نظر کا بھر
کہتے لوگ کھو جو حُسن حسن سوں
جو صراف ہوے گا بوجھے گا گُہر
منجے اپنا کہہ نہیں کہتے آپنا
کہو نا کہو ہلجیا تیرے منتر
مکر حیلے کی دارو نہ بھاوے منج
وو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
معانیؔ کی باتاں تھے جھڑتا نمک
جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر

(ق)

چنچل نین
(۴)

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب ہیں
دو مست شوخی سوں سہتے مسجد کیرے محراب ہیں

تج نین چنچل ...... کاں کر دو زلف سوں
کھیلیں جو دَھر تھڈی کے کوہ تج مکھ کے مہتاب میں
یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دو پے پڑتی چاند پر
یا مُکھ نورانی جوت بھرے ہیں نین کیرے شتاب ہیں
ہیں لشکری نیناں تیرے سب طور صلح کا کرے
کوئی ریس تس کی کیوں کرے سو دل کرے اسباب میں
نینو گھُلاتی سندری تب قطبؔ شہ کوں بھاوتی
مل سیج میں ریجھاوتی چوسار توں ہر باب میں

(ج)

"ہلالی بھوں"

(۵)

تج ابرواں کے چند تھے دِستا خجل چند عید کا
ساقی کہواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا
نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھوں اوپر
اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا
تیرے اَدھر پیالے کا مے شیرینی ہور تلخی دھرے
اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا
راکھوں نظر تج حسن پر صلواۃ بھیجو شوق سوں
توں میرے طالع...... کرم خوردہ ...... کا
سب سرو قداں میں کرے سو سرخوشیاں سوں سماع

کوئی آج لگ سمجھے نئیں تج حسن کے نکتے کے تئیں
معنیٰ نہ بوجھے عالماں ہر گز کدھیں تج بھید کا
تج مُکھ مِسّی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے
نا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا
تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے ہیں لکھنے میں نہ آئے
او نور ہے روشن بہوت نئں ہے سکت یک دید کا
تم یاد بن ہور یاد نئیں یک تل معانی کوں کدھیں
شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو وعید کا
(ق)

"مُکھ اور مکّا"
(۶)

سکی کا مُکھ مکّا ہور کیس کسوت جوں بنائے ہیں
دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
شُہے تِل حجرالاسود ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سو مکراڈول جوں پانی سے بُند موتی چوائے ہیں
سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
پون ہت قطب کے داعی دعا کر کر ہلائے ہیں
چنچل کی نین نفے حج کوں نشانیاں خوں کیاں دیتاں
مگر قرباں کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں
مِنا عرفات دھن جوبن نرے ہور عاشقاں حج کے
کیتے قرباں کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں

دیسے جوں جالے موتیوں کے پچھل جوبن پہ چنچل کے
کہ جوں طنبور دو تھانبے کا پَون سوں بھر کے لائے ہیں

(ج)

سروِ رواں

(۷)

سروِ خوش قد دیکھیا سب سرو کے بَن میں عجب
اس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
سروِ سروراں مراسر او پنچ ہے سورج نمن
اُو سورج کرناں جھمکتے مج نین کھن میں عجب
باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چل نہ سک تج چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
باغ میں سب.......... سرواں ڈلیں حیران ہو
سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کُن میں عجب
گُل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں
چند سُرج اس پھل لگے سب سُروکے بن میں عجب
سب پھولاں کی باس میں مہکار مج پھول کا نہیں
لذت اس جھلکار کا چُبیا ہے مج من میں عجب
یارب اس سرو رواں کوں ناد کھا بادِ سموم
کیونکہ اس کا نور دیستا دل کے درپن میں عجب
ترڑی دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اُپر

جان چھپا کر راکھوں معانی پاوتی دوتن نشان
طاق تُو چن میں چھپا اُو نور تُو چن میں عجب

(ق)

"چگلگر بال"

۸

پیاری کی چگلگر بال کوں پیری عجائب سو
بنا مالی کنا پالی رہیا تیری عجائب سو
غباری کا خطاں پڑھنے سو چشمک سوں آنکھی
قلم بال سوں ہت صنع رقم کیری عجائب سو
معلم سو سرن آئے دکھا حرف نوا خط سوں
جگا جگ میں ہوا بحث عنبری پھیری عجائب سو
نھنی کیس اُپجنے کا معما سو بو جو شیخ
کہ ہر کیس تھے لکھ وضع شراتری عجائب سو
سُہن بال چمن مکھ پر لٹک تیری سنبل جھلے
ادتولاں سوں کھیلے پھول سرنگ سیری عجائب سو
چڑھیا تیزی پکار اٹھیا سو چوندھیر کہ جیون برق
یون مستی کجل آنکھ میں چمک تیری عجائب سو
سکل کیس ملا کوپ بندی کوپ معانی پر
بچن کوپ دلا کوپ خبردی ری عجائب سو

(ق)

"کجل نینی"

ہمن سوں یاری یوں لائے پیارے
کہ یک تل ہم سوں مل سب کوں بسارے
پیا گل کُنٹھ مالاں تھے نہ سو ہی
کہ اپ جوتاں تھے کُنٹھ مالاں سنوارے
کوں پر مل چندن بیو رنگ مہکے
کہ اس باساں ہوئے سرمست سارے
کجل نینی تجے مستی سُہاوے
کہ تج نیناں تھے نٹتے لعل تارے
سو رنگ تنبول تج ہونٹاں بنیا توں
کہ قدرت ہت سوں پھُل پھنکڑی نگارے
ترے مکھ تھے دیسے ایسا اوجالا
او جھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے
نبی صدقے قطب سائیں سوں مل کر
کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نہ ٹھارے

(ج)

رُخ زیبا

چبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی کیا پُوتلی اس کہوں اپ نین کی

یہ دیکھیا پچھل کوئی اس سار صورت — سراؤں کتے زیب اپنے موہن کی
چندا سا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی گگن کی
نزا حسن پھل بن تھے نازک دیسے تو — نہ دیسے تیرے انگے چھب کوئی بن کی
نین تیرے دو پھول نرگس تھے زیبا — نزاکت ہے تج مکھ میں رنگین چمن کی
تیرے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے — رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی
نبی صدقے قطبا سوں اوپیو لمیا ہے — تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(ج)

تصویر حسن

نبڑ دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب
سو اوچٹ نظر میری اس پر پڑی جب
نویلی بیرت لاگے ہے ٹھیر نئیں مج
سکنی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرب اب
پیاری ہے نازک کلی جوں چپنے کی
تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اس کھب
دو رخسار اس کے ہیں رنگیں گلالال
او چلنے کوں دیکھ ہنس دریای کہے سب
او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے
چینے کی کلی جوں سہے نا سکا چھب
نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس
ادھر ہیں رسیلے کہ نابات کے چھب

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین آئی
قطبؔ کنٹھ لا کر چومیا اُس کے دو لب

(ج)

"کندن کی پُتلی"

نین ہیں پیاری کے جیسے مولے
بھنواں کی ترازو سوں بھوچھند تولے
کندن کی ہے پُتلی جیون کی ہے مورت
تو شہتی ہے امرت بچن اس امولے
چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے
سُگھڑ سندری جب اپس کیس کھولے
دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیپے تب
سکی جب اُدھر لال تھے موتی رولے
نین کوں کہیاں ہیں دو کھنچن پیا کے
نین کوئی کیاں چلبلاتے سنپولے
نظر جوت پایا ہے اس مُکھ صفا تھے
کھولے دل کو اڑاں جو پیو بات بولے
نبی صدقے قطبؔ کی دِشٹی کرم تھے
سکی مُکھ تھے جُوتی اہیں نور سولے

(ج)

"سجن مُکھ کا اجالا"

(۹)

سجن مُکھ کا اوجالا چند تھے آلا
اِدھر تھے چووے جم امرت پیالا

سپورن ہے کلا چند تھے اُسے کیتی
توسب جگ پر سیٹیا ہے اَپ اُجالا

ستارے نمنے جھکے کُن کے موتی
دیا اس رنگ سائیں مُکھ گلالا

دِیسے جوں دود چنداں اس ہیں موہن
سُہیّا جوں کہ نرمل چند بالا

جھلکتی ہے رَین الماس نمنے
سجن دیو اس صفا میں سے زلالا

چندن کے اونٹ چندنی ہے زیبا
(اکرم خوردہ)

نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب
(اکرم خوردہ)

(ج)

چاندنی اور خرام ناز

(۱۰)

چلے چندنی ہیں جب لٹک پیو ہمارا
اونن نکس دِیپے چندر تھے اپارا

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی
بِن سکّی پرت کچ نہیں اُس پیارا

جن نے ساقی کے عشق کا مد پیا ہے
نہ کرسے اسے ہور مستی اتارا

جو کوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے
اوسے مانیں ینہہ پنت میں جگ سارا

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں
کہ جس نور تھے ہے سُرج آشکارا

سکی پیو چنتا لگیا ہے ہمن کوں
سجن بن نہ کرسے لے ہور کوئی نوارا

نبی صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

(ج)

"تیرا سائیں تجھ میں"[۱]

(۱)

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بُج جہاں جہاں یں
سو پائی نس اپس یں جیوں سوں تہاں تہاں یں
سمجی کہ کچھ اُدھر تھے مج ....
تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کئی نشاں نشاں یں
مج دل تین یں نور او سنپور کر کے خوش خوش
پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں یں
کی برہ آ چڑایا جو ہر وصال سو سو(۱۰۰)
اب سنپڑ آئی ہوں اس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں یں
معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگ منج منج
او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں یں
کیتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کی صاحب اپنے سوں ل رونگی ایاں ایاں یں
حضرت نبی کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں یں
(ج)

"کافر ریت"

(۲)

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا
سندور ٹیلا پشانی را کھے تل تل ریت اتے نیوا

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت ائے نہ جانو ہیں
کہ جگ کے لوگ رہ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت نج جیوا
دھری ہے کان میں مُدرے چڑائی ہے ابوتی تن
کہ پُتلیاں میانے دستی ہے سو سچلی پتلی جُیوں دیوا
اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑکھیلتاں ہیں خوش
انچل ادر دہنگ سٹ پکڑے اونار ی ہت سیتی ریوا
پرت مہتر سوں آئی ہے سکھی اب دو دجوبن پر
نین آل کھلا کھیتی صراحی نہ سراپیوا
میرا امرت پھل اوجھل لذت منج کوں دکھائے ہے
پسار یاہات ہیں آساں سوں اواس منجکوں تک ریوا
بنی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسوں
قطب شہ کوں کھلاتیاں ہیں سہلیاں رنگ بھرا میوا

(ق)

شاعر کا عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے
تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے

گُہر پاکاں میں تھے نپجیا گُہر
عشق کا جیتنا سو امید ہے

عشق حرکتاں میں سو حرکت اہے
خوشی پھول چادر میں جمشید ہے

خوشی سیتی بوسادے منج تخت پر
گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے

خوشی خوشبوی خوش ہے اسپند آتار
عشق باساں کے جلوے میں بھید ہے

خوشی خرمی میزبانی گنائے
عشق کے نشاں پر مراد ید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
قطبؔ شہ بنی صدقے جاوید ہے

آپار عیش (ق)

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
سرون بھی تپتے ہیں مرے ان کوبھی دے گفتار عیش
منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوس
دم باس دے کر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
...... تج دُر اُدھر تس ہیں نبات امریت بھر
میرے اُدھر پہ دھر اُدھر منگتا ہوں ہیں آثار عیش
تج رخ ستی مج رخ اہے نہیں اس تھے رخ فرخ کہیں
رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگنا اہے
منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہو دے سور کا جھلکار عیش
باہاں میریاں مشتاق ہیں تج بانہ کے گلہار کے
باہاں منے مانا سکے تج بانہہ کا گلہار عیش
منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کے تئیں
منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش
بھیٹن کے دو بٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر
ہم دونو کچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سوں
تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے ہیں ہے کٹھار ے کٹھار عیش

میرے ترے روماولی جمنا و گنگا جوں مل اہیں
روں روں سو مچھلی ہوے کر کرنے ہیں تج گنگ دھار عیش

دو نین دو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
دو مَن ترا دو تیر نر کرتے اہیں اسس ٹھار عیش

تج مج کمر کے کٹ منے پیرت بکٹ سنپڑیا بکٹ
اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش

تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
صدقے نبی کرتا قطبؔ کرتار تھے آپار عیش

(ج)

"دھن وصل"

(۵)

سدا منج عید سوری ہے کہ ہیں دھن وصل پایا ہوں
دفا کے منتراں سیتی سو دھن کا مَن ریجھایا ہوں

کہو چند سور کوں جا جو یکایک آج نا نکلیں
کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دِپایا ہوں

ہزاراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولنی نئیں تھی
سو آج اُتری ہے باتاں ہیں کہ ہیں مدبی پلایا ہوں

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نار ہیا جاسے
کہ یو دو کام کرنا کر ہیں لئی سوگند کھایا ہوں

سکی ہرگز نکو کہہ ہوں کھیا ہیں بات نج کوں جو
کہ دو تن پھٹ پرے کی وو آسے ہیں آز مایا ہوں
سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار بر سانتھی
بجن کے موتی (ہیں) ڈھونڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سُودھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
کھیا ہنس کر ازل تھے ہیں قطب شہ خاطر آیا ہوں

(ج)

"نین ماتے الک بکھرے"

(٦)

زیٖنؔ سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہے پیاری کا
نین ماتے الک بکھرے اثر کھُلتا خماری کا
دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھُل ڈالی ہو نارا
چھوٹے گل موتیاں ہارا . . . .
چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہ مد سوں متوالی
انچل سر چھوٹ گُل لالی جھولے اس متواری کا
چنچل کا مکھ چھبیلا ہے اُدھر امرت رسیلا ہے
اُجت جھکار ٹیلا ہے چکندا رات ساری کا
دُسن کے داغ گالاں پر بھنور جوں پھُل گلالاں پر
دسیے پھل جھلک بالاں پر سو جگنا رات اندھاری کا
سو لکھن چھند بھری چنچل کھسائے سیس تھے انچل

نبی صد تے قطب راجے طبل آنند نت گاجے
سدا اپھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا
(ج)

"پرم کی کہانی"

(ا)

سنو لوگ میری پرم کی کہانی
کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی
تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا
کہ ہوئی ہوں تمن پیم میں ہوں دیوانی
محبت کی لذت فرشتاں کوں نئیں ہے
بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی
پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا
عشق پنتھ میں اس کوں ساچا کہ مانی
جو کوی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں
جیون پھل وہی پایا کر ہوں میں جانی
اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں
جن نے نیہہ بوجھیا سن اے ایانی
نبی صد تے قطبا جگت مول پایا
سو او عشق ہے اُس تھے نئیں خوش کہانی
(ج)

"پرم کے چھند بند"
(۲)

پرت جل ہیں جنے رہے ہور نہ جانے — اُو پیرت بات کوں ہر گز نہ
جنے جم ینہ دھیاناں ہیں رہیا ہے — اُسے معلوم ہیں سب ینہہ کے
حق اپ پیرت کے تئیں دو جگ پنلیا — بڑے بھاگ اس کے جن اپے پنتھ
عشق کا جن نہ بوجے اُن نکٹ بھاؤ — پرت میں اُن کرنے بھو آنے بھا
ہمار ابھید نئیں بُجتے نکو آؤ — ہمارے ہور پیا کے درمیا
کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہا
نبی صدقے پیاری قطب آ کہے — پرم کے چھند بند سب توں بچھا

"دوتن"
(۳)

اے دوتن نراسی توں ہے سربسر غلیظ
چتر چتر کے منج سوں ہر گھڑی باتاں نہ کر غلیظ
لئی چیز تو غلیظ اہیں جگ منے دے
ہوسے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ
بہتر جو بجر و بر میں نہ لے ناؤں کوئی نرا
تج ناؤ لینے تھے ہووے گا بحر و بر غلیظ
تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چتر غلیظ

شکر کوں اُپ اُدھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے اَدھر غلیظ تھے ہو گی شکر غلیظ
دیکھے گا ٹک خواب میں تیرا پلشٹ چھانو
لگ گا نو نہا س جاوے گا شیطان نڈر غلیظ
کس دھات تج کوں قطبؔ کہے خوب ہے لکر
اے دوتنی نرا سی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج)

رشک و رقابت

(۴)

دیکھو سہلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے
میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقصاں جُناتی ہے
مرا ینہہ شاہ سوں قائم دوتی کیتا کو آکے توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دند کی بساتی ہے
بنوا کی توں اپسے لَلت سوں مل کے اے دوتن
دو دین کے پرت ہیں اپنے شرم توں کی گنواتی ہے
رہی ہو جان تُج کر ہیں پٹی سب عشق کی بھی منج
پڑا کے کیا برہ ینہہ کا بچھو لیا کے لڑاتی ہے
سجن کی دِشٹ جس ناری پہ ہے تس کیا اُڑا گی توں
مکر ہور حیل چھوڑ دے تو پھر اسس کیا آزماتی ہے
نہ ہوئے باتاں میں جسکے گن سو وہ شہ کوں ریجھاوے کیوں
نر کماں سوں ان یکساں ہے جتی کنکر ریجھاتی ہے

سو اس سہیلی سیانی کوں شہاتا ہے سہاگ یہ سب
جسکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس وقتاں گماتی ہے
کہی پیاری نبی صدقے محمد قطبؔ شہ کوں یوں
ایسے اوگُن نہ بھاوے منج دو تن جوگن ڈراتی ہے

(ج)

بوڑھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گُلا لی
واں یک پری کے مُکھ تھے سب بن لیا تھا لا لی
اُو تار نار چنچل گُل لال گال پُھل دل
کھڑکی منے تھے انچل سر پر تھے سر تھے ڈھا لی
تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ اُوپر
جگنی جڑی منور اوڑے تھی جھنیا سوآ لی
پڑیا نظر یکایک ہلجیا سو جیو بے شک
چگنی اُٹھی جیوں چلمک حسن وہ ہمن ملا لی
مج اُس لگیا ہلا دا دو تن سو دیکھ سہاوا
اس گھر ہیں لائے لوگاں گتاں سو جا اُچھا لی
سُن عقل اس بُڑی کی ساس آئی اس گُڑی کی
سو جیو مکھی گھڑے کی گھڑے پہ جھانپ گھا لی
بھنواں کوں گانٹھ باکر مج کوں نپٹ ڈُبکا کر
غصے تھا اس [illegible]

مکھ پر بڈھی کی جھڑری گوشاں کی گل کی جھڑری
سو چھند کرنا چھوڑی او پاکنی ہے مالی
قطب زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی
شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی

(ق)

"پیرت کامایا"

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا
جہاں اپنا پنی اپس واں دکھایا
پرم پھول بن میں سُگند باس مہکا
پرم آپنے ہات ار گج کلایا
سبھی عالماں آپ پڑن جانتے ہیں
نہیں کوئی پایا ائے پیرت کا مایا
پرم کے سو پیمانے سو مد پلا کر
پیا طاق ابروں سوں سجدہ کرایا
عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا
عُشق عقل کے ہات اپسے نوایا
نہ عاشق کوں کٹتا ہے بن عشق یک تل
دو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا
پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا
پرم اس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

"بچن گُن"

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی
جو کوئی بوجھیا اس ہے صاحب قرانی
دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے
شہاں میں شہاتا اسے (تاج) سلطانی
وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا
کرے کام ساجے اسے کامرانی
دیو وجگ کوں بہو جن او بخشش کرو جم
کہ جھلکے گا اس نور تھے تم پشانی
طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر
اُپس دل میں تھے ہو بچن گُن کے دھیانی
نبی ہور علی سوں قطبؔ کی ہے پیرت
سدا تو ہیں پایا ہے تختِ شہانی

(ج)

"فتنۂ دکھن"

(۱)

ہلجائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پُتلی نمن اُڑکائے ہے دل اپ نین محراب میں

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہتی اپن گھر آ منجے بے شدھ ہوا اس جاب ہیں
سورج بدن جھلکاتے جب چھپ جائیں تارے لاج سب
دیکھت سو اس کا جوت چھب طاقت نہ رہے مہتاب ہیں
کیا چلبلی سو دھن ہے تو ہر فن منے پُر فن ہے توں
ہور فتنہ دکھن ہے توں سرزور ہریک باب ہیں
صدقے نبی قطبا سوں مل کرتے رلیاں ہریک تُل
لبد ائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قند اب ہیں
(ج)

"عاشقاں کا نیم"
(۲)

پیاری جو وتی ہیں پنت تج پیم
منجے جیو دیونا ہے پیم میں نیم
کرب سوں ہیں نہ بوجی کھتی پیا کوں
کہ یک تھا منج نین تُل کوہ ہور ہیم
دھونڈیا ہوں ہیں نہیں پایا پرت جیہ
بہوت جویا ہوں نتیں پایا ہوں ہیں فہیم
پرم پیو کا ہمارا جیو سنجیو
پرم پنتھ ہیں ہے عشاقاں کا یہ نیم
نبی صدقے قطب شہ سانولی سوں
بچن ہندی سوں بولے ایم مرئیم
(ج)

"دکن پتلی"

(۳)

سدا اُنمنج مست کرتی ہے نین ستیں نین پُتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یُون پُتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پُتلی

بھنواں کشتی منے یوں رہیا جوں نوح کشتی ہیں
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پُتلی

ترا مکھ لوح کلپا یا ڈروں نابیں پری جن تھے
ہندو یا تر سنپڑتی نین پچکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تئیں گھڑی تل تل
آنچل جھلکاے روساں سوں چلے ڈک ڈک کرن پتلی

نین کے حوض میں پُتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پُتلی

نبی کے صدقے سر تھے جیتا ناداں بالی کوں
انند اں سوں ملی قطب زماں کے تئیں دکن پُتلی

شاعر اور حیدر نگر (ق)

(۴)

سو حضرت کے گوشاں پہ اپ سر رکھا یا
اُنن ہت تھے حق

مرے سیس موہن سیرا شوہتا ہے
تخت ہور بخت کا قطبؔ نجم اُوچایا
فلک ماوے منڈپ اُچایا ہے رنگ رنگ
پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا
دمامے سو بادل کے کھن کا پتر ہے
کلیجا سو سُن دشمناں گڑ بڑایا
بریاں نظراں تھے اس کوں اسپند اتارو
کہ حیدر نگر آن انند اں بھرایا
محمد قطبؔ شہ بندہ ہے علی کا
علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا
(ج)

غمِ فرقت

(۱)

پیاری تیرے بچھڑتے تھے رین منج نیند آوے نا
توں قدرت کی گھڑی تج بن گ ہیرت موبھاوے نا
رین دن کوج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
لگیا ہے یادیوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا
پیرت تیرے کوں لقمان بھی سکے نا دارو دینے کوں
صحت کیوں ہوئے عاشق تئیں جو لب شربت چکاوے نا
سیجی تج رات کا یک رات منج سو رات ہو دستا
کنا کس سیج رہنا میں جو توں سیج اپ بلاوے نا

تری اُس آنچ تھے دل ہے جیا ابلوج کا کلا
کہ جوں نا بات توں گھٹ ہے اپس کوں پگلاوے نا
تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اپے ہو دھات
دیتی جکچ توں گالیاں (دے) دلے بوسے دلاوے نا
نبی صدقے عشق باتاں خدا تج تئیں دیا جانا
تجھے قدرت یتا ہے جو قطبؔ کوں سمجھاوے نا

(ج)

(۲)

جن پیو تھے بچھڑے اسے سینار میں نئیں کوچ حظ
جس ٹھار میں وو پیو نہیں اس ٹھار میں نئیں کوچ خط
اے چاند جانا کہ توں یوں جھلکارتا ہے آج نس
اس پیو بن منج کوں تیری جھلکار میں نئیں کوچ حظ
جس ٹھار جاتی ہوں بی ہیں کچ وقت گمتا نئیں مرا
انگن دِسے کونڈہ بار سو ہور دار میں نئیں کوچ حظ
ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی
کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نئیں کوچ حظ
گاہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچ کر
اس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نئیں کوچ حظ
میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض
گر جگ کئے بی پیار منج اس پیار میں نئیں کوچ حظ

(۳)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں

تیرا خبرا اے موہنی مج کوں کیا ہے بے خبر
دل تھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں

پاد لے پہ پادلے روم روم بجتے اہیں تج یاد نت
او ناد پادیاں کا منجے کی یاد د لاتی نہیں

کیتا صبوری میں کروں جوں مین پانی تھے بچھڑ
توں گل سناتی ہے ولے کی منج گلے لاتی نہیں

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پنوانگی اے سکی
آ سیج پر مل مل گمیں تج بن منجے راتی نہیں

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چندر جھمکاتی نہیں

خانا بنے صدقے قطب عاشق کہاتا ہے تیرا
اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں

کلیات محمد قلی قطب شاہ

حصّہ دوم

غزلیات

ردیف الف

(۱)

دِلا منگ خدا کُن کے خُدا کام دِوے گا
تمن مَن کے مراداں کے بھرے جام دِوئے گا

خوارج کی انگن قہر کے پانی سوں بوجھا گا
براہیم تمن مج کوں سُکھ آرام دِوئے گا

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
جے کوئی نبی نام سوں دل رام دِوئے گا

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
اُسے خوں جگر دارو دے ناکام دِوئے گا

نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
ہر اک بستی منے تج کوں بلند نام دِوئے گا

پَن بخت حقیرے تھے کدیں دل میں نہ کر غم
تجے دارو ئے صحت سوں شفا جام دِوئے گا

رقیباں کے دُکھوں سیتی قطب شہ توں نہ کر غم
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دِوئے گا

(ق)

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا
جس حال سوں رکھے گا ہے او خوشی ہمارا
نیناں خوشی سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں
جے کوئی خبر سولیاوے مکھ پھول کا تمہارا
بتخانہ نین تیرے ہور ہیت نین کیاں پتلیاں
مج نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا
اس پُتلیاں کی صورت کی خواب میں جو دیکھے
رشک آئے مج کرے مت کوئی سجدہ اس دوار
تج عاشقاں میں ہونا جنگ و جدل سو سب دن
ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا
تج خیال کی ہوس تھے ہے جیو ہمن سو زندہ
او خیال کد نہ جاوے ہم سر تھے تک بہارا
جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
ہے شش جہت میں تج کوں حیدر کہ تو ادہارا

(ق)

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جاہی کرن سکتا
نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا
دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درین مُکھا تیرا
کہ تو جلوئے فلک تھے ہے سوتا ماہی کرن سکتا
تمن مُکھ میں خدا کا نور مج نیناں بھریا دیکھے
کنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا
مُکھا سورج کتاباں تھے نوا خط سوں لکھایا توں
اسی خط پر سبی عاشق سویک راہی کرن سکتا
کتے دن تھے پڑا کر مج کتا پڑھیا نہ پوچھا ٹک
الف پڑھنے سہس چوگاں اگر خواہی کرن سکتا
تمن خواہش ہمن زردی پنایا مُکھ بیچارا سو
دکھے عاشق شفا خانہ تمن لاہی کرن سکتا
نمن مکتب مین نہنو اداں برہ بختاں سدا کرتے
سکاوَن علم شیخاں کوں پچھل کاہی کرن سکتا
دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہے و تیرا لئے
دوری مارن ملن جیون مج آگاہی کرن سکتا
زمانے کے اندھارے تھے معانی توں نہ کر غم جگ
پیالا ہت پیا کے پیو توں جگ شاہی کرن سکتا
(ق)

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی دلے میٹھای آسے تا
دوانی بنشکر ہیں کوئی کدہیں نابات باسے نا
خبر ہوئی شہ ہوئے سورا یکا یک آئے مج ٹھارا
نہ پوچھے ٹک پھرے بھارا تو اب برہا سہا سکے نا
کہوں آپن برہ جس کن اگن شعلہ پڑے اُس تن
سو مشکل ڈاٹیا مج من ہمن دکھ کوئی سناسے نا
مگر کھولے خدا اے دکھ دکھاوے اس سُرج کا مُکھ
اندھاری نین پاویں سُکھ تو مجھ پر دُکھ دہاسے نا
معانی ٹھاوں توں جانے غواص ہو کر رتن پانے
سو خالی سیپیاں لیانے دوجیاں سم تج کوں آسے نا
(ق)

(۵)

مکھ میں بنفشہ رنگ تِلا کا نور میں توں پائیا
جیوں بیام رنگ چنداسوں مل سب جگ پہ چندنا چھائیا
مُکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے
امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا
کنتل ہیں کیوڑے بھیس ہیں لوگاں کہیں ہنس دیس میں
مانک اُجالے سیس ہیں منتر سوں ہیں ہلجائیا

مجنون سو میرا نام ہے وحشی توں مج سوں رام ہیا
اس مُکھ الکھ مج دام ہیں یک پیچ میں گل بائیا
تج گال الٰی پر لٹ ہے سو گُل لالے اُپر
یا ہے بھنور لالے اُپر سو نقش مج من کائیا
مج خیال میانے توں بسے مج گیان دیوا توں دیسے
کِتا کسوٹی پر کسے ہیں دھیان تج سوں لائیا
برہا معانی بل اہے اس کا دلا مج دل اہے
پھل سنگ رقیباں مل اہے کیوں تو دہن بلکائیا
(ق)

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل ہیں پیارا
مُج عشق پیاری کا اہے جیو کا اُدھارا
پُتلیاں نیناں کی سکل جگ کو بُھلائے
اسماں میں اٹھے شور دیکھت زلف تمارا
تری تھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے
او چشمہ منے بین نمن جیو کیا ٹھارا
زاہد جو تیرا مُکھ دیکھت جیو دیتے ہیں
تج تیر تھڈی کی چھبی ہے عیسیٰ کا بارا
انکھ پاس کے سم پھول اپن باس نا پاوے
کُملا کر جھڑے برگ کہتے باس میں ہارا

کرتار تیئیں کیس ہیں نوں پھول نہ گوندا
قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں ہیں مہکارا
بن سبز تمن ساری کلیاں سُوک رہی ہیں
ٹک آکے کر وگشت چمن جی اُٹھے سارا
سب مالی پچھل نیر پلا چھول رہے تھے
یک تل میں ہر یک پھول ہوا نورستارا
دیکھیا ہوں تیرے نین منے صنع خدا کا
تو سِر نہانی سوں جھلکتا ہے پھرارا
عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا
لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر
ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا
پایاں ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی
مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا
ائے قطبؔ معانیؔ کہ تیرا قطبؔ خطاب ہے
کہ شکر خدا پر کہ قرار لہے سو تارا
ف

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا

یہ علم ہور یہ کتب ہور کس تھے بوجھیا جائے نا
عالماں بیچارہ دُکھ کر اس کی تک میں رہے تھکیا
سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات
چکھتے جا کر میں ڈر ان سیتی رہیا ہوں دہک دہکیا
شیشے کی قلقل تھے پیالے میانے باندھے بُڑ بُڑے
بُڑ بُڑا او سینہ کے زوروں سوں جگ میں جگمگیا
توں اندھیارے پنتھ میں نامنگ روشنی اغیار تھے
روشنی تج دیوے کوں قدرت اُجالے کا لگیا
میں امی کر گنتے ہیں سب اُمیاں تو علم میں
مو زبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا
تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کی
میں محمد ناوں تھے دو جگ میانے جگیا
(ق)

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا
میں اپ کام اُس آرسی میانے پایا
تری یاد سوں نکلے مو دل تھے لالے
کہ اَپ پیالہ سوں لالہ سب کو رجھایا
صراحی میں پہناں ہے مئے گنج قارون
گدا گنج پا کر اپس کو بنوایا

اپس خیال میاں نے دیکھا گنج زر کوں
سُنے بڑہ بڑے پر اپس جیو جو بھایا
نہ پوچھو منجے مشک نافے کے نمنے
ازل تھے گرہ پا کے طبلاں بجایا
ہمن تم ہیں اے یار شرطِ وفا تھا
وفا چھوڑ باتاں رقیباں سُنایا
کہے ظلم کتوال کا شہر ہیں ہے
معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا
(ق)

(۹)

کل موتو نور دیدہ بسو شباب تاب تھا
اس مکھ شراب و دِشت مرا آفتاب تھا
تا دیس اس تماشۂ مکھ سور نور دوست
میں روتا تھا سو یوں کہ نہ او وقتِ خواب تھا
مجلس ترا ہزار پری خانۂ سکل
جیو اسس میاں بصورت معنی خراب تھا
او زہر ڈنک نینو جو پے گا نین سو دہاک
دیوانہ سیس آگ برہ تھے کباب تھا
میں تو میاں ریختہ جوں دانۂ سپند
تب ہر طرف تھے کارِ رقیب اضطراب تھا

مو آہ و نالہ تب تھے دکھایا لمن گھڑی
او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا
او کے بنت جیا کا نہ سک سے دیکھن سو کوئی
او شرم مو کا اس رخ چند پر حجاب تھا
تسبیح زاہداں کرو نقل و مد ہوا
تسبی گنہ سو کیا ہے یہ بات اس کتاب تھا
ساقی تو آہِ گرم معانیؔ کے تئیں نہ رنج
اس کیا ہے اختیار گناہِ شراب تھا
(ق)

(۱۰)

یوسف گم سو پھر آگا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا
اے ہیا نہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج
من کا چنتا ہوئے گا پھر آکے جاناں غم نہ کھا
برہے کہا وے دو دن تھا دور اپنے پیو تھے
دایم یک دھاتوں نہ رہسے کارِ میزاں غم نہ کھا
جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغِ خوشخواں غم نہ کھا
ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سرِ غیب
کیا اچھے گا پردے او جھل کھیل پتلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا
اتے ہیا موجاں تھے نا ڈر من کا بھاتا ہوئے گا
تو تجے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا
باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائے گا
شاہِ رایاں توں ہے رایاں ہیں زرایاں غم نہ کھا
حال میرا دوری نادان ہور کوپِ رقیب
سب تو بوجھیا ہے خدا ہور شاہِ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوتِ دینی منے
تا اچھے وردت دعا و درسِ قرآں غم نہ کھا
(ق)

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بند ہے موستیں پیا
دو تن کی بات پکڑے ہے یکرو ستیں پیا
ہلنے کوں عاشقاں کوں نہیں باو اتنا ٹھاوں
پکڑے کمان آپنی ابروستیں پیا
قرباں جاؤں نامیٹھے باطل کے سحر پر
سب جادو پکڑے نین کے جادوستیں پیا
مشکی خطا کا باس بیچار دسے گا کاں
پکڑے ہیں سب ہی باس کوں اپ بوستیں پیا

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھد
جوڑے ہیں سر تھے یاری او ہند وستیں پیا
داو دراگ پنچھی صراحی کے ناد تھے
رنگیں کئے ہیں بزم کوں دارو ستیں پیا
ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نہ کھا
تعویذ باندے ہیں تیرے بازو ستیں پیا
(ق)

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حصے میں تھے دِلا منج کوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھے ہے شفا
نین جھلکار تری بجلی نمن جب جھکے گی
دِشٹ تھے منج شوق کا ینہ پڑکے ہو سب ہی ہوا
پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں سر تھے
نین و دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا
کیا غرض تج کوں اے بحثاں سوں پلائیے ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا صفا ہور صفا
حسن تیرے کا کریں جاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا بوجھا یک کیا دیکھیا توں ان میں نہ جا
عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اُسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اُسے صبر روا

واعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یارب
کرو آمین نبی و علی تھے اس کی دعا
(ق)

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے انو ہمنا سیتی وفا
یک تل نہیں ہوا کہ سر تھے بھی جفا
لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ
جن ظلم کے تو اس کوں اہے درد بے دوا
مارے پنکھیاں مو دل کا کبوتر تو پنتھ میں
دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا
تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دلیل سوں
کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا
ساقی دو تن کے رشک نین ناز پیالہ دے
جم کوں نہ تھا اے پیالہ نیئں اس بات میں ریا
جاسوس سیدھی باٹ دکھا نیہہ پنتھ میں
رہ باٹ میانے ہور نہ کہہ سب سوں ماجرا
کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانیؔ کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا
لبدیا جیا پنکھی جیوں اس جوت کوں ہمارا
جب توں بلاتی ہمنا پیرت ہیں آپنا کر
جو سی نہ کر توں پھر کہ ہم خاطر استخارا
تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی
چھپتا ہے سُورِ نس کوں جیوں چھپتا دیس تارا
ائے دیدوان تعدی ناکر منجے نہیں ڈر
نیہ شہر میں قاضی کتوال ہیچ کارا
اب انکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر
طالع لکھے سو انپڑیا اس کوں نہیں ہے چارا
زہاد ہور عالم ہور جوہری و صراف
نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا
ینہہ بند انجھواں تھے جاتا پتھر ترخ گل
حیران ہے معانیؔ او دل نہیں ہے ٹھارا
(ق)

(۱۵)

جے کوکہ ہتیلی جام لیتا سلطانؔ جم مدام لیتا

پانی کہ خضر حیات پایا مد گھر تے تنک سو جام لییا
سر دھا کہ جی مو کام راکھو ائے ڈھاگا کہ اس سوں نظام لییا
یں و مد و عاقلاں و تس پے مو یار کُن تھے یہ رام لییا
باہر تو اُدھر تے ساقیا نا اس دور کِنے کہ کام لییا
تُو چن تیرے شیوہ ہائے مستی او دِ شت چنچل تھے وام لییا
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل پو جن سو صبح و شام لییا
مو سینۂ داغ درد دوکھوں تج مکھ نمکی تمام لییا

او چاہ ٹھڈی معانی کی جاں
تو حسن دو سو غلام لییا

(ق)

(۱۶)

زلف کی جدول میں ہلجیا ہے دیکھو بادِ صبا
ہلجتا ہے باد ایسا بوجھو دو کیا ہے بلا
نین میٹھائی سوں لُبدے زاہداں تج نیہ میں
ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او میٹھائی سب روا
تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اَجِت
دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہے یے باتاں بے ریا
تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کاز بر
جزم ہور ہیا ہے دل تشدید نا کر آ پیا

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا
کیا خبر ہے ان کوں کیوں پیلا ہوا ہے سب گیا
کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہے ہمناں کوں وو
مانگ کاڑے جب سکی وو دیس ہمنا کوں صبا
تج کِتا کوں ائے شمے اپ روشنی تھے سر نہ کھینچے
مارتے ہیں دم بدم گر دن کہ توں ہے بے حیا
سیدے کر ہنراں ستی دکھلاتے اس کا نور سب
نور جاتا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا
رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رخا
اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنی قدرت ہات سوں منج کوں بچاوائے خدا
تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
وہ انچل مج ہات میں ہے جیوں کہ موسیٰ کا عصا
میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
دیکھتا ہوں ہر کہاں دِستا ہے تج مُکھ کا صفا
بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دُعا
(ق)

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُدہُد میرے تئیں اس یارِ جانی کا
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مُکھ کا سو دِستا ہے
کرے او خیال منج دل میں نشانی زرفشانی کا

چتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
لیا ہے جھانپ سو آہو نمن دل منج ایانی کا

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں
دندے دشمن کے مُکھ پر پیو تا مئے ارغوانی کا

چھبیلے مست ساقی کے بچھن دوڑیں سو مخموراں
پلا دو مئے ہوا اب تو ہُوا ہے گُل فشانی کا

دوتن افسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچھ نہیں ڈر ہے
ہمارے دیوے کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
ہر اک انجو ہے دُر دانہ منجے دو خسروانی کا

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
لگیا ہے داغ منج دل پر سو اس ہندوستانی کا

پڑے دنبال میں میرے سو اُس نیناں کے دنبالے
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا

(۱۸)

کل مج کوں نورِ نین بسو شاب و تاب تھا
اُس مُکھ شراب و دِشٹ مرا آفتاب تھا
ادِسیں پیو کے مُکھ کے تماشا کے نور تھے
میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقتِ خواب تھا
مجلس تیرا سُہاتا ہے خوباں کے حسن سوں
مج جیو انہی کے روپ سیتی کامیاب تھا
اس نین سوکا ستیں پرت مج کوں یوں پیا
دو جہاں کا دل ہماری برہ تھے کباب تھا

(ق)

(۱۹)

سلیماں گن لجاوے کن خبر منج موریک بارا
کبوتر دل کوں عرضہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
عجب سحر ہے کہ سحر سامری اس تھے گیا ہے چھپ
او لب خندے کے افسوں پر سو واروں آپ لکھ بارا
برہ کی تاب تھے منج کوں خدایا توں سلامت رکھ
تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا

نین را وت لئے سو کے کیے نیزے ہاتھ غمزے سوں
سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں منج دل میں اوپیارا
صفاں سب رستماں کے بھاگ گئے تج خسروی فر تھے
شہاں تو رات دن کرتے بدارا جیوں سوں سارا
کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
کیا زنار میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
تجے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں
کہ میں صد بار قرباں جاؤں اُس لعلِ شکر خارا
(ق)

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اس بے رحم عالم کا
نہ جانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
اگر وہ ملتفت ہووے ہماری بات پر یک چھن
نواروں میں خزینہ اُس اُپر اس دل کے درہم کا
گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق منج سائیں
کہ ہے اعجاز منج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا
فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس منج
مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
مراقد ہے سو تج نیہہ باؤ تھے لرزاں سو جیوں جیغ
عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا

توں ہے خورشید خاور ذرہ میں جب ناگنے منج کوں
گنو یا ناگنو تج ہات ہے سب حکم خاتم کا
پیا تج بند میں ہلجیا ہوں کر آزاد منج بند تھے
معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا

(ق)

(۲۱)

(۱) یاد مج اس رات دیوانہ کیتا
وو نھنا مج خواب میں افسانہ کیتا
رات میرے نین مج سونے نہ دیویں
اُو ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا
کم نکو کر یا خدا اس زلف کے تئیں
مج دل آزاری بدل آشانہ کیتا
شمع مہاں جیوں کرے پروانہ کوں اب
مرغ بسمل بھون کر پروانہ کیتا
جیو میرا اس پری کے نیہہ سوں مل
عقل و ہوش شدمرا بیگانہ کیتا
میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حور جنت
حسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا
اب پچھے گا قطبؔ معانی حال کیوں
قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا
عشق آپی آگیا سودا سو میرے خانے کا
وصل کہہ یا دوری اے دونوں کا معنی ایک ہے
بنس میں جگنا شمع پروا کیا شمعے پروانے کا
سب ہی کچھ کوں انت ہیں نا ہیم حرف کوں انت نئیں
بہوت ڈھنڈ دیکھے نہ پائے انتھ یہہ افسانے کا
عاشقاں کا دور ہے آلودہ تیرے بادے تھے
سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
قطبؔ کے میخانے تھے مے پیا آساں کام نئیں
بن محمد کون پیوے مے سو اس پیمانے کا (ا ج)

(۲۳)

پیا باج پیالہ پیا جائے نا   پیا باج یک تل جیا جائے نا
کہے تھے پیا بن صبوری کروں   کہیا جائے اما کیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے   کدھیں اس سے مل بیسا جائے نا

قطبؔ شہ دے منج دیوانے کوں پند
دوانے کوں کچھ پند دیا جائے نا[۱]
(نسخہ آصفیہ)

---

[۱] مولوی عبدالحق "کلام سلطان محمد قلی قطب شاہ" (مضمون)۔ رسالہ اردو جنوری ۱۹۲۲ء جلد دوم۔ حصہ پنجم۔

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
یا حضرت سلیماں کُن تھے اشارت آیا
خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں کلاو
دل کے مندر کوں سر تھے وقت عمارت آیا
میرا سو عیب ڈھانکو ائے مئے سوں بھیگے کپڑے
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا
جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
اُو چھند بھریا سو چند آ بیٹھن صدارت آیا
جم کے سو تخت اُوپر جے تاج سُور چند ہے
چُھٹے کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا
اُس شوخ دیدہ تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں
او ساحر کماندار کرنے بسو غارت آیا
قطبا توں داس شہ کا جم فیض اس تھے مانگیں
سودا ہے تج پرم سب وقت تجارت آیا

ردیف ب

(۲۵)

تج دل پیا دل ایک ہو میا نے نہ آ سے کوئی تب
یک چت ہو مل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
خسرو خماری ہوئے خوش یاں کے خیال سوں خوشبوئے تب
رشکوں رقیباں کے رسیلی راج سوں راجاں کرو
رنگ کے رین مین رنگ کرو رخ ہوئے رنگیلا نوئے تب
پیو کی پیرت کا پھول پا لو پیم پانی پور کر
پلکاں کے پینگا یں پگا دہ پیو کوں پھل ہوئے تب
سائیں سگھڑ کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سہوں
سُہتا ہے سائیں سیج سب سندر منانا ہوئے تب
جوبن جوانی جوت پر چولا چڑائی چنت سوں
چنچل چپل چت میں جھو لانے جھولنا جگ جوئے تب
صدقے نبی صدقا قطبؔ ہے صدق سوں صاحبقراں
صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(ج)

(۲۶)

صباحی او مُکھ دیکھ پینا شراب فرح بخش ساعت میں لینا شراب

ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں　　او مکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
تری نین مستی ہو روں روں چڑی　　پرت مئے بھریا دل کا لینا شراب
عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ　　کہ قانوں تاناں میں لینا شراب
ازل تھے نبی حب قطب ہیوتا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب
(ا ج)

(۲۷)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
رات دن نہ سوؤں گماتا میرے خواب
میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
تج امولک نور تھے روشن جگت
عشق جھکاراں دپاتا میرے خواب
میرے روں روں تھے بدل غم دور ہیں
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
جم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب

(۲۸)

خوشا مستی تمہارا ابی ہمن پر بل کیا ہے اب
کہوں مئے کا خماری تج کدھر توں ساقیا ہے اب

سدا دیتا ندا مُطرب مقام دلپذیری کا
ہمارے تم میانے آشناں باتاں کیا ہے اب
دم صبح مئے لعلے اُدھر بھر توں پلا تل تل
صبا مرغاں کریں تہ تہ نواسو نو کیا ہے اب
سلیماں دوجی ان کی صبا بارا خبر لیایا
ترَ ناتے ترن تاراں بجا کر دل چھپا ہے اب
جیا جیوں پھل گلے باندھے تیوں توں بچن پاکر
پون دل گل کھلاں ہار اطرب کا مد پیا ہے اب
دوا دارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجے بس ہے
منگیا توں سو خوشیاں کر وا لیا ہے اب
مریدِ پیرِ میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد
ہماری مے پرستی ہیں تمن تسبی ریا ہے اب
نڈر اُچیل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈھب ہے
اک ٹھاروں مل گئے ڈسٹی سوں خنجر کاڑیا ہے اب
فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس ہیں سب
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب

(ق)

(۲۹)

اب مجے وامی دے اس لعلِ شراب آلود اب
یا ہدف توکرا دو تیر نین شاب آلود اب

ہنس ہنسا شیریں زباں سوں دیو منج گالیاں جھنک
میری آساں کم نہ کر توں مہر تاب آلوداب
دل چمن بندِ قبا کھولو گریباں چنپا کا
فرح دیو اس پنیاں ثواب آلوداب
کب لگن اے سرو تیوں پھل بیچ عرق راکھے سدا
او لجان خوی کیتا لیلیٰ نقاب آلوداب
اس اَدھر انگے معانیٔ گڑ کے تئیں منگتا کھڑا
منگتا سو دے یا بہ گالیاں سوں جواب آلوداب

(ق)

(۳۰)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب
مست آکے مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
تن کا میرا میٹھائی بے حد اتھیا ہے ڈرتا
اس دن کی مار کر تو حیفی جو کھائے طالب
اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
دل گھر میں چتر کر کر صورت دکھائے طالب
اس سات ہلجا ہوں ہیں چنگی ہے عشق کا سو
سب کنکرے ہلالاں جگ میں دپائے طالب
جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزو تے یار میں
مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کھو تو نہیں کہن تیں پُتلی دو تن کو جالیا
اُو ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب
مُکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں
منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
کہتے ہیں طالباں تیں دیپا اچائے تو رخ
او مُکھ کی بندگی تھے دل مار کھائے طالب
مُکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
نہ پیالا مو پلا سو آنند پائے طالب

(ق)

(۳۱)

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت ور زور دستااب
او ہر جن کو پیتے سو عاشقی میں ہور دستااب
کماں بھنواں کے نا ندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو
دو تن کچ گوندے ہے غیبت کشش بل دور دستااب
ڈراں تھے بہوں اُچا کر چک نہ دیکھوں بہوں ساجن کے
کہ مُکھ سمدور کی موجاں تھے اُبلتا خور دستااب
سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تری خوبی نچھل بازار میانے سور دستااب
معانی قطب شاہ کس دھر نہ کہہ رمز نہاں پیو کا
کہ ہے جے سر مجلس کا سو سیجلا جور دستااب

(۳۴۲)

باغ کے پھولاں سراسر مست ہیں بن دیک آب
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اپ عرق بُنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
او پیالہ کن پیوے ہے اس سدا مستی کی داب
تم بہشتی کر ندا آتا ہے مے خانہ میں تھے
خوش طہور اسئے تمی پیو و کہ ہے وقتِ شباب
اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بہو ناز سوں
او نمک داں تھے نمک دیو و کہ ہوگا سم کباب
عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
نرخ ہمارا نا توڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجایب حسن کا
سرو خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شباب
مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
عیسوی دم موسوی فر تھے ہمارا کھول باب
بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
میں کروں سجدہ تجے توں نور کا (ہے) آفتاب
مُکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے تیہہ رباب
(ق)

(۳۳)

جب کھُلے امید دروازے دعا ہے مستجاب
اب تو آپ تسبیح ہور قران تھے پایا ثواب
غم کی آہاں داٹیاں ینہہ کا پانی چھنک
دُاکھ کا ہنگام ہے ساقی پلاے جیوں گلاب
ہے تھنڈی پانی تیرا سرچشمۂ آبِ حیات
حقّہ ہے جیوں نوشِ دارو کا اُدھر تیرے خوشاب
آپ مکھ ائینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آبِ تاب
نٹوے صد لاکاں لیتے ہیں جیوں یون نٹ ناٹ کا
پاتراں غمزے کیتاں دِکھلاتیاں مونین خواب
عاشقاں کوں نئیں ہے حاجت کچ صلح و سنجوگ سوں
تم تین بھالے ہمن دل پڑ رہیں حاضر جواب
اب معانیؔ شوق سوں موتی چھڑیں تج ینہہ پو
جوت اس موتیاں کی یوں دِیسے کہ جیوں سمدور آب

(ق)
(۳۴)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب
دو دنی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

اس سبب دیوانہ و حیراں ہوا
مت سٹیں گے کس اوپر تم آب شاب
مستحقِ عشق کوں دیوو زکات
تا اچھے فردا قیامت تم ثواب
باڑ مارے تیر پلکاں کی ہمن
کس سیتے ای شیوے سیکھ کرتے کباب
نیہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار
میں پھروں پروانہ ہو دیو و خطاب
عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن
کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب
دین و نیا کھوے ہیں تج عشق میں
بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نیہہ گلاب
عشق کے پنتھ میں ہمارے پند ہے
غیر کے باتاں نہ سن ہین بے حساب
دو نو جو بن ہیں تیرے قصرِ بہشت
دو اَدھر تیرے ہیں جیوں کوثر پُر آب
یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے
آب نیہہ میں رہ پلا کوثر شراب
حلقہ نیہہ کا ہے معانی کان میں
راکھ اپنے حلقے میں نا کرنا عتاب

(ق)

(۳۰۵)

سونے یں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب
عاشقاں کا دل ہوا اس تھے کباب
حور کھولے روزہ شیخاں باس تھے
آ بناوے میرے میخانہ رباب
میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں
سب ہی رتا لاں کہو اس کا جواب
شکر و شکر و شکر لاکھاں شکر ہے
میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
ٹھارتے کی نئیں بوجھو چندر سو کوں
ہور کی دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو
ایک تل نا ٹھار کے لیئے نقاب
آسماں کہنے گناں مشکل بہوت
گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب
تج نین تل میرے دل تل تل بسے
ایک تل اُنکھ نا اوچا چُوتا شراب
عاشقاں کے شعر تھے جگمگ اٹھے[۱]
میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب

۱:- عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے —

قطب شہ بندہ گنہگار اب رہے
سب کرو یاراں دعا ہوگا ثواب

(ق،ج)

ردیف ت

(۳۶)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر پھر تھے ہوا مست
بہوت نیکا برآگاہ مدعا کا کام منج دست

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں بای زنجیر
نہ جانوں کس جنس ہوگا منجھے اس ہانس تھے رست

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علماں سو بسریا
پڑن ابجد پٹی سب عالماں مکتب میں بہ نشست

کنگھی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی سوں شیریں
کرئے اس باس تھے میرا دماغ باورا راست

وفا منگتے ہیں بے عقل شہر حسن میں
وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیسا ہے یہ ٹرابست[1]

درد تیرا ڈراتا ہے یکیلا دیکھ کر منج
کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست[2]

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
کھڑے ہیں انس وجاں و در باراں کے بندوبست

(ق،ج)

---

[1] ج:۔ وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیسا ہے بست

[2] ج:۔ کروں جب آہ دکھ کی آہ سو غم جاوتا پست

(۳۷)

یون کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست
صبا کا باد لجا عرض میری دست بدست

او بال پن میں دسیا جو بناں کا ملکاں سخت
او تول تنیں مو دل بھانڈہ کانچ کا بہ شکست

نکو پلا منجے ساقی پیالا بھر بھر کر
کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیا اس کے دست

روا ہے گرچہ سبھی طاق ابرواں کوں نماز
تو طاق ابرواں کوں جن نماز کیتا واجبت

دلیل پایا ہوں تو زلف ستیں آبِ حیات
اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف ہیں مست [1]

ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگ پنکھی
تماری یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل ہو بہ جست

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری
کہ بے پنکھیاں سیتی تم میں ہوا ہوں مست الست

تماری یاد بغیر نئیں ہے بزم مو رنگیں
کہ میرے بھاگ لکھیا ہے رہے عیش روز الست

سدا توں مدح نبی و علی کی کہتا ہے
قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہے دست بدست (ق، ج)

[1] ج: اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں بسنت

(۳۸)

میرا رے پیارا سو جو پیک دولت
میں تو کہ کیا جانوں کون بخت سوں بولت
انچل تو بجیا برن گنا موتی سو تارا
ناسک دیپا موتی سُر دیا نم جھولت
دو جوگ ٹِلا موتی کُنتل بکھرے تارے
مُکھ نور کہہ جوں سورستاریاں کوں سورولت
ابھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی
مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت
ساقی تو آباریک پلا خوب سرا سٹ
گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سوالت[۱]
دو تن تو رکھے دِشت پنٹ میرے خیالوں
برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت
سب دن توں متا اچھ معانی کہ نکر غم
برہے کی شکایت تو کسی دھیر نہ کھولت

(ق، ج)

(۳۹)

مج تیرے لال لب کے چمن سوں سو کام دیت
خوش دل ہو گا نِٹ سوں آباری کا جام دیت

تو نانوں یاد دل تھے سبھی یاد دل تھے دھوت
وو نانوں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت

یک چھن سوجھ کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ
کس دھر کہ کس دھر آکھوں دلا مو نہ آرام دیت

ٹک دیکھ اب تو حسن بلکاؤں تو آسے بھار
اب تیرا حسن دیکھ منگیں مج کوں دام دیت

مشکیں کر ٹک دل میں سدا راکھے اب خیال
میں دام کس وضع سوں بچھاؤں کوُ فام دیت

کوئی تو محرماں کوں رضا ناہیں، چند وصال[1]
عاشق بیچارہ کیا کرے کوُ نا پیام دیت

کیا تائیں توں غم کرتا معانی انند کر[2]
قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت (ق، ج)

(۳۴۰)

مدن مست بدن کچن مست کنچن مست پری مست
ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست

پیڑی مست بہی مست ڈولی مست رہی مست
مکھا مست سرا مست شہن مست پری مست

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اورہی مست[3]
گزک مست نقل مست بچن مست پری مست

---

[1] [کو]وئی تو محرماں کوں رضا تائیں چند وصال [2] ج: کیا تائیں تو غم کرتا قطب شہہ انند کر۔

[3] [ک]ھڑی مست بہی مست ڈہلی مست اوہی

پری مست پیون مست سُرا مست ہوی مست
ملی مست پِچھی مست رَسَن مست پری مست
کُھپا مست پُھلاں مست کجل مست کُھلی مست
لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست
تِلا مست ٹُرا مست دھری مست دھڑی مست
شکر مست چُمن مست ہنسن مست پری مست
چولی مست کُھلی مست کمل مست بھنور مست
قطبؔ مست کری مست یون مست پری مست

(ق، ج)

(۴۱)

مُکھ تیرا دیکھ کر ہیں آج مست
تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوں بت پرست
مُکھ عرق نئیں زور مستی ہے عجب
میری مُکھ زردی ہیں رنگِ لعل بست
داکھ دانے انگلیاں کی بوٹ ہیں
رنگ بوٹاں ہیں مئے عناب ہست
زاہدا کیا پند کہے ائے بے خبر
رب کی حکمت ہیں سو گُنجِ حکمتست
میرے آکھر ہیں لکھے سونا پھرے
خوش لکھے ہیں عشق سطراں رَست رَست

ہر یکس میں مستی ہر یک دھات ہے
قطبؔ معنا مست از روزِ الست [1]

(ق، ج)

(۴۲)

تمہارے مُکھ کے گُہر تھے سو نور پایا بہشت
عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کِشت
پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں
گلے میں طوق سو دیکھ چاند کے مرایہ سرشت
رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچّا تو خیال
نہ حک تھے جائے نہ آب زلال تھے او نوشت [2]
تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے
سو اس نہال کوں بسلاتے باغبان نشست [3]
سو باس تیرے تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا
پُھولاں سو باغ میں تج باج دِستے ہیں سب نے شت
نہ کر خیال ہمی پی شراب مست ہوئے
کہ مُکھ کے پانی تیرے تھے سدا ہیں مست بہشت
پیا کا حسن معانیؔ ہے جگ میں جیوں اوتار [4]
سپند حالوں لگے مت اُسے کسی کی دِشٹ (ق، ج)

---

[1] ... معانی مست از روز الست [2] ج: نہ شک تھے جائے نا آب زلال تھے او نوشت

[3] ... خیال کوں بسلانے باغباں کاشت

[4] ... ن قطب شاہ ہے جگ میں جوں اوتار

(۴۴۳)

خال ہندو کا بھلا کر مج کیا ہے بت پرست
سب خیالاں اپنے سٹ کرتا ہے میرا خیال دست
وو طلسماں خال تج در بند ہے منج جیو کا
کس نظر اس حال پر پڑیا کدہیں بند تھے نہ جست
مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھاں دار
میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست
جن چُرے چارا اد دانے کا اچھے معمول سب
دایم الایام پیالہ عشق کا ہے اس کے دست
عالماں سب جفر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں
جدولاں اس زلف کے میرے دل اوپر نقش بست
علم کا عالم پڑھایا نیہہ کا آیت منجے
آیت اس پُرکار کا پرکاری سوں منج دل نشست
کن کمر باندھے نین لہو رنگ انگے پیک تل
اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب میں پست
نین کے تیزاب تھے چوتے ہیں منج نیناں تھے بُند
وو بُنداں دریا کے موتی ہو بکاتے دست دست
قد الف ساقی توں ہت لے جام وضع دال کا[۱]
رے نمن قد میرے کوں سیدا کریں توں اپنے ہست
جانتے داور حکیماں درد کا
نیہہ دوا ہو سے نہ ہرگز ان کے دست[۲]

۱؎ ج:- کوں ۲؎ ج:- نیہہ دوا ہو سکے نہ تو کہاں ان کے دست

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے
ہے رقیباں دیکھ کر دکھ تھے کئے اپ جیو پہ خست
ائے معانیؔ توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب
کوتوالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب راست دست

(ق، ج)

(۴۴)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت [1]
نہیں سبز خط [2] آگے چنپا کا حاجت [3]
طبیباں کریں منج [4] کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں موہن ہے بالا کا حاجت [5]
ہمیں نیشکر نمنے ہلجے ہیں بندیں
نہیں ہور ہمنا کوں جالا کا حاجت
خماری نین تھے کھلے پھول جیو میں
نہیں مو کوں دونا و بالا کا حاجت
مرا دل ہے زریفت کا کارخانہ
نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت
تو کہنیاں کتاباں کی جیو میں لکھیا ہوں
معما ہے نیں کھول کہنا کا حاجت
انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نہیں ہے
سکندر کے درپن اُجا لا کا حاجت

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو
نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت
ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ
نکو بحث کر نہیں ہے اعدا[1] ار کا حاجت
معانی[2] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
کہ اس علم میں نہیں ہے دانا کا حاجت
(ق، ج)

(۴۵)

نہ جانوں کیا اثم ہے رات پایا اسکا میں صحبت
دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت
انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑے منج پہ او چنچل
سبھی بھاگاں میں دستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت
بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں
پلادو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر منج جنت
نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے[3]
اے باتاں سن کے سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوئے ہیں سب
اے چاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑ دو
کہ رگ رگ بھید یا دنیا انگی کا اُن کوں سب علت

---

[1] ج:- غوغا [2] ج:- قطب شہہ [3] ج:- حبیب موا،

منجے پائے ہیں نھن پن کھوتے اس چاہ زنخدان کا
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایا ہوں ملت
ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب کوں
علی ابن ابی طالب اُنن کوں مارو ہت ضربت
معانیؔ عاجز و بیچار ہو آیا تمن در کوں
کھولو دروازے لطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت

(ق، ج)

(۴۶)

ـب چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات — جن سُنے دین کا گنوائے بات
ـہ ہونٹاں کی ہنسی برہ آگ پر — آگ سرنا او چاتے سب جنات
ـوں انچل بیٹھیاں نین کی پُتلیاں — اُن نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
ـ رعنا و ہور لٹکتا چال — پایا دو وضع تھے دو جگ لمعات
ـف سحراں میں طالباں ہلجے — باطل السحر نئیں ہے اس ابیات
ـں دریا میں اُبلے ہیں موتی — عشق کدڑی بکاوے ہاتے ہات
ـن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دیئے ہیں ازل تھے حسن برات

شعر تیرا معانیؔ صدقے نبی
لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات

(ق)

ـج :- قطب شہ

(۴۷)

رخ کیئے میخانہ رخ لے پیالا ہات
ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات

نعل چنگی کے تھے ہوا پیدا ائے نور
چاند سورج جگ میں اس نوراں سہات

تھا ازل تھے اس میں ہور ہمنا میں راز
کیوں کہوں نیں ہات میں ہے اس کا ہات[۱]

میری آہاں جوت تھے بوجتا دِیوا
کیا پکارے تج پکاراں ہور دھات

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی
پایا اس اُدھراں ستیں شاخِ نبات

داکھ کے کھنواد نپجے تیرے باغ
عیش و خوشیاں کر سدا دونوں سوں رات

حسن تیرا لیکھے ہیں قدرت قلم
کیا کم آوے تج مشاطا کا رجھات

گرا چنپا جتا خوشبو اچھے
کیس کے پیچاں منیں نپجے ہے رات

تیر مارے سو معانی[۲] پھر نہ آئے
ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات (ق، ج)

ردیف ث

(۴۸)

کر ـــ ب شی اپی ادنار احداث — مٹھای اَپ ادھر دلدار احداث

اپس مُکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے — کیا ہے جگ ہیں سب گلزار احداث

تیرے دو الف ہیں جے کفر رنگ کے — کیئے عاشق کے تئیں زنار احداث

سلونی روپ ونتی جیو کی پیاری — ہمن پر ئی کرنے ہے پیار احداث

ین اسکے کریں راویں کے ئیم کیوں — کہ ہے اس بات ہیں گلزار احداث

داوندی اسے سُہتی دو جگ کی — کیا اَپ پیار سوں سنسار احداث

ی صدقے قطبؔ شہ دل ہیں کیتا — محبت حیدر کرار احداث

(ج)

(۴۹)

اپ حسن سوں لٹکے جوتوں مردے سبھی پاویں بعث
سُو کے سو پھُل تج دِشٹ تھے تازے ہو کر لیاویں بعث

سب عاشقاں تج عشق ہیں جوں پھول بن تازے اچھیں
موراں پپیہے کویلاں تج شوق تھے گاویں بعث

تج نین تھے شک چین سب پاتے ہیں آدم ہور ملک
امرت نبی سیتی سدا تج ہونٹ برساویں بعث

نابات ہور اُبلوج تھے دھرتی سے میٹھائی بہت
تیرے بچن تھے پاتے ہیں میٹھائی سب راویں بعث

بھنواں کماناں تیر پلکاں سانذکرہ مارنے جوتوں
ہر تیر سوں سو لاک جیو سوتن میں الجاویں بعث
جب توں کرے یک دِشٹ اپیں دونوں جگت سب جی اُٹھے
تج نین نرمل روپ سوں تل تل کوں دکھ لائیں بعث
صدقے نبی قطبِ زماں عیسیٰ نمن بولے بچن
چوندھیر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث

(ج)

(۵۰)

سکی چھند کوں تیرا ہے ناز باعث
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
پیا مِٹھ بول تھے ہور اس اَدھر تھے
ہمیں ہیں مست نیئں چنگ ساز باعث
نین تیرے کے کیتے دِشٹ چاڑی
چھپے کیو نکر کہ ہے غماز باعث
نظر جیو کوں پیا پُھل مکھ سبب جوں
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
کِس موتیاں سوں جیوں دم ساز باعث
ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
ہے اس تھے اسے پرواز باعث

نبی صدقے لیا قطبِ زماں سوں
او پیو جے چھند میں ہے ور ساز باعث

(ج)

(۵۱)

گنوانے دین کوں میرے نین بت خانہ ہے باعث
یہ زمزم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث
مو آہاں کے پتھر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاراں شکر کرتا ہوں ینہ اس پیمانہ ہے باعث
بچھایا ہوں پلو یں آرزو کا کام دیو مگر
توں نا دے تو کن دیوے وو تِل کا دانہ ہے باعث
برہ شہراں منے جب تھے سیٹا ہوں بیج یں ینہہ کے
ہر یک پھولاں ورق میانے پرت شاہانہ ہے باعث
نین کی چلبلائی میرے دل کے بن منے نپجیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج ادا افسانہ ہے باعث
نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلے گا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث
معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو گھڑوں موتی مو یک دُردانہ ہے باعث

(ف)

(۵۲)

تیری نین کے چوٹاں منج کیا حوادث
ساقی دے منج پیالا جاوے ہیا حوادث
پلکاں کے بال بھالاں نا مارو میرے تن پر
آساں اُساساں تھے دل میرا لیا حوادث
کیا کام آوے منج کوں اے لال داکھ مستی
موسر منے چڑھیا ہے نینہہ مے پیا حوادث
باتا کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیاں
غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے
رقیباں رقم نہ بوجھیں ہے اتے بیا حوادث
دل دل کی بات کہتے کوئی کھول کہہ نہ سک سے
کُھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث
او طاق ابرواں دیکھ مے پی معانی نت نت
بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث

(ق)
(۵۳)

میرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث
عریضہ اُپ بندے کا اے ٹک کن دھر سنو وارث

تمہارے عشق کا ہیں دو دنن پن تھے پیا جیو سوں
منجے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے کر گنو وارث
نہ کر سکے دوا کن عشق درداں کا کدیں ہر گز
طبیباں سب ہوئے عاجز کہ یک دارو کہو وارث
گنگا اُبلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بُنداں تھے
منجے ڈر کیا ترا اوّن ہار دریا کا ہے تو وارث
تمہارے نور تھے پایا ہوں میں پنتھاں عشق کے سب
رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھے تم رکھو وارث
اُو در امید کا ہے توں پکڑ دو زور یک چت سوں
او در کا حلقہ کُن میں باکے ہیں تہرے اُنو وارث
معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہے خوشبو
منجے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث

(ق)

(۵۴)

تو حسن کا جھمک ہے جیون کی دلبری وارث
تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث
اپنے نین کی کدنا باتے کمند کر گل
کھینچیں نہ اُپ طرف کیا ان کوں ہوا ہے وارث
مسجد نمن کیا ہوں اُس ابرواں کوں سجدہ
میں بندہ ہو گنہگار بخشو مرا [illegible]

پرکار نمنے پکڑے تو زلف دور میرا
(کرم خوردہ)

دیتے ہیں خوب رویاں سب کے نین میں جلوے
مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث
نیناں کے دھارے اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے
کھوائے رقیب کا ہے تم ہور ہے ہیں ماکث
بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا
ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناجث
(ق)

(۵۵)

بچھڑی کے درداں کوں تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیاث
او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے ادمے غیاث
میرا شد بد سب لے کر کے ہور بتاتے ہیں جدا
دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے لٹی غیاث
وصل کا دیوے خبر جن دے کر و اپ جیو کا
تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجے پے پے غیاث
جوش غم پکڑیا ہے دیو ونیہہ کا لنگر تمیں
آس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کرو تم سے غیاث
میں پلک اوپر پلک نہ مار کھوتا عشق باٹ

حسن رنگ کا مئے پلائے منج کوں نفن پن تھے پیا
دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مئے غیاث
تیری یادوں کا معانی کرتا ہے تسبیح نِت
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث

(ق)

(۵۶)

مو نین ہور دل میں لگیا مدام بحث
چپ رہ توں عقل کرتی وو دونوں کام بحث
کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث
بوسے کے تول سیتی نہ آئے اے جیو سُم
ہر کن کرئے وو بحث اہے اس کا خام بحث
رستم کا عشق کا بکٹ اپ ینہہ فن منے
کیا کام آئے ایسے وقت زال و سام بحث
لازم گنا کرتے ہیں کوتوال و قاضی سن
میں شرعی ہوں کہ کرتے اہیں لوگ عام بحث
نازک ہوا ہے شیشہ تھے دل اس رکھو سنبال
لاگیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث
لیکھے اہیں معانی کے انگارہ تج رقوم
کچ ہور۔ یاد آوے تو وہ ہے حرام بحث
(ق)

(۵۷)

اس کے مشکیں خط کا میرے دل اپر کھولو حدیث
عالماں عاجز ہوئے ہیں ییک تل بولو حدیث
بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا
تم سُلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث
تیرے طاقِ ابرواں کا کن میں بایا حلقہ سُن
ب منجے زیبا ہے کہہ بولو پیا یک دو حدیث
عالم اپنے علم کا کرتے سب لوگاں میں لاف
تو نین کے جام کا مئے پیکہ پڑتا او حدیث
تیرے تل ہیں میر دل کنٹھ مال کے موتی صحی
کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث
شمع تم مجلس میں قصّا اپ زباں سوں بولیہ
رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث
سب گنہہ تیرے معانی دھوے گئے اس یاد سوں
نقش کر اپ دل منے توں دو جہاں میں سو حدیث

(ق)

(۵۸)

جنے پیوے او نین جام اسے جام عبث
زلف پھاندے منے ہلجیا ہوں منجے دام عبث

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم
جیو کی ڈوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث
جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں
اس کا ناؤں نا لیو د کوئی لینا ہے او نام عبث
عشق کا ملک تری یاد سیتی جیتا ہوں
دِستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث
تمہارے عشق میں جوں موگگن لک اپنڑیا
اس پچھے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث
تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں
اِس تھے جھگڑا کریں مل خاص بھی ہور عام عبث
ائے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
قند نا بات مٹھائی اہے تج کام عبث

(ق)

ردیف ج

(۵۹)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج[1]
کہ دارو مد بھیتر کا یو نا بوج[2]
ملن کا شد دیا بو جگ ستارا
ولیکن قتنہ جیو کا تو نا بوج
کون شعلہ تھا کیتا رخ جو مج من
کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج

---

[1] طبیباں ناڑ میری دیکھ نا بوج
[2] ج ۱ - دیویں دارو جھٹیں مو درد نا بوج

وہاں تھے باس خوش بار الے آیا
و لے مج باس مخفی تو اُو نابوج
کہ گن کہتا جو دو تن تج کوں دیکھیا
اُدھر پر چین داناں کا مو نابوج
کتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیا مج مست
جنوں تھا دور پیرت کا سو نابوج
معانیؔ مست تھا اُو ترک اُس رَین
مو باتا عرض کی تل یک دو نابوج

(ق، ج)

(۶۰)

تمہارا مکھ سو کعبہ تمن دِسے مجے آج
دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج
تمہارے مکھ کے نِجھل جل ہیں مُج عجب ترتی
خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج
تیرا یو دن سو دیا نور حور جنت کوں
بھوں تیری سو اعرافیاں کوں دینے باج
تمن دو ائر مکھ ہے نگیں سلیماں کا
طیو روانس و پری پر کرو سدا تم راج
ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئے مج بٹ
فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت
سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج
نبی کا داس معانیؔ ہے عرض خوب سنو
شکل شہاں منے شاہی کا منج کوں دیو و راج

(ق)

(۶۱)

ن ازل تھے جیو تاراں سوں بُنیا ہوں خیال تج
قش بندی خیال میں مُو دل ہوا ہے خال تج
ین پُتلیاں یاد کے دریا میں غوطہ کھاتے ہیں
نہہ کے طبلاں بجادرپن دکھا مو گال تج
س کے نیناں کی سیاہی یانے ہے آبِ حیات
بابو جھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج
شق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
مانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج
کھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح
بلک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج
بری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
چ کر ہور بوسہ دیوواں میں نرنگ کا نال تج
نکر کر چھن چھن معانی اپنے پروردگار
نہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج
(ق، ج)

(۶۲)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
توں اپ سائیں سوں اچھ اُن تھے نکو رنج
نمارے ناز جھلکاراں کا نئیں تاب
کہ عاجز ہوں منج اوپر ناکرو رنج
پیا منج خاص خیالاں میں گئے ہیں
کہ ہے منج شب نوسیاں تھے بہو رنج
خدا اَپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز
پرستش ناکرے اس دل رہو رنج
منگے عاشق جو او پھول حسن سُنگے
کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
ازل تھے حسن کا دل کارخانہ
کہ اس کے تار پو داں کا سہو رنج
معانیؔ کو تمن غمزیاں تھے نئیں ہوش
نچھل صوفی بندا ہے نارکھو رنج

(ق، ج)

(۶۳)

او چشمۂ حیات کوں نالا خدا توں رنج
اس ڈھن تھے عاشقاں کو ملیا ہے برت کا گنج

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے
مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج
یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا
ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
مو سیس اُپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی
نیناں کے شہر میانے بندے ہیں منجے سینج
توں ناز د کی سوں جانو نا کس کا بھلا کے دل
پیشانی ٹیکا لائے ہیں سیندور جیوں سرنج
مو سر منے چڑیا ہے خماری او یار کا
اس یاد سیتی پیالے پلاساقی چارو پنج
لونین قصہ سُن کے معانیؔ ہوا ہے مست
اب نیہہ کی ترازو میں رکھ کر توں اس کوں سنج

(ق، ج)

(۶۴)

منج جیو منے ازل تھے ہے جاناں کا احتیاج
غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج
پیرت کا ناز[۱] راز تمن کوں عیاں اہے
روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج
تم لعل اُدھر تھے پائے ہیں یاقوت رنگ سُرنگ
سو رنگ بھرے کوں نہیں اہے پاناں کا احتیاج

[۱] قطب شہ ج ا- ناز

تو بِن دِشت تھے نہیں ہے صبر کوں قرار
تج کفرِ زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
مو خاک کوں تمھاری محبت ستیں گھڑے
ہم تم ہیں اُس تھے نتیں اہے پیماں کا احتیاج
موتین میانے بیس کے کبھی کئی نہ آدے
مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
ہونٹاں کے نیر پی کے معانی[الف] دِسے خضر
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج

(ق، ج)

(٦٥)

سکی آج پیالا آنند کا پلا منج
دو یاقوت اُدھراں کی مستی دِلا منج
محل دِستے ہیں نور کے اُت صفا سوں
سکی لیا سجن کوں منا کر بُلا منج
گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں
پیا آرتی تائیں پیو کوں بُلا منج
تیرے نینہہ بِن جیونا منج نہ بھاوے
مسیحا نمن آپ دم سوں جِلا منج
اُدھر تیرے بِن منج نہ بھاویں عقیقاں
بدن تیرے بِن نہیں ہے نیکا طِلا منج

[الف] ج: قطب شہہ

تیرے حسن بن ہور منج نین میں کد
نہ آوے کہ ہے اس ستیں ابتلا منج
نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
بندھا دل کہیں نیئں اُنن ہن و لا منج
(ج)

(۶۶)

برہ منج جا جتا ہے سائیں تم باج
مرے مندر تم آ دیو وصل کوں راج
جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے
اُسے نیئں عاشقاں کے صف منے لاج
جنے ثابت قدم ہے عشق میانے
دھرے گا پیم اس کے سیس پر تاج
جنے کابل کیا ہے پیم اپنا
غنی ہے دو جگت میں نیئں وہ محتاج
پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد
توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
پرت تج کوں کرے گر تیر باراں
توں اپنا سینہ کر اس نائیں آماج
نبی صدقے قطب شاہ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر درۃ التاج
(ج)

ردیف چ

(۶۷)

چندا امکھ پر سکی گن دیکھنے بائی تھی بالاں کچ
غصے سوں اس اُوپر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کچ

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے
جے کوئی دیکھیں تمن کوں کج ہوویں اُنکے نہالاں کچ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا
سُہاتے ہیں انوں کوں ناز ہور چالے وچالاں کچ

لجیتے ہیں سمند ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے سنگتے
حمائل نمنے باتے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ

گنوانے غم گیا میں باغ میں دیکھیا عجائب کچ
پیا کے پاوں پڑنے تئیں ہوتے ہیں پھول ڈالاں کچ

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کہے باتاں
اسی تھے ہو کے نرمل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ

معانی عشق کے تاراں سو بنتا ہے سراسر سب
سراسر کن نہ بن سکیں انوں کے ہیں خیالاں کچ

(ق، ج)

(۶۸)

دنیا کے کار خانہ کا نہیں زرباف امولک کچ
سنے کے تار جب جانگے نکل کر بت نہ رہسے کچ

سو دھن ہیں کو نپلیاں نبجے سو لیو و کو نپلیاں اپ ہت
تو اس تھے مدعا پا کر دِسے گا عاشقاں میں کچ
ترا قد سدرہ و طوبیٰ نمن سپلا سُہاتا جو
لگے تو اس بھرے میوے رنگیلی نج کوں او دو کچ
سینے کے باغ ہیں تیرے بہشتی میوے چنتا ہوں
کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہے سب تج
امیداں باغ ہیں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب
شکر کر میوے کھا کر توں دُکھ اپنے جیو تھے او بج
بنگی شاخاں اُوپر مالی رکھے آرا غصے سیتی
رکھے گا سیدھی شاخاں پر اگر ارار تو ہوگا لچ
سمومی باد آب ہمنا ڈرا تا کیا ہے گرمی سوں
ہمارے باغ کوں بنہہ باد لگتا باد تیرا ہیچ

(ق)

ردیف ح

(۶۹)

اگر تو دین ہیں ہے ٹیلا لاونے کوں مباح
پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاوؤں نجاح
لوچن کی پُتلیاں کے بت خانہ کوں کیا سجدہ
فقیر و ناتواں ہوں میں کردں اسی الحاح
کھولے ہیں کیس کنگھی کرنے کوں دِسے ظلمات
جو سر تھے باتے بھرا کھو نپ مُکھ دِسے صباح

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے
کہ سر تھے ہوں جوان اس تھے پاوں قوتِ راح
بھواں کمان نین تیرے تھے کنن نہ چھوٹیا
ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح
تمہارے ہجر دریا میانے بایا نیہہ کشتی
ہلیا ہے ذوق کا بارا نہ جانے کن ملاح
پیا کے مکھ ہیں دِسے جوت خضر و موسیٰ کا
کہ اس کی یاد کوں توں ورد کر مسا و صباح
ہمن سیتی نہ کرو ہٹ میا کرو ساقی
خیالِ بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح
معانیؔ بھید یا اس یاد نور تو دل میں
اسی تھے دِستا ہے روں روں ترا کہ جیوں مصباح
(ق)

(۷۰)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح
دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح
سائیں کا راز مستی تج پر چڑیا دعا کر
شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح
مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے
کیوں یک دو پیالے نا پیوں دِستا ہے صفا صبح

باتاں عشق کیاں منج یوں دوں ککر نہ پوچھو
غم کی سیاہی دھویا یک چھن منے صبا صبح
دو دل تیں تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت
جیو کے نین سوں ہرگنہ نا دیکھے دلکشا صبح
میرا خمار توڑو اپ حسن کی نگہ سوں
جیوں مئے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح
تسلیم کر معانیؔ او طاق ابرواں کوں
جو منج گدا کا حاجت برآیا ہے ہوا صبح

(ق)

(۱۷)

ترے ہونٹاں کے رتن تھے سینا ہوں بات صحیح
عالماں اس کوں نہ مانیں تو دِسیں سب ہیں قبیح
دل کے باتاں بوجھے معشوق پیرت کے حق میں
کہ نہ جانوں نہیں کیتے ہیں منجے کھول صریح
تمہارے حسن تھے دِستا ہے ہمن مکھ پر نور
تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح
سینہ چھیلے گیا ہے باؤ اُساساں تھے پیا
ہونٹاں کا پھونے ملم لاؤ کہ تاہوئے ملیح
زندگی نیر اوپر میل نہ کر سوں ہرگز
مئے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مئے
اُد خماری چڑی منج سر میں صحیح ہور صحیح
تو کنک دِشٹ تھے ہوا ہے معانی سنا
نہیں حاجت ہے نبی چودہ کو کرنا تشریح

(ق)

(۷۲)

نین تمارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح
خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح
لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل میں
اُساس آہ کی باتاں تھے دِسے رات صریح
لوچن اُپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ
عشق کا آب نوا باندھے ہے دھات صریح
ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت
خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح
تمہارا خیال لوچن نیر میں تیرے مُجھ ہو
کہ سب ہی (حال) ہیں تو منجے دکھات صریح
بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا ادساییں میں
دو تن غرض کیا تیری ذات ہے گُجات صریح
معانیؔ تج کوں محمد غلامی ہے شاہی
توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
(ق)

(۷۳)

تماری یاد میں تس گئی پلاؤ ساقی صبوح
او یک قطرہ لہو تائیں توڑیا توبہ نصوح
رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جل آب
کہ سر تھے ہوؤں جوں اس تھے پاؤں قوت روح
تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت
سنے جو ایک چھن اور عرضہ ہوئے مج کوں فتوح
تمہارا حسن دیکھیا جب ہوا ہوں جیوں جمشید
تمہارے ذکر تھے پایا ہوں عمر میں جیوں نوح
معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا
کہ رات دِسے اس کوں پیا کا مکھ جیوں یوح

(ق)

(۷۴)

تمن کوں آئیں اچھو ساقیا دعائے قدح
کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح
خبر لے آؤ تمیں مرے تیں پرت جاسوس
کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھوں ہوائے قدح

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پرواہ
تمہارے ہونٹ اچھیں گے جسے بجائے قدح
شراب خانہ سَرا تھے چڑھے نہ مستی منج
ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح
ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی
دو ناوَں سیتی پلاتا ہو ویں فدائے قدح
ہوا ہے مست معانیؔ سَرا سے بہتر تھے
کہ پیو کے نین کے دِستے اہیں لوائے قدح

(ق)

(۷۵)

تو مُکھ کی ناز کی ہور باس تھے سُمن مجروح
کئے ہیں بیسرے تھے چو پھر کانٹے تن مجروح
تھڈی کے خم تھے پلاؤ ہمیں کوں لعلِ مد
ہمارے ہونٹ ہوئے تم کو بے چومن مجروح
ہوا ہے جھال نیالاں تھے شیشہ مو دل کا
نہ دیکھو زور سوں مست ہوئیں کے نین مجروح
مونن کو کئے ہیں جیون بیل زلف کے پھانسے
انجھو تھے پاکتہ کر مالی کا وطن مجروح
ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں
دو تن کی بات کہوں تو ہوتے دہن مجروح

کمانِ ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر
ہزار شکر کردں بھی نہ ہوئے بچن مجروح
معانی کوں نہیں ڈر غم کی موجِ طوفاں تھے
پیا کا لطف نہ کر سے کدھیں ہمن مجروح
(ق)

(۷۶)

ہونٹاں کے بوسے تھے پایا جیا روح
ہونٹاں کے ناد بیانے ہے دوا روح
نگیں نمنے ادھر کوں چین پکڑے
نہ جانے چین یں او چین کا بہا روح
شکل بن آرسیاں جگ کیا ہوئیں صاف
دیکھو مکھ آرسی دِسے صفا روح
پیا کا شغل مستی کس نہیں سر
اُنون تھے ہے بگانہ آشنا روح
نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی
حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
ہوا درپن سکندر تم تھے روشن
کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح
معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کرئے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
(ق)

ردیف خ

(۷۷)

پڑوں بلبل کے نمن عشق کا قصا ہر شاخ
جن نہ سمجھے یہ قصا سینہ ہے اس کا سنگلاخ

بات دو تن کی تمن کان منیں ہے محرم
آس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی ہلجے تمن کیس منے ناداں سوں
عاشق او نیش کنگھی دیکھ کے ہوتا سوراخ

مصطفیٰ ٹھاون ازل تھے دیئے ہیں حیدر کوں
جنے شک لیا دے پکے جیوں کہ تنورِ طباخ

نار کے نور کا پیالا دے منجے ساقی توں
پھکنا اغیار کا دیکھ پکڑیا ہے مو دل نفاخ

خال نمنے دِسوں ہیں عاشقاں یں سب تھے پیا
ہات چوگاں لیو ؤ نیہہ کا میداں ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانؔی اچھے کیو دورہ کہو
اس کی یاداں سیتی جنتیا اہے عشرت کا کاخ

(ف)

(۷۸)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈلنا گستاخ
جب رکھے کان اُپر تو دِسے ہمنا گستاخ

باس پھولاں کا تمن کیس منین ہے محرم
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں رہنا گستاخ

بوجھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
یے معما ہیں دو تن بات کوں سننا گستاخ

تم اُدھر تھے پاتے ہیں پانی سرنگ لعلی کا
وہ اُدھر باج اُدھر ہور ہے چُمنا گستاخ

حسن باغاں میں کھلے پھول بہت رنگ رنگ سوں
تمہاری باس تھے بھی پھول ہے سُنگنا گستاخ

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوّا خوشبو
نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چُننا گستاخ

تمہاری یاد تھے ہوّا ہے معانی مجنون
مجنون انگے ہے پیرت کہنے کو کہنا گستاخ

(ق)

(۷۹)

غیر جب لیوے تمن نام ہوے میرا دہن تلخ
شکر و شہد پلادیں تو نہ جاوے وو سخن تلخ

بھالے پلکاں کے تمہارے اہیں جراح قلم جیوں
ہیں قلم بال ہوا ہوں نہ کرو موپہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوئے سب
جن کنکر جوت نہ پاوے اہیں اس کے سو پھن تلخ

پھول کلیاں کیئے مجلس خوشی سوں مل چمناں ہیں
دِسے یک بیل کوں یک پھول میٹھا یک سمن تلخ
عاشقاں کیئے ہیں منج کوں ہدف پیو پیرت میں
بن تمن نیر اہے منج دو جا نیر دیکھن تلخ
تیرے سنگار کے موتیاں تھے پڑیا جگ میں اُجالا
دسیں اس جوت کے انگے ستارے ہور رین تلخ
چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
تو ادھر تھے چووے مٹھائی نہ ہوئے کدہی بچن تلخ

(ق)

(۸۰)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ
پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ
ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ
پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
تم ہونٹ میٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہونٹ
اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پر کیا تلخ
پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے
ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ شرا تلخ
شہ کر گئے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں
صندل رکھو سر پہ نہ کرو کدہی میا تلخ

عاجز ہوا اس فن منے سب ساحراں کا سحر
دو تن گناں تھے ہوا ہے سب ہی وفا تلخ
جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانیٔ
کبتا ہے تیرے دشمناں کا کام غلا تلخ

(ق)

ردیف د
(۸۱)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتی دند
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
منتر پڑتی ہے دوتی پیو دِشٹ پر
کہ زیبا دِسے اس نین اپنے چھند
سکی چال نہ کر مو پیاری سیتی
کہ سُلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
پیا کو سچا نیہہ بھاتا اہے
دو تن اس کے نئیں پیو انگے ار جمبند
نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں
سجن قد اسیا سرو کوئی بلند
محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں
دِسے یوں اُنن ہت میں جیوں سورچند
محمد غلامی تھے قطبِ زماں
سکیاں گُل میں بایا ہے اپ نیہہ کا پھند
(ج)

(٨٢)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چند   اسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پہن آئے   تجے دیکھ کر پائے عیشاں آنند

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج   تجے کون سکلاتے ائے مست چھند

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے   نظر نا لگے تیوں کرو ان سپند

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب   کہ اس نور کی پتلی سوں مل انند

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے   کہ عیداں ہویاں ان تھے سب ارجمند

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ
صفت اسکے ہے ناؤں کی چاروں کھنڈ

(ق)

(٨٣)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد   کرو ہم دونوکوں اس غم تھے آزاد

سٹیا امید کے تخماں زمیں میں   میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ   کرو باد صبا سوں منج کوں ٹک شا

لہو رنگ کا بسنت لیا دو کہ کھیلیں   ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں اسنا

خیال اس حسن کا منج جیو سوں پکیا   پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک دا

نہ بوجھے آدمی اس نار کا ناز   لکھن وو ناد نا آوے کس اور را

کتے ہیں گو ہراں سوں حسن دِستا   دو خط و خال کرتا منج دل آ

ہنر ہور بے ہنر ظاہر ہمارا　　محبت کا قبا پینا ہوں میں شاد
پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے　　ہمارا حال کیا جانیں کے سکھ زاد
اُساساں آس سیتی کرتے ہیں بات　　ہمارا آس بر لیا قدِّ شمشاد
معانی بے خبر باتاں توں کہتا　　دلیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

(ق)

(۸۴)

مو عمل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد
مرتضیٰ کا بانظر بنیاد تب نا ہوئے فریاد
رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹک
سب رنگاں تھے دھو گیا ہوں یا علی منج کوں کر آزاد
مستی کی باتاں کہوں یارات کی باتاں کہوں اب
دو نوں قصہ کھول کہتا چوک بخشو تم اُستاد
ائے ہما میرے خیالاں کی ہوا میں اڑتا ہے توں
گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد
جیفہ کی باواں تھے بجتیاں ہیں نفریاں صد ہزار
اس نِفریاں میں کرے گا کن نِفری منج کوں مِداد
لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کیتباں
تم پڑھاؤ مو کوں ابجد نادِ سوں میں سب میں ارشاد
صح کرے ہیں سب ہی استاداں اس ابجد کی کیتباں
جن بوجھے وو علم سب علماں تھے ہووے گا ان آباد

بے نقط اعراب سوں کرتا ہے تعلیماں منجے آن
میں اگر چوں کوں اس میں تم نہ پکڑو ہم پہ ایراد
ائے معانی سب کے بولاں دہرتے ہیں شکر ولیکن
بات تیری پھول منے اس نمک شکر خداداد

(ق)

(۸۵)

سُکّی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد
اُٹھیا فریاد از حد دیو ٹک ہمناں کوں تم داد
نین پُتلیاں چنچل چابک سوراں جیو کے منج
جناور ہیں ہمیں تیرے ہمارا توں ہے صیاد
سکی تج ناک کی پُھلڑی کہ ہے یاقوت کا دانہ
کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھے آباد
لہو میری رگاں کا تج نین پُتلیاں میں ہلجیا
ہلج رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کا ماں میں اُستاد
الف ہور میم و عین بن جگ منے ہور کچ نا جانوں میں
کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو مو خاک آباد
اپن شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں
کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جیوں لڑتا ہے فرہاد
بسر کر قبلہ ہیں تم طاق کوں کرتا نمازاں
نہ دیویں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

کمینے گھانس پر توں چھانوں سٹ اپنے کرم سوں
کہ جیوں ہے چھانوں اپ گھانس پر وو قدِ شمشاد
دنیا کی دھوپ آنچاں تھے معانی توں نڈر تل
دکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد

(ق)

(۸۶)

بجنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد
جہ کوئی قدم رکھے کج باٹ ییں سو اُن اقتاد
تمہارے کام ہیں مو کام کا نفیر بجیا
پڑیا ہے کن ییں وو آواز سب آوازاں باد
تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
او باؤ گانٹھ کنے عقل تھے کدیں نہ کشاد
گنوایا دین تمن بت پرستی ییں اپنا
او پوجنا تھا یقیں اس تھے ییں ہوا آباد
گدا تیرا ہوں کروں ہیں گدائی کس در کن
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
دیال کرنا تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو
ترا نصیب ازل تھے لکھیا ہے یوں اُستاد
کہیں معانی کوں نھنواد عاقلاں سارے
ہجے بسر ابیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد

(۸۷)

ہو کس نور تھے یاراں ہوا ہے نور پدید
میں نہ جانوں تمیں بوجھو کہ کون ہے یے عید
اب تو تج دیکھتے شد بد تو مرا کھوے گیا
کس کی مجلس کوں معطر کرے ہوئے کس کی رشید
اس چُومن تھے مو چومن دور خدایا نہ کریں
کہ حیات آب ولب ہے مرا دل اس پہ کشید
ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے
پوچھو خورشید کوں کس تھے تجے ہے نور رشید
نیند بھانے سوں نین جب تم ہی اپنے مو نچے
ساحراں کا سبھی سحر اسی لحظہ درید
کیمیا، دشٹ دم عیسیٰ ہور بھاگ ہیں فتح
ایسے دُر دانہ کے ہے ہات میں میرا سو کلید
کہو یاراں کے معانیؔ ہوا دیوانہ سو اُس
ہوے انجان سو یوں جانوں کدھیں اپ شنید

(ق)

(۸۸)

بہوت دن تھے منگتے داکھ لعل ساقی مکھ دورد
چکا کر اپ نین تھے لعل مد میخانہ کوں اسردرد

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہور پا سے
غوطے کھا کر ہوویں حیران غواص ان میں کن ہے مرد
مین دل کا ہے جھگڑا کس کے ڈھر کہنا بہوت مشکل
اگر آکھوں تو ان کے جیو میانے تھے اٹھے گا گرد
یون کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی
عجائب ٹھن پتے ہیں کھیلے اپ حسن سیتی نرد
تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہہ پوچھیا پیو کوں
سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویر تن کا گرد
علم سو گیاں تھے کرتا ہوں تو میں سرداری عالم میں
اندازا کیا ہے رستم کا کہ کہوے سب میں میں ہوں فرد
اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں
نہالاں نیہہ کے پنجاؤں کروں گا دکھ کے پھولاں سرد
جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں
دسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انکے مکھ کے دیوے زرد
رقیباں اپنے تار و پود میانے ہلجے غم سیتی
خدایا ان کے بستر کوں نہ کر ہر گز کدھیں گسترد
ادھر کے پھول چننا عیش ہے داناں کے چمٹے سوں
دو چمٹا جن نا فہمے اس کے دل اچھے سو درد
طناباں تمنے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کہو نا
ازل تھے نیہہ تمہاری ہیں معانی کوں خدا پرورد

(۸۹)

جنوں کے دل میں اعصورت رہے ان کو ہے آنند
دیا ہے روشنی تحقیق حسن اسی تھے بلند
عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام
ای جزو کوں نہ کرو ہور جزو سیتی پیوند
ہتی مُو تن کا تمن نور تھے ہوا روشن
کہ تل تل اس کوں نہ کترو اُنن تھے ہے خرسند
جی کوئی کہہ عید کے دن پیو کے پگ پہ راکھے ہاتھ
ہر روز ہر مہ ہر سال اس نہیں مانند
زاہد کی باتاں مکر کیاں ہیں مے پلا ساقی
کہ یک دو پیالے لیکر ہون سوار نینہ کا سمند
شراب فائدہ نہیں کر کتے ہیں لوگاں سب
منجے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند
جو عالماں نہ رکھیں مدرسے سے بہار قدم
سو آکے سیکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند
قلم کے نمنے جتتے ہے تمہارے فرمان ییں
پلاؤ چاو سوں شربت او سے محبت قند
معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب
سو اس کے نینہ کا مدپی ہوا دولت مند
(ق)

(۹۰)

تم کی ادَھر کے پھوی ستیں باندھیا ہے گلہ قند
یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند
گر منگتا ہے کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
خوباں کے کسی میانے وفا ہے کہ دل نہ بند
طوبیٰ کے پھل نہ آوے ادَھر پھل کے سم کدھیں
اے بات میں حدیث ستیں کہتا ہوں بلند
گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم
اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند
پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہے فوج
تل تل اتاروں تر تڑی اوتاروں گا ہور سپند
سائیں کی سیوا فرض ہوا ہے معانیؔ تج
او فرض کوں ادا کریں ہور نت کریں انند
(ق)

ردیف ذ

(۹۱)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
پیارے کا پرت پیاری کئے نھن پن تھے من تعویذ

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک دِس چاکے تھے
سو و و لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ضرورت ہے سکی پیو ہت ہیں دینا اپ جوبن تعویذ
سکی منج لب پہ دِستی سو نشانی بوجتی ہے کیا
دِسے میرے اَدھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
عجب تاثیر ہے تج نانو میں پیاری جو سُننے ہیں
سکیاں بھل جا کے لِکھ لِکھ لے کے کہتیاں ہیں اپن تعویذ
مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کُندن رتن تعویذ
پیا کا نیہہ لگیا ورروز منج کہو پند گویاں کوں
کہ کچھ پر چیت نا ہوسے ہمن پر اب تمن تعویذ
پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دُکھ ہے منج
گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دُکھ بھنجن تعویذ
نہ جانوں کس کوں اپ نیہہ پھند میں سنپڑانے منگتے ہیں
سنی ہوں ہیں کہ لکھے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ
منگی تعویذ پیو کن وصل کا نیہہ تھے دیوانی ہو
ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کون للن تعویذ
سجن یک دن بسر کر منج سلاماں لے کے لکھ بھیجے
سو اس کاغذ کوں جیو نمنے جتن کر کے ہُوَن تعویذ

بسا سَو برس لک قطبؔ زماں اس جگ میں جینے تئیں
ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھا پنجتن تعویذ

(ج)

(۹۲)

میں اس بت ہندی کے را کھیا ہوں دل میں لکھ بچن تعویذ
دو منج تھے دور نا ہوتے تیوں کیا بج پر بندن تعویذ
دعا ہور منتراں سیتی دو چنچل منج کوں سپڑے کر
بندیاں ہوں اس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
پرت ور زور، دھن ور زور ہور ور زور نازاسکا
ہوت پر جیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
عشق بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
کیا ہوں اس کی پیرت کوں اپس کا سو مَن تعویذ
پرت کے قول دیتی ہے ولیکن منج کوں پتیارا نئیں
پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
دو بردایت کڑا یت ہور چالاک اچپل ہے
نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعویذ
محمد ہور علی کا نام لے کر قطبؔ شاہ جینتا
سو چنچل کے دو جوبن گردہ تس اوپر کے بھی تن تعویذ

(ج)

(۹۳)

سکی دیتی اَدھر کا جام احناذ   لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
مرا دل تھا بہت ہُشیار اوّل   کتی ہے مست منج ہر کام احناذ
ہوا ہوں مست ہیں اس نانوں تھے جم   منجے دیتا اہے او نام احناذ
ہزاراں شیخ کوں اُت شوخی سیتی   کئے بے ہوش تج بادام احناذ
کرے ہے عاشق کوں مست بے سُد   سکی کا کام صبح و شام احناذ
سُکل عشاق کوں متوال کرنے   دیتے تج نازہور لٹ لام احناذ
قطبؔ مدبن نہیں گمتا ہے یک چھن   دیا ہے منج علی کا نام احناذ

(ج)

(۹۴)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ   سبھیں خوباں ہیں ہے تج شان انفاذ
اَدھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت   اُنن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ترے بوسے تھے ہے جیواں کوں راحت   ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
نیلم ٹیک ترا تِل حجرالاسود   ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
عجب معجز اہے تیرے بچن ہیں   کہ ہے تیرے بچن دل کان انفاذ
خوش آنہ زاں جتے اس جگ منے ہیں   اُنن پر ہے ترا احسان انفاذ
نبی صدقے علی کا داس قطبا
تو اس فرمان ہے سب کھان انفاذ

(ج)

(۹۵)

سندر کے اُدھر ہیں شکر تے اَلَذ ترے بوسے نابات تر تھے اَلَذ
چندر تو اہے جوت میانے لذیذ ولے مُکھ سکی کا چندر تھے اَلَذ
دکھاتی سکی جھلک کاں نین میں ترا بے ہنر سب ہنر تھے اَلَذ
گھنگر والے تیرے لٹاں کے کھباں دسیں نیر پر کی لہر تھے اَلَذ
کمل پھول پر تو بھنور ہے لذیذ ولے مکھ پہ تج تِل بھنور تھے اَلَذ
تیرے مُکھ برن سم سو کنچن نہ آئے ترے کیس ہیں مشک تر تھے اَلَذ
خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے ولے تج اَدھر ہیں امر تھے اَلَذ
گُہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لئی ولے تج دسَن ہیں گُہر تھے اَلَذ
ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لِکھ سہاتی بچتّر چتر تھے اَلَذ
سو رنگ مد میں لئی لذتاں ہیں ولے تِری دِشٹ ہے مد اثر تھے اَلَذ
خبر تو تیرے وصل کا ہے لذیذ تجے دیکھنے ہے خبر تھے اَلَذ

نبی صدقے تج نینہ شہر میں ہے قطب
نہیں کوئی شہر اِس شہر تھے اَلَذ

(ج ۱)

(۹۶)

سکی تج اَدھر تھے پلا منج نبیذ چمن کے نُقل سوں پلا منج نبیذ
جیا کو دیا ہے صفا نینہ شراب دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ

مرے نین جوں سور پُر نُور کر　　دِلا کوں دلاکر کِھلا منج ببیند
تری نین تھے منج پڑیا ہے اثر　　دیا تج تِلا کی سکلا منج ببیند
جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے　　بشارت دیا قلقلا منج ببیند
(ج)

(۹۷)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
بندا ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
امت ہوں محمد کا کروں شکرِ خدا
توں ہے منجے جم احمدِ مختار معاذ
پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھے میں
منج کوں ہے سدا حیدرِ کرار معاذ
پنجتن کا منجے داس کیا پیار تھے حق
پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
اللہ، محمد، علی ہور بارہ امام
یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ
(ج)

(۹۸)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ
گلابی رنگ سوں نازک ہوئے جوبن کے سمن کاغذ

تھوڈی پر خوی تو نئیں ہے پرت کے راز نیناں کے
دو حرفاں ہیں جو دِستے ہیں اسی سیب ذقن کاغذ
بڑا ای منج یہی بس ہے پرت کے ینہہ بازاں میں
پیا لے کر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کاغذ
نین پتلی لکھن ہارے سیاہی کاجل انکھیاں لے
اَپَھر تج حُسن کے اس کوں سفیدی سو نین کاغذ
توں جس کاغذ اوپر کرتا ہے نقطا دلنواری کا
جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں جیوں رتن کاغذ
لکھے تا ضع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں
سو اس تئیں لے کے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ
نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
تو اس خوش مدح کو سہتا ہے جم سورج برن کاغذ
(ج)

(۹۹)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج اَدھر لذیذ
لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لذیذ
امریت چشمہ تھڈی ہے نا سک چمپا کلی
تو بنی آتے نہیں ہے الک کے بھنونر لذیذ
سنگ باس چنبیی کا رہے مکھ موڑ الگ بھونر
پایا نہیں بھونر مگر اس کا اثر لذیذ

پنکھی نہ جانے بات سو اس باس چنپئی کا
اس چنپئی باس راست پچھانے بشر لذیذ
مکھ کے کنول پہ چھائے اہیں چھند کے بھونر
متوال ہو کے جھلتے ہیں دو بے خبر لذیذ
کاوڑ بھواں ہیں پتلیاں سنپارے مار سب
ہے ناگ چوٹی ناگ سہے ناگ سر لذیذ
گھمتے ہیں بھونرے سور سوں سراں کے سراں پکڑ
مکھ سور دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذیذ
دانے تلاں منتر کے اگر مار گاڑ دے
دنت چھند اُدھر پہ ہے سو منتر کی اُپھر لذیذ
صدقے نبی کے رات دِنا بھوت انند سوں
امرت اَدَھر پلاتے ہیں قطبؔ کوں سُندر لذیذ

(ج)

(۱۰۰)

یک دو پیالے پیار سوں منج ہات تھے اے یار خذ
اپنے اَدَھر امریت ہیں منج لب نقل کے ٹھار خذ
تج سات مد مل پینے کوں بھودن تھے دھرتا ہوں ہوس
اپ نیہہ مد پیالے کے تئیں منج ہات تھے یک بار خذ
تج سنگ ہیں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھری

منج من اُتا لاہے ادک اے نار تج سنگرام کا
لٹ پٹ ہوا اُت بیم سوں منج بانہہ کے گل ہار خُذ
عشاق اپن من پیش کش لیاتے ہیں تیرے زلف تئیں
ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپ زلف سوں اے یار خُذ
بہو دن تھے نئیں سُنیا بچن تیرے اُدھر امرت تھے میں
عشاق کے تئیں اے پری اپ لپ تھے کہہ گفتار خُذ
تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
اجھتوں کہتے ہیں کی منجے منج زلف تھے زنار خُذ
سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
منج گل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خُذ
صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت ادک
قطبا پتی سوں کر رلیاں ہور خطائی چوسار خُذ
(ج)

۱۰۱

کی تج زلف ہے جیوان کے آخذ ڈسن تیرے اہیں رتنان کے آخذ
ری نیناں تھے نپجے منتراں سب تیرے نازاں ہیں سب سنھران کے آخذ
ہے تج سیس پر انچل سہیلی سُہے سب عاشق دردان کے آخذ
ری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کوں نین دو مست ہیں مستان کے آخذ
ماں میرے ہیں تج جوبن کے مشتاق ادھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ں نانواں سو کہیا یو غزل قطب علی نانواں ہیں سب کاماماں کے آخذ
(ج)

۱۰۲

سن کوں دیتا ہے تعویذ ہمن من کوں او سوں کیتا ہے تعویذ
ے سنگاراں تج نظر ٹل تجے اُپ حسن کا بھاتا ہے تعویذ
ر چارا منج نین کا وہی منج نین کوں سُہتا ہے تعویذ

(ج)

ردیف - ر

۱۰۳

خیال سوں سوروں پکڑنے کوں ہیں اس مہ پیکر
مچھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دشٹ کے گھر
شوق کا جالا سیٹا ہوں سو سمند عشق ہیں پھر
اس بندھیا ہوں وو جالے ہیں تھے کیا ہوئے مظہر
سر چڑھانیہ کی مستی متی کچ چرائی
اُن یکادُ اس کے اُپر پڑ کہ دموں ہیں صرصر
عشق کا مچھ سٹے ہیں بھید سوں منج راہ منے
سنپنہ یو بوجھوں میرے پنتھ کا سو اہے توں داور
ہر دن یک ناز کا بینچ پیرتے ہیں دل ہیں مرے
کہو کس ناز سیتی باندھوں موجیو اے سرور
چُمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق
باور شکاں تھے اُنوں سب کوں کیا ہے ابتر

توطلب کا کرے تسبیح معانیٓ دن رات
مرتضیٰ نور تھے یارب کریں موکھ ِ انور
(ق)

۱۰۴

خدا جیو کی جاں کوں دِکھا ئیک بار
دُکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
سمند ناز کا گرد سُرمہ کروں
کہ انکھیاں دِپکتے سو ہووے قرار
اُساس آس کا باٹ باندھے ہیں سب
نزاکت چپل چُلبُلی نین نار
کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہوں
اگر پف کریں سب میں ہوتوں گا خوار
کرے کِن دلیل و دلائل سوں عشق
دلیلاں میں ہلجے ہیں عالم ہزار
جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر
نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار
کرے بھوں کا تل تِل میں بیدل ہمن
دو تِل باج نہیں ہور تِل موادھار
کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن
دو مجلس تھے کرنا ہے اس کوں بہار

معانی کا دھاگا بندھے زلف سوں
اسی تھے دیئے مصطفیٰ وو انار
(ق)

۱۰۵

صورتاں سب میرے نیناں تھے گئے ہیں باہر
جیوں مجنوں ہوا سر تے ہی تمارا ذاکر
باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سوں طواف
لعل انگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا ناصر
نین پیچاں منے ملجے ہیں مرغ سب جنگلی
خانگی مرغ نہ ملجے تو کرو اس قاصر
اپ پیشانی پر دھریا داغ غلامی کا تیرا
کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر
وو انچل ناز نیں جب ہات چڑھے گا میرے
او انچل پر ہے منجے ہیں اڑوں گا جیوں طائر
عیسٰی دم پھونک کے مردے کوں کرے زندہ ولے
تو نزیک آنے ہیں مردے ہوتے ہیں سب ظاہر
تیری یاداں سینی کد آہ نہ ماروں ہرگز
آہ ماروں تو کہیں نینہ میں نہیں ہے صابر
ہیں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہت ولے
گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کر و لے ناز معانی کے جیا ہیں تیرا
کد نہ جا ستے اُو ر قم بیٹھیا ہے اس کے خاطر
(ق)

۱۰۶

کِھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی ستیں جیوں نوبہار
مے پلا ساقی ہوا ہوں سر تھے میں بے اختیار
دید اوپر جب دید ہووے ہے غنیمت ووگھڑی
سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے ووگھڑی منج کوں شمار
کیس تھے ظلمات پیچ مکھ کے پانی تھے حیات
یک دو بُند ان تھے کرو تم کام میرا خوشگوار
میرے جیو کا دھاگا اس کے موسیتی باندھے ہیں کھینچ
دن ازل تھے کہتے ہیں قسمت منجے یہ روزگار
دو نین کی چُلبلاسی کھیل ہر یک وضع سوں
کس سوں دل باندھوں کہو دونوں تھے ہوں میں بیقرار
میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجھنے مدعی
عاقلاں میں دِستے ہیں اُس تھے انوں سب شرمسار
تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
آپنے پیاراں ستیں توڑو تمیں اس کا خمار
(ق)

۱۰۷

تیری طلعت تھے نہ ہوئے کم جو کرے منج پہ نظر
ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھے ہوتے ہیں قمر
راز بھوسال کا میرا کیئے انجھواں ظاہر
کیا گنہ انجھواں کا نین دریا آبلیا دِگر
موتی انجھواں کے رکھے کاں میں صاحب حُسناں
صبر کر راز ترا لکھتے آنو دھر سَر سَر
نا بوجھیں بھید ہمن جاسوساں کا مورکھ کد
کچ نہ بوجھے کوں پکڑیا ہے کپٹ سیتی وو در
کیوں پڑیا گرد چمن کا تیرے دامن پہ پیا
ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں نین تھے بھر
پھول سُم ہونے کوں منتر سکے ہیں کانٹے سب
باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر
قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب
کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر
ملک قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے
کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھین تیرا پتر
یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں موظاہر
عاشقاں اس کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر

عشق کے پنتھ منے ہلجے ہے مانی منگل
عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوے ہیں سب ابتر
درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نئیں
منجے پیو یاد کی مد تھے چڑیا ہے سر کوں اثر
اب معانیؔ کوں نہیں ڈر دندے ہور دشمن کا
پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علی کا مظہر

(ق)

۱۰۸

تُو چمن دکھائے جیو دلم خانہ خانہ کر
عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر
ای وضعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم
او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر
جے دشت عشوہ کا کہ زنیناں رواں کرے
اول دل گستہ میرا یگانہ کر
لے چابکست ابرشت اے ناز کے سوار
منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر
بیدار یم تمن سوں ہماری کہانی ہے
او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر
پیوستہ باد باتو معانیؔ عروسِ عیش
قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(ق)

۱۰۹

کافر سلاح سجکِ سُرا پیکِ آیا بہار
صاحبقراں اپ تو مرے جیکِ آیا بہار
جیغہ سو جوہراں کا وضا سیں پر رکھا
سو جیغہ لاکھ مجنوں گدا لیکِ آیا بہار
عاشق ہے ناتواں نہ کرے بادلے وفا
مجکوں بسار کرانے ساریک آیا بہار
دُکھ دینا بیوفائی اُنن کا تو عادت ہے
عادت بسر کہ مست سراپیکِ آیا بہار
اُس کانٹے کے جفا سوں معانی یک ہو رہیا
آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار

(ق)

۱۱۰

دیپے جو گاہ سور گھے ڈوبے کیا ہے ڈر
مُکھ سُور حور نور سدا دیپے میرے گھر
تج مُکھ جھلک کی ساج تے سب دن چندا سورج
ٹک مُکھ دکھادیں لاج چھپیں ناٹویں تیرے گھر

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن
جھلکا دکھاؤ تل میں جڑت جیغہ موج پر
تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو ہن
سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر
حوراں طبق سو نور کے لیایاں ہیں چاؤ سوں
آرت ستارے سور چندا کرنے تج اوپر
عاشق کہتے ہیں باغ کوں بہلانے جائیں دل
کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجے تو بھنور
گھنگرو و گھنٹ مست جھنک ساز کر چلے
سو نا د سنک مست متی جائیں ہار ڈر
ہستن سکیاں سو گھنٹ سنت گڑبڑا اُٹھیاں
باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
قطبا توں دکھ بسار بحق علی ولی
لے ہات کھرگ مار کر کمر خارجی خنجر
(ق)

۱۱۱

تمہارے مکھ کی تجلی تھے پائیا (ہے) نور
تمہاری چھاوں تھے چندا پنم ہوا سنپور
تمن پرت کری پیچاں پڑے ہیں اب دل میں

ُنیا کی دِشت سوں یک دن لنگ عدن میانے
مریاں جلاؤ اُدھر کے زُلال تھے بھرپور
نچھل جل آرسی تج مکھ ہین قوتِ روح دِسے
ہمن حیات سو جاگا کیا باذنِ غفور
خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد
اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے دندے چُور
تمن خیال منے یوں نہ بوجوں مسئلہ چک
پڑے گی عاشقاں میں مسلہا حل کروں مشہور
بچن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سجن نظر کی کِرن تھے سدا دیپے جیوں سُور

(ق)

۱۱۲

ہندوے ہند جب نہ کرے مجہ جان بے آرام پر
نابات مصری مصر سوں ہیں واروں اس کے جام پر
ساقی اُبار یا جام دے ہے او مجھے آبِ حیات
پی کر او جھوٹا ہیں کروں رقاصی جنت بام پر
نیناں کے پانی ہیں سدا مج دل تِرا دے مَین کر
کوڑیاں پُتلیاں سوں چرالے جائے استفہام پر
میرے سرانے تھے کہو ان کیا سرایا جائے گا
[illegible] ہر اوپر روشن جنات کے احکام پر

قصا ہے جگ میں لیلیٰ و مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے تیرے پیغام پر
گالیاں ستے او نازنین مجہ یاد کرتا کر سُنیا
اب دل کروں قرباں اس دشنام کے انعام پر
ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نہ کہہ پو جو صمد
ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر
دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاو ترانہ عیش کا نِس دن پیا کے نام پر
شعر معانیؔ ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر
(ق)

۱۱۳

شور نمن پیالے میں ساقی شراب پور کر
مو غم دیرینہ سالہ کوں یک دو قدح سوں دُور کر
سائیں کے مکھ گلال تھے مستیٔ عشق اب چڑھی
دور کروں بنفشہ رنگ پیرہن آج پور کر
میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا
جانو نہ جانو کھیل کچ کھیل پیا کے سور کر
باد سحر کتا کرے بیہدہ یہ دوا دوی
یک دو خوشی کی لیا مو دل و جان [illegible]

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا
برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں موجیوں کوں گوشہ تھے سر بدل کرے
خاصہ و عام میں منجے اپ تو اپس حضور کر

مست نگاہ ہوں سدا اس بتِ نازنین اُپر
مو دلِ درد مند تھے صبر لجائے گھور کر

سرو نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دِکھوں
باوں اُساس دم بدم شوق سوں ہات جور کر

صبر میں ہے نتیجہا صبر توں نیک چھن دِکھا
اب تو معانیؔ عشق سوں در دو جہاں ظہور کر

(ق)

۱۱۴

اندھارے شہر پر خورشیدِ تاباں ٹک منور کر
ابھالان آہ کے ڈالے ہیں منج سینے منے در کر

کھیا عرضہ سنو میں ناز سوں کھتی کام ہے منج کوں
غروری آہ کرتے ہیں کتا اب حسن کے زرگر

کرے ایران زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم
مدن کانٹیاں پہ سوتا ہوں پیا توں دیکھ سر پر کر

سو اُس زنجیر زلفاں سوں کِناں کوں توں کریا ہے بند
پیا داغ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

تمہارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں
دگر نہ رنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر
غباری خط سو اس مکھ پر عجب خط ہے جو نپجا ہے
سو پڑنے اس ورق نا سک رہے ہٹ جوڑ ہر ہر کر
ہماری آہ کے شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی
اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر
خدایا لطف کا باران بھیج اس شعلے کے اوپر
کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سرور کر
رقیباں کہنیاں سن کر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانیؔ آپنے دل میں علی کا مہر مظہر کر

(ق)

١١٥

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوئے نظر یار
ہنر داراں ہمیں دیسیں گے ہنر دار

طلب کرتے سو نئیں ہے مج نظر میں
نین ہوتے ہیں اس تھے موتیاں بار

نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے
تو بیٹھے ہیں شہاں سب تیرے دربار

دنیا کا پھول اُپجیا ہے صفا سوں
پنہ میں رکھ خدایا منج اس آزار

محبت مے دِسے اُس مکھ صفا میں
ہمن پیالے ہیں مے بھر ساقی گلنار

دیا اُستاد منج تعلیم کچھ ہور
ہمن کچھ دیکھ کر باندھے ہیں زنار

صراحی کے اوپر پیالہ چھجا ہے
کہ اُس چھجے بغیر چھجے ہیں بیکار

درد جانے حکیم خوب دانا
ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار

معانی ہر نظر اس یار کا ہے　　سدا اس نیہہ سوں ہے بیدار دی

(ق

۱۱۶

مو نظر سامنے نہیں ہے یار　　نین پانی میں تیرتا دلدا ر
پلک پر میں پلک جتا موندوں　　دوں بھی نکلے بھر اُپھالی ما ر
قبلہ پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج　　منج کوں چوندھیر نماز ینگ قرا ر
سامری سحر میں جتا کہ کروں　　باطل السحر ہے بچن در کا ر
دارو کرتے ہزار وضع طبیب　　توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبا ر
غم کے خوار اں نین ٹبنہ بھرے　　تخم سیٹا ہوں تا کیوں آوے با ر
عشق ناگر کیا زمین دل کا　　سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دُربا ر
بار وہ میرے جھاڑ کوں یا رب　　پھول وپھل ہوئے تا سبھی گلزا ر

ہے معانی گناہگار بندا
رکھ محبت نظر سوں تج دربار

(ق)

۱۱۷

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور
ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں
کہ بت خانہ نمنے ہے توبی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سیتی کرتے
ہمن جینت ناسک دو کرتا ہے غرغر
میں استاد تعلیم تھے سر نہ کھینچا
جسنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر
ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند
جے کوئی بسم نا جانے ہے خر تھے کمتر
پلائی منج او نازنین مست ہو کر
سدا راکھ یارب دو ستی کا شکر
کلا قند و نابات کا کیا کروں گا
سو مکھ پھوی تھے باندھیا گیا قند تھر تھر
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
تو دندیا سوں لڑتا ہے مریخ اختر
تیرے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور
نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر
تیرے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر
مٹھائی کی شاخاں کوں نابات لاگیا
وہ میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(ق)

۱۱۸

ہونٹاں کے چین میں توں چُومن رکھا ہے پُرکار
چُومن دو منج کوں روزی کر توں خدائی یکبار
منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسرواں میں سردار
قرآن کی ہے آیت سب سیتی راجوٹ کر
اس پنتھ میں ہوں دانا لیجا منج اس کے دربار
تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
نہ جانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار
کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلے گا سمسار
اَپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منج کوں
بنجیا ہے بیت نمنے میرے گلے دو زُنار
آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اس کوں کھلیں گے اسرار
اس یاد میں ہے جے کوئی اس کوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانؔی تج کوں خدا ہے غم خوار

(ق)

۱۱۹

پیا مکھ تھے چوتا شراب منوّر
پلا یک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر
چکا نُقل ہونٹاں کا مستی سوں منج کوں
خوشی سات غم کوں بساروں کا از سر
شمے بے شرم نور میں ہے دھواں تج
نپٹ کور دل اس سوں ہووے برابر
تیرے کام میں گام رکھیا ہوں میں تو
دیا عشق شاباشی کا منج کوں چادر
منجے آگ کوئیلیاں کی کرسے نہ تاثیر
ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر
سُنا نو بٹی کا نہ ہوسے مرے سم
گھڑیا عشقِ کندن سیتی منج کوں از گر
براہیم کا قصہ پنجیا ہے جگ میں
نکو لیاؤ بھی کوئی کہائی آذر
عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
معانیؔ کہے بانگ اللہ اکبر

(ق)

ردیف ز

۱۲۰

سبز مکھ پر د میا ہے سبزہ ہوا مستی خیز
آرزو مار چووے منج جیو میٔ تھے جیوں گلریز
دایرہ ناد حریفاں پکڑے ہیں دنبال
ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں تج پنتھ خونریز
کیوں چھپا پیویں ہمیں مے پھلاں گلزار منے
کہ صراحی کرے قلقل اس اوپر قاضیؔ تیز
دل کباب آساں اُساساں تھے ہوا ہے میرا
لھو سیتی دھویا گیا پیرہنؔ لھو آمیز
دنیا کے پھول میں توں باس وفا کا نہ منگیں
کہ سبھی پھول کوں چوپھر لگے ہیں کانٹے دکھ آمیز
کہاں کیخسرو و دارا و سکندر جمشید
دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز
شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانیؔ سب میں
شعر حافظؔ کے سر اوپر اچھے تاج پرویز

(ق)

۱۲۱

دیکھیا ہوں شہنہ کے میخانے کا ہوا در باز
کروں گا شکر گزاروں گا سو دوگانہ نماز

بجاتے سو بجتر کیا کم آوے گا منج کوں
ہمارا او بجتر کہ آوے خم تھے آواز
ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
سوال نادینے سک کرتا ہوں اودر پہ نیاز
مو دل کا بات کھیائیں کدھیں کسوں ناکس
نہیں ہے کہنے کی حاجت عیاں ہے اُن کوں راز
نہ لکھ سکے گا کِنے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
برہ کا درد کرو سنج پرت کی یاداں سوں
اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز
سیئے ہیں میری دونوں آنکھیاں بھری کے نمنے
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہوا شہباز
تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز
معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے مینخواراں
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

(ق)

ردیف س

۱۲۲

تج روپ دیکھ پاتے ہیں چت کے نین اُمس
اَستُت تری کرن کرے تُل تُل بچن اُمس

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوئے کر
کرتا ہے رقص مستی سوں پاکر گگن اَمس
جس دیس تھے تجے دیکھیا اس دن تھے بے سدہو
بھی تج سوں تائیں کرے جیو تن اَمس
ہے یے بہار تن سکی توں تو تیرے اُپر
آپس کے تئیں نوار نے کرتے رتن اَمس
تیرا اَمس سکھی کدھیں جا سے نہ منج سیتے
راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا بتن اَمس
تج مکھ کے نیر تھے سو تری پاتے کر سدا
پاتے ہیں تازہ ہوئے کہ سب پھول بن اَمس
صدقے نبی کے قطب سدا عشق باز ہے
اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن اَمس
(ج)

۱۲۳

اے نار موسے نار ہے تیرا سرس درس
جس ہین پر جو دِشٹ کرے ہوتے اُوپرس
دل لوٹے باج تل رتی نہیں شوخ سندری
دل لوٹنے کے کام میں تج کوں بہوت ہے ہِبس
نا جانوں تج درس میں سکی کیا منزا ہے
لیلیٰ تجے سو دیکھ کہ مجنون کئے اپس

شیریں سا ہے توں و خسرو شیریں ہے تیرا ناٹوں
فرہاد ہو کے جیو کرے تج سیری ہوس
یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل میرا
تج منج پرت کسوٹی یہ دیکھیا ہوں کُس کُس
معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں
نا آدو تن ہمن منے تیرا ہے سنگ ربس
صدقے نبی قطبؔ کے دل میں جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سنیسار کا کلس

(ج)

۱۲۴

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس
دیوے پہ جو پتنگ پھرے بے خبر اکاس
تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر
چند سور کا سو بایہ اہے زر کمر اکاس
بہرِ خدا نہ دیکھ نجھا آسماں کدیں
تج نین دولتے ہوتا زیر و زبر اکاس
تو میری باس ہے سکی ہور تیری باس ہیں
پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس
تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر
سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُتر اکاس

چند سور کے انکھیاں سوں تجے دیکھنے کے تئیں
لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑ اکاس
کرتا ہے شاہی قطبؔ محمد کے نانوں تھے
توں داس ہو رہیا ہے محمد کے گھر اکاس
(ج)

۱۲۵

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سیتی اے نار بوس
ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
روز ازل تھے مست ہیں دونو ہمیں آنا سکے
توں مست ہے میں مست ہوں مستی سوں دے ائے یار بوس
مستی ہیں سٹ ..... کے بوسے نہیں دیتے منجے
مانگیا ہوں عاجز ہوئے کر تج پاس کیتے بار بوس
بوسیاں کا لذت اے سکی اس کچ منے توبھوت ہے
اتا لذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس
تج بوسے سے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانے نا
یں جانتا ہوں قدر دے تل تل منجے دلدار بوس
تج بات ہور گفتار ہیں نہ جانوں ہیں کیا ہے منتر
منگتا ہے تل تل کوں اے دل سن کر ترا گفتار بوس
تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امریت ہے
صدقے نبی کے قطبؔ کوں دے ائے سندر چوسار بوس
(ج)

۱۳۶

اے خیال لبا دو تو خبر میری پیا پاس
منج تائیں طلب زندگی کا نیر اس ایاس
دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں
چوندھیر تھے خیال اس کا منجے پڑیا ہے اُس پاس
مقصود کی باٹ آہ بہوت دور دِسے منج
نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوں ہوں تج آس
دن رات اُجالا اچھے اُو دن توں دعا کر
مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نھاس
لشکر کی صفاں کھینچ کے غم آیا ڈرانے
کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھڑگ جیوں الماس
دل آس و منے سر سیتی ہیں رقیبان
دو جگ میں کریں لعن الو پر کہ ہیں خناس
درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں
دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا ئے قیاس
دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل
ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاناس
رشتہ تیرا اس رشتے سوں ہے بندمعانی
شادی و خوشی کر کے رہے مشتری تج راس

۱۲۷

راز نِس کا تم سیتی کہنا ہوس — تیری بات انکار کا سننا ہوس

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے — رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بزم تیرا دِستا ہے رنگین بہشت — یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس

کیسے موتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے — اس کوں ہے نظراں سیتی بندنا ہوس

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ — اس پھولاں سیتی طرا گندنا ہوس

سب بہشتی حور باساں جیو میں — روح کوں اس باس ہے سُگنا ہوس

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

(ق)

ردیف ش

۱۲۸

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش
سمند ناز چیڑ باندے ہیں کس پہ ترکش

سوا اس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا
وو خوشبوئی سنگ ہوتے عطار بے غش

ٹھنی کوٹپ میں کونپلی کُچ کا کچ ہے
لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش

لہ ج. نومی اروت

سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر
ہمن نین کا نور ہے توں پری وش
کھکتا[1] ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر
گھکنا ترا صبح کا ہوگا دل کش
ادھر تیرے کا عکس[2] پیالے میں جھلکے
عجب ہے کہ دِستا ہے پانی میں آتش
بہت دن تھے تھا آرزو منج کوں جیو میں
کہ پیوں سُرنگ آگ کا پیالہ بے غش
دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں
کہ تشریف تج دیوں گا لالہ رنگ وش
معانیؔ دیا ترک کر عیش سوں اچھ[3]
کہ سنپڑیا ہے تج ہات انچل سبز وش
(ق، ج)

۱۲۹

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بےہوش
کیسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بےہوش
جواہر نئیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں
جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بےہوش
عجب کچھ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین بناحر دہ
کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوے سامری بےہوش

---

[1] ج :- کھکتا اُسے [2] ج :- عشق [3] ج :- قطب شہہ رہا ترک کرے خوش اچھو

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے
ہوتے تج وصف ناکر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش
پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہتے ہیں
ترے پاواں کی شبگائی تھے دھر میری بے ہوش
نہ منج مد کی پیالاں اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے
فلک پر یو غزل سن سن کے ہووے مشتری بے ہوش

(ج)

۱۳۰

نہیں تج نین پتلیاں سار او باش — یکس تھے ایک ہے عیار او با
ترے دو زلف ہیں سحراں ہیں اہر — ترے دو لعل ہیں خونخوار او
لکھے تج سیں ازل تھے چھند چالے — زسر تا پائے تج رفتار او
جگت میں تو بہوت اوباش آتا — نہیں تج سار ہے کوئی یار او
انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھوّاں — اہے یک ٹھار میں دو چار او
نبی صدقے قطب سوں راستی ہے — اگر چہ ہے اُدِک او نار او

(ج)

۱۳۱

منج تج میں جے کچ راز ہے کس سوں نہ کرائے نار فاش
اے راز ایسا نہیں جو کیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش

پیرت کوں کہتی نار ہے امانہ کوئی دیکھیا اُدے
اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

یں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں ولے
آپس سیتی او راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش

ازبس نزاکت میں اہیں نازک تیرے دونو ادھر
بوسیاں کی نیشا نیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں
دو تن ستے گی بات اے کس دھر نکر اسرار فاش

میں فاش کیوں نا ہوؤں سکی تج عشق تھے دو جگ منے
منصور سا عاشق ہوا آگر سو تیرے دار فاش

صدقے نبی کے قطب شہ منگ پنجتن سیتی مدد
تج عشق کے میدان میں چالاک ہے رہوار فاش

(ج)

۱۳۲

دیکھت تیری نچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش
گنواں سدھ بدھ ہوے ہیں گم اپس میں اپ شکل نقاش

سُودھن کا تن نچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش

نہ جانوں کس وضع سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے
کہ ہرگز نہیں لکھیا ہے یوں اید لک بھی ازل نقاش

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
بھونگ یو ہے بسا لا کر پڑی جھل جھل اُچھل نقاش
جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چُنتے ہیں
کہ دھن چھند نازکوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
نِچل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرناچے
لکھے منشور نامہ تج حسن کا بے بدل نقاش
قطبؔ دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دَیا سوں دو اول نقاش

(ج)

۱۳۳

منج دل منے جیو کے نمن تج نیہہ کیا ہر ٹھار نقش
نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے .... نقش
تیرا عجب کچھ نقش ہے دِستا نہیں یوں نقش کئیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو جیو پاکر پھر لکھے تج نازنین اُو تار نقش
جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے ہیں اُپر
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں .... نقش
تج نکھ تھے نوچند نیچے آچھے شفق رنگ تن اُپر
جوں پھول پر رنگاں شُہیں تیوں تن پہ ٹھارے ٹھار نقش

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپیا
تیری سونیکے حسن کا دِستا اہے سنسیار نقش
صدقے نبی کے قطبؔ شہ اپ دل کے صفحے کے اپَر
حضرت علی کے حبؔ کا لیکھا ہے جیو کے سار نقش

(ج)

۱۳۴

پیاسوں رات جاگی ہے سو دِستی ہے سو دھن سرخوش
مدن سرخوش، سین سرخوش، انجن سرخوش، نین سرخوش
پیاری پیار سوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے
دہن سرخوش، دسن سرخوش، رتن سرخوش، بچن سرخوش
نین متوالی ہو جھلتی پیالی پیم پی پی کر
جوبن سرخوش ہے من سرخوش سو تن سرخوش کہ(۱) سرخوش
سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاتے باؤ پر مل تو
چمن سرخوش ہے بن سرخوش سُمن سرخوش انگن سرخوش
چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے
چرن سرخوش چلن سرخوش۔ ہلن سرخوش ڈُلن سرخوش
مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچ ہے چھب دھن کا
ذقن سرخوش چُومن سرخوش، لگن سرخوش ہے من سرخوش
نبی صدقے قطبؔ بہو گن رین دن عیش کرنے تھے
یون سرخوش مدن سرخوش جگن سرخوش، ٹکن سرخوش

(ج)

۱۳۵

نین کے سحر دِستے ہیں ترے گالاں جھلک تھےخوش
شہاتے ہیں ترے عشاق .... لک تھےخوش
سکی چندر مُکھی سوں مل تجے مدپینے کے تائیں
سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھےخوش
عجب دِستا او مکھ چند سُورسے اوپر تلک روشن
جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تِلک تھےخوش
اُو قد رفتار شہتا ہے ہریک یک دکھ تھے یک بہتر
او چندر رخسار دِستا ہے .... الک تھےخوش
جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھےخوش
دو تن کا نانوں نئیں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
کہ اس کا نانوں سب ناواں منے دِستا ہے جگ تھےخوش
نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
موجیو کنچن کے مَیں اے بارہ ناواں ہیں محک تھےخوش

(ج)

۱۳۶

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
یک ٹھار اچھ کے دھرتی توں ہر ٹھار کی روش

وعدا پتیارے کاتوں مجے دی ہے ہم سوں
بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

ابرو پ روپ سات کرے جگ کوں باولا
یوں دل لبجانے کوں اہے اس نار کی روش

ناگچ میں کوئی دیکھیا ہے نا کبک ہنس منے
اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش

لیلیٰ .... چل کے روش ولے
تازی روش ایس سکی چو نسار کی روش

جیوان کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش

تج سات یاری کر کے قطبؔ شہ نہ چھوڑ سے
یاری میں یو نج اچھتی اہے یار کی روش

(ج)

۱۳۷

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
ساری رویشاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش

سب مدھباں کی بھیس لے باتاں ہوں اس سوں چنے
دل دیتی نہیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پیشانی لائی لال
ناجانو کس عشاق تئیں اتنار پکڑی ہور روش

دو زلف سیامی رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر
جگ بس چڑانے تین سو دھن ہت مار پکڑی ہور ہوش

دھن ہات کی لالی نہ دیو مہدی کے رنگ تھے لال ہے
رنگیں کیئے اپ ہات او خونخوار پکڑی ہور روش

سب جگ کی ناریاں کے تئیں ٹک دھرتی فتوا دیو نے
کُل کار پر اختیار ہو پُر کار پکڑی ہور روش

بوجھیا نہ جائے وہ کس کوں لچھن تری سنپڑیا ہوں میں
بولی کہ اے قطبا یتی اتبار پکڑی ہور روش

(ج)

ردیف س

۱۳۸

ہوئی تج نین پُتلی دل ہیں رقاص
سدا منج نین کی منزل ہیں رقاص

تہیں منج خواب سو بیداری ہیں دیسے
جدھر دیکھوں کھڑی تِل تِل ہیں رقاص

بھواں کی طاق ہیں سجدا کروں ہیں
ہوئے سائیں مری محفل ہیں رقاص

نیں ہیں .... سو ہے بھونر جوں
انچل اوچھل گھنگرہ پایل ہیں رقاص

قطبؔ شہ پائیا ہے بے بہا درّہ
ہوئی اَپ ناچ تھے کامل ہیں رقاص

(ج)

۱۳۹

سکی کا مُکھ برن جھلکے کنچن خاص
کرے پھُل پھانک کسوت اپنے تن خاص
ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھُل نیر
کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
وو پیاری ناری قدرت کی سنواری
سُہاتا اس کے تن تھے ابھرن خاص
نہ تھا کچ روپ رنگ اس موگرہ (کوں)
چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
نین تھے سیت آسیت نیلم و موتی
اُدھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد
وجہ رنگ سیت پایا تس دِسن خاص
نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے
دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص

(ج)
۱۴۰

تری زلفاں کے قلابے میں ہلج دِستا ہوں خاص
بنسی کھینچو نہ کھینچو ہلجا ہوں میں تو اخلاص

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیا وے
سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص

تری نیہہ راوتاں میں کوئی نہیں سم میرے
تُج کی سُوں نیہہ میں ہوں میں جوں سعدِ وقاص

توں گھرے گھر نکو پھر ہور نہ منگ کس کن بھیک
بھیک اُس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچہ رقاص

مشک نافا تیری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر
عقل نابوج چرندے کوں جھوتے کرتے قصاص

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے
صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

تری بیعت[۱] میں معانی کا قدم[۲] ثابت ہے
سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص

(ق، ج)

۱۴۱

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص
ابد لک مج ہے محبوباں سوں اخلاص

اگر توں عاشق صادق ہے طالب
نہ کر توں باج مطلوباں سوں اخلاص

سکی کا حُسن کیتا جذب مولود
اُسی تے مج ہے مجذوباں سوں اخلاص

---

۱ ج: بیعت ۲ ج: قطب شہ

پیاری کے چھنداں ہیں سب کو مرغوب
مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں
دھروں ہیں اس تے مکتوباں سوں اخلاص
مین ناری کے قلابے ہیں مشہور
دھروں ہیں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
نبی صدقے قطب شہ یکجہت ہے
سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص

(ج)

۱۴۲

ہوا ہوں ئیک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص
نہیں مُج باج کوئی دو جگت اس نار کا مخلص
حقیقت برت تا ہوں نئیں مجازی عشقبازی منج
دیکھا و چکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
کروں تماری تن من دشٹ پر تھے آرتی چھن چھن
خدائی ہو ہوا دیدار کی تردار کا مخلص
(ج)

ردیف ظ

۱۴۳

(۱) ہر گھڑی منج پر نہ کر غیظ محبت پر نظر رکھ کر

کپٹ کیناں کے بر جاتا ئیں دے قول | بساتی کی توں اپ دل ہیں نکر غیظ
نہ دیکھیا کس پہ یوں دھرتی بر اُن ہیں | کہ جوں دھرتی ہے توں میرے اُپر غیظ
اول تج نین مہروں دیکھتے تھے | سواب منج دیکھتے ہیں دل ہیں دھر غیظ
...... ہو مجے واجب نہیں یوں | اپس عاشق پہ کرنا بیشتر غیظ
وتا منج دل ہیں آتا ہے ابل مہر | جتا کرتی ہے توں منج سر بسر غیظ

نبی صدقے تجے سوں ہے خدا کی
قطب سوں آ گلے لگ چھوڑ کر غیظ

(ج)

۱۴۴

ترا کنٹھ سُن کویلاں پائیں حظ
ترا تنگ دہن دیکھ کلیاں پائیں حظ
چنچل تج نیناں کی چمکار دیکھ
نت آسماں کیاں بیجلیاں پائیں حظ
ترے تن کیرے پھول کی باس لے
ترہ جگ کی جیو کی رگھیاں پائیں حظ
جے رلیاں جو کرتے ہیں توں ناز سوں
تجے دیکھ سو ہے رلیاں پائیں حظ
مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کر
اتم مونگ کیریاں پھلیاں پائیں حظ

رین دن تیرے نقش کوں دیکھ دیکھ
چتر سال کیاں پُوتلیاں پائیں حظ
نبی صدقے تل تل ہنسی میں اثر
قطبؔ تج کوں کر گد گلیاں پائیں حظ

(ج)

ردیف ع

۱۴۵

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع
نوی چونپاں سوں کیتے لئے مرصع
بہوت چھند بند سوں مجنوں رجھائے
کیتی ہے آپ وو لیلی مرصع
سکی پینی سراسر چھند ابہرن
گلے کنٹھ مال پے ذر پے مرصع
پرتؔ کے نو رتن کا لائے طرّا
سکی پینے نُقل سوں ہے مرصع
عشق پُتلی کوں اتہہ چھند سوں سنوارد
اُسے کسوت پنا دلی مرصع
لیاؤ اتہہ چاؤ سوں مجلس کے میانے
طنبورا ہور کماج دنے مرصع
نبی صدقے سو ترجگ دیکھ کہتے
قطبؔ شہ کا سو مجلس ہے مرصع

۱۴۶

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیراں ازل طالع
رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
کیتک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزما دیکھیں
دنیا جوں آرسی تس میں اپے دِستا اچھل طالع
دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی راہ پکڑے ہیں
انو افضل ہیں ساریاں میں اُنن کا بے بدل طالع
دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی اُنچائی میں
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا ہے جبل طالع
مجے جو پیغمبر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
نبی کے ہور علی گھر کا سو توں بندہ ہے اے قطبا
نکو کچ فکر کر غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
(ج)

۱۴۷

رنچھا تجہ نین دیکھیا دھن تو ہوتے ہیں پلک مانع
کہ جب تج گال دیکھن کہے تو واں ہوتے الک مانع
سکی تج کیس نِس ہور بات ساری مانگ موتیاں کی
اُجالا مُکھ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہے تلک مانع

سُو دھن کے دیکھنے مُکھ کوں پھرے چند سورد دن راتا
سکی نا دیکھنے چندر سور مُکھ ہوتا جھلک مانع

کہ جب عاشق اپے لی ڈاٹ کر دھن آوے بوسب کوں
سو تو توں پیں مکھڑے کوں تس کے تائیں اک مانع

گلے لگنے کوں منگیا ہوں ولے دھن کیا کہے کی گر
جنا دتہسا ہوں اتنے کوں سو ہی ہوتا ہے شک مانع

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوئیں پاوں پڑنے کو
سو تس کے پاؤں کے نیچتین کا ہوتا ہے جھنک مانع

قطب جوبن پر سٹنے ہات آتے ہیں اُمس سیتی
سو تو لے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانع

(ج)

۱۴۸

تھے کِئے مُکھ دھن کوں مرصع — کہے جائے تس کے بدن مرصع
یسام کیساں ہیں پھولاں دسے یوں — کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
ت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے — سُرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع
دانت چھلنا لگا پان کھاوے — کندن کر کئے جیوں دسن کوں مرصع
موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کیے دو علیقاں جوبن کوں مرصع
وں زر ریناں نچھل دھن بدن پر — کِئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

(ج)

۱۴۹

ترے درس کا دھن نین ہے متابع
کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلفاں یوں ہے
کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع
ادھر لعل یاقوت تھے ہے نجھل تج
ترے لب کا دل تھے یمن ہے متابع
کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے
سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
تری بات نابات شکر ڈھلیا ہے
سو نابات کا تور سن ہے متابع
مرا ہات کرتا سلگ جو بناں سوں
کہ جوں جو بناں کا کسن ہے متابع
نہ جانوں کہ کیا ہے سحر تج کنے دھن
مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں
اپے آپ تیرا سجن ہے متابع
سو بارہ اماماں مود ہے قطب کوں
او سبی تھے یو سارا دکن ہے متابع
(ج)

۱۵۰

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع
خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دونوں ملک مصرع
قلم لے کر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے
لکھیا ہے دو کدھن مکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
بزاں کر خوشنویساں ملک کے کیتے ہیں سم ہوئن
بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ٹک دیکھ دک مصرع
سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم سٹ آپ کتے ہیں
مقابل اوس کے ہو سے نہ لیکھین گے گر دو لک مصرع
بزاں کر دیکھ مکھ دھن کا دوانی ہو بہا تے سوں
کیتے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نئیں نہ سک مصرع
قلم ٹکھڑے سوں ناسک لے لیکھے ہے لب کو سرخی سوں
جو کوئی بھی دیکھ کہتے ہیں لکھیا ہے کیا خوبک مصرع
سکی کے کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
قطب کوں پوچھتے تو یوں کہے لکھیا ہے میرا نک مصرع

(ج)

۱۵۱

کھیا ہوں وصف تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
دیے امطلع بی ہو سے ناکہ او ہے نبے بدل مطلع

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچہ شہا سے نا
ترے سنگار ہیں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع
کیتاں کوں خوبصورت ہور نئیں چھندوں کی توں کامن
انو کیا کام آویں جو ادنوں کوں نئیں اصل مطلع
جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں ہیں اس پچنچل کہتے
سہاتا ٹک چھنداں کا ہے لگر تج کوں پنچل مطلع
ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں میں چندر لکھیا
جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں پچھل مطلع
چنچل تج ناؤں کے بیتاں کوں دل میرا کیا از بر
سو تیرے ناؤں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہے بھوں قلم سیتی
اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجھل مطلع

(ج)

۱۵۲

چنچل مکھ تیرا دیکھ ڈھلتا شمع
سو عاشق تیرا ہو کے ڈلتا شمع
ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے
عشق کے بہانے تھے گلتا شمع
ترے زلف کی دکھ پریشانی کوں
پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن
اپے کا جلا ہونے جلتا شمع
گھرے گھر ڈھونڈے تج چنچل رات کوں
ترے تئیں عسس ہو نکلتا شمع
پگلتے جوں ہولے سورج سامنے
تج دیکھ دھن دوں پگلتا شمع

قطب آئے جب صبح اُپس کے مندہر
سو تسلیم کرشہ کوں چلتا شمع

(ج)

۱۵۲

مروّت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع
خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع
بے دل ہوئے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے
بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع
منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں سوق سیتے
مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع
میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا
دونوں کے دل میں ہوتا یک سار کا متاع
ہرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں
دھن ناز ہونا میرے گلہار کا متاع
پائل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو لٹکے
اگن بھی خوب ہونا رفتار کا متاع
باتاں کی لئی نزاکت بن شاعران نہ بوجھیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(ج)

۱۵۴

ترے مکھ پر سُہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع
کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے سر چمن برقع
نکو منج تھے چھپا ائے دھن کہاں مے پی کہاں جاگی
پچھانیا ہوں جو پینا ہے خماری کا نین برقع
چنچل توں ہیں مکرے کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے
سو تل نل ہات سٹ مکڑے پہ کرتی ہے دہن برقع
توں میرے جیو ہیں دائم ہیں تیرے جیو سوں یک ہوں
میلی سو جیو حاضر ہے ولے پینے بدن برقع
سکی موتیاں کی جالی ہیں دِسے کوچ تیرے یوں منج کوں
کیتاں کے مَن تپانے تئیں کیا تیرا جوبن برقع
بجر کا جو انگن تیرا بھولاوے نا کیتاں کے دل
ترے پگ کی نشانیاں کا جو پینا ہے انگن برقع
قطب شہ تیرے انچل کا رو.... دیکھنا رلف منگتے
کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع

(ج)

۱۵۵

دھن مکھ پہ تری لٹ ہے نس شاب کا طلوع
نِس لٹ ہیں مکھ دِسے جوں مہتاب کا طلوع

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکار ہے ہیں مِل مِل
جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع
دھن مکھ نچھل ہے دن جوں ہور صبح تجہ پیشانی
تس پر سو مانگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے
یاں تھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
دل منگتا ہے جو دھن لب تیرا چومن کا
مُکہ تیرا خُم سوں تس میں شراب کا طلوع
چنچل انچل جو مکھ پر کھس کر یون تھے آدے
چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع
(ج)

۱۵۶

تج کیس انذکار کا کرتا ہے مشک تر طمع
تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہے اسکندر طمع
دل کوئی دھرتے ہیں طمع اس چھندبھری کے ناز کا
تس ناز ہور گھونگھٹ کے تئیں دھرتا اپے چادر طمع
جھلکار پر جھلکار کر یوں مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چندر طمع

باتاں میٹھی دھن یوں کرے جے کڑوے میٹھے ہورہے
باتاں سے تس کے دھر رہے نابات ہور شکر طمع

جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت ہوتا نیر خوبی
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

شاعر کے پگ ڈونگر پڑیں جوبن سوں تشبیہ دیو کر
دھن کے جوبن تائیں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع خدمت کوں یوں
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع

(ج)

ردیف غ

۱۵۷

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل منے دیا ہے داغ
خوشیاں تھے پھول کھلے ہیں سو میرے جیو کے چراغ

تمہاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں
تمہارا عشق جسے نئیں ہے دیو داغ پہ داغ

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا
ہور اں کا حسن ترے حسن آنگے جیسے چراغ

شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خط میں
پلا توں ساقی سرمست منج کوں یک دوا یاغ

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب
صبا کا باو معطر کریں توں میرا دماغ

تماری یاد تھے بھا نیا ہوں دکھ اپس دل تھے
خوشیاں کا وقت ہے شادی کریں ہمیں بفراغ
ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے
ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھے زاغ
خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے
پیالہ نادے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ
معانی[1] شکر خدا کر نہ کر توں غم ہر گز
نبی کے نانوں تھے آتا[2] تو جھے خوشی کا سراغ

(ق، ج)

۱۵۸

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ
اُپے دیپ جگ میں دپاتے فروغ
دِپن ہار جیتے ہیں اس جگ منے
نہ دِپے لاج تھے سب چھپاتے فروغ
اگر تو پنجتی نہ اس جگ منے
سورج چاندیوں گال تھے لیاتے فروغ
ترے بال نمنے ترے گال پر
اُبھالاں ہو کر چھند سوں چھپاتے فروغ
جو شہ کوں بلانے کوں جاتی ہے یوں
تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ

---

[1] ج :- قطب شہہ [2] ج :- آیا

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں
تو مکھ نیر ییں اُس ڈباتے فروغ
نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
جھلک مُکھ تھے تیرے بُھلاتے فروغ
(ج)

۱۵۹

تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھے ہوا فارغ
لے لب ترے دو لبّ شکر تھے ہوا فارغ
توں پاوے جھونا باندے ہور پینے رتن تن پر
تاریاں تھے ہوا بے دل انبر تھے ہوا فارغ
بادل ہو تیری نیہہ میں پھرتا ہوں گلستان ییں
الحمدللہ بارے ییں گھر تھے ہوا فارغ
تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوں اب مطلق
افسوں سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
لاگیا ہے لذت جب تھے تج لب کا سکی تب تھے
امریت نہیں بھاتا کوثر تھے ہوا فارغ
تج جوڑے ڈھلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل
طنبورے بسر کے سب جنتر تھے ہوا فارغ

(ج)

۱۶۰

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نو کھن چراغ
حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
بس ہے دپانے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ
مُلّا ہے خدمت گار تل دھن مکھ کی مسجد میں
پلکاں بتیاں کا جل دھواں دیتا ہے لوبن چراغ
دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دیس تونے اس سبب
پھولاں کرے شعلہ سیتے روشن ہوا گلشن چراغ
عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑنا ککر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکاے ہے سو دھن چراغ
کیا رسم ہے تج نام نہیں اس عشق کے مندھیر میں
جو عاشقاں ستیں اپے آجالتے اپ من چراغ
صدقے نبی کے تلک روشن ہے یو کھن تو تلک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سائیں کا روشن چراغ
(ج)

۱۶۱

مد نیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ
بوسے کے پھولاں بارلے آیا ہے دہن باغ

ردیف ل

۱۶۲

اُچپل پیارے کے مندر منگتی جو توں جانے چنچل
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
دو تیاں گمے پر چو طرف تاریاں نمن بھر ہے چندا
تس پر برستا چند نا سو تج کوں دکھلانے چنچل
توں کیس نِس بھیس او جھل چھپ جا چھپے دے کر نمن
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑانے چنچل
بل کیک تپیا کر چھانو کوں نا دے خبر چک پا کے تو
دنبال لگ گر پانو پر آوے گی پھُسلانے چنچل
سن سُرگ بن تھے حور اپن کھن بن تھے تٹ تارے نمن
سولک فریباں کھائے کے جو آئے ہکلانے چنچل
چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہے پیو سوں
سو نِس جگا پیو مکھ اپر یوں نور برسانے چنچل
پیو آج سورج آیا ہے دیکھ نِس میں سورج دن نور لیا
چند اپنم کے چھاوں تے پگ دھونے نیں ... چنچل
تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
ہنس مانکوں لیا نے سیج چک تو لاج تے آنے چنچل
حضرت نبی صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اس
لک بھاؤ سوں سمجاتے تج آتی ہے ریکھیا نے چنچل

۱۶۳

ترے دو نین ہیں مدمست متوال
ترے دو گال ہیں خوبی کے گُلال
ترے مکھ کی لٹاں نئیں ہیں کہ دو ناگ
سلیماں کی انگوٹھی کے ہیں رکھوال
بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش
کماں دو کھینچا ہے سخت اشکال
سیکاں کے ہات میں دیکھ پیالی مدکی
نہیں دیکھیا اگن کے تئیں جو سیال
توں موتی بے بہا ہے تج بہا نئیں
جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
جہان ہے سیمیا کا نقش اس تھے
کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال
نبی صدقے قطب جم عیش کر عیش
کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

(ج)

پیا ائے ہے روپ کا رنگ سوں
کہ چوتا ہے اس مکھ تھے نیر زلال
(نسخہ آصفیہ)

ردیف م

۱۶۴

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ اپ نام
جے کو نجھا یقین سوں دکھے من پائیے کام

مستاں کوں جاے پوچھو تمیں راستی کی بات
نیئں ہے غلط یہ بات اُنو کن ہے راست جام

او مرغ وحشی رام نہ ہوئے آب و دانہ سوں
ہرچند بچھاویں دام نہ سنپڑ کسی کے دام

تج سیس اوپر ہے چھانوں ہما کا نہیں ہے ڈر
مرغانِ خوش کلام تب آویں سو تج سلام

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی
اس تھے بہوت طمع کرے ہے دردِ سر مدام

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا
قرآن ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام

ثابت رہ[1] آپ کام میں دنیا کوں نہیں وفا
آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام

باندیاں ہوں عشق میں کمر آساں آساس سوں
نن پن تھے میں ہوا ہوں ترے نیہہ کا غلام

مکھ کعبہ کوں طواف قطب شہ کرے سدا
سب حاجیاں میں ہیں حج اکبر کیا تمام
(ق، ج)

---
[1] ج:- اچھ

١٦٥

منجے اس گلے کا حمایل ہے دام — اویک جوت جوہر سورج پایا نام

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں — اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام

نیں تیری کوں باد انپر کاں سکے — قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

سراوے کِن اس نار کی نازکی — کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

طلسماں تھے مشکل ہے نینہہ کا طلسم — جے راکھے قدم بوجھے افلاک کام[1]

دوتن گوند کر ڈاولی کے نکھو — نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

معانی[2] عشق جنتیا ہوں کر نہ کہہ — جنے عشق جنتیا کہے او ہے خام

(ق، ج)

١٦٦

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام
احرام اس کا بادھوں گا ہور پکڑوں گا صیام

جن نام و پنتھ نا بوجھے وو گن وگیاں[3] کیا
کِن[4] نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالباں کباب
ساقی پلا توں لطف سیتی اب تو یک دو جام

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوے
وو نقش کا رقوم[5] کریں میرے دل مدام

---

[1] ج :- جکوہی بوجھے بوجھے او اسماں فام   [2] ج :- قطب شبہ
[3] ج :- دوکاں وکیاں   [4] ج :- [illegible]   [5] ج :- نگار

انگارہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا
جب تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام[1]
عالم منجے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم
دو نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام
کرتے غروری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب
دو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
دوڑیا ہے عشق عقل جتا اُتنا دوڑیا
دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام
اے پند گو معانی کوں کیا پند کہتے ہیں
اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

(ق، ج)

۱۶۷

کرے نازنین ناز سوں مج کرم — عشق ہات سوں مو اُچایا علم
ازل کے قلم تھے پشانی لکھے — سدا اس کا ہورہ اچھے تج بھرم
تیرے ہندسے دل پر گنت چوکو کیوں — حساباں میں آیا ہوں ہیں تج قلم
میٹھے لب سیتی نانوں میرا لیئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم
ترے مُکھ کا ٹکرا کرے لب سوں بات — دو محرم نہ کیوں آئینا در حرم
انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھوے تو ہوگا شرف منج کوں جم
ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم
بچھایا ہوں ہیں سفرہ امید کا — بھرو صحنکاں نعمتاں محترم

---

[1] ج :- جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں تو سلام

بہوت دن تھے ساقی موہمسایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے ئیک دم
اچھو عیش و عشرت سدا بزم ہیں — معانی گدا کوں ذلا دو درم

(ق، ج)

۱۶۸

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم — اوچایا ہے یا نو چمن میں علم
توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے — تو ہے شاہِ خوباں ہیں تیرا حشم
ورق صنع پر نیں لکھیا تج سا ہور — ازل کے مصور کا ہرگز قلم
سکندر کوں تھی آرسی جم کو جام — ترے ہست ہے درپن ہور جام جم
ترے مکھ کے پھل بن کو دیکھ لاج تھے — چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم
سدا تج اُپر دھیان تازے رکھوں — سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم
نبی کے میا فیض تھے قطب شہ — محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

(ج)

۱۶۹

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم
ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاندا تھے کم
نازکی ہیں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے نمن
چند سورج مشتری کریں کیوں تج سیتے سم
مکھ دکھایا اہے رنگ روپ عجب لالی تھے خوب
قد اوچایا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم

ج: قطب شہہ

کیوں نہ جیویں سدا عشاق نیر امرت نمنے
تیرے گالاں کے سوخوی تھے چوتا ہے جیو کا نم
غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں
اس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
ایک چھن اپٹریں میا سوں مونیں میں رکھیں پلک
باند کر پلکاں سے پردے کیا ہوں تیرا حرم
نبی کے صدقے کہے قطبؔ زماں خوباں میں
ابجھا دیکھیا نہیں ہے کوئی تیرے حسن کے سم

(ج)

۱۷۰

سودھن کے لب تھے منگیا بوسہ میں تو پوچھی نام
جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام
ہنسی میں سٹ کے اپس مستی کے بہانے سوں
دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
شراب پیکہ سورج کر دکھائی اپ توں سبج
اول تو نیں ستاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
جو پھول بین کھڑی دھن سوں جوں نہال کھلیا
سُرگ میں سرو نہ تج سا آئے سرو گل اندام
سمن پہ ڈال سنبل یا دیکھا کہ تل را کھے
جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کے ٹکہ پر دام

بین لبدا کر او لب خنداں ازل تھے کہے
ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام
نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہے دھن کے گلے
جوں لام الیف نمن مل رہے الف ہور لام

(ق)

۱۷۱

ترے ہونٹ خرما نین تج بدام
ترے تل اہیں دانے ہور زلف
عجب ناد شیشے کے قلقل میں ہے
کہ اس ناد پر رقص کرتا ہے
ترے لب نُقل سوں ہے مے منج حلال
تیرے نین نرگس بناں ہے
نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ
چندا مکھ ترا ہے سو ہور لٹ
اپس زلف تاراں کے تئیں نا ہلا
ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں
توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں تیرے
سُنیا نئیں ہے فرہاد ایسا
نبی صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
مودہیں اسے آٹھ ہور چار

(ج)

۱۷۲

رین چندنی میں سائیں سوں پیو جام
سجن من ہات لینے میں ہے آ
کرو روشن انندان شمع چھب کوں
کہ رکھے ہیں پیا منج بزم میں
پیا بن کیوں گمے انس منج کوں ساری
موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب
پیا گل بانہہ دے کنٹھ لار ہوں گی
ملا کر ہیں کھلا دوں نقل

سواس نس نین ناکھولوں کے ہوی صبح — پیا کے نانوں بن نا لیو کوئی نا

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے — تن دل مرغ ہور پیو زلف اس دا

نبی صدقے محمد قطبؔ شہ جم
پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام

(ج)

ردیف۔ن

۱۷۳

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چند کے پیالے میں آفتاب کہا

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چند گانے کہاں رباب کہ

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نقل مد کا کہاں کباب کہ

او کنول مکھ میں نیر ہے سنپور — اس کے انگے تنک شراب کہ

سوکہ دیکھو کتے ہیں ساجن کون — و لے میرے نین کوں خواب کہ

نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھوئیں گلاب کہ

صبح کے بن لئے کھلتے ہیں پھول — شرب کا وقت ہے شراب کہ

بردے میں کیوں چھپے گا اوجل کاں — سور کے نور اوپر نقاب کہ

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطبؔ کامیاب کہ

۱۷۴

منگیا جو توبہ کے تئیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
شراب پیویں حریفاں وہیں نظارہ کروں
سجن کے مُکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
دندے کے سر کوں پتھر پر پچھاڑ پارہ کروں
شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لارڈ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں
جو منج میں نئیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
پھولاں کے تخت پر بسلاؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں

(ج)

۱۷۵

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانہ نہ کر منج کوں
رتی نئیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
ترے پگ تل رکھی ہو سیس ازل دن تھے ابد لگ بھی
عجب کیا ہے جو نت سر تجیں دھریں ساتوا نبر منج کوں
جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں
نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں
جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نئیں ہے میرے لیکھے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
کسے ناجانوں میں معلوم نئیں کوئی تج بغیر منج کوں
ترے نیہہ مد کا سرمست ہو متوال ہوں پیاری
کہ اس مد باج ناچڑسیس بھی ہور مد کا اثر منج کوں
نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا جاجت
کہ دونو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں
(ج)

۱۷۶

سکی آچھل اُچھالیں ہور سیٹیں مد نیہہ ساغر میں
سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں
اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سم
ہمیں ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اس گھر میں
سٹیں گے لال مد میانے پرت کے خوے کا گلاب
پون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں
جو ہے تج ہات میں تانتاں بجا مطرب خوشی تاناں
خوشیاں سیتے لویں لاگاں انند ہور عیش ہے سر میں
صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی
کہ شاید آوے وو لالن یکایک میرے منظر میں
کتک کرتے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں
چل آواں داد لے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

اگر جنت توں منگتا ہے تو آمیخانے میں منج سوں
کہ خم نزدیک تھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں
رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لے کر آدوں جو بھرا ہو وے اس کا شہر حیدر میں

(ج)

۱۷۷

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن
ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے تمن
پھول ہنس کر کہیا سچ ناز اُٹھوں والے
عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن
گر ہوس ہے تجے اس لعل پیالے تھے شراب
پلک کے اپناں سیتے بیند توں مانیک رتن
حشر لک باس محبت کی نہ آسے اس کوں
جن پیشانی ستیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن
بہشت کے باغ میں کل باؤ کے ات لطف سیتے
لٹ سُنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا سو پون
ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ تیرا جام کہاں
جواب دیتا کہ توں چپ ہو گے لئی ایسے تمن
عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی
ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو بین

قطبؔ کے صبر سوں انجھواں دیئے دریا کوں اُبھک
کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چُھپن

(ج)

۱۷۸

کہاں ہے چھانو شاہی کی ہر یک پنکھی کیرے پنکھاں میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں
ہمن شوقاں کے آہاں کے جو تانیں بھر ریا ہے دھن
نہیں کس بان میں او تازگی ہور کس طنبوراں میں
پلک پر نئیں پلک مارے تلک سو دل چورانے میں
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں
نبی صدقے قطبؔ کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لئے بحوراں میں

(ق)

۱۷۹

سکیاں جیواں چُرانے اب نوی ترزاں نپایا ہیں
چُرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں
جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر
سو مج انکھیاں دیکھ ادھراں وو تھے جیو آن پایاں ہیں
جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دیئے جیواں
سو جانبازاں ہے عاشق کر اجھوں پیاریاں پنایاں ہیں

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق
بدل بوسے سے جیواں لے کر نہ دے بوسے تپایاں ہیں
عجب وعدے دروغاں ہو دغادیں عشق بازاں کوں
یکس ہیں نیک لا دعویٰ چوپچ نس دن اُچایاں ہیں
سہیلیاں پی سُرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لاکر
نوے چانداں . . . . . نس ہیں سودں سوراں دیپایاں ہیں
نبی صدقے نوا . . . . . ناریاں نوے شیواں کے نو قصے
نول قطبا سوں کہنے دو نپایاں سو نیایاں ہیں

(ج)

۱۸۰

ترے گل گال تھے ائے دھن ہوئے میرے نین گلشن
سو پُتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں دکھت ادمن گمن گلشن
سُکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن
کھیا پھول غنچہ دھن تیرا دہن ہے کر خوش ہوکئی
سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن
جو لے ہت آرسی پیاری دکھیں تیئں آپنا مکھ تو
ہوا ہے سر بسر نرمل ترے درپن کا تن گلشن
دسے یوں پانچ رنگی پات ہیں رتناں سوں تن دھن کا
سمن پاتاں ہیں سہتا تیوں مجھے دو نین رتن گلشن

سُرگ بن کانہاں ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہووے منج گھر انگن گلشن
نبی صدقے قطبؔ شہ آج یو بھید اں عجب دیکھیا
جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چارو گگن گلشن

(ج)

۱۸۱

پرت دعوے دو تن کرتی سہلیاں   ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باتا
جسے رُوں رُوں بیں بھریا عشق مستی   تو اس کوں نیہہ کی پنتھ میں سرانا
بہو چنچل چیل گن گیان گائیں   کہ تا پیو کے اُدھر تج دیوں جا ما
جوبن دے کر پیا چت سوں ملا چت   کہ دیوے تج سجن اُپ حسن رنگ

نبی صدقے قطبؔ من پھول کھلیا
تو چوندھیر سب مہکتا جیو باساں

(ج)

۱۸۲

پیا روپ تیئیں نین ماتے اہیں   سجن کے نین بیں بھلاتے اہیں
سرج نمنے جب ...... نکلے   چندر تارے اس سوں دپاتے اہیں
او نازوک قد سرو جب ڈولتا   تو چمناں کے پھولاں سُہلاتے اہیں
اجت کے کرن سے روما لاں کے تیئیں   چندر مکھ کے خوباں اڑ اتے اہیں
پرم کی رنبھا اُرسے ہنس ہنس   کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

پیاری سو مُہتر پرم دیکھ کر سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں
قطب شاہ کی سیج سنگرام پر
نول مل کہ دو تن کھجاتے اہیں
(ج)

۱۸۳

یک چھن خبر کر اے صبا مو ہند ہندوستان کوں
اپ زلف کے جنگل منے ہلجائے منج نادان کوں
مو دردمندِ عشق کوں ہرگز دوا کدنا کیا
گر پوچھے منج کیا کام ہوئے تج حسن کے رجحان کوں
تج شکر ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا
شہر بدخشاں میں نوار وں لعل اُدھر کے دان کوں
جب نغمۂ داودتوں گاوے سو نیہہ کے بن منے
سن کوئلاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں
اغیار سینی بولئے کیوں بات منج جیو اُکس کا
یک تل کی محبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں
رنگ محبت نادکھیا پیہو مکھ میں جننا یں چھپیا
کیسے دعا وسحر سوں اپنا کروں جاناں کوں
شعر معانی پر سدا کرتے ہیں واعظ سب سماع
اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

(ق)

۱۸۴

تجھلیا نھنواد نمنے جیو میرا شکرستاں سوں
کہ جیوں ملیجے مگس کے پر محبت شہید راساں سوں
کتا پر ماریا اس تے کہ مت پاووں خلاصی ہیں
مگر دیوے خلاصی منج کوں اپنے نیہہ کے ہاتاں سوں
خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں تل نیہہ کا
سعادت کا سو خال اس مکھ اوپر دیے سو تاواں سوں
نہیں ہے کج اے جیو گر نا بوجھے اس کچ کوں دو جگ میں
اگر بوجے تو پوجے ہور سوجے علم جاناں سوں
شگافیں کی جو میرے مو بمو کوں پیو بن کچ نئیں
ازل تھے خاک میری کوں کھڑے ہیں عشق فرماں سوں
ترنگ نیہہ چڑ کر آج جو لال دیو میدان میں
کہ کھیلو ڈا و یک تم داو بیتی اپنے متاں سوں
لئے جب ناوں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گردن تھے
کہ دل کو ہوک ہلگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں
بہوت دن تھے تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر
ہوا جب دید پر منج دید بسر یا بات میں جاں سوں
معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے تیرا
کہ لبدیا جیو میرا بازا اس زلف پریشاں سوں

۱۸۵

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے رُوں رُوں
وو روں روں کا ترا لایا ہے گردوں
جے کوئی یک روں ترا را کھے آپ سر
کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں
فلک پر کاویانی شعلہ جاوے
کہ اس شعلے کے انگے کیا ہے جیحوں
بھٹی کی پھوکنیاں پھوکیا ہوں دل سوں
اسی تے ہیں تیرے نیناں پُرافسوں
منتر پر راکھ پرچو ندھیر سٹے ہیں
عجب ہے یے نہ بوجھے راکھ مضمون
تمن نوراں تھے ہے بے نور حوراں
تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
تراوے آس کے پانی میں منج کوں
کہ غم ڈاٹیا مگر میٹی لے میچوں
دنیا کا باٹ منج کوں دور دِستا
خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر
نہ بوجھے عشق مو لیلیٰ و مجنوں

تری سبزی تے دمتے سبز ورقاں
گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
معانی کے بچن تے نپجے نابات
دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں

(ق)

۱۸۶

وو نازک ناز کی جھمکار ستیں کرتی ہے بے دیں
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندھے دل منے آئیں
تمن مکھ روشنی شاباں سورج چند دیتے مس تاواں
بچارے تارے دیسے کاں تمن نور آنگے اے سائیں
ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں
کہ کہنے خسرو و شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں
لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں
محبت پنتھ کوں جو کر نوا ریا آپ کوں تو پر
لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں
نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا
عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں
رقیباں میری باتاں کے کریں کو توال کوں آکھہ
مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دِسوں توں جوت سوں پروین

نین اس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس
دو کانٹے کاں چوبے نابس کلیاں دیستاں ہیں جوں نسریں
معانی ہے گنہ گار ارکھیں یارب آپ ادھار
رکھیا سر تیرے دربار آکریں اس کا دعا آمیں

(ق)

۱۸۷

نین کی بُندان تھے چُوتا ہے شراب ارغواں
غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کر میں ہوا سر تھے جواں
لعل تیرے کھان تھے یاقوت کا پیالہ پلا
نُقل اُدھر کا سکّہ ہے منج جیو پر ائے دلستاں
سام سیسر اس بھنواں کا چُک اُچالے نا سکے
منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصّے سوں زوریں کماں
میں نہ جانوں ہشت جنت میں توں کس جنت کی حور
کافر و مومن کریں نج دیکھ کر جیو سوں فغاں
تیری میٹھی بات تھے ہنجی شکر دو جگ منے
تو جہاں میں ار جوں چاودوں سوں بکتا ہے رواں
تاب دوری کا بہت میرے اوپر کرتا ہے زور
شربت اس قند کا چکاؤ آپ اُدھر تھے منج دہاں
تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے بڑے
بہو عجب ہے اے کہ نین ہوتا ہے گُنگ اس کا زباں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات
میں کہاں ہور تم کہاں جھوٹے کریں لوگاں گماں
اے معانی تیرے رازاں تھے ہوتے آگاہ سب
تاج توں رکھ سر اوپر او ہے اماماں کا نشاں
(قلی)

۱۸۸

عشق بازار میں اُو نین جو خمّار اچھیں
ساقیا پھاڑو ورق غم کا کہ سرشار اچھیں
بول آن بول کے چلتے ہیں ہمن سیتی پیا
مہر ہم پر نہ کریں پیو وے ہم یار اچھیں
چند سورج گال اوپر دیسے چھند کا چھاوں
ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون
اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں
جن جنم ناں بندو بتخانہ کے لوگاں منج کوں
میری گردن میں کرن کے زنار اچھیں
برہ تیزاب کا تروار بہوت تیزا ہے
ڈر نہیں مج کوں سپر نمنے جو دلدار اچھیں
کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن
دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دِشٹ سیتی
سو حکیم آویں تو اُس کام میں بیکار اچھیں
نہ جانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی پر نظر
اس کے دل میانے علی مہر کا گلزار اچھیں

(ق)

۱۸۹

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدہیں ناہار سوں
تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر ناوار سوں
جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسر رہتے ہمیں
ہمنا تمن بن نا گمیں جاتا بہوت دشوار سوں
جوں جیو سیتے مل ہے تن ووں جیو منگتے تج سوں ملن
دونیں پیا تج دیکھن بچھڑا نہ آپ دیدار سوں
کیوں رہ سکوں تج سوں یکٹ جاتا مجے ہر تل بکٹ
لائے ہیں چورائے اجوٹ تم اپ نے پردار سوں
داٹے مدن ھاوے منجے پانی نہ ان بھاوے منجے
یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں
جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
ڈورا ذکر کا لائیا میں حیدر کرار سوں
جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رہوں تج سوں پیا
قطبا جیا دل باندیا حضرت نبی دربار سوں

۱۹۰

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کسیا نہیں
دل بات کھوں، کہہ کہہ کدہیں ٹک ہنسیا نہیں
منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
اس دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں
پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھیا نہیں
مڑیا زلف سپنولا کھیا گاڑرے عجب
اس دھات کا سپنولا بھی کس پر ڈسیا نہیں
ناسک کے ناگسر کا سُو دھن بھوں کا بھونگ
بے سدّھ ہو کہ ٹھار اُپر تھے کھِسیا نہیں
دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے
سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رُسیا نہیں
صدقے نبی کے دیپے میرا بھاگ سورتے
پنجتن کے چرن باج قطب سر کھسیا نہیں
(ج)

۱۹۱

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جاتا نہیں
جو آسوں پوچھنے جاوں اُساساں بات آتا نئیں

پیا تو شرط بولے ہیں کہ ہیں تج سیج آدوں گا
ولے منج سیج آئے باج میرا دل پیتا نئیں
کتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نئیں
پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تئیں
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نئیں
محمد نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمد توں
علی کے عشق بن کچھ کام بھی تج کوں سہاتا نئیں

(ج)

۱۹۲

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں　　جیا جیو جیو کا جیو کر راکھی
بچے روں روں مرا تج تائیں نس دن　　تجے چھپنے تھے دو جگ میں جی
نین سپنے میں باندی تیری صورت　　تو تیرے نور اُپر نیناں سی
خدا جو راکھیا منج ہور تج کوں　　جدائی جانتی نئیں ہوں پی
دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تئیں　　جے کچھ شک کے بچن تھے سو لیا
نبی صدقے فنا ناجانے قطباؔ　　محبت میں بقا پیالا پیا

(ج)

۱۹۳

اجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
ہوا پھر رین اندھارا ابندے سو کیس کھولی جوں

لٹکتے جب چلے سُو دھن سِکے ہیں چال ہنس کی کاں
بنے بن پھول سب بھرے جو ہنس کر بات بولی جوں
منجے جب دیکھ کر سودھن دسن تل لیاے لب دیسے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
کراب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نتیں
وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھوتی جوں
محمد کا محبت آ گیا ہے ٹھار منج دل میں
علی گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں

(ج)

۱۹۴

اُولاے عشق کے دل میں ہلاوے جاں سوں کرتے ہیں
نہ جانوں اے اولاے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے بادِ موافق کاں
صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
سکندر کا درپن ہات تج سب راز دِستا ہے
ہمارا راز جاں انجاں ہو باتاں سوں کرتے ہیں
بساط دنیوی ہے بُڑ بُڑا توں جان اے غافل
وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کاماں سوں کرتے ہیں
پرت گلزار میں سب بلبلاں الحاں سوں کہتے ہیں
ہوا خوش دیکھو باتاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیّارہ حشم جگ میں
غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن
تپاتے دوستاں کوں دوستی دندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے
او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او
کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عبادت کر
جراحت پر سلا بہ ناز کی شرگاں سوں کرتے ہیں

نکو جانی سلیمانی ہمن مرہم پری رویاں
دوا سب عاشقاں میں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں

معانی نابوجے خوبی برائی پیم دارو کی
ہزاراں شکر مو دارو اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں

(ق)

۱۹۵

خدا کالے نانوں پیرت پھل کھلائیں　　تو تازے اُپر تازے بھی بار لیائیں
یک یک بھاؤ ہے ہوئیک ئیک ریت　　سو مکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں

سودھن آسمانی انچل اوڑی ہے
سورج چاند رخسار واں جگمگائیں

منجے ایک کر جانوں ناچار کر
منجے ڈھونڈنے جیو جوتی سوں پائیں

صراحی ہے ناسک اَدھر تبجڑیاں
نین سو کی نرگت سوں نیہہ مد بھرائیں

صری تسنبلا جگ منور کرے
پیالے سوہت سورہ ہو کر دپائیں

قطب نیہہ کے دعوے سکی کرتی تھی
نبی صدقے اس کوں ابتال آزمائیں
(ج)

۱۹۶

پُتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں
احرام باند کر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں
پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں
تا مدعا بر آوے اپس دل کے راز کوں
ہاتاں کو دیکھ پچکتے سو جوبن کوں جیو ہے
بٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
باندے ہے کھیچ جوڑے میں سیامی جھال دھن
بندخوی برسیں سانت نمن سرو ناز کوں
کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر نیک کام
لاگیا ہے کام عشق کا منج عشق باز کوں
بھومنتراں سو پالے سنپارا سو ایک ناگ
رواں رواں سنپولے لبدے میں اس غمزہ باز کوں

حضرت علی کی لئے کہ درازی اہے تمام
صدقے نبی کے قطبؔ کی عمر دراز کوں

(ج)

۱۹۷

کنگی چُھٹ ہات تھے دھن کے رہے یوں سام بالاں میں
کہ جوں چند زرد کرناں سوں دستا ابھالاں میں
نین پُتلی سیاہ جوں مشک جوہر جام بھیتر یا
جڑے ہیں جوہری نیلم نچھل لیا موتی ڈھالاں میں
کریں جوں سیر پانی میں بھونگ سیاہی اپس ہیں آپ
دِسیں تینوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
گلالی لال پھانکاں دو اُدھر پروال ہیں دھن کے
تنن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں
پتنگ دل عاشقاں کے مل رہے جلبل کجل ہو کر
سو تِس بھیٹن نہ پوچھو کوئی جو بن نوری ہلالاں میں
پون جوں پیچ کھا ڈنڈ لائے صبی ات تنک پن تھے
دیسے نازک کمر تج دوں خماری ڈول چالاں میں
عجب کُچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطبؔ شہ دل
جواہر سُمد راں آبلیں ہر یک تازے خیالاں میں

(ج)

۱۹۸

تیری دوری تھے مرے دل کوں نہیں یک دم قرار
مچھلی نمنے تلملوں ہوتا ہے کد مد دور توں
تیری مجلس، کا سو باقی پیکِ پریاں مست ہوئے
ہشت جنت میں تھے کس جنت کی چنچل حور توں
سب بہاریاں کے نین تھے پردہ تھا مجہ نین پر
تیری دِشٹی تھے اڑیا پردا عجب دستور توں
تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی
سچلی دِستی ہے سندر جیوں طور پر کا نور توں
سب فقیہاں مل الف ناپڑکے کہتے ہے پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں
پند گویاں تھے ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں
یں سو عاشق باز اد علم میں سنپور توں
کوئی نہ بوجے رمز تجھ بن قطبؔ کا
لب شکر ساقی پیالا بھر کے ہے فغفور توں

(ق)

۱۹۹

بھواں کی گوشکی جب تھے تمیں چڑاے کماں
سوار رخش ہوئے جیوں کہ رستم دستاں

تماری ناز کی جب اوس جیو کے باغ پڑی
چووے وو اوس تھے ہر دم شرابِ لعل رواں
وہ باس اپنی پری مل سوں چھید تا دم دم
ہر ئیک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں
بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی
یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا بیاں
تمارے چھن کے کرشمے سوں علم بھرے عالم
بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دواں
تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ
کہاں بوجھیں آنوں جھڑتا ہے اس تھے دونو جہاں
نماز و روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے میرے
دکھاتے شیوے عجائب منج اس زباں کے بتاں
شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا
رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں
کہ سات سمند تمن سمسکرت علم بھے
تو توڑے خیز دہ کاری دکھاوے اس کے گتاں
بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر
کہ پیڑے ہیں منجے چوندھر تھے اس کے موکے خطاں
ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ھر دم
دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۰۰

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں
منج دِسے تج دِسے سم نہ آویں گے جاناں سوں
گرز سو ناز سو میں راستی کی بات کھیا
نیہہ ترازو منے جو کہہ کر کھیا ہوں تمناں سوں
مئے آدھر لعل تھے منگتا ہوں پینے بہو دن تھے
کون او دن اچھے گا پیالہ پیویں ہمناں سوں
تخم بیرت کا ازل تھے بیرے ہیں دل میں مرے
تو تمن بات کوں جاروب کروں پلکاں سوں
عشق کے باغ میں کل باؤ محبت کا ہلیا
کروں اسپند ولے ڈرتا ہوں اس باتاں سوں
آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے
تیرے ہت آرسی دِکھ گم ہوا اپ ناماں سوں
عشق کی بات نہ آوے کہنے ہور لکھنے میں
ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمناں سوں
تمارے شہر میں بیٹھے ہیں ہدف ہو کہ ہمیں
کی نہیں کرتے تیراندازی اپس نیناں سوں
صبر گزریا ہے صبوری تھے معانی تیرا
برہا تند ہوا لطف کرو ناز اں سوں

۲۰۱

جدھر دیکھوں تو دِیسے حسن تیرا میرے نین
کہ دل چمن میں تمارا ہے باس جیسے سمن
پیالہ شرتھے پیویں گا رقیب کے ہت تھے
کہ مستی سر کوں چڑھا کر پھروں انوں کے اگن
تھڈی کے رشک تیرے تھے جھڑے ہیں باغ کے سیب
تو زیب دیکھ کے یوسف چھوڑیا ہے آپ وطن
تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات ناں انپڑے
پیرت میں دال ہوا قدعصا دے چننے رتن
خبر موبھاگ کا بھیجو نین کے حاجب سوں
تماری یاد تھے جیتا ہوں سب خطا و ختن
اُو بت کا ناز دِسے کچ ہر یک کے نیناں تل
نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چُو من
کرے سوال معانیؔ تمن تھے سال بسال
کہ سوال دیویں تو کیا کم ہوے گا حسن پٹن
(ق)

۲۰۲

دلیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں
خوش مکھاں جاکر تو تج پھل زار صحبت کیتے ہیں

۶۲۹

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب ہیں چوسار اں مست
یک یکے پھل جھاڑ تل ادھلک خلوت کیتے ہیں
کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ
چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں
آہ ایسے مستاں کہ جو اُپجے جگت آئے بھر
سو ہمارے تائیں سو رنگاں سوں فرقت کیتے ہیں
وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے بھٹ
پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں مدامت کیتے ہیں
دوست راکھوں وضع مے پیناں کا کب دشمن نزیک
اس زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں
مندریا قوتاں کا توں جانے نہال گل کلال
اس کے تائیں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں
تب کہ مست ہوں آنکھ اس لطف ازل را کیا امید
واں کہ حاضر تھا ہوں میں جس وقت جنت کیتے ہیں
پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوے نام سو
کیمیائی آن بسو کر ان سوں حیلت کیتے ہیں

(ق)

۲۰۳

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آدھار سوں
پیرت کئے لاکاں پر اپن دل جیو کنوں ناوار سوں

مستی سوں تم گالی دیئے ییں بھی تو کچھ کہتی وے
یک حرف کہتی مت اُسیں گر چُپ رہے دشوار سوں
اُگھر میرے ییں تج لکھی مج جیو ییں تج صورت بسی
لُو چن ییں روشن توں دبی پُتلیاں جیویں دیدار سوں
طعام و پانی باج ییں کیوں رہ سکوں تج پیار بن
مج جیو کا آدھار ہے تج یاد کی آدھار سوں
مج اس ازل تھے لکھ رہے ناداں سکیاں کیا پوچھتے
میری زباں عاجز ہے تم سنگ بولنے تکرار سوں
پنکھی ہزاراں جگ منے بن جوت اڑتے ہیں وے
تو جوت مج پر چھائی تو جگنا ہوئی چوسار سوں
ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد ییں
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

(ق)

۲۰۴

جداں تھے عشق ییں بوجے تداں دیکھے تج اپنے ییں
سکل سُد بد گنواں پوجے رہے تج ناوں جپنے ییں

(ق)

ردیف۔ و

۲۰۵

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جوان کرو
کہے کہ پیت کی بات تمن جیو کا جان کرو

کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں
کہتے کہ قول جوت سوں لکھ کر رواں کرو
کہیا ادھر تمارے جیوں کوں جلاوتے
ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن ستو
کہیا کہ دونوں بات ہیں ایک امتحاں کرو
کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن
کہتے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو
کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا
کہتے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
کہیا کہ مد گلابی جلا دیوے جیو کوں
کہے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نوازنہ مجھ
کہتے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو
کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہتے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(ق)

۲۰۶

تن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دِکھو
زمیں اسمان تمن فرق اہے خوب دِکھو

سبحۂ دیں دکھو ہور جن جنم کفر دِکھو
فرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دِکھو
قصۂ یوسف دِکھو بیر حمئی یاراں دِکھو
پیرہن باس دِکھو دیدۂ یعقوب دِکھو
دوری دیکھو سو تماری وہمن صبر دکھو
خندۂ ناز دِکھو گریۂ ایوب دِکھو
درد میرا دِکھو درماں سو اس گرد دِکھو
اس غروری دِکھو ہور منج مشرہ جاروب دِکھو
آب زمزم دِکھو ہور اس نھڈی کا نیر دِکھو
صافی چشمہ دِکھو نائبِ منشوب دِکھو
سرو کا قد دِکھو ہور اس لٹکن چال دِکھو
عشق کا آہ دِکھو منج دلِ مجذوب دِکھو
نار کا ناز دِکھو ہور انچل اس سیس دِکھو
سُوکے بھالے دِکھو سینۂ مطلوب دِکھو
نیہہ کا زی دِکھو ہور مو دل مجنون دِکھو
کوہکن دیکھو معانؔی دِل مکتوب دِکھو

(ق)

۲۰۷

آ ہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باس بو
کچ عجب ہے راز اس کی باس پر تھے وارو مُو

مُج کرے مجنون و دیوانہ پیا اُپ نیہہ سوں
بھی کتے زنجیر زلفاں سیتی دل کوں بند اُو
دود کے نھنواد ہیں مونین پتلیاں چُلبلیاں
تولبد کیتی ہیں تیرے میٹھے چومیاں سیتی خُو
مستی ہے تجے ناؤں کی میرے سو سیس اوپر سدا
تاج و افسر ییں کیا اس مستی کوں کیا کینگے گُو
طوفِ طاقِ کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا
خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیووں عود بُو
منج محبت اس ترک کا میل ہے اس کا شکار
ییں شکاری ہوں کہیا ابرو کماناں ناندے دُو
باز چنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار
اس کے چنگل ییں معانی ہے بچار امورہ و مور

(ق)

۲۰۸

میرے مذہب کی باتاں کھول کر اب کیا پوچھیں گے گُو
ہمیں جانے و مذہب ائے رقیباں کیا غرض تم کو
پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نیہہ سوں جُھلتا
بھرے گا شہید سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو
ابر رُوں روں کا چھایا ہے تیرے مُکھ سُور کے اوپر
او ابر اس تھے جیو ے مُہ بند اس تھے دل کیا ہے خو

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل
کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہر کوئی کہیں گے مو
ازل تھے ہم تمن میں یاری ہے اے پیر میخانہ
عجب کیا ہے چھپا کر دیو مئے منج کوں پیالی دو
موہیں یک بات و دل میں بات یک میری نہیں عادت
تمیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑیا ینہہ کے مد تھے بو
ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا
اگر ہور عود عنبر سو نگھ کر دماغاں کوں کروں خوشبو
کروں تعریف میں کس دھات سو میویاں کے رنگاں کا
یون جوبن کے ٹلکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگیں ہو
بہشتی میوے ارزانی ہوتے ہیں اب معانی کوں
رقیباں لے بڑائی دیکھ کر جلتے ہیں جگ تھے مہو

(ق)

ردیف ہ

۲۰۹

شیرینی روں کا خوش تج مکھ پہ ہوا پردہ
باندھے ہیں خماری کا اس نین اُپر پردہ
تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر
مُکھ حکم ستیں مُکھاں دو جگ میں سدا کردہ
نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پردہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سنج منج جیو تیں آوردہ

دانے اوپر انچل کا وو جھل کرے ہے نہ کا
کیوں جاؤں چرا چرنے وو دام ہے گستردہ

اس دانے کے تیں میرا دل دانہ ہوا چننے
دے خمس وو دانہ کا مو نیر خضر خوردہ

تج عشق کے پہناں میں سکیں معانی ہے
با جوت نین منج پر تا دیسوں کرو بردہ

(ق)

۲۱۰

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ — تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باؤ آیا — چگر گھانس پر ہے نظر تو دسوں ساہ
تمن خیال سیتی ہمن خیال باندھے — رقیباں نہ بوجھیں یہ بات آہ ہے آہ
نمازاں کرو رات دن ملنے کیاں ہیں — ہوا منج کوں روزی ذوالحمد اللہ
اندھارے کے بادل منجے بیڑے چوپہر — خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخوا[ہ]
کِتا صبر فریاد کر چُپ نہ رہ توں — کروں آہ آہاں تو نہیں ہوتا آگا[ہ]
ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب — نظر با منج اوپر دسوں گا کہ جیوں ما[ہ]
کرے گا اگر یاد وو منج دکھی کوں — کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ
معانی ہے عاجز تیری خدمتاں میں
نہیں شد بد اس کوں توں کر سب تھے آگاہ

(ق)

۲۱۱

نیناں کے بند میں ہلجیا ہوں کن نہیں آگاہ
نا بوجھ سک کہ کہتے منج کوں دیوانہ گمراہ
نیہہ کھرگ دھار اوپر چلنا بہوت ہے مشکل
چل نا سک اس کے اوپر کھوئے ہیں سب اپنی راہ
پیار و عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈرتا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدہ کروں وو درگاہ
مکھ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر
اپ کام میں ہیں پھرتے نہیں کس تھے کوئی آگاہ
ہیں مات تیرے جم انگے کینقباد و رستم
چپرے بندے ہیں تیرے ہم کوں رکھا اپنے دل خواہ
کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یارب
منشی نہ بوجھیں انشا قلماں ہوئے ہیں جیوں کاہ
کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ
تج نیہہ صور کوں جھاڑن کوئی جگ میں
یک رنگ ہوئے سو جھاڑے تو دیسے سب میں جم جاہ
ترکیب ہے ہماری ترکیب لئے تراکیب
ٹک نوش دارو بھیجو ترکیب ہووے گا شاہ

میں طفل ہوں تمارے مکتب تھے علم بوجھیا
تو دیویں عالماں سب شاباشی منج کوں گہ گاہ
یہ سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانیؔ
منج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ

(ق)

۲۱۲

رکھے ہے منجے گوشے میں اپنے دلخواہ — ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ
ہمن بزم میں نئیں ہے شیشے کا حاجت — کہ دل شیشہ کرتا ہے قُلقُل شہنشاہ
کیا ابتدار ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے اَپ نیہہ میں رکھ اللہ
اٹھیا باد جو ندھر تھے تجے عشق کا یوں — گئے ذرہ آڑیں رہیا ذرہ درگاہ
ہمن کوں ہے بت خانہ او خال ہندو — کروں سجدہ اس کوں دکھاوے منجے راہ
ننھے پن تھے رکھیا ہوں تج در پہ سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمین گاہ
عانیؔ گنہگار ہے. بخش یارب — بندیا دل تیرے مہر سوں توں ہے آگاہ

(ق)

۲۱۳

عِشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تج کو سُہاتا ہے اے جانہ
ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلاتی — نہ بوجے کن کجل آنکھ را کھے دانہ
تمن باساں سیتی پنکھی ہوا ہیں — نہ لے گی بوج بلبل منج فا
چڑیا ہونٹاں کی مستی کا اثر منج — ئے مستی نئیں ہے کس خمار خا

دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پردہ　　ہوا ہوں اس تھے میں سر
سُنا روپے کی چوری میں نہ جانوں　　چُراتا ہوں اودیا قوت
ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ　　نین تیزاب سوں کر
کشش سیڑی اُپر کِن چل سگے گا　　ہزاراں لرزہ ہے اس

فلکِ قلّاب سوں باندھیا ہے سیڑی
معانیؔ توں دِسے شاہِ یگانہ

(ق).

۲۱۴

میں دعایاں پڑوں کِتا نہ کرے منج کوں نگاہ
ٹیلا پیشانی پہ لاجاوؤں گا اس کی درگاہ
مئے ہے مجلس منے کِن لافِ صبوری مارے
اُسے عاقل نہ گنو تم وو اہے سب میں تباہ
نور ہو قد کے بچن بولتی صحبت میں بتی
جل نکلتا ہے دھواں تج تھے سحر گاہ بگاہ
عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھے صبا آوے باد
کیمیا دِشت کرو تا دھریں سر پہ سب شاہ
پگ ہیں نازک تیرے ہور ناز کا رفتار اہے
سر دیک پاپہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ
مستی سوں جب .... بگڑی بھنواں اوپر کج
میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال
صبر گزرے گا تو ہشیار ہمیں ماریں گے آہ
(ق)

ردیف ی

۲۱۵

پیاری سُہاتی ہے ابھرن سوں بھاری — تو جاگا کرے من میں چھند سوں پ
او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہوگن میں ماہر — بھلائی ہے تو عاشقاں کوں ا
محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دائم — گھلی اُن نین میں برہ کی
مدن بان ساندے ہے چھنداں سوں موہن — ہوے عاشقاں دل کے اس تھے
نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر — کہ تن من اپس اس کے انگ پر
سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیاں میں ہیں

نبی صدقے قطبا پچھا نیا ہے تج کوں
کہ سب میں ہے توں اس کی من کی پیاری
(ج)

۲۱۶

پیا کا عشق ہے میر یار جانی — بن اُس نیہہ کوں جیو کر
محبت کا منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ
ہوئے عاشقاں روپ لیلیٰ نہ مجنوں — ولے ہوئی ہمارے وقت
عشق پنتھ میں جن نہ بے تاب ہووئے — اسے عاشقاں کہیں نہیں
محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں — کہ اس سم نہیں کوئی گیا

سمج سے نا ہر کوئی معنی پرت کے نہیں فہم ہر کس کوں ہیں ائے پچا
نبی صدقے قطبا کوں بن سائیں مکھ نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورا

(ج)

۲۱۷

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سُہائی
بخت اس کے جن اس چندر کوں منائی
او خوش جوت چندنی کوں لاووں گلے
کہ منج کوں مرے روٹھے پیو سوں ملائی
انگن کاچ پر موتی جوتی بچھاوں
کہ سائیں کے پھل پگ اُس اوپر بنائی
چندن ہور عنبر کدم کر لگاوُن
کہ موہن کوں خوش باس تیئیں ریجھائی
گلاب آچھے آنگن میں جھنکاؤ کے
پیاری مو مندر کوں چھنداں سوں آئی
بچھاوں صدر جوت ہیرے کا جوں
شہے میرے لالن کو ائے چھب کہ جائی
نبی صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر نمنے منج دل کوں تل تل بہلائی

(ج)

۲۱۸

مرے چاند کوں چندنی کی نِس سُہاوے
کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
موہن چھند بھرے کوں منا لیا تو ہم گھر
کہ تا اپنے چھند بند سوں مومن ریجھاوے
پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں
تو رنگ رنگ سوں اُو گڑ بھریا مج بھُلاوے
سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے
عجب کیا جو اس باس سوں مج بھُلاوے
جکوئی اُس دو نرگس کے سرمست ہیں
انوں کوں نین رنگ کا مد پلاوے
توں سورج ہے چند تارے تج تھے سُہاوے
کہ جوں........ اپیں نور سیتی سُہاوے
نبی صدقے قطبا کے تئیں نت نویلی
انند راگ نیہہ مطرباں ہت گاوے
(ج)

۲۱۹

گوری سروپ ناری بہو چھند سوں اپ سنواری
تو سائیں کے سو من میں ہوی ہے وو ناری پیاری

سُہتا ہے رنگ برن اُس، یا نین ، یا ہرن ، اُس
پھُل پگ ہے یا چرن اس یا زلف یا شکاری
یاقوت دو اَدھر ہیں دو گال، پھُل نظر ہیں
یا اِنس ہیں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
خوباں کا من رِجھاوے پیاری کا دل بھلاوے
مد رنگ نیئں پلاوے جس نا اچھے خماری
رخسار گل گلالی دو پھول سہیں ہلالی
بہو رنگ سوں بن کے بالی مد بزم کوں سنواری
شیشے رکھے بھرا کر نُقلاں رچے بنا کر
تا پیوے اپ پیا کر پی مد ہے مست ناری
صدقے نبی قطبؔ شہ تج سوں ملی اے بالی
جس حُسن کا ہے جگ میں چو کھنڈ شور بھاری

(ج)

۲۲۰

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے
تو اس دل میں سب عشق کا راز ہے
گلے بانہہ دے کھیلے ناریاں سوں کھیل
جسوں کھیلے پیو او سرافراز ہے
اَدھر رنگ بھرے سُہتے مانک نمن
کہ یاقوت رنگ اُن تھے ورساز ہے
سکیاں سائیں چھند سوں پنوائے اَپس
تمن حسن کے تیئیں سو اُو ناز ہے
سنوارے ہیں مجلس پیا روپ سوں
مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
سنوار نریا ہے من موہنیاں اپنے تیئیں
پیا کوں اینو سوں تر کتاز ہے
نبی صدقے قطبؔا پہ آنند دار
علی کے میا تھے سدا باز ہے

(ج)

۲۲۱

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے
اس اوپر سہے نقش چھند بند چالے
پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے
سکیاں من ہوئے اوسی تھے اوتالے
لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں
اُو چھب دیکھ کر سرو آپ نا سنبھالے
پرم رنگ رسیلے کوں گڑ سوں ریجھا کر
لگاووں گی چھاتی پلاووں گی پیالے
چکاونگی اس حسن ماتی نین کوں
پرت بین سوں سائیں کا من بھلانے
سہے دو اَدھر رنگ بھرے اُچھے پیو کے
دسیں دو نو او گال جوں پھول ڈالے
نبی صدقے قطبا کوں اس باس سہتے
پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے

(ج)

۲۲۲

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے او دو زلف میں جیو کا آنند ہے
سجن یوں مٹھائی سوں بولے بچن کہ اس خوش بچن میں لذت قند ہے

موہن کے او دو گال تشبیہ میں سورج ایک دو جا سو جوں چن
نول مکھ سُہے حسن کا پھول بن نین مرگ ہور زلف اس پھند
اُو کسوت تھے جیو باس مہکے سدا تو او باس ناریاں کا دلبن
پیا کوں بلا لیائے ہوں اپ مندر دو تن من میں اس تھے ہمن دن

نبی صدقے قطبا کوں اپ سیج لائی
تو چوندھیر خوشیاں ہور آنند ہے

(ج)

۲۲۳

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے نہ سم اس کے انگے کوئی ہیں دو د
اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا تیرے لعل بن اس کوں کوئی نا ا
دو لوچن ہیں تیرے نسنگ چور راوت او نوسوں دلیری نہ کر سب ہی
سُہاتا ہے تج کوں گماں ہور غروری کہ ماتے اہیں تج حسن کے پ
سکیاں میں تو ہے مرگ نینی چھبیلی سجن تو نہیں ہوتے تج تھے کن
عجب چنچلائی ہے تیری نین میں کہ کھنجن نمن ایک تل کیں نہ ٹ

نبی صدقے قطبا سوں مد پیوے جم جم
وو چند مکھ کہ جس مکھ تھے جوتی سنگارے

(ج)

۲۲۴

دو تن ہمن سیتنے برائی دکھاتی جیچ دھرتی اپ مَن میں سو بھا
پھترہات نا ہوے تانبے کے کاماں کِنڈ کوں مُنے ناد کا ہے

برے کوں نہ کہسے سو کوئی خوب کرے کتھل اپنا زرگر کوں کا ہے دکھاتی
دیکھا نا فلک ان کے تئیں جے برے ہیں پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی
گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی
جو کوئی دھیاں ہور گیاں میں دل رکھے ہیں خدا تھے سدا اُن کوں خوبی سُہاتی

نبی صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے
سدا نیلا پیلا کہ او ہے گجاتی

(ج)

۲۲۵

آج کل نیئں، تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے
تو ابد لک یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق م
معشوقی اُستاد کُن بسلائے روز و شب منجے
تو ہوا عالم میں پھر عالم میں نیہہ سوں کر عمل
علم سارے میں علم ہے کر کہتے جگ سب منجے
پڑ کتباں کے تعشقی عشیق یک بحث سوں
تس پہ لکھے مسئلے سکھائے چھندبند دولب منجے
نیہہ ، نگری میں چڑ دل تخت جیوڑا جا کہیا
لامکاں میں کا ں بی آج دِستا سب منجے
عشق پیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ
دھن سوں مانہ نیئیں سکھایا روز و شب یارب منجے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
صافی کے اوصاف ہیں کے صوفی کی مشرب منجے

(ج)

۲۲۶

پھلئے رین تارے کھن یا بھونرے مکھ لے موگرے
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سوک رے
سَرون ہے اُو یا سینوتی پھل یا سیپیاں جوہریاں کی
یا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو کرے
بھواں ہے او یا دو نو آں یا مدہے دام کے
یا چند نوی یا بھونرے پرنا سمج لیئں جگ بوگ رے
یا مکھ ہے او یا چند پنم یا سور شعلہ نور پا
یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرگ کی لوگ رے
دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کندن ہے ذقن
سنے سینے پر کچ رتن نئیں ایسی کہیں کس لوگ رے
جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سو مل
کنٹھ ذیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے ہیں کھو کرے
حضرت نبی کے صدقے سن باتاں قطب شہ مست ہو
کہیا کہ کرتار ات دن ایسی سکی سو بھوگ رے

(ج)

۲۲۷

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے ہاوے بغیراز بھی منجے ہور کچھ نہ بھاو
تیری دوری سوایسا کام کرتی د بولاں منج تھے بولیا نہ جاو
منجے امید واری وصل کی ہے جتا دوری سجن کی ہاوے لاو
کلی من میا باو بن نا کھیلی منج جو بن پھول بن ساجنا کملاو
کدہیں بھی ہمن اوت دیکھن ملاوا ہمن آس پروی پیا مندر آ
اُے ساتو سنتارے انندال سوں ناچیں ہمن بزم میں آکے زُہرہ سو گا

نبی صدقے قطبا منگے یو خماری
کہ تن من محبت کی مد سوں کھلاوے

(ج)

۲۲۸

پیا میں پچھانی کہو کن سو مانی رکھی ہے تماری سو مُکھ پر
گلالی نین راتی ماتی ہیں بھاری تُمن مکھ تھے میں بھید نس ک
لٹاں مُکھ کی جوتاں اوپر توں سُہاوے کہ چندر پہ سنبل سُہاتا کہ
پیاری کوں لیاو سکیاں تم مناکر کہ منج پر رین آج بھاری
سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ ولے نابوجھے اے بچن کوں
سچی بات سائیں کئے ہیں ہمن سوں او باتاں سوں منج کوں کئے ہی
نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے کہو عاشقاں دھرائے رنگ

۲۲۹

جگ موہنی وو اُتم سو ناری   شہ پیم سیتی جھگڑتی ہے بھا...
امرت بچنی میٹھی زبان سوں   چھند بند ابھرن سو اَپ سنوا...
دو چھند بند بھری ہے پیار ریجھاتی   کی سُوجتی اس سوں توں گنوا...
گریوں کرتی ہے چھند چھالے   ہے پیم کی سنپت ییں وو سا...
ہے مرگ نین کیسند گونی   نیناں سوں کرے کماندا...
دو تن توں نہ کھ ہوشیار بازی   پیاری و پیاریں ہے سونا...
صدقے نبی ہے قطب کے مانی   سکیاں نیں ہوں ہے شہ کی پیا...

۲۳۰

میری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
بہت روپ ونت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
سرو قد ناری جب آدے لٹک مُکھ نور جو توں سوں
دیکھت سورج میں رشکوں کلی چند مُکھ دُکھ چھائی
اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کوں
توں اپنی چال دِکھلا کر ہنساں کی چال بسرائی
بہو گُنونت ناریاں میں اہے گُنونت ناری توں
پیاری ایسی بجنا سوں سنوار اپ سیج میری آئی

قطب شہ پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
جو سارا اس کے دل کا دکھ یک تِل ما نہ گنوائی

(ج)

۲۳۱

پیاریاں اے کہو منج دِھر اول تج مندر آتیاں کی
جو آ نجانی جا بوسیاں سوں پھر منج چوک لاتیاں کی
اول تھے اپنے اُدھراں کوں دسن سوں دوستی لائے
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
نچھل خوے بند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند ان کے ہاراں تج
پرو کر پیو پنائی یو خوشی سوں گل ہیں باتیاں کی
سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا ہیں تو
پھرا دے نین جیو اس کا کرشمیاں سوں ٹپراتیاں کی
عجب بے رحم معشوقاں ہیں یاراں اس زمانے کے
جو عاشق کچھ کہے سن کچھ اپ بچن اس کی بھراتیاں کی
جو اعراض ہور عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں
دیتے تو آس کا وصل اس اگر نہیں تو بلاتیاں کی
نبی کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری
اگر ایسی نہ دیتا تو او نوں پگ پڑ مناتیاں کی

(ج)

۲۳۲

نین تج گھیرو تو منتر بھر کے ستاتی کی
وے سو کے ٹکڑے بجلیاں کے انن ہت کھان باتی کی
نکھنڈ لس کنٹھ جوڑی کوں جو کھوں یک سو رتارے توں
خزینے جیو دلا مخزن ہئے گھر تھے چراتی کی
نین عشاق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیلیں
جو پُتلیاں نین چُراتیاں تو نین پر ماگ جاتی کی
ادک ہاکاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بجاوے تل
بجتر پگ پیجن گھنگرو کیتاں گشتاں پھراتی کی
نین عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کتوالاں
دے بیتاں ناز کے غمزے کوں سو نوبت کراتی کی
یتا دھٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
چوان بے گنت لینے کوں نہیں تج عاراتی کی
اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
قطب شہ کوں یہاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(ج)

۲۳۳

سورج مکھ پھول پر پھلیے ہیں عنبر پھول کُنتل کے

گھنگرو والیاں چھب الکاں چھب نین پر فتنے کرتیاں لکہ

سوجوں کے مست ہرنیاں گل زنجیریاں بائے ... کے

چکوراں ہور راویں ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت

چندر مکھ لب شکر تے سر سو خوبی ...... ندوانی چنچل کے

جو نرمل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پو چھپا ہیں

سو کے چھند سوں چھپالے کر کہ آئے دن اج انچل کے

پدک دہن ہین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہوا ہیراں

مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے

تیرے جوں بام آجل ہیں دِسے روماولی یوں اُس

نہ جانے دے رکھے لہراں سوں کندن زیر نرمل کے

چھبیلی سُن غزل قطبا کی خوش ہو آپچن کن ہیں

کہوں گی ایک گر بوسے دو دے او جہل انچل کے

(ج)

۲۳۴

بچھل کندن ترے لب کا کسن سو تِل کسوٹی ہے

کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے

اتم منگ سیس مکھ میں یوں دِسے جوں شاہ بیساں کے

پہن تس کا سو سُنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زر بینا سر تھے پگ ہنیں کوں ناداں سو دُسندراں کر

ملک زرگر کے ہت گھڑنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے

جے توں ہت پگ نکھاں منیدی زمرد رنگ ٹھور نگی سو
ہر یگ نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بہوٹی ہے
گلالی تافتا بند پین پچولی لعل رنگ تِس میں
جو بن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے
سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
نہ سن میری دو تن تھے کچھ کے دو تن پھوٹ کھوٹی ہے
چنچل نادان ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
تو سن قطبا سو ملنیں تیئں پھولاں سوں تخت اوٹی ہے

(ج)

۲۲۵

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے
کہیں کجلی سجِل موجاں کے ہندو سیام ڈھالاں کے
کھباں سوں کچ سجل ہے کرنیں پیالے ہو دوڑے سو
سو جل سم رنگ سراباں ہے جوانی دھوپ جھالان کے
چھٹ آچھب سوں گھنگر والیاں لٹاں نیناپہ چلبلتیاں
سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نروپ چالاں کے
مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو
اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خالاں کے
جو موتی ڈھال سرون کے نچاوے پھول گالاں پر
تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمونے کرے بالاں کے

کرن پھل چاند چوپھر تارے موتی سوسنبل تارے
جو چاند اسمانی رنگ چُنریاں سوگند برن والاں کے
اجنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے
سوتوں مُکھ سو ۔ ۔ اجے پر رومالاں زلف مشکیں کے
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ چھند اس رومالاں کے
جوبن جیسے کمل اوپر بھونر بیٹھیں اہیں یادو
پینے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے
بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پینے
سوتس ہتنر لعل مے تھے ہوئیں ادکھ رنگ سلائے لالاں کے
اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
لگے کرنے صفت میری چمن مین پھول ڈالاں کے

(ج)

۲۳۶

پیاری پیاری سوں پیار کئے — سو لباس تھے لب آپ عیار کئے
نقش ادھر پ دن سوں کر چھندوں — چوم چوم گال اپر نگار کئے
نکہ سوں تصویر کرنے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کئے
لیکھ کچ ہات کے ارم ہیں پیٹے — لے کھہے کچ دیکھت انار کئے
خوش ہو نپوا کے نور بستاں سوں — سر تھے پگ لگ اسے سنگار کئے
کنٹھ مالا پدک حمیلیاں لا — کئے یو چھند سور کے ستار کئے
سونبی صدقے قطب دھن گل با — رات دن اس گلے کا ہار کئے

(ج)

۲۳۷

آئی ناری سُلکھن چھند پشانی　ہندو لے چت ہیں لالن کوں پنگا
بچن امرت کرنگ نینی سوودمام　پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجا
سو ناری پدمنی اُت چنچلی ہے　سندر مدگل سُدھاکر مدچوا
فرشتا دیکھ مُکھ سُد بھول جاوے　سُرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوا
پنکھی دیکھت سو مکھ پرواز ہووے　مرگ نینی مرگ تن ہیں ہے بچھا

سکی سندر نہیں اس سم جگ ہیں
چمک چمکاونے جگ من بُھلانے

(ج)

۲۳۸

مے پیک موسنگات سوناشاد کرتا ہے
او ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
راکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں ائے زماں
لیتا ہے ہات جام مجے یاد کرتا ہے
عاشق تو جیوں تے پگ تل اس کے دو دواہیں[1]
گلگشت سو بتاں پر بیزاد کرتا ہے
شوخی کہ سر منے ہوسِ ترکِ مے و مد
کب کان ہیں نصیحتِ استاد کرتا ہے

[1] ج:- دوزاہیں

داغی موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا
او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
آگ فراق زور کرے بیجلی نمن
آچھوں دو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے
سب دھرنہ کہہ توں قطب عاشق ہوں ہیں مگر
اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے
(ق، ج)

۲۳۹

کب لگ منگتا آچھے منگاون جو نا اچھے
تو رو نوں تو اس باس انگاون جو نا اچھے
میرے تیرے میانے بہوی کی کا غداں درد ہے
دل درد میرا تاب پروان جو نا اچھے
جس جگہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں
یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے
دو دیدہ ... ودل پاک رکھیا اچھے تو اچھے
نرمل بہو ہے دشت دیکھیاون جو نا اچھے
لیلیٰ مجنوں کے سو کتاباں کی کہانیاں
قصتا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے
یک جھلک [1] نا جو غم عشق نہ پایا
او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

[1] ج :- تا

دل بد نہ کر او یار آدم لکہ کا قطب شہ
یاری کہ پتا دوے نہ سہاون جو نا اچھے

(ق، ج)

۲۴۰

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے | بن مد پھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشتِ چمن و ہوائے کلیاں | بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
باجے دنا سُرواب سو حالت | بن نار ہزار خوش نہ دیسے
مو یار سگر بنب و چنپا رنگ | بن چمن یار خوش نہ دیسے
باغ و پھل و جل سُہے تو امّا | بن محبت یار خوش نہ دیسے
ہر چتر کہ جگ کی عقل بندے | بن چتر نگار خوش نہ دیسے

چت نقد چکارہ ہے معانی
اس تائیں نوار خوش نہ دیسے

(ج)

۲۴۱

جکچ سنگار سوں تج کوں سُہاوے | عشق شیرینی سوں تیرا دل گم
جو چولی ناز کی قوں چست پینی | عجب نیں جو گگن تج گن کوں گ
چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا | سورج بی تیری جوت انگے نہ
بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں | کہ ساجن اپنی پیاری کوں منا
پلاتے ہیں مدن پیالے میا سوں | سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں

نتر اوپر منتر کرتی ہے دو تن   سجن کے تیں اپس گن سوں رِجھاوے
نبی صدقے قطبؔ شہ جن مدد تھے
جکچ مانگے سو او اپ من میں پاوے

(ج)

۲۴۲

سکی اپ حسن کا مندر بنائی   عرق اپ مکھ تھے پیالا مد پلائی
دکھائی درس اپنا چھند بند سوں   میا دھر سائیں کوں اپ سیج لائی
چندر سورج دِپیں دو گال دھن کے   کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
جو تالاں مشتری پکڑے سبد سات   انند سوں زہرہ پرمالاں سنائی
پرم کی بھید بن میں کوکی کوئل   سو ناداں سوں پنکھیرو سب رِجھائی
سبز رنگ کینچلی ناری کوں سُہتی   کچا چکوا و چکوی کوں نچائی
نبی صدقے قطبؔ پایا او ناری
کہ سب ناریاں میں او شہ من کوں بھائی

(ج)

۲۴۳

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے
کرے توں جکچ او میرے من کوں بھاوے
کہہ اے دل سدا منج سوں پیرم کہانی
کہ تج وصل کا نیند منج نین آوے

عشق کیاں کلیاں چمن تہ ہوں نینہ بن میں
کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے
پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں
کہ مُومن میں بن پیو ہور نا سماوے
بہوت چھند سوں لادں لالن سوں اُپ من
کہ او چھند بھریا چُک موسوں نینہ لاوے
موہن سات کھن کھن کرن نینہ او کا
کہ او نینہ تل تل انند سوں ریجھاوے
نبی صدقے قطبؔا او من موہنی کوں
الپس کنٹھ لا کر میا سوں مناوے
(ج)

۲۴۴

بالی سندر آلی اہے گلال کی ڈالی اہے
بالاں کی مہکاری شہیں جس مُکھ گلالی اہے
ڈلتی موہن ڈالی نمن آلی سجن نینہ باو تھے
او چال دیکھ ہنس موہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
بھری صراحی عشق کی کیتے اُدھر اپ نقل اس
ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر
یا عاشقاں کے پھند تیں موتیاں کی رے جالی اہے

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کر کے
کیوں نا کرے ینہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
(ج)

۲۴۵

پیاری پرم ناز سیتی سُہاتی
اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی
چندر نادیٹکا پیشانی کوں لاکر
سونس کیس تھے تارے جگمگ دپاتی
گگن تارے اس جوت تھے چھر پڑینگے
جو یوں لال کسوت مکلل بناتی
کدن کا طراکان او پر دھرے ہے
کہ یا چندر نوا سورج انگے دیکھاتی
ترے نین آچھے میں رنگ ہے مدن کا
تجے چاک مستی ہیں ہنس کی سُہاتی
مرے تن تھے سنتاپ سب دور کر توں
کہ میں ہوں تیرے وصل کے مد کی ماتی
نبی صدقے قطبا کوں اپنی پیا سوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی
(ج)

۲۴۶

سرو قد پُتلی ہے ساریاں میں ناری
تو سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری
محبت کی ڈور سوں باندی ہے اپ دل
تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری
زُلف پنکھ ہیں پیو کے دل ہند دلے

سورج چاند کی سو ہیں کن میں دو آنچ
ادھر کونلی کوں پان رنگ سوں نگاری
سُہے ناک کی پھلڑی جگ جوت تارا
او چندر مکھی جب اپس کوں سنگاری
کھڑیاں ہیں پریاں لیکہ نیہہ کا پیالا
کہ ساجن کا اس مدسوں توڑیں خماری
نبی صدقے قطبا سوں مل سب سکیاں ہیں
دیکھاتے رہیں ناز چھند بند پیاری

(ج)

۲۴۷

عیش صورت سیتی توں سنواری ہے
تو سب بالیاں میں توں خوش پری ہے
ادھر نابات ہور مکھ حسن کا پھول
طرا زرہ تار کا خوش کُن دھری ہے
پرت مکتب میں میں ہوں سخت ناداں
توں چھند بند کی کتاباں سب پڑی ہے
عشق راگاں آنند اں سوں گوا دو
کہ ساجن من کی پیاری آکھڑی ہے
نبی صدقے قطبؔ کے سیج پر جم
سورج جس تھے لجے سوا ستری ہے

۲۴۸

میں متوالا ہوں تیری نیہہ کا پیاری ‏ لگی ہے منج تری نیہہ کی خمار
نہ سکسوں تج سوں کھیلن ڈاؤ نیہہ کا ‏ کہ توں ہے شوخ فتنا کھیل کار
صراحی ہت پکڑ الماس رنگ کی ‏ سو ہے پیالا اوسے رنگ لعل بھار
منجے کنٹھ لاگ جیون دیو ساقی ‏ کہ تج بن کوئی نہیں جو سار نا

نبی صدقے قطبؔ سرمست ہو کر
پیاریاں سوں گمائی رات ساری
(ج)

۲۴۹

پیا آپی اَدھراں منجے دان دے ‏ اپس عاشقاں میں منجے مان د
ترے بینچ پھنداں سب ہی ناز کا ‏ لٹک جب چلے پھندہ کوں پر مان د
پری کوں تیرے حسن سم کیوں کروں ‏ گریں جے اُنن طبع کوں گیان د
سکیاں میں سُہاتی ہے چنچل سندر ‏ سجن اس کوں اپ حسن کا شان د
نبی صدقے قطبا کنے عیش کر ‏ کوئل کنٹھ سکیاں تھے کان د
(ج)

۲۵۰

چھبیلی ہے توں چنپلی سب سکیاں میں   تو لاگی ہے تج سوں پرت منج س

او مُکھ پھول تھے ہے نزاکت میں نازک   لنسک سے کدہیں لکھنے او نقش

سُہاتا ہے انچل کا چھب تیری بُھج پر   کہ جوئی ہے اس چھبؑ تھے زینت

نبی صدقے قطبا کی سیج اوپر آنے   او پیاری چتر چنپلی من بھو

(ج)

۲۵۱

سریجن پیا منج کوں دو جا نہ بھاوے
مرے من میں بن پیو کوئی نا سماوے
یکس سات چت چوڑ دوجے سوں نالا
او عشاق صف میں گن ات میں نا آوے
پرت میں سجن کوں کریں اپ تھے رازی
کہ تج نیہہ کے گن جگت کوں گواوے
محبت کریں سائیں سوں تازہ دن دن
چھپا کر کے پیو کوں چھپی بازی بھاوے
سجن سات رہیا ایک چن منج
کہ برہا اپس دھات ستی بناوے
نبی صدقے قطبا کوں بن سائیں ہور کچ
محبت کے عالم میں ہرگز نہ بھاوے

(ج)

سکی چنپا تیری زیبا بدن کے   کہ عاشق سب چھنداں بوجے بدا

(ج)

بنی صد تمے قطبا اپنی لیتا تو جوبن ہت سیتی   دیوں ہت ہسٹ سکہ رتی ....

(ج)

۲۵۲

صحی حدیث سونیاں ہوں اویار کنعاں تھے
وصال باو نہیں آوتا او بستاں تھے
مدرساں کئے ہیں درس آحدیث کا دلے
نہ ئیک حرف بوجھیں عاشقاں پریشاں تھے
پڑے ہیں برق کے گھوڑے اوپر کیسے پوچھوں
خبر نہ جانوں بغیر از فراق و ہجراں تھے
نہیں نشان وفا کا اے خوب رویاں میں
روا نہ جانوں کرو آپ دارو درماں تھے
او درد کا توں شکایت کی کرتا ہے اچھوں
کہ مستی چڑتا ہے مو سر منے او مستاں تھے
رقیب کا ہے کوں کرتا ہے ہم سے کج بحثاں
قبول ظلم وجفا ہے جو آئے جاناں تھے
سکی باؤ گیا.............. کا... مارا
ہزار شکر کہ باؤ آئیا سلیماں تھے
غروری نا کرو دو دن کی ہے یہ دنیا
عشق کی بات پکڑ کچ نہ جاؤ فرماں تھے

لگے ہیں ناز کے پھول اس نہال نازک کوں
بُچھا کے آس پاولے زکات ماہاں تھے
بیونے..... مد تھے دکھاں سب پرا کے بھاہوئے
ہوئے اگھانے فیقراں تمارے احساں تھے
کنے کیا ہے معانیؔ کی چاڑی تم انگے
نذر علی کی کئے ڈر دو تن کی باتاں تھے

(ج)

۲۵۳

تمن تعلیم کئے مکتب کی طفلاں ایسے نکلے
ملائک قدسیاں اُن تھے ہوے کامل الف سکلے
عجب نس کیس اندھاری ہے چندا سورج نگاری ہے
دو دھر سو شاب ماری ہے سنے منتر ادھر چکلے
رہوں کیوں چپ الالیاں سوں ترنگ چڑآے بالیاں سوں
سورج کرنیاں کی بھالیاں سوں کچل چوریا نکلے یکلے
چنپا رنگ باس مہکارے چلی دھن پُھل جھڑتے تارے
کہیں دیکھ بھمیں فلک سارے چترا چرج ادھر نکلے
معانی کا دیا جوتی ازل کا ہے پرم موتی
ہوا تو عشق کا غواص جو میں جگ تج کے ٹُھکلے

(ج)

۲۵۴

جو دیکھی رمل میں پیو کوں پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گُند دے جیو کوں سو مالن ذید ساری ہے
چھپے چند سور اجیالا نہ چھپتے نور پیو گالا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شر مج سات یاری ہے
بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شہ مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تن ادھاری ہے
دو تن ے گڑ بڑاتی توں پرت دکھ بھوں بڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناتی توں ولے یہ داؤ کاری ہے
اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چو گرد ہے
معانی قطب تج بر دہے علی کا حب حصاری ہے

(ق)

۲۵۵

گرو گھر میں گرہ کیاں کیئے اوترنے دو داں سوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں بھرائی
عشق کے سو صدر اوپر لے کھڑی ہت میں براجب
بیڑے بیڑے میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی
صدر اوپر آجھکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں بُرائی

ہے ننھی سب میں و لے دستی بڑیاں میں سب بڑی اون
انچل اوچھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی
پریاں اوڑنے کی و لے پرنا ہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھا ے رشکوں پرت تانتاں ہٹوں سیتی چورائی
سب سکیاں تانتاں جھلاں سیتی چڑھایاں ہیں دکھ تم
آپ پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلاتی
قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں
اس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش بڑائی

(ق)

۲۵۶

میں متوالا و توں متوالی کھلائی
نین پھانسیاں ستیں اب نین ہند ولا جھلائی
تری الجھن بری لچھن کہ نا کر منج ستیں بات
ہٹوں ستیں ہٹوں ستیں پیالا منج پلائی
وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لاتی ہے
نوے غمزے نوے چھند سوں میری روں روں لکھائی
لگے نا چاک تیوں راکھے ہے اپنے کان پر طرّا
سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی نچائی
چنچل نادان دکھاتی ہے ہر یک یک آپنے دل میں

پیارے گال ہیں تیرے میٹھے نابات تھے اگلے
کہ چھاتی ستیں چھاتی لا اپس سوں منج ملائی
گرد گردو ہے سہلیاں کی سو چترائی منے رس دن
محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

(ق)

۲۵۷

پرت پیاری پیرت مہتر ستیں ملی
مکڑے کے پھول ننمنے دل باغ میں کلی
کونکی کلی میں جھکی جھمکار چونپ سوں
تج لال ادھر کے پھل پر بٹھا بھنور تلی
طرار کھے ہے سر پر سر تھے نشان کا
صاحبقراں سکیاں میں دستی ہے چنچلی
گر جیا بلہار ہریا جھینا اوڑی سکی
اس رنگ سورجوتی جھینے میں جھلملی
ناسک کے پھل پر پھلڑی مہ بند جیوں راکھے
ٹیلا جیوں پر بھوئی جوڑے ہے سانولی
بوسیاں ہلاوے سیتی جینتا ہوں میں اُسے
اجھنوں نہیں سمجھتی نن پن کی جاہلی
صدقے نبی نویلی ناری سوں عیش کر
قطب زماں محمد دھن تج کوں آملی
(ق)

۲۵۸

نوی پیاری نوی نیہہ نوے چھند سوں پلاتی مے
جوبن چھپیاں اوپر نیلم بھنور مستی سوں راکھی رے
کہوں اس قد کہ یا صورت کہ اس جوبن میٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے در پے
کری کسوت نوی چندنی سو ماوے اوپر جھینے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرے
جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کدنہ دیکھیا کے
کرے جے دامنی سوں عشق او ہے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوں تو کیا اس ہت میں دارو ہے
کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہے ان مدن سلطاں
کیتے دھاتاں بجاؤں کدنہ پوچھے کن بجایا ہے
جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جتیا ہے شرطاں سوں سو ملک رے

(ق)

۲۵۹

ہمن پیاری نیری صورت گر... پریاں حیران اس صورت
اپس ہاراں میں بتیاں عشق گوندے حمائل چو سرہ جنجم

بخت اس کے کہ پیاری سوں پیوے مد — صراحی کر بھنواں ییں مد بھری تھے
ہمن ہور اس ییں ہیں نین پن کے بھیداں — سہیلیاں بھید پایاں بل کری تھے
خماری باس تجھ نوتاں تھے مہکی — چمک مینا منے خوش دلبری تھے
لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل — پریاں حوراں لجیں ہم شہ پری تھے
خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں — دعا ہور بندگی ہور چاکری تھے

(ق)

۲۶۰

میری بہیری بھریاں میانے ہے سو بہری — لٹکتی ہے ناچ ہور گاتی ہے گوری
مستی حملے کا سوکن پکڑے عنان — جیو جگنا جھمکتا ہے جیون جگا ج
عشق سُہنے میں دیکھیا ایک سُہنا — سا تو کہنیاں کہتے سننا میری کہنی
خسرو شیریں کا ہے سو ایک دفتر — زلف پینگاں میں پیگا تا ہوں مرا ج
باس باساں سوں محبت گیند میلی — بہار پھل نا لیوے میری نتی با لی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر رکھی رنگ
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی

(ق)

۲۶۱

تیرا حُسن حسناں میں بھایا دِسے — مدن پیالہ رنگ انگ سُہایا دِ
جیون پیاری چھنداں سوں چندنا چتی — پلک تال سیتی رجھایا دِ
ہندو زلف کے میانے ہلجیا ہوں میں — نین پینگ میانے پنگایا دِ

عشق نیند تج نین میانے سُہے صراحی پیالہ بھرا
انند ناد گر جیا ہے تج گج ستیں عشق تا نت کا راگ گا
عشق بینج پیریا ہوں دل باغ میں انند پھول اس تھے کھلا

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا
گگن[۱] رنگ کا چتر چھایا دِسے

(ق)

۲۶۲

پیرم پیالہ پیکہ توں نہ لائی ہے کو کنکھڑی
دریا عشق میں تیر کر باندھی ہے اپ گل گلسری
باندھے ہے عشق کے کوپ سوں اب کھنوٹئیں دعوے کانت
پرچھم پرم چاواں ملے سُہتے سکیاں میں مہتری
پیرم کی باتاں سب سنیا اب کی پھراتی ہے نین
اپنی نین اس پنتھ لا اوڑیا عشق کا چادری
ہم تم منے یک قول تھا او قول نا برو تمیں
پیرت برن شرطاں اہیں تج منج منے اے باوری
دیوا عشق روشن ہوا تج نین کے رے شاب سوں
ساتو سراں گا کر سکے آلا پتی آساوری
اس پنجناں کی ناد سوں منج نیند جاوے نین تھے
کن دعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

---

[۱] آسمانی رنگ قطب شاہی سلطنت کا مخصوص شاہی رنگ تھا۔

قطب زماں سب شاعروں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری
(ق)

۲۶۳

عشق چونپ سوں من میں بھانی اہے ری — توں ہے لاڈلی لاڈسوں آتی اہے ری
جوبن پیالہ سوں توں سُہاتی اہے ری — عشق کی کسنکی شیریں ناکر سکے کد
چنچل نادیں ناد گاتی اہے ری — کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں
عشق چونپ سیتی سُہاتی اہے ری — عشق بھاؤ سوں تن سنگاری ہے سب توں
تجھاری جوبن سوں بلاتی اہے ری — نہوں نہ کے تج لگ کہ پنچے ہیں تن میں
نین سیتی صاحب بلاتی اہے ری — اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری — نبی صدقے تج ہے خداترس خانے
(ق)

۲۶۴

چھنداں ستیں آتی ہے بھاواں دکھاتی
نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
عشق پیم سوں انچل اوڑکر کھڑی ہے
اے نادان بالی ہے بھاواں سُہاتی
توں جب روٹھ کر بول انک بولتی
کہ سورا ایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ ستیں پکھاوج بجاوے
پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی
نبی صدقے توں ہے پرم ....
قطبؔ چھاتی لگ نیہہ کا دان لاتی
(ق)

۲۶۵

توں پھر نیم کر چیر بنانی اہے سو مسکاتی اور رنگ دکھاتی اہے
گر یوں تھامے ہو پیو پنتھ دیکھتے چوری چوری سائیں بُجھاتی اہے
گناں پرکھتی اور بول چوکھتی پھوری پھور چین چناتی اہے
کیسے کیس سونگھتی ساجتی نیکی کنٹھ کنٹھ مال سُہاتی اہے
قطبؔ پیاری کس تھے ہیں ڈرتی ہے
نبی صدقے منج دان دلاتی اہے
(ق)

۲۶۶

سہیلی مدن لال موچت بھاوے
کہ تل تل دل اس چھند پرواری جاوے
کیسے چِت بلاوے کسی رین جگاوے
کسے دل تپاوے کسی من ریجھاوے
کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے
کسے روپ دکھاوے کسی پیم پلاوے

کسے لب چکھاوے کسے چھب بھاوے
کسے سیج مناوے کسے گزک د لاوے
کسے اب دکھاوے کسے تخت سروائے
کسے اَنگ بتاوے کسے چھب دکھاوے
کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے
کسے بہہ دلاوے کسے پان دلاوے
نبی داس کر آپ کے تئیں پو آوے
قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گواوے

(ق)

۲۶۷

لؔہ کوکہ ہتا ہیں جام لی ئیے — سلطانی جم مدام کی ئیے
پانی کہ خضر حیات پایا — مدگھر تھے تنک سو جام پی ئیے
سر دھاگہ جی مو کام راکھو — اے دھاگہ کہ اسوں نظام دی ئیے
ہیں وید وعاقلاں وتِس پے — مو یا زہین کوں سوں سی ئیے
باہر تو ادھر تے ساقیا نا — اس در رمنے کو کام جھبی ئیے
لوچن تیرے شیوہ ہائے مستی — اودِشٹ چنچل تھے دام لی ئیے
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — یو حسن تھے صبح و شام جی ئیے
مو سینہ داغ درد دو کھوں — تج مکھ نمکی تمام دی ئیے
اوچاہ تھڈی معانی کی جاں — تو حسن دو سو غلام کی ئیے

لہ یہ غزل ردیف ۴ میں بھی موجود ہے۔ لیکن وہاں قافیہ اور ردیف مختلف ہیں۔

۲۶۸

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھے کھلتے
جوبن کھل سائیں ہت دمی ہے ہلاوے عشق کے کی ہے
سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے
مدن مکھ گال پر لاتی سو صورت یاد جو آتی
جیا کے باغ میں بھاتی پھلاں نکھ مکھ پھر کھلتے
گھلی ماروا پن جیو سک برہ صحرا میں دیوا مکھ
سو دیکھت نور جھلکا چمکہ پنکھیر و مرگ سب جھلتے
معانی تج عجب کیا ہے کہ وحشی سد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ما ہے پری کے نیہہ میں ڈلتے
(ق)

۲۶۹

دسے جیوں بڑ بڑے پانی نگاری خط اپر تیرے
ارسطو را ہو امج من دیا آذبک رخن تیرے
لٹاں کھل مکھ اپر کھسیئے علم جھیلے سو ہن دیسے
شرف جمشید کی جستے ہوئے اس عاشقاں حیرے
دو رخسالے ہیں خوں والے غرافے تانو اکھٹا لے
ہے پلکاں تیر د نبالے سو ساندے دل اپر میرے

دو پتلیاں راوتاں تیری بندی اپ اسپ کوں بیری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے ہمن دل گیند کر گھیرے
معانی نینہہ کے گھوڑے چڑھتوں لے جو بنا کے گڑھ
مرصع جیغہ لا کر پڑ سکی آئی ہے تج نیڑے

(ق)

۲۷۰

مکھ رنگ تھے موتی جوتی نگاری لگی دِسے
چندنی جیون چندر پلو تھے سنگاری لگی دِسے
لیلاٹ کے چمن میں ٹلا چندر چو ترا
موتیاں کے جل گون میں دودھاری لگی دِسے
سندر کے مست گال گلابی برن شہیں
یاقوت نین لال خُماری لگی دِسے
منج عاشقی کے نینہہ میں سو ثابت نہ پانچھل
سب عاشقاں کے دمہ میں ستاری لگی دِسے
زاہد نماز کسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دِسے
دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گُندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دِسے
معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی
منج جو میں جب رہے سو پیاری لگی دِسے

۲۷۱

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دِسے
جگ حسن پر تج نور جیوں تیکا دِسے
مکھ نور تھے چند سورج جھمکیں سدا
تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دِسے
سب جواہراں کا کھان مکھ یک ہے عجب
پھلری کا موتی ناک پر سیکا دِسے
فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نہ کر
دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دِسے
توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی
قطبا معمّا یو عجب ہیکا دِسے
(ق)

۲۷۲

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے
بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکھتے یک تل
لگیا ڈھلکا دیکھیا شہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے
پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں

تمارے ڈاؤ کے پیچاں کوں بوجے کہ مشکل ہیں
معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجھیں صیغہ پوری ہے
کہ جب من ہیں کہ جب سکھ ہیں کہ جب دکھ میں کرروں یاد اس
نوبت دو تن سمجھ جاوے عجب مکار پوری ہے
رقیباں جان توں ساجن ہمارا رازپایا ہے
پتو اوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے
نہ بوجے تو سنے گل مکھ کیتاں کے سنگ ہوئے بیدیں
معانی کہہ محمد ہور علی کا دین نوری ہے
(ق)

۲۷۲

ہیں مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی
اس کھیل ہیں تھلیا ہوں بھی کیا سرا پلاتی
تجھ مد اثر کی مستی دائم ہمن ہیں اچھتی
کیا گن بدل حکیماں کے ہت دوا دلاتی
جوبن کے طور اوپر مکھ نور مجھ دکھا کر
موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی
کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر
شکر ادھر چکا کر مجھ جیورا بہاتی
کنٹھاں کنٹھ با کر انچل جھمک دکھا کر
معانی کا دل بہلا کر بہت ہیں سو ہت ملاتی

۲۷۴

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی
مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پُر نور کر ساقی
پیا رخسارہ کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں
رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی
لطافت بیش ہے دن دن سو اس سرو سہی قد سوں
پیالا آس کا میرا سو بھر سمدور کر ساقی
جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہے جیونا اس کا
سو اس کے ناوں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی
نہ جانوں روز محشر کیوں اچھیگا جاب و پرسش منج
کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی
بہشتی باغ میں کھلے ہیں پھولاں منج مراداں کے
ہمن مجلس کوں مست نغمہ طنبور کر ساقی
نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکیں کوں یک پل
پیا کی کیمیائی دشت سوں فغفور کر ساقی
پیا کے سور کی کرنا دسے منج دل کوں قلابے
ہوا ہے مدعا حاصل متے انگور کر ساقی
پلک کانٹے نین باندیا نہ جاوے خیال تیرے کن
رقم اس نیالی مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منج کوں برہ دریا میں کشتی ہے
اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی
معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(ق)

۲۷۵

تیرے مکھ لعل تھے رنگِ گوہراں کا بھانے جائے
جوہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے
پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے
بلبل اُو باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے
تل کی آیت رکھیں ہیں مکھ اوپر اب علم ستیں
عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے
داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن
خوشی و خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے
ملکِ دل میں دکھیا ہوں ڈھونڈ کہ کاماں سو تمام
کام اختیار گیا دل تھے تو ہی دانے جائے
پکڑے جب گھانس ہریا ہوئے تمن ہات ستیں
قدرت اس بات کا دِکھ نیو سو قدر بانے جائے
نیھ کے شہراں منے انگشت نما ہوں سر تھے
چپ دو تن ڈر نہیں تیرا نکو تر سانے جائے

سنجے پیو یاد تھے آسایش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جلس رانے جائے
(ق)

۲۷۶

جاسوس کہہ منج یار کوں موچھوڑ کر کس سات ہے
اس شہر کا دے منج نشاں او باٹ کہہ کس دھات ہے
ہے رین اندھاری اُس اُپر ہو راہ دھوان و دود ہے
اس نین نا بوجھیں کدھیں اس کا دوا کس ہات ہے
کہتے ہیں پیو کے رخ اوپر نپجا غباری خط صحی
یا عاشقاں کوں موہنی افسون کا آیات ہے
تج کوں دعا کر نہ سکوں ہر مو اگر صد جیب ہوئے
یک چھن نگر میں نا سکوں اس نور کا لمعات ہے
کہتے ہیں مسلم ہیں سدا اُس جیو کا بوجھے ہیں راز
بیچارے اے بوجھیں کہاں لقمان حکمت مات ہے
میں پیو کا دیوانہ ہوں مکھ مصحف آیت منج دیکھا
کس تھے پڑیا نہ جائے او اس میں بہت صیغات ہے
وقت صبوحی ہے کرو یاراں صبوحی سب تمیں
میری صبوحی جیو کی اس وصف کا ابیات ہے
یک حرف اس مکھ جفر کا ہے علم مشکل کن بجھے
او جفر جے کوئی بوجیا اس کو سدا جنات ہے

ڈر نئیں معانی کے تئیں بادِ سموم دو تیاں
او نام سب دن ورد کر اس نام میں درجات ہے
(ق)

۲۷۷

پلا ساقیا منج کوں مستانہ مئے — کیا ہے بھوت گرم چنگ ہور مئے
جکچ عشق کوچے میں ہے سلطنت — نہیں دیکھیا ہے کدھیں اس کو کوئے
سدا پھول بن ارا مد ہے منجے — نہیں ہے خماری کہیں ہور وئے
سنپورن ہے تم جوت سوں سب جگت — نہیں خالی ہے نور تھے کوئی شئے
(نسخہ آصفیہ)

۲۷۸

یوں آج دستا ہے سکی اس وقت کا مطلب منجے
جا بیٹھوں میخانے میں میں اس ٹھار ہے عشرت منجے
پیالا پرم کا ہاتھ لیوں جاناں کے سنگ تھے دور ہوں
ہے خوب جکچ جگ منے سو ہے سدا دولت منجے
(نسخہ آصفیہ)

۲۷۹

رقیباں منے جا بلانے منجے — کہو اس بلاوے کوں کیا ناوں ہے
اپنے پانوں دل سوں چلوں تیری نپتھ — کہ اس نپتھ چلنے کوں دل پاوں ہے
(نسخہ آصفیہ)
کنول کے پھول پر ڈھلتی سو جل بند — کہ یا جھلکے بھو نبر پتان پون
(نسخہ آصفیہ)

ریختی

(۱)

سنو میری ساتی پیا ہوروں راتا
کہ پر سیج پر سائیں پر سنگ گماتا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ
پکڑ دوتی کا من ہمن من سناتا

پیا مج سوں یوں مل کے جھل کھادو تن
میں ہوں تیری ماتی توں ہے مراماتا

حکایت پرم کا نکو منج تھے پوچھو
پیا ہات دبی ہوں میں سب من کا بھاتا

میں بھولی ہوئی تیرے چھنداں سوں پیارے
کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر مناتا

نہیں امنِ خاطر منجے وصل میانے
کہ ہر دم منجے برہ سائیں ڈراتا

نبی صدقے قطبا کی ماتی کتی ہے
قطب شاہ سندر گئی مدماتا

(ج)

۲

تری نیہہ کا منج کو بچھو لڑیا
میرے سب ہی تن میں بس اس کا چڑیا

میں آتی ہوں تج پاس اُتارن کرن
تمیں کرنے ہارا اتارا پیارا

جو دیکھی میں اس روپ وسنتا سجن
نین اس سلونے تھے پھر بس چڑیا

(نسخہ آصفیہ)

۳

ھوا پھڑکے آویں گے مَن ہرنا
لگوں گی آج پیا کے چرنا

نوانری ہوں میں صدر سینہ توں تئیں
مو آنگن میں توں پیا پگ دھرنا

دیو منجے کوں اثر تم للنا
کہ تمیں من کے میرے ہیں [illegible] نا

دوتے کا کوڑ کپٹ دوتن کوں ‏ نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا
پھول بن میں تیرا نازک ہے درہن ‏ چپ رہنا آہ سکی نہ کرنا
نبی صدقے قطبا کے من میں ‏ جوں سسی ناو سکی چپ رہنا
(ج)

۴

سجن میرے چنچل اہے پیم ماتا ‏ سکیناں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
مُہن کوپ کرتے ہیں اپ ناز ستیں ‏ دوتن جانے ہے گمر میری باتا
سنتاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن ‏ سجن کا میا نیہہ منج دل نپات
میری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں ‏ اسی تھے سدا برہ کوں میں سنتا
دو تن گلتی ہور سلگتی جوں موم بتی ‏ گنواتی ہے جلنے منے ساری را
سدا مانگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں ‏ کہ اس بن دوجا میرے من نے سما
نبی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
کہ تم حسن کا چھپ مرا من رجھاتا
(ج)

۵

سکی آپی توں سائیں سمجھاونا
مندر میرے سمجھاؤ کر لیاونا
پیارے کا کرنا ہے من بھاونا
پیا مُہنہ بچن لے منگل گاونا

پیا ہات میں ہے مرا اختیار
منج اپنا کیا ہے مومن بھاونا
مجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا
النکار سوں سائیں مسکاونا
جلانا دوتن کوں اگن رشک میں
سنستاتے دوتن منج سوں راونا
بلاناوقت منج ہنسی بازی سوں
دوجن دیکھتے منج مندر آونا
نبی صدقے قطبا توں اس چھوکری
سیس کی سرک میں سو ہلگاونا

(ج)

۶

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا
نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا
جو سلطاں وصل نیہہ سوں زور لیا وے
تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
پتر رخسار کر سو کے قلم سوں
کجل سیاسی سوں لیکھے ہیں گھنیرا
اپس سائیں سوں یک چت سیوا کرنا
اگر یوں نئیں تو دوسی ہے کبیرا
صبر سوں کام دوجگ کر توں اپنا
اِتا لا دیو گُن گنبھیر ڈھیرا
محمد قطب شہ راجا اپن سر
محمد نانونے باندیا ہے سیرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں
کہ منج سرتاج ہے حضرت امیرا

۷

نوازیں اپ میا ستھیں توں منج کوں　　کہ میں باندی ہوں تج سوں حُب سارا
نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیکٹی　　تجے شہ کریں گئے میا سوں نہا لا
(ق)

۸

پیارے گرچہ میں تج نہیں تل رہنے سکتی ہوں
ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تئیں کو نڈ رکھتی ہوں
چھپی چوری کدہیں مت ہیں یکٹ پاتی جو ہوں کئیں تج
تو دیکھ تج مست ہو جیوں مہر اپس میں آپ ٹھمکتی ہوں
لگی تھی میں انا چیتی گلے تج پھول سوں یک دن
تدھاں تھے سر تھے پاواں لک اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
مرا بس ہوئے تو آلٹ پٹ ہو تج تیں جیو دینے میں
کہ فرصت نہیں کردں کیا فکر اس غصے تھے بکتی ہوں
تسوں میں بات کرتی تو تھی دوتن پیٹ سوں اس تھے
نہ پیتا چھانوں کو اپنے کھڑی جا گا دھکتی ہوں
دوتن کے جھوٹ کوں سچ مانتا توں یوں تو واجب نئیں
وو کیوں کے جھوٹ آ تج کوں بری جا اس ہٹکتی ہوں

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر توں بخش ہو منج کوں
نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھر کتی ہوں

(ج)

۹

کوپ سوں ائے ہیں شہ میرے انگن — چند نمن جھمکتا او مکھ
کیا ہوا ہے سہو سانیں منج تھے کوں — ناز چھند سوں کی لگی لالن
سب سہیلیاں میرے سرتا نٹا دیاں — نا ہوسے منج تھے کدھیں ائے
ایک چت سوں پیو کوں بوجھی ہوں میں — لائی ہوں پیو پنتھ میں تو دیو
مصطفٰی صدقے علی قطبا سیتی — او پری ہور واری شہ پر

۱۰

نھنا جیو باندی ہوں تیری میاسوں
کہ بیچا گیا دل مرا تج اداسوں
بہوت دھات سیتی بھلائی سجن کوں
کہ پیووں اُدھر کا پیالا صفاسوں
سکل شد بد کھوی ساجن پرت میں
او مکھ شمع پر بھولی ہون نت جیاسوں
عشق کا بچھو ڈانکہ مار یا ہے منج کوں

نبی صدقے قطبا کی ہوں نیہہ کی ماتی
تو پائی انن وصل ہنس دن دعا سوں
(ق، ج)

١١

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی ہیں
سراسر دو تنی کے تئیں کرے جوں زاغ کالی ہیں
پیارے آجکل آویں گے کر لے آس لارہ کر
ہریک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی ہیں
جیوں ہیں جاگنے ہیں تج جیوں سپنے منے بھی تج
جنم تج دھیان بن گھٹیا نہیں ہوں تج تھے خالی ہیں
تمن بن دیس منج نس ہے تمن سوں رین منج دن ہے
کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی ہیں
نبی صدقے قطب کن ہیں بچن کہہ جاتی کے سن کر
سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی جالی ہیں

(ج)

١٢

گسائیں پاس میرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اٹھی جب ہڑ بڑا کر میں نہ دیکھی سیج اپنے میں
پیا کی چھاتی لگ کر میں رہی تھی چھپ کے چھاتی میں
تہاں تھے سیج دو تن کاڑے جو مت دیکھی تھی چھپنے میں

نہ بوجھوں تج پرت میانے میرا چنت کیوں برآوے گا
نہ منج میں صبر نا تج مہر جاویں قرن چپنے میں
تمہاری سوں تمن کوں ہیں کدھیں بھی یاد آئی تھی
تمن بچپنے تھے نس دن میں ہنم چپند جوں ہے کھپنے میں
نبی کے صدقے اے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
جکچ منگتا ہے سوداگر نفا کچ نیئں ہے تپنے میں

(ج)

۱۳

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سدبدہور جیو دل میں
ہنوز ایک ہوک نیئں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
خوشی کے انجھواں سیتی بھرای سمدراں ساتو
کہ شہ کے وصل کی دولت کرے در گنج حاصل میں
بھونرہ کالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تئیں
ولے اس بھنورے تھے تیری پرت میں ہوئی ہوں کامل میں
ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک
بچھڑ کر کیوں رہوں ایسے جیون پیارے تھے یکتل میں
نبی صدقے رین ساری دو تن جوں شمع جلتی تھی
جو تارے کے نمن رمی تھی قطب شہ چاندسوں مل میں

(ج)

۱۴

سہیلی کہی یوں کہ تج نینہ تھے بالی — سو مدمست ہو ملنے کی ہوئی اوتا

مدن بان سانڈرے ہے پلکاں تھے چھند سوں — کہ جیواں ہرن پر سدک زلف گھا

پیا بن برہ دکھ سنتاوے سدا منجہ — پیا سوں ملاوے سودھن منج جو آ

سجن کے دُرس تیئں ہمن ستیں پیا سے — دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھا

مرے دل میں نس دن تھے ہے پند بستا — کہ شہ کے جبرن تھے نہ ہووں نر

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر — سجن کے خیالاں ہے سب لاد

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں
جوبن ناد نارنج چولی میں کھالی

(ق)

۱۵

نہ بچھڑوں سائیں تھے یک تل سہیلی — پیا کی رنگ سوں ہیں (رہوں) یکہ

سدا پیو جوت سوں میں جگمگاتی — پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی ہوا

سکیاں پیاریاں منے میں پیو کی پیاری — ہوئی پیو نیہہ سوں پھل جوں

سجن قد سرو سوں منج دل بندہانا — لپٹی رو کہ کوں جوں کونلی

پیا مطلق منجے دل تھے بسارے — پیا بن کیوں جیووں کہہ ری س

سینے تھے منج پیاری نیئں اتارے — کئے رنگ رس سیتی منج نت

نبی صدقے قطب شہ مہر سیتی
نہ چھوڑے سیج پر منج کد یکیلی

۱۶

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوشش خبر پیو مندر آنے کی
نہ جانو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی
جو دن دل میں چتا تھا منج و تا اس رین کیتی ہیں
مگر پیاری ٹھکانے تئیں منجے آتی دورانے کی
صبا کیتا اشارت منج پپا ماتی ہو آتی کر
پیاریاں کیا کروں اب میرے شیوے بچھانی کی
سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گلِ لالہ
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
کدھیں بھوں سوں نین سوں کد، کدھیں لب سوں نین سوں کد
بشارت دیتی ہیں چھند بند سوں مایا من بھانے کی
سیج تھے جاب کچ دی نئیں پیا سوں مسکتی ہو ہان
کہے ایتا کی "یو سیج یا پیا تم کرنے بھانے کی"
نبی صدقے سکی قطبا کوں (بولی یو) کنائی سوں
کہ ایسے زمانے میں بہوت بات ہے سمانے کی

(ج)

۱۷

دو تن کے کد پرت کے گن نہ پائی
دیوانی گانڈی میں نئیں ہے مٹھائی

سلی نیہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں
کہ باس آنند کی جمناں تھے آئی
پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں
کہ اب پتلیاں کوں رشکوں نتیں دیکھائی
امولک لعل رنگیں دو اَدھر ہیں
کہ جیو کے مدکار رنگ رس اُن تھے پائی
سجن کنٹھ لاؤں پیاری کوں میا سوں
پوُن نمنے تمن نینہ پنتھ میں دھائی
پرت مجلس کے تیئں ہے زیب تم تھے
تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
نبی صدقے قطبؔ شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سندر ہریجھائی

(ج)

۱۸

ہیں آپ پیو سوں آج نس جاگی ساری
پلک پہ پلک شوق سیتی نہ ماری
پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش
پیارے کوں یوں جپنا سن میری پیاری
او مکھ سم چندر نتیں ہے جھلکار چھب میں
او نیناں کے انگے چھپے رتج تاری

پیارے کے کنٹھ لاگ انند سوں رہنا
زمانے کے کاماں کوں نہیں ہے پتیاری
نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جلا کب
کہ ہرگز کدھیں پیو تھے نتیں ہوں پتاری
پرت کا تیرا ہاوا جس کوں لگیا ہے
جیا اس کا تج سوں بندایا ہے بھاری
نبی صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
او شہ کے چرن سیتی ناں ہوسوں نیاری

۱۹ (ج)

جیا دیوانہ گانڈا ہے تیری کھتینائی
عاشق بجنے چاکے سو بوجے اس کی مٹھائی
معشوق وہ ہے جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر
عاشق بھی وہی آکے بُجے پیم دِھٹائی
عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت
پیرت کی مٹھائی سوں دونو میانے روٹھائی
نتیں بوجتی تھی دو تنی بُچ پیم کے کاماں
پترم کا لذت دو کی کوں ہیں آپ چکائی
ناجانو میرا کام پرت کا سو ہو وے کیا
سائیں کوں بلانے سہیلی ہیں سو بٹھائی
اول تھے نا بوجی میں پیا پھر پچتا کر
ہیں پیو اپن ہاتاں تھے گربوں سوں گنوائی

صدقے نبی کے قطب پیاری کہے نس دن
پیاری بہو چھنداں سو پیا آپ رچھائی
(ج)

۲۰

میں اپ تن اوپر چولا نیہہ کا چڑائی
بہوت رنگ رنگ کسوتاں کوں سجائی
بندیاں ہے سجن خیال یوں میرے من میں
کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نپائی
برہ کے او بالاں تھے نئیں ٹھیر من کوں
کہ ہیں اُپ جنم سب پیا سوں گمائی
پڑاو پیا تھے چڑت زر نگاری
سبھی شہ پریاں میں ادِک موک پائی
نبی صدقے قطبا سوں مل اپ ادھر تھے
گُلالی سو رنگ مد انند سوں پلائی
(ج)

۲۱

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری
کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
جُچ حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے
تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھے پیاری

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت
دو تن رشک سوں آپ شد بد بساری
سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں
منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل ریجھاری
پیا کے طالع قوی ہیں پرت میں
کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
نہ کر بھانہ پیو مد دیو آپ لعل ادھر تھے
کہ اُس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
کہ تج دور میں دیں کوں ہے استواری

(ج)

۲۲

پیارے سنو منج پرم کی کہانی
کہ میں بھید تج حسن کا سب پچھانی
عشق کے بدہاوے کرئے یوں سجن سوں
کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ ایانی
سجن کوں ریجھا راکھی ہیں اپنے من میں
او جیو کوں نظر نا لگے تیوں برانی
کیا جب تھے پیو عشق منج من میں ٹھارا
سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی

گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کےہاراں
نِچھل ڈھال دھرتی سو اب صاف پانی
دو تن توں پرت میں اپس کی ہنواتی
سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی
نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت
نہیں میرے من میں محبت ہرانی
(ج)

۲۳

ترے درسن کی ہوں میں سائیں ماتی
مجھے لاوو پیا چھاتی سوں چھاتی
پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں
کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی
پرم پیالا پلا دو منج کوں دم دم
کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی
نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں
کہ توں میرا پیارا جیو کا ساتی
پیا کے دھیان سوں میں مست ہوی مست
منجے برہے کے بیناں کی سناتی
اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں
نین جل سوں سپت سُمدر بھراتی
نبی صدقے کہی قطبا کی پیاری
ریچھا دم دم آدھر پیالا پلاتی
(ج)

۲۴

سکی دوتی پیو کوں ہٹوں سے بلائی
اپس سیج لا کر بچن سوں ریجھ[illegible]
پرت کی کہانی سنو میری سکیاں
کہ نا بوجھ دوتی کہ تتیں بیں پ[illegible]

سہلیاں پیا مُکھ دیکھا دو منجے چک — کہ بیو بن نہ سک سوں اپے دیکھ جدائی
منجے سنپڑی چوری سجن نا چھپا دو — کہوں کون پیاری سو مُکھ تم کوں لائی
نبی صدقے قطبا کرے جم اُننداں
کہ بھوگُن سوں پیاری رنگیلی رچھائی

(ج)

۲۵

سہلیاں کہوں کیا سجن مُکھ مٹھائی — او مٹھائی سب تھے مرے من کوں بھائی
بچن آکے بولے میٹھائی سوں لالن — اور رنگین بچن تھے .... بائی
سجن تائیں کنٹھ لاگ آنند سیتے — اَدھر کا پیالا پرت سوں پلائی
دوتن مُکھ میں میٹھائی اور دل میں نِس ہے — اوسی تھے سہلیاں کے من کوں نہ بھائی
سکیاں سوں نہ کر ہٹ کہ توں خوار ہو گئی — پیا کے پیاریاں سوں نا کر بڑائی
کپٹ چھوڑ کر ایک چت ہو سکیاں سوں — نبھاوے توں ان من کہ کون جائی
نبی صدقے قطبا کہے گیان گن سوں
ازل تھے او اُس دھات سیتی بنائی

(ج)

۲۶

سنو ایک دو بات صاحب ہماری — سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری
کہو رات کِن سات کیتے من میں باتاں — کہ چُوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری
نین چت سوں دیکھی ہوں میں نیتھ تمارا — تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری

کہو صاحب اے نوں ہے کس کی نشانی   کھنے کھن تمن پر تھے جاؤں کی وارک
انن سات تل تل کے منج کوں بسارے   تمن قول بیرے کنے تھی ہیں پیاری
تمیں صاحب ہیں کس مناؤ بھلاؤ   مو اندازہ کیا تم کہوں ہیں پچاری

نبی صدقے بیچاری کوں یوں نہ مارو
الہ کی نظر تھے قطبؔ کی سنواری
(ق)

۲۷

پیا میں ہوں سیوے کی بندی تماری
رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پرواری
کہ ہیں ہوں نبی بالی تیری پرت کی
اسی تھے لگی ہے تماری خماری
کہ ہیں ہلجی ہوں تج نیہہ کے بن میانے
اسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی
عشق بھاگ کھیلی سہیلیاں ستیں ہیں
منگ رنگ کھیلاں سوں ہیں کوں سنواری
سہیلیاں ہیں شرطاں سوں آکر کھڑی ہوں
منجے دیکھ کر بہوں ہیں ناگانٹھ باری
مرے نازنین منہدی ہت ہیں نگارے
سہیلیاں منے ہیں ہوں پیو کی پیاری
نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں
تمن بولنا کیا ہے ہیں شہ پرواری
(ق)

۲۸

پیارے نہ کر کھینچ ہوں تو پہ واری   تو آساں ستیں بنجھوں ہیں پنتو ٹھ

تمے پرم کی سیج گما بھور آئی   مو تم یاد کی لاگی نیناں خم

سو ڈھل پاکِ کھنجناں اُو چیتی   اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہے

چوڑی چین اب ہوئی ہیں تو تھے پرگٹ   تمن کوں کوَن روک راکھی کن

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے تو
ٹکو جی کی چین چھند بند سوں سنواری

(ق)

۲۹

ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری
کہ تن من جوبن آپے ہوں تو پہ واری

عشق بول اپے چھاتی میانے لکھائی
کہ ٹکھ چیں چُن چیں باندھی ہے ساری

پرم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر
کہو صاحبا کِن ملے تم سوں ناری

مو سر بھر نہ رکھ سار دوتی کا ہت
کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاڑی

پنے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی اُو گنواری

(ق)

۳۰

مرا من کندن ہے منجے کی کسا تے
بنی کم سنائی ہے تس آزماتے
محبت منے میں ہوں جوں پاک سونا
کہ سنگار سکیاں کے مج تھے سُہاتے
برہ موس ہیں دوتی کوں باگ گالو
کہ گُن اس کے پیو پیاری کے تئیں سنتاتے
دوکھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری
کہ دوتی کے چھند بند نہیں پیو کوں بھاتے
جہاں لک ہے من موہنیاں کی سنگار
پیا مُکھ کھن جوت تھے رنگ پائے
بُرے سُننے کے نمنے دوتی کو جالو
برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
نبی صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
پیاری سوں مل کر ہوئے راتی ماتے

(ج)

ریختی کے اشعار

بنتی کہوں پیا کوں ہم سیج کی نہ آوے
اُس باج منجے گمے نا منج باج کیوں گماوے
تج بن رہیا نہ جاوے اَن نیر کچ نہ بھاوے
برہا کِتا ستاوے من سیتی من ملاوے

(نسخۂ آصفیہ)

نہ بوجی قدر پیو کا وصل کی دِیس
سزا اس برہ کی راتاں میں پائی
تمارا میا ہونا منج چوک اوپر
کہ ہیں بالی ہوں ہور ناداں بچاری

(نسخۂ آصفیہ)

پیا کس سوں گمائی رات ساری
تمن انکھیاں ہیں پائی میں خماری
گماکر رین دوتی سے کی چھپاتے
ہیں بوجھی ہوں نشانیاں سب رین کی

(نسخۂ آصفیہ)

قصائد

عید میلاد النبی

نبی مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا
سدا صلواۃ بھیجو سب محمد ہور علی کا
بڑا ای ہے بہوت اس دیس ہم کوں عیداں ہیں سارے
سعادت ہیں سعادت ہے سعادت اس گھڑی کا
سو ساعت کی سعادت ہیں دعا منگے جو کوئی
لکھیں بخششیں کا خط اس کی پیشانی پر جلی کا
سُنی کافر کے بت خانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب
سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت گڑ بڑی کا
نبی مولود ہے دیباچہ سب مولود میانے
سو ہے نو روز عیداں ہیں انند یے سروری کا
ازل تھے عید کیاں خوشیاں جگت ہیں تھیاں و لیکن
ہمارے دور ہیں دایم خوشی ہے ہاشمی کا
خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ ہیں
محبت سوں کیا داماد حیدر کوں نبی کا
کیا قران خدا نازل محمد ہور علی تئیں
سدا جبریل لیاتا وحی ہور رحمت ربی کا
پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور
کہ صبغہ بولے ہیں جبرئیل سوں مل کر اخی کا

اشارت کر چنداکوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے
تو بوساپانوں کوں دے نور پایا روشنی کا
خوشیاں کی فوج داٹے ہیں ہمن دل پر انند سوں
کہ چھن چھن جگ میں معجز دستا پیغمبری کا
انوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کرتوں
کہ ہے بارا اماماں نانوں سدا سکندری کا
منگے پیغمبراں اپ تیئیں شفاعت نت خدا تھے
ہمارے مصطفٰی منگتیں شفاعت امتی کا
مسلماناں محمدؐ مرتضٰی پر بھیجو صلوٰۃ
کہ تو ہوگا نمن روزی شراب کوثری کا
دیا ہاتف ندا منج رات دن جم جم خوشیاں کر
کہ بجتا ہے دماما دوجہاں میں حیدری کا
نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی
علی صدقے گئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا
پریاں حوراں سبد چند ناچتیاں ہیں عرش اوپر
اکھٹے تال دھارے تال لے کر مشتری کا
بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں
الاپیں مشتری ہور زہرہ سُر لے پنچھمی کا
فلک ساتو بندھے آئیں ستارے چاند سورج
دو آئیں طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہے ظاہر
زبان قاصر ہے حضرت وصف کہنے انوریؔ کا
صفت کرنے پیمبر کا منجے اندازہ کہاں ہے
ہوا مولود وصفاں تھے ہوس منج خادمی کا
ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھے سدا ہیں
کرو تم حاتمی تا نانوں جاوے حاتمی کا
نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں
علی کا ناؤں منج سرتاج ہے جم خسروی کا
پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید
کہ منج ذرے کوں دیو و چاشنی تم لنگری کا
پیغمبر نانو و منج تن پر سلح سجو دوایم

....

خوارج مصطفیٰ کے غصّے تھے ڈر جیو ستیں

....

نبی کا نانوں ہے تیرا محمدؐ قطب شہ ناڈر
قصّی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا
خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدر کے صدقے
کرو غم تھے خلاصی و دیو خرماں منج خوشی کا
(ق)

بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی پیغمبری حق تھے سو اس دن پائے ہیں
جبرئیل کھن تھے مصطفیٰ کن وحی لے کر آئے ہیں
سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو
قدرت تھے چتّر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں

(اس کے بعد کے صفحات موجود نہیں ہیں)

(ج)

عید نوروز و عید سلطان

نوروز لیایا ہے خبر روز ید سلطاں عید کا
شکھ کارواں سر تھے لے کر آیا ہے ساماں عید کا
روز عید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں نیشکر ہور لیائے تاواں عید کا
وہ کیا برستا نور شرعی اس مہینے میں نشچھل
خورشید ناداں چھپ گئے جب دیکھی تاباں عید کا
اس عید اچھنے تھے سگل عیداں حساباں میں رہن
حلقہ غلا میں کان با پکڑے ہیں گلدہ اں عید کا
شیراں و خرمے سوں کئے مہماں نبی کے تئیں
عیداں کے بھاراں میں بنے ڈھالاں دُر افشاں عید کا

روز ید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں ڈکاں عید کا
تج عشق کا انت ناپایا ہے کوئی دنیا و دیں منے
پایا سوان لے کر گیا ھاتاں بہ ھاتاں عید کا
روز ید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہے جیو خواہاں عید کا
دکھ پھول کھند لے گئے ان کے رائے بھاراں بھار تھے
آلاپتی ہیں کوئلاں مستی سوں الحاں عید کا
روز عید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا
سب ہی دِناں میں دِستا ہے دن نمایاں عید کا
برساؤ مہیہ آنند کا تا ہوئیں منج روکھاں ہرے
دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاؤں ریحاں عید کا
نوروز ہور وز ید صیغہ بھائی پن کا، مل کھے
دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائے ہیں خوشیاں عید کا
لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قسلہ کوں
منج تئیں دئیے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا
انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور اسماں
ابر کیا روشن سورج چندر ہلالاں عید کا
حاتم کا بخشش چھپ گیا ہے تیری بخشش کے اگے
گنجان گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

تج حسن جنت ہور تھے منشور نامہ لیا ئیا
منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا
بے منت انپڑیا ہے تمن نعمت پنکھی آدم کے تئیں
دایم اچھو اپی شکر منج عیداں بہ عیداں عید کا
ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے
ترکاں کا ترکی نا چلے آیا ہے ترکاں عید کا
امرت کا پانی پیو کر ہیں جیوتے جگ جیو سب
برکت نبی اس نیر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا
تج عدل تھے یوں کانپتا عالم پون تھے پات جیوں
آنند خوشی سوں راج کر ہور جنت ڈاواں عید کا
آنند کے مہیہ تھے گھرے گھر موتیاں راساں بھرے
حوراں پڑیا بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا
تج دشٹ کی تاثیر تھے مردے سو سر تھے جی اٹھے
کانٹے سو کیاں پر دھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا
نیہہ کا ترنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ سم
بیرت کئے میداں چڑے جو بن سوہالاں عید کا
جابک سواراں نے دیکھیا ائے چابکی کس میں نہیں
کھیلے بھوت ڈاواں الکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا
جیکو چڑنے گھوڑے اوپر اس کوں سواراں میں گنن
تل ہور مسے کی گیند کر کرتے ہیں جولاں عید کا

ڈیرا دیئے ہیں گنج کے چھنداں سوں کوہ قاف پر
موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خاقاں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں ہیں نہ دیکھیا کوئی کد
انس و ملک منگتے سدا تج پاس داماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھا رکھیا چند ابرواں دیکھت گلال
گلاّں سے گالاں ستیں مد یو منج داں عید کا

دھن دیکھ نا یوں کدھیں مئے ہیں کلالاں پاس تھے
تُو چین سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے
جوبن کے مدخانیاں ستیں باندیا ہوں شرطاں عید کا

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھے ناڈر کے میں
بہو دیس کوں سنپڑیا ہے اب نا چھوڑوں داماں عید کا

پیرت منے سنپڑیا سو دھن خرچیاں ہوں ہیں اس دھن بدل
باندیا ازل کے دیس تھے پیارے سوں پیماں عید کا

حیدر نبی کے داس پن تھے قطب شہ کر عیش نت
موتیاں کی سیڑیاں چڑکہ کر توں دشت ایواں عید کا

جیکوی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اُس
دندیاں کے دل ہور جیوں کو لایا گیا ہے جراں عید کا

احمد مود تھے ہور علی صفدر کے زوراں تھے سدا
دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیاواں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
مارو رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا
دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمارے دند تیں
مے پیوتا ہوں شوق تھے نت آبِ حیواں عید کا
(ق)

عید نوروز

کہ نس دن عید ہور نوروز منج کوں ہنت خدا دیتا
مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا
پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز ہے یک دہر
انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا
جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر
بڑائی اُن تھے پا نوروز نوروزی صفا دیتا
اے دل پنکھ مار ذوتاں سوں کہ نوروزی برات آیا
براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹ او سب جفا دیتا
خوشی سب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نت ہنت
اے دونو عید کیا خوشیاں خدا تج کوں سدا دیتا
ہوئے ہیں جھاڑ سب ہر شئے خوشی سب جگ منے بھر تیے
عجائیب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا
خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کر و دایم

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی آسماناں کے دروازے
کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت فرادیتا
نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے
خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوادیتا
تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری ہیں
دو تن کے نین ہور دل میں ای باتاں سب ریادیتا
محمد کی غلامی تھے محمدؐ قطبؒ شہ شاہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلادیتا
(ق)

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید ہم نوروز
سورج آو و حمل یانہ عیاں ہم عیدو ہم نوروز
مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
خراجاں لیکہ آئے ہیں شہاں ہم عیدو ہم نوروز
مبارک باد دینے آتیا نوروز تج دربار
اَدِکھ شکھ سے کریں تارے قراں ہم عیدو ہم نوروز
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم عشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عیدو ہم نوروز
اُتم طرحاں سوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چند کوں

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیا ہیں چھنداں سوں
دِلاؤ پان پٹیاں باندے سوال ہم عید و ہم نوروز
فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت
خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز
دمے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نفرت
جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز
پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر
تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز
لجیں شب رات آتشبازی تیرے نور اوجالے تھے
اوسے تعریف کرنے کاں زباں ہم عید و ہم نوروز
تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سکے ناکوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز
خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی چونپ کا پکڑا
دِیسے منج نت ہے سُکھ پکڑا نوشیاں ہم عید و ہم نوروز
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نپلیاں سیتی
او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
محمد ہور علی کا ہے محمد قطبؔ شہ داسا
کریں سیوا اوسے چو پھر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سیٹاہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں
نزاکت تھے لٹکیتاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز
ہماں کا چھاوں نا آوے تمہاری جیفہ چھاوں سم
سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز
سہیلی چست پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
سُہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز
کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز
گُندا ے پھول ہاراں میں خطائی ہور اسلیمی
پھولا رے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز
خطا دفتر اوپر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے
پری چیں بائے حلقہ آپ کاں ہم عید و ہم نوروز
نویلی دھن رنگیلی اپ ہتیلی میں نگاراں کئی
نگار اس کا نگارستاں جاں ہم عید و ہم نوروز
صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز
جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
اوسی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز
یوں کان تھے پگلتا ہے میٹھائی جیوں ترن کاں تھے
میٹھائی مصر بسرے مصریاں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نو عشرت نویلی سوں
نوی خبراں سن آئے ہیں دو ان ہم عید و ہم نوروز
اچھو ارزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
سپند باد و دو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
محمد کا غلامی مج خطابِ سر بلندی ہے
سورج کرناں سوں باندے سلیباں ہم عید و ہم نوروز
تہجد کی نمازاں ہیں کرو منج تئیں دعا دم دم
دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجتے حق تھے
سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز
خوشیاں آئے محمد دور تھے منج گھر انداں سوں
یہوں کر شکر دائم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز
ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑا اے منج
خدایا او ترنگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز
جشن ہنت ہنت جشن عید ہو جشن نوروز کا کاجے
سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز
جشن خاطر نکر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا
بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز
اچھوں دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
بجاؤ گاؤ سب دن گاؤناں ہم عید و ہم نوروز

سُہیلا دوستاں گا دو کہ غم کا اثر سب بھا گیا
خبر لیا یا خوشیاں کا یوز ماں ہم عیدو ہم نوروز
خدا منج بخت و دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
تو منج دربار پر گرجیں گجاں ہم عیدو ہم نوروز
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی
دیو تشریف گنجِ لامکاں ہم عیدو ہم نوروز
تمارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عیدو ہم نوروز
ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جو ہر یاں ہم عیدو ہم نوروز

غزل

کرے نوروز کسوت پرنیاں ہم عیدو ہم نوروز
دکھت کسوت سہلیاں داریاں ہم عیدو ہم نوروز
سنگاری یوں سکھی پیاری سکے نا اون قلم لکھنے
سجی ہے چیر زر چھل تاریاں ہم عیدو ہم نوروز
پیشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سورجوتی کا
دیوے دل بار کے تیں باولیاں ہم عیدو ہم نوروز
چھبیلی سروقد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا
سورنگ دانے اوپر پھندھن لٹاں ہم عیدو ہم نوروز

مسکتی ہنستی سچلی ہنس کی چال چلتی او
چمن پُھل واریں اس پر مالیاں ہم عید وہم نوروز
ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے
تمن دھوپ بن پھیکے ہیں جوہراں ہم عید وہم نوروز
تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام وخاصاں پر
ہمن بخشو عشق کے لاڑیاں ہم عید وہم نوروز
خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید وہم نوروز
خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں
کروں تا خدمتِ صاحب زماں ہم عید وہم نوروز
قصیدہ ہور غزل لائیا تمارے پیشکش تائیں
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید وہم نوروز
دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطبِ زماں اب توں
کرین آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید وہم نوروز

(قلی)

شانِ علی

(ناقص الاوّل)

سب انبیار پرور تمیں ہے اولیار رہبر تمیں
حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدایا علی
دانش تمن تھے ائیا جگ پنت تمارا دھایا
بینش تمن تھے پائیا جگ میں سو پیدا یا علی

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی
زہرا سوں نِس دن وارتے چند سور ترِ یا علی
بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علی
(ق)

"عید قرباں"

تج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جاں عید کا
اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا
عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے
تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا
روت بسنت تھے پھول کھلیتے ہیں سراسر نور کے
تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا
دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا
جلدپن تیرے ترنگ کا ہور کھرگ جھلکار تج
عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا
مکھ "مصحف میں جو دیکھوں فال "تلتل صبح گاہ
ہر طرف منج نین میں دِستا ہے احساں عید کا
اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے
کد نہیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاں عید کا

جب مورخ ناکرے تاریخ منج مجلس کے تائیں
قصہ خواں کیوں پڑسکیں سو قصہ پایاں عید کا
رشک کرتے ہیں ملک ہور حور حیرت بزم تھے
اب پلو تج کن پساریں ہور منگیں پاں عید کا
کر علی ہور آل کی برکت تھے نت شادی خوشی
تیری شادی تھے سو شادی ہے نمایاں عید کا
شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زرانی اچھو
تج بلائیں دور تائیں آپ آیا قرباں عید کا
عید کا ہے ناںوں جگ میں عید تجہ مکھ تھے لہے
اس خوشی تھے گاوتے داود الحاں عید کا
سب خوشیاں عشرت تمن مجلس ہیں باندھے ہیں کمر
اب سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا
عید اگر عیدی کا دیوے دان سب کوں کیا عجب
تیری مجلس تھے اگھایا ہے سو ڈکاں عید کا
تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا
کاں دسے گا تیری ہمت انگے ساماں عید کا
تج محمد ناںوں تھے سُہاتا ہے تاج احمدی
وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا
بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑے ہے سدا
اس خوشی تھے رات دن گرجے سوا یواں عید کا

روشنی پایا ہوں میں یعقوب نمنے وصل تھے
تج دیا کی باس تھے بستا ہے کنعاں عید کا
اس قصیدہ پر معانی عید جم قربان ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی دُر افشان عید کا

(ق)

عید قربان

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا
مکھ کی پھوئی تھے پھول کھلیا او پھول ہے دھن عید کا
قطب تارا کھینچیا آہن ربا کوں آپ دھر
سب ہی تاریاں میں اوسے دستا ہے بڑپن عید کا
عید قرباں سیتی قرباں ہونے دھرتا ہے ہوس
او آنندا ں ہے جگت میں شمع روشن عید کا
نین دنبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا
جن دیکھے یک چھن تج سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا
عید کی خوشیاں تھے نئیں معلوم منج کوں رات دن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا
چاند سورج لاج کر بادل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکار میں دکھلائے جھمکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پگ شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا
خوش گھڑی او ہے کہ راکھیں منج اوپر شہ یک نظر
آئیا منج عیش کے ہاتاں ہیں دامن عید کا
جیوں ہمانمنے رکھیں ہیں چھانوں ہمنا پر تمیں
اس تھے پایا ہوں بڑائی ہور نشیمن عید کا
عید کی عیدی دلاؤ شاہ منج کوں پیار سوں
جیوں چومن طفلاں کوں دیو منج کوں چومن عید کا
عید بھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو
ہے خوشی نن پن منے سولک رجھاون عید کا
عید مجلس ہیں کریں آو رقیباں کوں سپند
او سپند جالے اوپر شہاتا ہے ابرہن عید کا
وقت آیا ہے کہ غم کا جڑ اپاریں پیڑ سوں
صد ہزاراں شکر پایا ہوں ہیں دھن عید کا
حج اکبر دین داراں کے اوپر واجب اہے
میراحج او ہے کہ دیکھوں تج سوں درشن عید کا
عید مجلس ہیں کرے جب یاد مسکیناں اوپر
کاج عشرت کا گھرے گھر ہوئے گلشن عید کا
ہے محمد نانوں تھے جگ ہیں محمد قطب شہ
تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا

(ق)

باغ محمد شاہی

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا
سو طوباں سوں شہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

دِسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا
سو تیوں دِستا دوالاں ہیں تھے میویاں کا برن سارا

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تئیں
ہرے نہالاں کے جلوے تئیں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے
سو اس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ مگمگن سارا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
شُہاتا تھا محمد پھل نمن ان کا نین سارا

دِسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے
بھنور تِل دیکھ اس جا گاہوا حیراں من سارا

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سُنبلا ہے جوں
شُہے اس داکھ منڈوا سو جیا انبر اکھن سارا

اناراں میں شُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں ہیں
ہر اک پھل اس اناراں پر شُہے سکتے نمن سارا

کھجوراں کے دِسے جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دِسیں دن ہور رین سارا

دِسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں
ہور اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا
دِسیں جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالِم
نظر لاگے نا تیوں میویاں کوں راکھیا ہے جتن سارا
صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی
دکھن سب سندریاں کے تئیں کھلیا نرگس نمن سارا
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں
سو تس آواز سُن حوراں کریں رقصاں اپن سارا
دیکھت رکھ مست ہو دسنک بجاویں پات ہاتاں سوں
سو ڈالیاں ڈ لتے ہو متوال پی پھول ابر بن سارا
مکر شبنم کا مے ہے یا ادھر جل آب کا پیالا
یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا
امنگاں آپ امنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں
تنّنا کا تنن ناچیں ہوئے تن تن تنن سارا

(نسخۂ آصفیہ)

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جوں یا قوت رمانی
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہانی
بسنت کا رُت بجھایا ہے برہ آگ کوں خوشی سیتی
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سو پھولاں سوں کرے تُل تُل پیا پر گوہر افشانی
بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اس مد تھے مدن چڑکر ہمن رنگ ہوے نورانی
جو گر جے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل نا دسوں سے میگھ نیانی
پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
کہ اس مئے تھے دِیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
عنبر ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اسی تھے باس الو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
نچھل پھل کے عرق میانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی
بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
بسنت پھل کا مماثل پیں کر آئی انگن میں دھن
سو پُھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
بندی چُنری پرت نقشے کری اس پر نگٹ تارے
نوے قد پر شہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
سورج کرِ ناکی چِر کیاں ہات میں لے جھرلے یک چت سوں
سہلیاں سوں اچھو منج کوں سدا اے کھیل ارزانی

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب ہے شہ اوپر
کی دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی
اُنوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اگر ہوے سمرقندی بخارائی و ملتانی
نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی
(ف)

قصیدہ

تشبیب کے چند اشعار

آج شہ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
ڈھال فلک کی اُچا او شہ عالی جناب
باند خنجر کرن کی رزیں فرنگ ہات لے
صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب
چڑکِ فلک فیل مست مستی سوں مکھ لال کر
گرم ہوا چلنے لگیا دن لے کٹک بے حساب
ذرے ہو فراش سب چلے شہ چیں آگے
دیتے سراج شفق لا اسے زریں طناب
قوس و قزح ہاتھ لے جوڑ کھہ کھڑے استوا
سور کشش جو کیا نس کے اڑانے غراب
سو ہے غلط یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن
فتح و ظفر چند کا چرخ دبا اس جواب

شاہ ختن سُن چلیا غرب نگر تھے لے فوج
تِن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب
کس کے چلیا ہات قوس آپنے آسماں کی
سور اتاں کوں تتیں جوڑیا ستارے شہاب
اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تن منیں
ہے تمیں نِس دن کے شہ نالڑو تم اتنے باب
میں کیا تم دو کو شاہ یک سورج ہور ئیک ماہ
دھرتی تمیں دونوں جادونوں کوں سر پر ہے داب
دن کوں سرج نِس کوں چند تد بھی کیا ہے وہاب
چاند کو کیتا مجی سور کوں کیتا ذہاب

(نسخۂ آصفیہ)

قصیدہ

(تشبیب کے چند اشعار)

نس کے سمند سیام میں سُنتے کی زورق ڈبیا
ڈبنے میں ترنے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار
غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
جگ سبھیں یعقوب کے نین نمن اندکار
آگ براہیم کا بجک ہوا پھول بن
رین سو نِس آگ کا ہے دھنوے کا دھندکار
چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوئے (ہیں) اپار

چرخ کے خم خانے میں سُور پیا جا نومد
مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن شمع چاند تارے تپنگ کے نمن
اڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تھے بے اختیار

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں
چاند بھویارا نمن تارے بنداں نیر سار

کھن کے مدرسے کنے چاند مدرّس کنے
بحث کرن تارے آئے طالب علماں کے سار

(نسخۂ آصفیہ)

رباعیات

۱

مردی جو پوچھے گا تو علی تھے جا پوچھ
اسرار چھپے سَنبھلی تھے جا پوچھ
گر پیاسا محبت کا اہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علی ولی تھے جا پوچھ

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علی
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھونہار علی
کولک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علی

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھونہار علی
ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علی
ہر ٹھار مودگار ہو اپ پیار سیتی
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علی

۴

انیڑیا ہے علی ہت تھے مدن جام منجے
متواں کہ اس تھے رکھے جگ نام منجے
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیاں سوں منج
ہے دھیاں سوں حیدر کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست تھے مِل نیہ کے میں جام منگوں — اس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں

آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا — میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶

کہتی کہ تیری ہوں گی نِوار اندیشہ — دل اپنا خوش کرو بسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہے دل ہے کہاں صبر اُسے — یک بند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

۷

نا بات اُو محبوب سُندر کا کہے جائے — ناراز اُپس دل کے بِھتر کا کہے جائے

جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بِھتر — اس سات بچن عشق اچھر کا کہے جائے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات — کہیا کہ تیری لبدا کہی حبِ نبات

کہیا کہ بچن تیری کہی قطبؔ کی بات — اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

(غیر خطّی)

۹

اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز — کہیا کہ مرا چارہ کریں ائے ورساز

منج کہی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ — ہے نج کوں آنند ہور سدا عمر دراز

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں — انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں
منج گرچہ چھوٹک نئیں ہے گنہ تنتھ سب تے — میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑ نہار سو توں

۱۱

احمد علی کے رتبے تھے تج ہے جو خبر — کر فہم سیتی حرف شہادت پہ نظر
اللہ ، محمد ، علی برحق اہیں — نئیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سنیچر

۱۲

تیرا شرف ادراک میں تین ٹاک آیا — جم تیرا سبق نَعبُدُ اِیَّاكَ آیا
تیرا سو نشانِ مصحفِ پاک آیا — لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَ فْلَاكَ آیا
(غیر خصی)

۱۳

جیتا توں دل وجیو سوں قراں دیکھے — احمد کے سو حق پر توں سب احساں دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبیین میں توں — دل نین سوں تا اضیع رحماں دیکھے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور
اس ٹھار مرے من کوں نہ بھاوے کچ اور

بے کوئی جو مستان ہیں مد پیالے کے
ہور طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مد سوں باراں حاضر
پھولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر
اس وقت میں کیوں توبہ کیا جائے منجے
توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر

۱۶

کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
افسانہ کہن آوں گی تب تج بر میں
گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں
او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں

(غیر خطی)

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام
اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام
مد کے مدے لیاؤ جو صفاتیں ہیں تمام
یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

(غیر خطی)

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہاں بانی منجے   خوباں کوں دیکھن میں ہے مسلمانی منجے
خمار کا خمخانہ اہے سٹھاوں مرا   ہر مد کا سو بُند نگیں سلیمانی منجے

۱۹

منج یار کے مکھ سار نئیں آتا اے پھول
کی کبرے کوں کا رنگ دیکھاتا اے پھول
جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نئیں فائدہ کچ
دھن پگ تلیں آباس توں پاتا اے پھول

۲۰

تج مکھ انگے عافیت افسانہ رہیا   تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا   ہور سور ترے چھانو تھے تج فسانہ رہیا

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی
اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جائے
اپ خیال منے آتوں اگر ہے شوگنی

۲۲

کھل جائے کنچک کانٹا جو دھن سینے اوپر
مانند سواس کا نہ دیسے ساچ کدھر
سینے میں تھے پو دستا اہے دل اُس کا
جوں موتی نچھل دِستا اہے پانی بھتر

۲۳

اے بار خدا آپنے درویش کوں بخش
مُج کوں سو محمد علی کے کیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز
دشمن کو نہ کر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علی تھے عقیق کلیاں ہوئے لال | ہور لام علی تھے لال رتناں ہوئے لال
دشمن علی کے کہربا جوں پہلے ہوئے | حُب علی تھے مکھ محباں ہوئے لال

۲۵

ائے باو مری بات ادسے چوری سوں کہہ
میری سو گپت بات توں اس چھوری سوں کہہ

پھل جائے نمن وو بات اس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیری نین سیناں ہیں
استاد اُنن سحر کا تج بیناں ہیں
گوشش پارے جو کہ کاناں منے پہنی ہے توں
قطبا کی نچھل موتی رتن ہیناں ہیں

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آوے
تج کوچے میں بن منج کوں گذر کرنے نہ آوے
تج دور میں نیند سب کوں خوش آوے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سماوے

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
جیتا جو خلاف ہے انن دونوں میں
ڈھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جمجاہ دیکھو
پکڑے اہیں سورج کوں سچ ماہ دیکھو
مریخ اسد پنچے میں دیکھن منگے کوئی
شہ ہات میں خنجر سو دندے کاہ دیکھو

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیون بر میں اچھو
منج ہونٹ میں تج ہونٹ جوں دھن گھر میں اچھو
دھن دھن سوں جو میلے تو انند ہوئے اننت
تج عشق مومن میں جوں سکا زر میں اچھو

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر
زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر
زر دور کرے ہجر، ملاوے دلبر
رحمت ہے خدا کی سدا زر کے اوپر

۳۲ (غیر خصّی)

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی
کد پھول اوپر کد ھیں شکر پر ڈھلتی

منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں
یک تل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹ کرا ذوق ہیا پایا ہے
او رمز کرا شوق پیا پایا ہے
تیری سو کمر میانے ہیں معنیٰ باریک
جو جانتا ہے سو او جیا پایا ہے

۳۴

آنند منگے تو کدھیں جاناں کوں نہ چھوڑ
پیکن منگے تو زلف کے پیگاں کوں نہ چھوڑ
جب عیش جو توں کرنے منگے دھّن سنگات
جیو تن میں اچھے لگن توں ہونٹاں کوں نہ چھوڑ

۳۵

تج زلف کا جپ مال کروں ساری رات
نیناں کی دیوی لاکھ دیکھو پاٹ کے دھات
بوسیا دیو و کر کہہ کے ہیا آس کر
لب کر دے حوالے توں میں جانوں وو بنات

۳۶

اللہ کا ے نانوں تو یکچت سوں اوّل
ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
اس تھے سو محمد علی کوں ایک (نو) جان
ان دونوں کوں نئیں ہے دو جہاں میانے بدل

۳۷

تج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال
تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
توں ایک ہے تجسا نہیں دُوجا کہیں
کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت تیرے مکھ تھے ارواح
جے تھے اہیں تج جیو جیون تھے اشباح
تا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن
اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح

چہار در چہار یا مربع

(۱)

	۵	۶	۷	۸
۱	خدایا دے	مود منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
۲	مود منج جم	دے جیو کا منج	دو جگ میانے	کھِلا گلشن
۳	محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
۴	ملا پنج تن	کھِلا گلشن	دلا ابھرن	جلا رتن

ا (ج)

(۲)

	۵	۶	۷	۸
۱	نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
۲	تج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
۳	سہیلی	جگت میں	نہ دیکھیا	گہیلی
۴	چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

(ج)

قطعہ

لال اَدھر لال لا آدھار کرو	وو ادھر لا آدھار کرو
مکھ لال ملا ادھر کمل لال کرو	اِدھر اودھر ملا آہار کرو

(ج)

مراثی

مرثیہ

۱

محرم مھینے میں آیا اماماں کا سو غم پھر کر
زمیں ہور آسماں میانے بھریا سر تھے الم پھر کر
زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
یتا کچ دل میں دُکھ دایٹا نہ نکلے غم تھے دم پھر کر
اماماں تئیں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پنم پھر کر
مسلماناں ندیاں سارے بھرائے اپنے انجھواں تھے
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سِر تھے ستم پھر کر
محرم کا نہ لیوؤ ناؤں کد تم اے مسلماناں
قیامت ہو قیامت کا اُچایا ہے علم پھر کر
نہ تھا دُکھ درد حوراں کوں کدہیں جنت منے یک تل
حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم پھر کر

(یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے)

مرثیہ
۲

(مرثیہ نمبر ۲ ناقص الاول ہے)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تئیں
او لہو لالی کا رنگ سا تو لگن اُپراں چھایا ہے
اماماں پر ہوا سو دُکھ نکو پوچھو مسلماں
ہر ایک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بساتا ہے
ظلم کیا ہوا ہے آہ دنیا میں اُنن اوپر
یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اِگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
سب ہی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دُکھ بسایا ہے
کیا ہے مہانی یوں اماماں کا محرم توں
جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو ملایا ہے
مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
کہ انجھواں کے لہو سیتی پیالے بھر پلایا ہے
اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومی کافر
ہوئے بے قول تو ان تئیں خدا دوزخ بنایا ہے
کئے ہیں موموناں کسوت حسن کے زہر تھے ہریا
سو اس کے چھاوں تھے آسماں اپنا رنگ بھرایا ہے
خدایا قطب شہ کوں بخش توں حرمت اماماں کی
کہ ان کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے

مدد کرنے ملک آئے قبولے نئیں امام ان کو
کہ حیدر ہات تھے جبار دندیاں سر گرایا ہے
سورج جلتا ہے سارے ماتمیاں کے آہ تھے سب دن
چنداس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے
عمر عثماں تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا
جن کے باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے
یذیدو سب یذیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
دنیاں کے مال تھے ان کا سو مکھ کہیں پھرایا ہے
یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر
سُور کے گوہ میں داڑی موچیاں سر بُھیں ڈبایا ہے
یزیدیاں کا سو قصّہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے
کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
ہزاراں لعن ہے اُس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

۳

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درد اتے ہے ہور کچا جلتا
اوسی تھے دو جہاں تئیں نیل کا کسوت پنایا ہے
اماماں بارہ کوں آگر ظلم سوں دکھ دیئے کافر
اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو ستیں دھلایا ہے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر رویں مل کر
اسی دکھ درد تھے انجھو گلاان کا سٹکایا ہے
اے جیونا جاں توں دیوے نمن اس دکھ تھے جلتا کر
پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے حبیب کوں طاقت
شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
کہ جنہیں سنو یتیماں پر جفا ہور ظلم ڈھایا ہے
اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلماناں
روؤ دم دم کہ دوزخ آگ تھے تمنا کوں چھڑایا ہے
اماماں کی دعا تھے قطب شہ کوں دے شفا یارب
شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے

مرثیہ

۴

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے لہو روویں
وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھوئیں
آہ ہمارے درد تھے دریا کوں سب جوش آوتا
ماتمیاں کے لہو بنداں تھے آگ سب بجھ جاوتا
سب دکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نئیں
فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نئیں نور کئیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھو سٹے
ساتوں آسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے
مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
دشمنی پکڑے یزیداں مال ہور خاتم ستیں
جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
کفر کے تئیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین
دوستاں رو رو لہو غم تھے اسر ہے ہم امیر
باپ نئیں ماں نئیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر
اپنے پوتاں کوں کہے پند بند ہو تم چپ رہو
میرے بعد از پیاس میر امیرے لوگاں کوں کہو
ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد دیو
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو
دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ

مرثیہ

۵

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری ہائے ہائے
تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
ایکس تھے ایک اپس میں آپ دکھ کرتے کاری وائے وائے
کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے
ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے
لوح ہور قلم کرسی عرش قدسیاں ملک غلماں سب
بجلیا بدل اڑ لاوتے ہیں رات ساری وائے وائے
اسمان چھج جالا ہوا سورج اگن والا ہوا
چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے
پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرائے سمدراں
چھوڑے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو توزاری وائے وائے
کالے ہوئے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سکل
تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے
پھولاں سکے سب دکھ سیتی مکھ موندے بلبل جھکھ سیتی
کوئل حسینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے
دیکھو تمیں اے مانساں دانے چریں نا پنکھیاں
دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی پکاری وائے وائے
دو جگ خراباں ہور ہے حیواں کباباں ہور ہے
سمدر سراباں ہور ہے نا ہوئے جاری وائے وائے
دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے
کھن پر فرشتے کھلبلے سٹ اختیاری وائے وائے

حضرت نبی کے گیسواں دونوں اماماں کے پگاں
جبرئیل جُھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے
حضرت علی کے دوپُتاں کاندھے نبی کر اُٹنیاں
تس پر چڑھے وو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے
شہزادے کئے سب کے اونٹاں نمنے پکارے اس زماں
عفعف نبی تنکوں سناں کے دوی باری وائے وائے
جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے
اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے
دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دُکھ دکھے
لہو میں لڑے پیاسے بُھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے
یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر
کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے
دکھ بات کو تو حبیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے
دل جیوں شمے جل تلملے سُد گئی ہماری وائے وائے
قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مود منج پنج تن
راکھے خدا منج کوں جتن دشمن کو خواری وائے وائے
قطبا کو ہے اللہ مدد لبستا ہے اس دل میں احد
تو منج مود حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے

(نسخۂ آصفیہ)

مثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کر داس پر تمام
نام خدا لے کر و ختم کلام

کیلی ہے اللہ کلف کھل کی تئیں
نام خدا فرح ہے دل پھل کی تئیں

حکم اسی کا ہے سبھی حکم پر
ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نور خدا کا ہے جہان نور ہے
ایک اپے سب منیں بھرپور ہے

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا
ہے سو نہ اچھے وو اچھیگا سدا

(یہ مثنوی ناقص الآخر ہے)

مثنوی کے اشعار

صفت کہوں اس یکتائے سبحان کا
کہ ناطق اپے جن ہے قرآن کا

(نسخہ آصفیہ)

کیلے گا بھے تھے نارک ہور صاف راں
نہیں اس صفائی میں کوئی صاف جاں

(نسخہ آصفیہ)

دو مطلعے

کروں ابتدا حمد کرتار کا
کہ منعم ہے کرتار سنسار کا

کہوں حمد اس حق سبحان کا
دیا دنت داتار دیّان کا

(نسخۂ آصفیہ)

ایک شعر

تجے حسن جھلکار ہے سور جیتا
زبردست توں ہے و سب تیرا زیرا

(نسخۂ آصفیہ)

فرہنگ

کلیاتِ قلی قطب شاہ

(الف تا ے)

آ

آباداں : آباد
آبھال : بادل
آپار : بے حد، بے انتہا
آپن : اپنا-آپ
آپنا : اپنا
آپنے : اپنے
آپی : آپ ہی-خود
آتیان : آتی (فعل) کی جمع
آٹو
آٹھو } : آٹھوں
آچھے : اچھے
آدھار : سہارا (سنسکرت)
آرت : آرتی
آرتی : دیا جو دیوتاؤں پر سے اتارا جاتا ہے
آرسیاں : آرسی کی جمع
آرسی سکندر : آئینہ سکندر
آروس : عروس-دلھن
آروسانی : عروسوں کے جیسا- دلھن کا
آڑے : ناراض
آڑیاں : آڑی (ترچھی) کی جمع
آساں : آس (امید) کی جمع
آساوری : ایک راگنی کا نام

آسماں گیر : سائبان
آسیت : (آلسیت)
آسیں : آسکے گا
آکھوں : کہوں
آکھر : اکشر (سنسکر
آکھن : کہنا
آکھو : کہو
آگا : آئے گا
آلا : (اعلا)
آلاپ : الاپ
آلاپتی : الاپتی
آلی : اعلا
آلے : اعلا
آماج : آماجگاہ
آمیں اچھو : قبول ہو
آنپڑیا : پکڑا حاصل ہو
آنچاں : آنچ کی جمع
آنکاس : آکاش، آسمان
آنکھیاں : آنکھیں
آنگناں : آنگن کی جمع
آنند : مسرت، امن، چین
آوتا : آتا
آون : آنا
آہاں : آہ کی جمع
آئیا : آیا

آئے کر : آکر
آئین ہندی: (آئینہ ہندی
آیاں : آی (فعل)، کی جمع

اَ

اَباداں: آباد
اُباریک: جھوٹا
ابراں : ابر کی جمع
ابرن : قیمتی لباس، زیور
ابرہن : ابرن، قیمتی لباس، زیورات
ابلوج : مصری، قند
اُبلیا : اُبلا ہوا
ابوتی : بھبوت
ابولا : خاموش، جو نہیں بولے
ابی : ابھی
ابھال : ابر
ابھالاں : ابھال (ابر) کی جمع
ابھرن : قیمتی لباس
اُبھک : اُبال
اَپ : آپ، خود
اَپار : بے حد، زیادہ
اپاری : بے حد، بے انتہا
اُپاریں : اُکھاڑیں
اُپجائیا : پیدا کیا
اُپجے : پیدا ہوئے
اُپچت : مخلوط
اُپچتا : پیدا ہوتا
اُپر : اوپر
اُپراں : اوپر
اپروپ : نادر (سنسکرت)۔ دکنی میں یہ لفظ خوبصورت کے معنی میں بھی مستعمل ہے
اپس : خود، اپنے
اُپماں : تشبیہ، مثال
اپن : خود، اپنا
اُپھالی : اکھاڑنا
اپے : خود
اپیں : خود ہی
ات : بہت، زیادہ
اُتالے : تیز، بیقرار
اتبار : اتوار، اعتبار
اُتم : بڑھیا، عظیم
اتواراں: اتوار کی جمع
اتے : اتنے
ایتا : اتنا
اتھ : بہت، زیادہ (اَت)
اتھا : تھا
اتھیا : تھا
اُٹنیاں: اونٹنی کی جمع
اُٹھیا : اٹھا

اجارت : اجارہ
اجت : سورج
اُجیالا : اُجالا
اجھو / اجھوں : اب، ابھی
اُچالے : اُٹھائے، قائم کر دے
اُچائیاں : اچائی (اٹھاتی۔فعل) کی جمع
اُچایا : اٹھایا، بلند کیا، قائم کیا
اُچپل : شوخ، طرّار
اچرج : تعجب
اچنبا : اچنبھا
اچھتی : رہتی
اچھر : حرف (اکشر سنسکرت)
اچھراں : اچھر (حرف) کی جمع
اچھری : اپسرا، حور
اچھریاں : اپسرائیں، پریاں
اچھل : پاکیزہ، صاف
اُچھلیا : اُچھلا
اچھلیاں : اچھلی (شوخ) کی جمع
اچھنا : رہنا
اچھو / اچھ : رہے
اچھے : رہے
اچھیں / اچھوں : رہے

اختراں : اختر کی جمع
ادک : ادھک، بہت زیادہ
ادھارا / ادھاری : سہارا (سنسکرت)
ادھان : عہد، پیمان (سنسکرت)
اُدِکھ : بہت زیادہ
اَدَھر : ہونٹ
ادھراں : ادھر (ہونٹ) کی جمع
ادھیر : اُفق
اُذک : بیوقوف
ار : اگر
اُرسے : اُروشی، راجہ اندر کے دربار کی رقاصہ
ارت : معنی، مطلب (ارتھ سنسکرت)
ارجوں : آرزوں
اردھنگ : آدھا جسم
اُڑاو : اڑھاؤ
اڑیا : اڑا
اُساساں : اُساس (آہ) کی جمع
استت : تعریف، توصیف
استری : عورت
اسمان : آسمان
اعلا : اعلیٰ
افتخاراں : افتخار کی جمع
اَکاس : (آکاش) آسمان

اگ : آگ
اگاره : گیاره
اگن : آگ
اگھانے : سیر ہوئے
اگھایا : (اگھانا، سیر ہونا) سیر ہوا
الاپن : اعلیٰ پن، عظمت
اُلالا
اُلالہ : جوش، ولولہ
اُلالے
اُلالیاں : اُلالہ (جوش، ولولہ) کی جمع
الجاوں : اُلجھاویں
الف ہور میم عین : اللہ، محمد اور علی
اُلکیں : ایک قیمتی لباس، زیور
الگ
الک : زلف، لٹ (سنسکرت)
النکار : خوبصورتی
اماماں : امام کی جمع
امرت
امریت : آبِ حیات
امرت بچنی : جس کی باتوں میں امرت کا اثر ہو
امرتیاں : امریت (امرت) کی جمع
اُمس : جوش، امنگ
امنگاں : اُمنگ کی جمع
امنگیاں : اُمنگیں
امولت : انمول، بے بہا

امولک : بے بہا، قیمتی
اموُلے : بے بہا
امیداں : امّید کی جمع
اَن : اناج
اناچیتی : نادانستہ، بے ارادہ
انباراں : انبار کی جمع
انبر : آسمان
انبراں : ابر (آسمان) کی جمع
انبریت : امرت
ان بول : خاموش
انت
انتھ : آخر، اختتام
انتر : اندرونی، راز، بھید
انپڑیا : پکڑا، حاصل ہوا
انجن : سرمہ (سنسکرت)
انجھو : آنسو، اشرو (سنسکرت)
انچل : آنچل
انچواں : آنسو، اشرو (سنسکرت)
اندکار : اندھیرا
اندکاروں : اندھکار (اندھیرا) کی جمع
اندو : چاند (سنسکرت)
اندہاریاں : اندھیرا کی جمع
انک : انیک، بہت سے
انکھیاں : آنکھیں
انگ : جسم، بدن

انگناں : آنگن کی جمع
انگوٹی : انگوٹھی
انگور کی کنواری : دخترِ رز
انگے : سامنے، آگے
اُنن : اُن، ان کی جمع
انندوں : آنند (خوشی، اطمینان) کی جمع
انو / انوں / اینوں / او : اُن، وہ
اوبالاں : اُبال کی جمع
اوتاری : اوتار
اوتول : اُتال، جلدباز
اوجالا : اُجالا
اوجھل : صاف، خالص، اوٹ
اُوچتی : اُٹھاتی
اُوچٹ : اُچٹتا ہوا
اودھان : ہوش، توجّہ
وڑے : اوڑھے
وگھڑ : ان گھڑ، (بالوں کی چوٹی جس کو ٹھیک سے گوندھا نہ گیا ہو)
وں : اُن، وہ
ٹاں : اونٹ کی جمع
ہاں : وہاں
ہے : ہے

اہیں : ہیں
ای : یہ
اے : یہہ
ایاں : عیاں
ایانی : نادان، جاہل، بیوقوف
ایتاں / اتاں : اب
ایکس : ایک
ایمام : امام
اے نوں : انوں، یہہ

ب

با : ڈال
باتاں : بات کی جمع
باتے : ڈالتے
باتیاں : باتی (فعل-ڈالتی)
باٹ : راستہ
باج : بغیر
باجتے : بجتے
باداماں : بادام کی جمع
بارا / بارے : بارہ/ہوا
باڑی : تلوار کی باڑ
بازوبنداں : بازوبند (ایک زیور جو بازو پر پہنا جاتا ہے) کی جمع

باس : خوشبو
باساں : باس (خوشبو) کی جمع
باغاں : باغ کی جمع
باکر : ڈال کر
باگ : شیر، برج اسد
بالا : بچہ، نوخیز (ہلال)
بالاسکی : کم سن محبوبہ
بالاں : بال کی جمع
بال پن : بچپن
بالیاں : بالی (لڑکی) کی جمع
بالے بالا : ابال بال
بام : ایک قسم کی مچھلی
باندکر : باندھ کر
باندے : باندھے
بانگ : اذان
باو، بارا، بارے : ہوا
باوپن : دیوانگی
باورا : دیوانہ
باورے : دیوانے
باوک : ہوا (باؤ)
باولیاں : باولی (بالی۔ کان کا ایک زیور) کی جمع، باولی (دیوانی) کی جمع

باہاں : باہیں
بائے : ڈالے
بایا : ڈالا
بٹ : باٹ
بٹی : بھٹی
بج : بوجھ، ہاتھ، بازو، بجھ
بجاتیاں : بجاتی (فعل) کی جمع
بجاوے : بجھاے
بجتر : باجا
بُجتی : پوچھتی
بجتیاں : بجتی (فعل) کی جمع
بجک : بُجھ کر
بجکتی : ڈرتی
بجکر : پتھر (وجر۔ قیمتی پتھر۔ سنسکرت)
بجیا : بجا
بُجھاری : ہاتھ (بُھج) والے
بُجھے : بُوجھے
بچتر : عجیب، انوکھا (وچتر سنسکرت)
بِچکتی : ڈرتی
بچن، بچنا : بات
بچناں : بچن (بات) کی جمع
بچھڑی، بچھڑے : جدائی، فراق
بحثاں : بحث کی جمع

بحراں : بحر کی جمع
بخشن ہارے: بخشنے والے
بخشیا : بخشا
بداماں : بدام (بادام) کی جمع
بدل : بادل
بدلاں : بدل (بادل) کی جمع
بدونت : عقلمند
بدھاوا / بدھاوے : مبارک باد
بدھاواکاج: مبارک کام، مبارک تقریب،
برسات کی انفیائی شکل
برا : بری، دکن میں شادی کی وہ رسم جس میں سہاگ کی چیزیں جیسے مسّی اور ارگجا (مشہور عطر) "چڑھایا" جاتا ہے
براتاں : برات کی جمع
برآریا : برلا
برانی : پرائی
براہیم : ابراہیم
برجیا : روک (برجنا- روکنا، منع کرنا)
برداں : غلام
بردبارہ: بردباری
برسانتھی: برسات
برست : برستا

برسن : برسنا
برسیا : برسا
برش کالا : برشگال- موسم برسات
برلیا : برلا
برمال : برملا
برن : بیان- ورنن (سنسکرت) جسم، قیمتی لباس، زیورات
برہ : فراق- جدائی
بریاں : بُرا (صفت) کی جمع
بُربڑا : بلبلہ
بُربڑے : بلبلے
بڑواں : بڑے، اعلیٰ
بڑیاں : بڑی (فعل) کی جمع
بزماں : بزم کی جمع
بِس : زہر
بسارے : بھول گئے
بسالا : بس سے بھرا ہوا، زہریلا
بست : چیز
بسریا : بھول گیا
بسلاؤ : بٹھاؤ
بسلایا : بٹھایا
بسو : بعد
بسیا : بسا
بعث : زندگی
بکٹ : مشکل، سخت

بکرید : بقرعید
بکسے : پھٹے (بکسنا۔ پھٹنا)
بکھرا : خریدی، بکری
بکھریا : بکھیرا
بگانہ : بیگانہ
بل : قربان۔ نثار
بلاتیاں : بلاتی (فعل) کی جمع
بلاس : عیش وعشرت
بلایاں : بلا کی جمع
بل بل : قربان
بلبلاں : بلبل کی جمع
بلکائیا : (بلکانا۔ چمٹنا۔ لپٹنا) چمٹا۔ لپٹا
بل کری : بالوں کا گچھا
بلہارا : قربان۔ نثار
بلی : طاقتور
بلی جائے : قربان ہو جائے
بن : بغیر
بنا : بغیر
نب : جھلک، عکس و نب (سنسکرت)
بنتی : عرض۔ التجا
بند : بوند۔ قطرہ
بنداں : بوند کی جمع / بوندیں
بنداو : بندھاؤ
بنداون : باندھنا
بندن : بندھن

بندنا : باندھنا
بندی : باندھی
بندے : باندھے
بندیا : بندھا
بندیاں : بندے (غلام) کی جمع
بنگڑیاں : چوڑیاں
بنگی / بینگی : ٹیرھی
بنیا : بنا
بنیاں : بنی (فعل) کی جمع
بنے بن : بن بن۔ جنگل جنگل
بوٹ : سرِ انگشت، پور
بوٹاں : بوٹ کی جمع
بوج : بوجھ
بوجک : بوجھنے والا۔ عالم
بوجے : بوجھے
بوجھا گا : بجھائے گا
بوسا : بوسہ
بوسیاں : بوسہ کی جمع / بوسے
بولاں : بول کی جمع
بولت : بولتا ہے
بوئے : بو
بہارا : باہر / بہار
بہانی : بہانہ
بہری : ایک پرندہ

بہشتاں : بہشتی کی جمع
بہنے : بہانے
بہو
بہوتیک } : بہت
بہوبہا : بہت قیمتی
بہوٹیاں : بیر بہوٹیاں
بی : بھی
بیتیاں : بیت کی جمع
بیتینی : آپ بیتی
بیٹھن : بیٹھنا
بیجلی : بجلی
بیجلیاں : بجلیاں
بیچوں گت : خُدائی صفات
بیراج : تشریف
بیراجے : بیٹھے۔ براجمان
بیرپے : بیری پن۔ دشمنی
بیریاں : بیری (دشمن)، کی جمع
بیس : بیٹھ
بیسا : بیٹھا
بیسے : بیٹھے
بیگ
بیگی } : جلدی
بیلاں : بیل کی جمع
بیلی : بیلی
بیناں : بین کی جمع / باتیں

بیہدہ : بیہودہ
بے غش : بے ہوش

بھ

بھاجے : بھاگے
بھار : فوج۔ بار
بھاراں : بھار (فوج) کی جمع
بھاری : وزنی۔ سخت
بھاگ : قسمت، نصیب
بھاگنی : خوش قسمت
بھاگوں : بھاگ (قسمت) کی جمع
بھاگیا : بھاگا
بھال : بھالا
بھالاں : بھالا کی جمع
بھالیاں : بھالا کی جمع
بھان : سورج۔ بھانو (سنسکرت)
بھانو : بھان۔ سورج
بھانہ : بہانہ
بھانیاں : (بھاننا، توڑنا) ٹوٹے
بھاواں : ادائیں۔ بھاؤ کی جمع
بھاوتی : بھاتی
بھائیا : بھایا
بھتر
بھیتر } : اندر۔ میں
بھٹ : بھٹی

بھرٹ : بد۔پلید۔بھرشٹ (سنسکرت)
بھرٹاں : بھرٹ کی جمع
بھرن : بھرنا
بھریا : بھرا / بھرا ہوا
بھریاں : بہری (ایک قسم کا پرندہ) کی جمع۔بھری (فعل) کی جمع
بھرئیے : بھرے
بُھک : بھوک
بھگ : بھاگ
بھگایاں : بھگائی (ترکیا۔فعل) کی جمع
بھگیا : بھاگ گیا
بُھل : بھول
بُھلات : بھلاتا
بھلائیاں : بھلائی (فعل) کی جمع
بُھلکے : بھول کر
بُھلے : بھولے
بھنجن : ٹکڑے۔زخمی۔چورچور
بھندھن : بندھن
بھنور : بھونرا
بھواں / بھنواں : بھوئیں
بھوت : بہت
بھوجے : ہاتھ
بھور : صبح
بھوگ : عیش
بھوگن : بہت خوبیوں والا
بھولانہارے : بھولانے والے
بھوماں : بہت عزت (بہو+ماں)
بھونگ : سانپ۔بھجنگ (سنسکرت)
بھی : پھر۔مزید
بھٹین : سرپستان
بھیٹیاں : بیٹھی (فعل) کی جمع
بھیج : ہاتھ (سنسکرت)
بھیجیا : بھیجا
بھیدیا : پھیلا۔سرایت کرگیا
پھیر : پھر
بھیکاں : بھیک کی جمع
بھئیں : زمین۔بھومی

پ

پات : پتہ
پاتراں : پاتر (تتلی) کی جمع
پاٹ : سبق۔منتر
پاچ / پاچے : زمرد۔بلور (پاچ۔سنسکرت)
پاڑنے : برباد کرنے
پاڑی : برباد کردی
پاک : باگ۔چیتیا
پاکاں : پاک (صفت کی جمع)
پاکاہ : اصطبل

پاکتا : پاک
پاناں : پان کی جمع
پان پیٹیاں : پاندان
پانسو : پانچ سو
پانیاں : پانی کی جمع
پانو : پاؤں
پاواں : پاؤں کی جمع
پاوک : آگ
پاوے : پاوں (مراٹھی)
پاونا : پانا
پاونے : پانے
پاویاں : پاوں
پائیا : پایا
پایاں : پائی (فعل) کی جمع
پایل : پاؤں کا ایک زیور
پتاں : پتے
پت پدمینان : پدمنی کی جمع
پترم : پریت۔ محبت
پتی : شوہر۔ محبوب
پتیارا : اعتبار
پٹن : شہر
پٹی : سبق
پچانی : پہچانی
پچتاکر : پشیمان ہوکر۔ پچھتاکر
پچھانیا : پہچانا

پچھن : پیچھے۔ بعد
پدر : پُتر (سنسکرت) بیٹا۔ اولاد۔ مرتبہ
پدمن : پدمنی
پدمنی : خوبصورت عورت۔ کام شاستر میں عورت کی بہترین قسم
پران : جان
پراں : پر کی جمع
پراو : پراوا۔ لباس
پرت / پریت / پیرت : پریت۔ محبت
پرجاں : پرجا، رعایا
پرچیت : آزمودہ۔ اثر کرنے والی
پرچھم : پرچم
پردھان : سردار
پرس : پارس
پرکٹ / پرکٹ : ظاہر
پرم : محبت۔ پریم
پرمال : پیمانہ
پرمل : خوشبودار شئے۔ عطر۔ پرمل (سنسکرت)
پرملاں : پرمل کی جمع
پرنیاں : ایک قسم کا ریشمی کپڑا
پرورال : مونگا۔ مرجان

پروی : پوری
پڑ : پڑھ
پڑتے : پڑھتے
پڑن : پڑھنا
پڑی : پڑھی
پڑیا : پڑا
پسارے : پھیلائے
پساریں : پھیلائیں
پشانی : پیشانی
پشتیوان : پشتبان
پف : پھونک
پک : کوئل (سنسکرت پپیہا)
پکاراں : پکار کی جمع
پکڑیا : پکڑا
پکیا : پکا
پگ : پاؤں۔قدم
پگا : پئے گا
پگاں : پگا (وہ رسی جس سے مرکب کو قابو میں رکھا جاتا ہے) کی جمع
پگلاتا : پگھلتا
پگلالی : پگھلائی
پگلائے : پگھلائے
پگن : پگ۔قدم
پکھاوج : مردنگ۔ایک قسم کا ڈھولک

پلات : پلاتا
پلاؤ : گانا گاؤ۔آواز دو۔پکار دو
پلکاں : پلک کی جمع
پنادیو : پہنادو
پنائے : پہنائے
پنایا : پہنایا
پنانا : بدنام کیا۔رسوا کیا
پنت / پنتھ : راستہ
پنتھاں : پنتھ (راستہ) کی جمع
پنجوں : پانچویں
پنچمی : ایک سر کا نام۔ناگ … ایک تہوار کا نام جس کو … بھی کہا جاتا ہے۔
پنکھاں : پنکھ (پر) کی جمع
پنکھی : پنچھی۔پرندہ
پنکھیاں : پنکھی (پنچھی) کی جمع
پنگاتی : پنگیں دیتی
پنم : پونم
پنواتی : بدنام کرتی
پو : پر
پوت : بیٹا
پوتاں : پوت (بیٹا) کی …
پوتلی : پتلی
پوتلیاں : پتلیاں

پوجن : پوجنا
پوجھن ہار: پوجنے والے
پور : باڑھ۔ دریا
پورکر : بھرکر
پوروکے : پروکر
پون : ہوا
پونگ : خول۔ سیپی
پہاڑاں : پہاڑ کی جمع
پیا
پیو } : محبوب
پیاراں : پیار کی جمع
پیالاں : پیالہ کی جمع
پیاں : پی (فعل) کی جمع
پیجن : پاؤں کا ایک زیور
پیجاں : پیجن (پاؤں کا ایک زیور) کی جمع
پیچاں : پیچ کی جمع
پیرتے : پوتے
پیرن : پیرہن
پیریا : بویا
پیک : پی کر
پیکے : پیسے
پیکھ : پینگ
پیگاں : پیگ (پینگ) کی جمع
پیگن : پینگ

پیلاتی : پلاتی
پیلایا : پلایا
پیلک : ایک پرندہ جس کا رنگ زرد ہوتا ہے
پیم / پِم
پیرم / پرم } : محبت۔ پریم
پین : پہن کر
پینا : پہنا
پینگا : پٹینگ
پینے : پہنے
پیو : محبوب
پیوتا : پیتا
پیون : پینا
پیوناں : پینا
پیونے : پینے
پیہو : پیو۔ محبوب
پھاندے: پھندے
پھانسی : پھندا
پھانسیاں: پھانسی (فعل) کی جمع
پھانکاں : پھانک (قاش کی جمع)
پھانکے : دور ہونا (پھانکنا۔ دُور ہونا)
پھبیا : مار لیا (پھبا لینا۔ مار لینا)
پھتر : پتھر
پھٹاک : پھاڑنے والی
پُھٹے : پھوٹے

پھرات : پھیر لینا
پھراتیاں: پھراتی (فعل)، کی جمع
پھرارا : پرچم
پھرارے: پھریرے
پھراؤ : پھراؤ
پھرتیاں : پھرتی (فعل)، کی جمع
پھرن ہار: پھرنے والے
پھرن ہارا: پھرنے والا
پُھل : پُھول
پُھلاں : پُھول کی جمع
پُھل بازیاں: گُل افشانی
پھلبن : پھول بن
پُھلڑی : ناک کا زیور
پُھل لڑیاں: پھول کی لڑیاں
پھل نیر : پھولوں کا عرق، گلاب
پُھلی : ناک کا ایک زیور
پُھلے : کھلے ہیں
پھند : پھندا
پھنداں : پھندا کی جمع
پھنکڑی : پنکھڑی
پھنکڑیاں : پنکھڑیاں
پھوری پہور: پور پور
پھوکڑی پھو : ایک قدیم دکنی کھیل
پھوکنیاں: پھونکنی کی جمع
پھولاں : پھول کی جمع

پھول پھانک : پھول کی پنکھڑی
پھوئی : پھوار
پُھوی پُھوی : قطرہ قطرہ
پھویارہ : فوّارہ

ت

تاجے : تاج
تاراں : تار کی جمع
تارپوداں : تاروپود
تاریاں : تارے کی جمع
تاشاں : تاشہ (دف) کی جمع
تافتی / تافتہ : تافتہ (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) اس کو انگریزی میں ٹافٹیا کہتے ہیں
تالا : تال
تالاں : تال کی جمع
تال دھاری: تال والے
تال دھارے: تال دینے والے
تال منڈلی: موسیقی اور رقص کا منڈپ
تاناں : تان کی جمع
تانت : تار (ستار یا کسی باجے کے)
تانتاں : تانت (تار) کی جمع
تانا : طعنہ
تائیں : کے لیے
تپاون : تڑپنا۔ انتظار کرنا

تپایاں : تپائی (تڑپاتی) کی جمع

تپتے : انتظار کرتے۔ بیتاب ہوتے۔ تڑپتے

تتاں : تت (تتھ۔ ماہیت۔ حقیقت سنسکرت) کی جمع

تتک : (تتا۔ گرم۔ تیز) تیز

تتھیا / تتّہ : تاتا تھئی۔ اس لفظ کو گانے والے تال پر آنے کے لیے زبان اور ہتھیلی کی حرکت سے ادا کرتے ہیں۔

تٹ : ٹوٹ

تٹ سوں : جلدی سے

تٹیں : ٹوٹیں

تج : تجھ۔ تیرا

تجے : تجھے

تخماں : تخم کی جمع

تدھاں : تب

تدھر : ادھر

ترا : طرا

تراون ہار : تیرانے والا

ترہون / تربھون : تینوں عالم

ترتا : تیرتا

ترجگ / ترہ / ترہگ : ترلوک۔ تین عالم

ترزاں : طرز کی جمع

ترڑی : سہ لڑی۔ ایک زیور

ترسانے : ڈرانے

ترلوک : تین عالم

ترنائے ترن : ساز کے تاروں کی آواز

تُرنگم : گھوڑا

تروار : تلوار

ترہٹ : تیرانے والا ہاتھ

ترے : تیرے

تریا : عورت

تریاں : تیری (حرف) کی جمع

تڑا : توڑ کر

تس : اس۔ وہ

تسبی : تسبیح

تسری : تیسری

تسری براں : تیسری بار

تشریف : خلعت۔ لباس۔ تمغہ

تعلیماں : تعلیم کی جمع

تکٹ / تگٹ : ایک قسم کا زرّیں کپڑا

تکیا : تکیہ

تل : نیچے۔ تحت

تلا : پاؤں/تَل۔ نیچے

تل بیلی : (تلملی) بے چینی

تلملوں : تڑپوں
تلیا : تلا
تلیں : نیچے۔ اندر
تمارا : تمھارا
تماری : تمھاری
تمارے : تمھارے
تماشا : تماشہ
تمن
تمنا : تمھارے
تمناں
تمن ویسا : تم سا
تمی : تم ہی
تن : خم
تنت : تُرنت۔ جلدی
تنٹھ : جھگڑا
تنن : ان۔ وہ
تنوراں : تنور کی جمع
تو : تیرے
توتیا : سرمہ
تورن ہار : توڑنے والا
تورے : تیرے
توڑن : توڑنا
توڑیا : توڑا
تولاں : طول کی جمع
توں : تو

تہیں : توہی
تے : سے
تیراں : تیر کی جمع
تیز : کنارا
تیکا : ٹیکا۔ پیشانی کا ایک زیور
تینو : تینوں
تیوں‌نج : توہی
تھابے : تانبے
تھاٹ : ٹھاٹ
تھاڈی : تھوڑی
تھانباں : تھام کی جمع۔ ستون
تھڈی : تھوڑی
تھڈی کے پانی : آبِ ذقن
تھکت : تھکن
تھکیا : تھکا
تھنڈت : ٹھنڈک
تھنڈ کالا : موسمِ سرما
تھے : سے
تھیاں : تھی (فعل ناقص) کی جمع

ٹ

ٹاک : ٹوک۔ ٹکڑی
ٹٹکئی : ٹھٹکی
ٹلا : ٹیلا۔ ٹیکا

ٹمٹمیاں ⎫
ٹمٹمایاں ⎭ : ٹمکی (طبلک) کی جمع

ٹومیاں : ٹوم

ٹیک : ٹیلا

ٹیکان : ٹیک (ٹیلا) کی جمع

ٹیلا : ٹیکا۔ پیشانی کا ایک زیور

ٹھار : مقام۔ ٹھکانہ۔ جگہ

ٹھارا : مقام۔ ٹھکانہ

ٹھارتے : ٹھہرتے

ٹھاروں : ٹھار کی جمع

ٹھارے : ٹھہرے۔ قیام کیا

ٹھارے ٹھار : جگہ جگہ

ٹھاوں ⎫
ٹھکان ⎬ : جگہ۔ مقام۔ ٹھکانہ
ٹھانو ⎭

ٹھسی : گلے کا ایک زیور

ٹھکرا : ٹھیکرا

ٹھنکا : آواز دی

ٹھیر : قرار

ٹھیرتے : ٹھہرتے

ج

جاب : جواب

جاسوساں : جاسوس کی جمع

جاسیسی : جا سکے گا

جاگی : جائے گی

جالے : گُچھے (جھلے)

جالو : جلاؤ

جالوں : جلاؤں

جالیا : جلایا

جاماں : جام کی جمع

جامون : جامن

جاناس : جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم

جاں تاں : جہاں تہاں

جاوتا : جاتا

جاوے : جائے

جاہی : دہی

جائی : جگہ۔ جا (فارسی)

جایا : بیٹا

جپ مالا : تسبیح

جپنا : یاد کرنا

جتتا : جتنا

جتتے : جتنے

جداں : جب

جدولاں : جدول کی جمع

جدہاں : جب

جَڑت : جڑاؤ

جُڑت : جڑ کر

جس : نیک نامی۔ یش (سنسکرت)

جسوں : جس سے
جکیچ : جو کچھ
جگ : دنیا
جگا جگ : دینا دنیا
جگت : دنیا
جگتاب : (جگ+تاب) دنیا کو روشن کرنے والا
جگجگایا : روشن ہوا
جگمگیا : جگمگایا
جگن : جاگن
جگنا : جگنو
جگیا : جاگا
جگے جگ : جگ جگ
جل : پانی
جلدپن : تیزی
جل گوں : بہتا پانی
جلوا : جلوہ
جم : ہمیشہ
جملا : جملہ-تمام
جمناں : جمنا
جمیا : جما
جن : جو
جناور : جانور
جنتات : جتنا
جنتراں : جنتر (بیتر-سنسکرت) کی جمع-ایک آلۂ موسیقی)

جنن : جن
جوبناں : جوبن کی جمع
جوت : روشنی
جوتاں : جوت (چمک) کی جمع
جوتی : چمک-روشنی
جوڑت : جوڑ کر
جوڑیا : جوڑا
جوسی : جوتشی
جوکھنا : تولنا
جوکھی : جھکائی
جوگ : قابل-قیمتی
جوہریاں : جوہری کی جمع
جسے : جو
جیا : دل
جیتیاں : جیتنی (عورت کی ایک قسم) کی
جیفہ
جیغہ } : ایک مرصع زیور جس کو سر پر جاتا ہے۔
جیکچ : جو کچھ
جیکوئی : جو کوئی
جنیتا : جینا کی الفیائی شکل
جنیتو : جیتو
جیو : روح-جان-دل
جیواں : جیو (دل-روح) کی جمع
جیورا
جیوڑا } : دل-جیو

جیون : زندگی
جیونا : جینا
جھاڑ : ایک قسم کی آتشبازی
جھاڑراں : جھاڑ کی جمع
جھاڑیا : جھاڑا
جھالا : گرمی۔تپش۔چمک
جھالاں : جھال (گرمی۔تپش۔سوز) کی جمع
جھب : گچھا
جھڑ : جھڑی
جھڑاں : جھڑیاں
جھڑپڑا : جھڑا ہوا
جھکاراں : جھکار (چمک) کی جمع
جھکتے : جھولتے
جھکھ : غم
جھگڑتیاں : جھگڑتی (فعل) کی جمع
جَھل : رشک۔حسد
جُھلتا : جھولتا
جھلجھلاٹ : چمک۔تابناکی
جھلکار
جھلکارا } : چمک۔نور
جھلکارے
جھلکن ہارے : چمکنے والے
جَھلم : زرہ بکتر
جھلملی : چمکی

جھلون : جھل (رشک وحسد) کی جمع
جھلیاں : جھل (چمک۔روشنی) کی جمع
جھمکائیا : چمکایا
جھمکن : چمکنا
جھمکنے : چمکنے
جھمکیا : چمکا
جھمکی : چمکی
جھنکا : جھنکار
جھنگ : جھڑکی
جھولایا : جھلایا
جھولت : جھولتا ہے
جھولیاں : جھولے
جھونا
جھینا } : مہین کپڑا۔لباس
جھونے : جھونا (لباس) کی جمع
جھیا : مہین۔باریک
جھیلی : خوشہ
جھیلے : خوشے

چ

چاتورائی : ہوشیاری۔شوخی (چتورائی)
چادری : چادر
چارو : چاروں
چاریاں : چارے کی جمع
چاڑی : چغلی

چاک : (چک) آنکھ۔ نظر (چکشو ۔ سنسکرت)
چاکی : لذت۔ بوسہ
چاکھے : چکھے
چالا : چال۔ غمزہ
چالاں : چال کی جمع
چام : سوزش۔ زہر
چانداں : چاند کی جمع
چاواں : چاؤ کی جمع
چاوں : چاؤ (شوق) کی انفیاری شکل
چبیا : چبھا
چبیں : چبھیں
چبل : اچپال۔ شوخ
چت : دل
چتا : چیتا
چتاری : مصوّر
چتارے : تصویر کشی کی (چتارنا۔ تصویر کشی کرنا) تصویر اُتارے/منقّش کرے
چتاراو : مصوّر
چتُر : ہوشیار۔ ہُنرمند
چِتر : سایہ۔ تصویر
چترسال : چترشالا
چراتیاں : چراتی (فعل) کی جمع
چرکی : پچکاری۔ ہلکا گھاؤ
چرکیاں : چرکی (پچکاری) کی جمع
چرن : قدم۔ پاؤں
چڑ : چڑھ
چڑاتی : چڑھاتی
چڑاؤتیل : تیل چڑھاؤ۔ تیل چڑھانا۔ جنوبی ہند کی ایک قدیم رسم ہے جواب بھی مدراس اور جنوب کے علاقوں میں رائج ہے اس میں سات سہاگنیں دلھن پر تیل چڑھاتی ہیں۔
چڑائی : چڑھائی
چڑت : چڑھنا۔ چڑھائی
چڑھائیاں : چڑھائی (فعل) کی جمع
چک : آنکھ
چُک : ذرہ
چکا : چکھا
چکایا : چکھایا
چکراں : چکر کی جمع
چکربالاں : گھونگھر والے بال
چکوا : ایک پرندہ
چکوراں : چکور کی جمع
چکوی : چکوا کی مادہ
چکّے : چکھے
اچگر : نئے پتے۔ چھوٹے چھوٹے املی کے درخت کے

چلبلاتی : شوخی
چلبلیاں : چلبلی کی جمع
چلیا : چلا
چلیاں : چلی (فعل) کی جمع
چمٹے : چیونٹی
چمکار : چمک
چمناں : چمن کی جمع
چمنے چمن : چمن چمن
چنت : فکر۔ چنتا سنسکرت)
چنتا : فکر۔ پریشانی۔ تمنّا
چنچل : شوخ
چنچلیاں : چنچلی (چنچلی عورت) کی جمع
چندرمکھیاں: مہ رخاں
چندریاں: چندرویاں۔ مہ رخاں
چندن : صندل
چندنا، چند، چندر : چاند
چندنی : چاندنی
چندنیاں: چندنی (چاندنی) کی جمع
چنگاں : چنگاریاں
چنگی : چنگاری
جھلمگاں : چنگاریاں
جھلملی : بوسے
خواہ مخواہ

چوپہر : چاروں پہر
چوپھر : چار طرف
چوتا : ٹپکتا
چوترا : چبوترہ
چوٹاں : چوٹ کی جمع
چودہ بھون: چودہ طبق
چودہ سنپوری: چودھویں کا چاند۔ ماہِ کامل
چورای : چوری کرنا۔
چورخت : چاروں طرف
چورانے : چوری کرنے
چوسرا : چوسرا۔ چار لڑی والی مالا
چوطرفاں : چاروں طرف
چوک : چوکی جس پر دلھا دلھن کو بٹھایا جاتا ہے۔
چوکاں : چوک کی جمع
چوکہ : چوکھا
چوکھتی : (چوکھا: خالص۔ کھرا۔ اول) کھرا کھوٹا پرکھتی
چوگرد : چاروں طرف
چولا : چولی
چومن : بوسہ
چومیا : چوما
چومیاں: بوسے
چونپ : خواہش۔ ولولہ۔ امنگ۔

چوندس : چاروں طرف
چوندھیر : چاروں طرف
چونسار
چوسار } : ہنرمند۔ خوبصورت
چہ : چاہ۔ باؤلی
چیتیاں : چیتی (عورت کی ایک قسم) کی جمع
چیر : لباس۔ کپڑا
چیری : باندی
چین : بل۔ نشان
چھانو
چھانوں } : چھاؤں
چھاواں : چھاوں کی جمع
چھاووں : چھاؤں
چھائیا : چھایا
چھایا : سایہ
چھب
چھبی } : نازوادا۔ حسن۔ چھوی (سنسکرت)
چھپاتیاں : چھپاتی (فعل)، کی جمع
چھپایاں : چھپائی (فعل)، کی جمع
چھپیا : چھپا۔ چھپ گیا
چھپیے : چھپے
چھتر : چتر
چھٹ : چھوٹ
چھجیاں : چھجّہ کی جمع
چھڑاون ہار : چھڑانے والا

چھڑکیا : چھڑکا
چھن : لمحہ۔ شن (سنسکرت)
چھند : نازوادا۔ حسن وخوبی
چھندبند : نازوادا۔ حُسن وخوبی
چھندبھریاں : چھندبھری (نازوادا والی)
کی جمع
چھوٹک : چھٹکارا
چھوٹنہار : چھوٹنے والا
چھوٹیا : چھوٹا
چھوری : لڑکی
چھوڑنہار : چھوڑنے والا
چھوڑسے : چھوڑ سکے گا
چھوڑیا : چھوڑا

ح

حالاں : حال کی جمع
حبشیاں : حبشی کی جمع
حرفاں : حرف کی جمع
حرکتاں : حرکت کی جمع
حساباں : حساب کی جمع
حُسناں : حسن کی جمع
حُسیناں : حُسینا (حُسین) کی الفیا
حقیرے : حقیر
حکمتاں : حکمت کی جمع
حلقیاں : حلقہ کی جمع

حمیلیاں : حمائل (ایک زیور جو گلے میں پہنا جاتا ہے) کی جمع
حوریاں : حور کی جمع
حیاناں : حیات کی جمع
حیرے : حیراں
حیلت : حیلہ

خ

خالاں : خال کی جمع۔ تل
خانے : خاندان
خبراں : خبر کی جمع
خُذ : لے
خراباں : خراب کی جمع
خراجاں : خراج کی جمع
خشخش : خشخاش
خشیاں : خوشیاں
خضر نیر : خضر کا نیر۔ آبِ حیات
خطاں : خط کی جمع
خلخال : پازیب
خماراں : خمار کی جمع
خماری : خمار
خمارے : مخمور ہوئے
خماریاں : خمار کی جمع
خوبک : خوب
خوشبویاں : خوشبو کی جمع
خوش ڈھب : خوش وضع
خوش مُکھاں : اچھی صورت والے
خوشیاں : خوشی کی جمع
خونخار : خونخوار
خوے، خوی : پسینے کی بوندیں
خیالا : خیال
خیالاں : خیال کی جمع

د

داٹ : کثرت۔ شدّت
دادُر : مینڈک
دار، دوارا : دروازہ
داس : غلام
داک، داکھ : انگور
داس پن : غلامی
دال : ناک کا ایک زیور
دالاں : دال کی جمع
دامنی : اوڑھنی
دان : خیرات۔ بھیک
داناں : دانا
دانت چھلنا : دانت خلال
دانتاں : دانت کی جمع

دانی : دانا۔ جاننے والا
داوا : دعویٰ
داؤد راگ: لحنِ داؤد
دپایا، دیپایا : چمکایا
دپے، دیپے : چمکے۔ روشن ہو
دچکتی : گھبراتی
دچکتے : گھبراتے
دراں : دُر (موتی) کی جمع
دُراہی : ڈھنڈورا
درپن : آئینہ
دُرجن : دشمن۔ بُرا آدمی
درداں : در کی جمع
دُردہ : درُود
درزیاں: درزی کی جمع
درسن، درشن : دیدار
درشنی : درشن دینے والی
درتجن : دُرجن (بُرا آدمی) دشمن
دِس، دیس : دن
دستا : دکھائی دیتا
دستاں : داستاں۔ دست (ہاتھ) کی جمع
دُسری : دوسری

دسن : دانت
دسناں : دَسن (دانت) کی جمع
دسے : دکھائی دے
دُشٹ، دِشٹی : نظر۔ درشٹی (سنسکرت)
دُشوارا : دشوار۔ مشکل
دعایاں : دعا کی جمع
دُک : دُکھ
دکھات : دکھاتا
دُکھاں : دُکھ کی جمع
دکھلاتیاں : دکھاتی (فعل) کی جمع
دکھو : دیکھو
دگانہ : دوگانہ
دلاں : دل کی جمع
دلِدّر : نحوست
دلیلاں : دلیل کی جمع
دماغاں : دماغ کی جمع
دماما : دمامہ۔ نقارہ
دمزاں : دم کروں
دمیا : اُگا (دمیدن فارسی)
دِن دِنا : باجے کی آواز
دنا، دناں : دن
دنت : دانت

دند }
دندساری } : دشمن
دندیاں : دند (دشمن) کی جمع
دوار : دروازہ
دوالاں : دوال (دیوار) کی جمع
دوپ : دھوپ
دوتاری : ستار کی طرح کا باجا جس میں
دو تار ہوتے ہیں۔
دوتین : دشمن۔ رقیب
دوتی : غیر۔ رقیب
دوتیاں : دوتی (دشمن) کی جمع
دوجا : دوسرا
دوجگ : دوعالم
دوجی : دوسری
دوجے }
دوجیں } : دوسرے
دوجیاں : دوجے۔ دوسرے
دوداں : دود (دودھ) کی جمع
دودوں بھری : دُودھ سے بھری ہوئی
دوراں : دور کی جمع
دوس : دوش۔ الزام۔ خطا
دوسی }
دوشی } : خطا کار۔ ملزم
دولتاں : دولت کی جمع
دونا : ایک قسم کا خوشبودار پتہ جس کو
عورتیں پھولوں کے ساتھ گوند
کر سر میں لگاتی ہیں۔
دوے گا : دیوے گا
دہات : طریقہ
دَیا : مہربانی۔ کرم
دِیا : چراغ
دیال : دَیا۔ مہربانی
دیان : مہربان
دیاں : دی (فعل) کی جمع
دیپک : چراغ
دیپن ہار }
دیپن ہارا } : چمکنے والا
دیت : دیتا ہے
دیدواں : دیدیاں۔ نگراں کار۔ چوکیدار
دیرا : ڈیرا
دلیسا : دیکھا
دیک : دیکھ
دیکھت : دیکھنا
دیکھن : دیکھنا
دیکھیا : دیکھا
دیکھیاون : دیکھنا
دیوا : چراغ
دیوتے : دیتے
دیونہار : دینے والا
دیوو : دو

دیوے : چراغ
دھ : دھرتی
دھاتاں : دھات (طریقے) کی جمع
دھاراں : دھار کی جمع
دھاسے : دوڑے
دھاک : رعب
دھاماں : طریقے۔ ادائیں
دھانوں : کوششوں۔ عزائم
دھاؤ : (دھانا۔ لپک کے جانا) دوڑو
دھائے : دوڑے (دھانا۔ دوڑنا)
دھایا : دوڑا
دھوپ کالے: گرمی کا موسم
دھٹیاگی : نڈرپن
دھراج : شہنشاہ (سنسکرت ادھیراج)
دھرت / دھرتی : دھرتی۔ زمین
دھرتیاں : دھرتی (فعل) کی جمع
دھرن آیا : دھرنے آیا
دھریا : دھرا۔ رکھا
دھڑی : مٹی کی تہہ
دھڑیاں : دھڑی کی جمع
دکھ : دیکھ
دھمکارے: کونج۔ دھمک
دھن : عورت۔ محبوبہ

راگ جو سری راگ سے ماخوذ ہے)
دھندکار : دھندلاپن۔ دھواں
دھنگر : چرواہا (مراہٹی)
دھنگری : چوبانی
دھنوے : دھوئیں
دھوت : دھوتا ہے
دھوئیں : دھنواں
دھیا : آگے بڑھا
دھیٹ : نڈر
دھیرا : دھیرے۔ آہستہ

ڈ

ڈاٹیا : شدّت کی
ڈالاں : ڈال کی جمع۔ ٹہنیاں
ڈانکہ : ڈنک
ڈان کیا : ڈھانکا
ڈاواں : ڈاؤ (بازی) کی جمع
ڈاؤ : بازی
ڈب : ڈوب
ڈبیا : ڈوبا
ڈراں : ڈر کی جمع
ڈسیا : ڈسا
ڈگاتی : ڈگمگا دیتی
ڈگمگیا : ڈگمگایا
ڈولتی : حرکت کرتی

ڈلن : ڈالنا
ڈوبن ہوئے: ڈوب گئے
ڈورا : تسبیح
ڈونگر : پہاڑ
ڈھال : ڈھلتے ہوئے
ڈھالاں : ڈھال کی جمع
ڈھال ڈھکنی: ایک قدیم دکنی کھیل
ڈھک : ڈھیر
ڈھلکا : اونگھنا
ڈھلک تارا: شہاب ثاقب
ڈھلک موتیاں: گوہر غلطاں
ڈھنڈ : ڈھونڈ
ڈھولا : ڈھول
ڈھونڈیا : ڈھونڈا

ذ

ذوقاں : ذوق کی جمع
ذیل : دامن

ر

راب : خدمت
راتیا / راتی : رات
راتاں : رات کی جمع
راجاں : راجہ کی جمع
راجوٹ : حکومت
راس : ڈھیر (راسی سنسکرت)
راساں : راس۔ڈھیر (راسی سنسکرت)
راست : سچا۔اصلی
راکیا : راکھیا (رکھا)
راکھو : رکھو
راکھے : رکھے
راگاں : راگ کی جمع
راگے راگ: ہرایک راگ
رام کیری : رام کلی۔ایک راگنی جو ہنڈول راگ سے ماخوذ ہے۔
رانے : فریفتہ کرے (رانا۔فریفتہ کرنا)
رانے : (راندن) چلا جائے
راوت : بہادر۔دلیر
راوتاں : راوت کی جمع
راونا : راون۔لنکا کا ظالم بادشاہ
راویں : توتا
رُپلے : رُوپ۔حُسن
رُتاں : رُت (موسم) کی جمع
رَت جگاؤ : رت جگا کرو
رتن : جوہر
رتنا / رتناں : رتن کی جمع
رُٹھوں : روٹھوں۔ناراض ہوں (روشن۔سنسکرت)

رجنی : محبوب (رجھ-سنسکرت)
رُجھا : سنسکرت لفظ رج (روشن۔ تاب)
رجھات : رجھاتا
رجھاون : رجھانا
رَچ : روشن۔ چمکدار (سنسکرت) روشن
رَچے : منائے
رخا : رقعہ
رخن : رخ۔ چہرہ
رُست : قطار۔ صف / سیدھا۔ راست
رستاں : رست (قطار) کی جمع
رسن : زبان
رُسیا : خفا ہوا۔ روٹھا
رشکوں : رشک کی جمع
رقعہ : ٹکڑا (چاند)
رک : رکھ
رکت
رگت
: خون (سنسکرت)
رکسے : رکھ سکے گا
رُکھ
روکھ
روک
: درخت
رکھن ہارا : رکھے
رکھوال : محا
رکھیا : رَ

رگاں : رگ کی جمع
رگھاں : رگ کی جمع
رلیاں : رنگ رلیاں
رمّالاں : رُومال۔ علمِ رمل کے جاننے
رنبھا : پاروتی۔ حسین عورت
رنجانے : رنج دینے
رنگاں : رنگ کی جمع
رنگ دھاری : رنگ رکھنے والی۔ رنگین
رنگی : رنگین
رنگیا : رنگا
رنگیاں : رنگی (فعل) کی جمع
رنگیلیاں : رنگیلی کی جمع
رو : رہو
روپاں : روپ کی جمع
روپ ونت : خوبصورت
روپ ونتی : خوبصورت
روت
رُت
: موسم (سنسکرت
: سچی
سچیں : سچ
سحراں : سحر کی جمع
سُد : سُدھ
سُد بُد : سُدھ بُدھ
سُدھا : خبر
سُدھاکر : چاند (سنسکرت)

رووکھاں : رُوکھ (درخت) کی جمع

رولت : رولتا

رومارُوم : رواں، رواں (سنسکرت روم)

رومالا : رومال

رومالاں : رومال کی جمع

روماولی : بالوں کا وہ خط جو سینے سے ناف تک جاتا ہے اس کو سیلی بھی کہتے ہیں۔

روں روں : رواں رواں (سنسکرت روم)

رونقاں : رونق کی جمع

رونگی : رہونگی

رہاں : رہا کی انفیائی شکل

رہن : رہنا

رہن ہارے : رہنے والے

رہیا / رمیا } : رہا

رِیت : رسم۔طریقہ

ریتاں : ریت کی جمع

ریج : خواہش (ریجھ)

ڑ

راب : خدمت

راتیا / راتی } : رات

راتاں : رات کی جمع

راجاں : راجہ کی جمع

رین : رات

رین رنگ : کالا

رلیوا : ریونتی۔ایک قسم کا پھول

ز

زرزری : زرّیں

زرنگاری : زرّیں

زرینا : زرّیں لباس۔زیور

زلالا : زلال

زلفاں : زلف کی جمع

زندگی نیر : آبِ حیات

زوالا : زوال

زورق : چھوٹی کشتی

زیناں : زین کی جمع

س

سات : ساتھ

ساتو : ساتوں

ساتی : ساتھی

ساجتی : سنگار کرتی

[illegible] : محبوب۔خدا

رتن : [illegible]۔ساز وسامان

رتنا / رتناں] (سچ سنسکرت)

رُٹھوں : ر [illegible]

(رر [illegible]

سار : مانند
ساراں : سارے۔ تمام
سارنگ نینی: آہو چشم
ساریاں : ساری کی جمع
سازوں : ساز و سامان۔ زیورات۔ لباس وغیرہ
ساقیاں : ساقی کی جمع
سالاں : سال کی جمع
سامیا : سوامی۔ سردار۔ مالک
سانت : ساون۔ بارش
سانتی : بارش
ساندے : جوڑے۔ ملائے (سندھی سنسکرت)
سبد : شبد۔ لفظ نانک پنتھوں کا گیت
سبد سات : شبد (سنسکرت) لفظ سات سر (سارے گاما پا دھانی)
سگائی : سبک پن
سبھیں : سب ہی۔ تمام
سبی : سب ہی
سبھا : محفل۔ مجلس
سپت : سات (سنسکرت)
سپت گھن : سات آسمان
سینج : مہمان
سپن : سپنا۔ خواب

سنپورن }
سنپور } : مکمل۔ پورا
سپیاں : سیپیاں
ستار : ستارا
ستراں : اعتراضات
ستی : سے
ستیں : سے
سٹ : ڈال۔ چھوڑ
سٹایا : ڈالا
سٹنے : ڈالتے
سجان : جاننے والا۔ عقلمند
سجانی : سجن۔ محبوب
سجک : سج کر
سجل : آراستہ۔ عمدہ۔ نفیس
سجن : محبوب۔ خدا
سجنا }
ساجنا } : سجن۔ محبوب
سجے : سجا ہے
سچلی : سچی
سچیں : سچ
سحراں : سحر کی جمع
سُد : سُدھ
سُد بُد : سُدھ بُدھ
سُدھا : خبر
سُدھاکر : چاند (سنسکرت)

سر : سریکا۔ مانند
سرا : شراب
سَراباں : سرا کی جمع
سُراباں : سُراب کی جمع
سراوے : (سرانا۔ سراہنا) تعریف کرے
سرایا : سراہا
سرکھے : پھر سے
سُرج : سورج
سرجن : پیدائش
سرجیا : پیدا کیا (سرجنا۔ تخلیق کرنا)
سرخابی : سرخاب۔ ایک پرندہ
سرخاں : سرخ رنگ والیاں
سرخش : سرخوش
سَرس : بڑا۔ بہت زیادہ
سُرس : اَچھے رس سے بھرے
سرک : پھندا
سُرگ : سورگ۔ جنت
سُرگ بن : باغِ فردوس
سرن : سراہنا۔ تعریف کرنا۔ شرن۔ پناہ (سنسکرت)
سُرنج : سورج۔ سوریہ (سنسکرت)
سُرنگ : خوش رنگ
سرواں : سرو کی جمع
سروپ : خوبصورت
سروراں : سرور کی جمع

سرون : کان
سری راگ : چھ راگوں میں ایک ر
دھناسری۔ ایک قسم ک
سنسی : چاند (ششی سنسکرت
سطراں : سطر کی جمع
سفرہ : دسترخوان
سُفرے : دسترخوان
سیک : سیکھ
سُک : سُکھ
سکا
سیکا : سکّہ
سکاتی : سکھاتی
سکاوں : سکھانا
سکایا : سکھایا
سکت : طاقت
سک سے : سکے گا
سکسیں : سکیں گے
سکی : سکھی
سکیاں : سکھیاں
سِکھ : سیکھ
سکھ زاد : سکھ چین میں بنے
سکھی لوگ
سکل
سگل : سب۔ تمام۔ پورا
سکالئے : سکھالیے

سگند : خوشبو۔خوشبودار
سگن : اچھے گن والا۔خوش صفات
سگنیاں : سگن (اچھے گن والی) کی جمع
سلاماں : سلام کی جمع
سلتا : چبھتا۔کھٹکتا
سلکھن : مبارک۔اچھے گن والا
سلکھیاں : خوش قسمت عورتیں
سلونی : ملیح
سلونے : کالے
سم : مقابل۔برابر۔مانند
سماعاں : سماع کی جمع
سمانی : آسمانی
سمج : سمجھ
سمجا : سمجھا
سمجے : سمجھے
سمجھنہار : سمجھنے والا
سمدراں : سمدر (سمندر) کی جمع
سمسکرت : سنسکرت
سمن : سماں۔مانند
سمناں : سمن (چنبیلی) کی جمع
سمند / سمدور : سمندر
سناں : سنا کی انفیائی شکل
سناون : سنانا
سنبارا : سنبھالا

سنبال : سنبھال
سنبل : سنبلہ۔آسمان کا چھٹا بُرج
سنبھالنہار : سنبھالنے والا
سنبھوگ : صحبت
سنپارا : سنپولا
سنڑا / سنیڑیا : پکڑا۔گرفتار کیا۔حاصل کیا
سنپڑے : پکڑے۔گرفتار کرے۔حاصل ک
سنتاتا : ستاتا
سنتارے : ستارے کی انفیائی شکل
سنتوس : (سنتوش) اطمینان خوشی سن
سنٹاپ : جلن۔گرمی (سنتاپ۔سنسک
سنجوگ : ملاپ
سنج : سچ کی انفیائی شکل
سنچر : آواز۔شور۔آہٹ۔ب
(سنسکرت)
سنچرے : آواز سنے۔آہٹ پائے
سنچلا : سچا
سندر : خوبصورت
سندراں : سندر کی جمع
سندری : خوبصورت عورت۔محبو
سندھر : سندر۔خوبصورت
سنسار : دنیا
سنکھ : سنگھ۔ایک آلۂ موسی
سنکھرابھرن : کیدار بلاول سے ماخ

سنگ : ساتھ
سُنگ : سُونگھ
سنگات : ساتھ
سُنگاتی : سنگھاتی
سنگارا
سنگارہ } : سنگار
سنگاراں : سنگار کی جمع
سنگارے : سنوارے
سنگرام : وصال۔ جدّوجہد
سُنگنا : سونگھنا
سُنگھاتیاں : سنگھاتی (ساتھی) کی جمع
سُنن : سننا
سُننے : سونے
سنوانری : سواری کی انفیائی شکل
سنوانرے : سنوارے
سنوارنریا : سنوار
سنواریاں : سنواری (فعل) کی جمع
سُنیا : سُنا
سنیاں : سنی (فعل) کی جمع
سوارا : سوار ہوکر
سوالت : سوال کرنا
سوبالی : حسین کمسن
سوجتی : سوجھتی
سودھن : حَسین عورت۔ محبوبہ

سوراں : سور (سورج) کی جمع
سورنگی : خوش رنگ
سوروں : سور (سورج) کی جمع
سورتیج : سورج
سوکہ
سوکے } : خط سرمہ
سوکیاں : سوکہ (سوکھا) کی جمع سوکے ہوئے
سوگند : قسم
سُوگنی : اچھے گُن والی
سوگیاں : عرفاں
سوٗں : سے
سُوں : قسم
سُوہن : زیب دینا
سُہات : سُہاتا۔ زیب دیتا
سہاگاں : سہاگ کی جمع
سہاوتا : زیب دیتا
سہایا : زیب دیتا ہے
سہیتاں : سُہتی (زیب دیتی) کی جمع
سہتے : زیب دیتے
سہس : ہزار (سہسر۔ سنسکرت)
سہن : زیبائی۔ سجاوٹ
سُہنے : سونے۔ خواب
سہیلا : خوشی کا گیت۔ مدحیہ گیت

سیامی ⎤
سامی ⎦ : کالے
سیاں : سی (حرف) کی جمع
سیائیں : محبوب ۔ خدا
سیت : سفید
سیتل : سرد ۔ ٹھنڈا (شیتل سنسکرت)
سیتے : سے
سیٹتے : ڈالتے
سیدا : سیدھا
سیرا : سہرا
سیڑی : سیڑھی
سَیس : بستر
سیس : سر
سیسوں : سردں
سیکائی : سکھائی
سَتین : اشارہ ۔ غمزہ (سنسکرت)
سینا : سینہ
سیو : سیوا (خدمت) سیوک ۔ غلام
سیوا : خدمت
سیورانی : (سیوا + رانی) وہ رانی جس کی سیوا (خدمت) کی جائے

ش

شاب : شہاب
شاخاں : شاخ کی جمع
شالا : دوشالہ
شاہ بھاگی : خوش قسمت
شرائیری : شاعری
شرایت : سرایت
شرطاں : شرط کی جمع
شرمو : شرم کی جمع
شعراں : شعر کی جمع
شعلیاں : شعلہ کی جمع
شرفدارا : شرف رکھنے والا
شکارا ⎤
شکارو ⎦ : سکار
شکوراں : شکر کی جمع
شمع ⎤
شمے ⎥ : شمع
شمعہ ⎦
شمعاں : شمعیں
شوانی : شہوانی
شوقاں : شوق کی جمع
شہراں : شہر کی جمع
شیراں : شیر (دودھ) کی جمع
شیشا : شیشہ
شیویاں : شیوے کی جمع

ص

صاجبا : صاحب

صالحاں : صالح کی جمع
صبا : صبح
صباح : صبح
صباحی : صبوحی۔ صبح کی شراب
صبروی : صبر
صحبتاں : صحبت کی جمع
صحنکاں : صحنک کی جمع
صدراں : صدر (شہ نشین) کی جمع
صرایاں : صراحیاں
صلواتاں : صلوات کی جمع
صورتاں : صورت کی جمع
صحی : صحیح
صیح : صحیح

ط

طاعتاں : طاعت کی جمع
طاہراں : طاہر کی جمع
طبقاں : طبق کی جمع
طبلاں : طبلہ کی جمع
طرحاں : طرح کی جمع
طلعما : طعام
طلسماں : طلسم کی جمع
طناباں : سائبان
طبنور : طنبور کی جمع
طوباں : طوبیٰ کی جمع
طہوراں : طہور (شراب طہور) کی جمع

ع

عاروس : عروس۔ دلھن
عرضہ : عرض
عسس : کوتوال۔ محافظ
عشرتاں : عشرت کی جمع
عِشق : عشق
عشقوں : عشق کی جمع
عشویاں : عشوہ کی جمع
عقیقاں : عقیق کی جمع
عکساں : عکس کی جمع
علماں : علم کی جمع
علویاں : علوی کی جمع
علیقاں : علیق (توبڑا) کی جمع
عنین : عناں۔ باگ
عیدا : عید
عیداں : عید کی جمع
عیشاں : عیش کی جمع

غ

غباراں : غبار کی جمع
غلامیں : غلامی
غلغل : غلغلہ
غلول : غلولہ۔ گولی (فارسی)

غماں : غم کی جمع
غمزیاں : غمزہ کی جمع

ف

فام : عقل۔فہم
فتنا : فتنہ
فتناں : فتنہ کی جمع
فرشاں : فرش کی جمع
فرشتیاں : فرشتہ کی جمع
فرنگ : تلوار
فریباں : فریب کی جمع
فقیراں : فقیر کی جمع
فوجاں : فوج کی جمع
فہمے : سمجھے
فیروزی مہاڑیاں : (مہاڑی۔محل) نو آسمان

ق

قبولیا : قبول کیا
قداں : قد کی جمع
قصّا : قصّہ
قصراں : قصر کی جمع
قفیا : قفیہ
قلقلا : قلقل
قلماں : قلم کی جمع
قولاں : قول کی جمع

ک

کاجاں : کاج (کام۔تقریب) کی جمع
کاجتے : بناتے
کاجلا : کاجل
کاجے / گاجے : باجے
کاچے : کانچ
کارن : سبب۔وجہہ
کارا : کالا
کاری : ماہر۔کامل
کاڑکر : نکال کر
کاڑیا : نکالا
کاڑیاں : کاڑی (نکال) کی جمع
کاس : پستان۔کیس۔بال (سنسکرت)
کال : موسم
کالیاں : کالی (صفت) کی جمع
کاماں : کام کی جمع
کامن : کامنی
کامنیاں : کامنی (حسین عورت) کی جمع
کاں : کہاں۔کے لیے
کاناں : کان کی جمع
کانٹیاں : کانٹا کی جمع
کاندیاں : کاندہ (دیوار) کی جمع

کانڑا : کانڑا۔ دیپک راگ کی ایک راگنی
کاویانی : فریدوں بادشاہ کا جھنڈا
کاہی
کاہے } : کیوں۔ کیونکر (برج)
کباباں : کباب کی جمع
کبکاں : کبک کی جمع
کب لگن : کب تک
کبیرا : بڑا
کپٹ : کینہ۔ دشمنی۔ بغض
کپول : کپال (سنسکرت) کاسۂ سر
کِتا : کتنا
کتاباں : کتاب کی جمع
کِتی : کہتی
کِتے : کتنے / کہتے
کٹارے : کٹار / خنجر
کٹاریاں : کٹار کی جمع
کٹک : فوج (سنسکرت)
کُچ : پستان
کجات : بدذات
کجل
کجلی } : کاجل
کچلے : سرِ پستان
کچ : پستان
کچوین : کچ (سرِ پستان) کی جمع

کچیاں : کچّی (صفت) کی جمع
کد : کبھی
کدم : ایک پھول کا نام۔ کدم (سنسکرت)
کدیں
کدہیں } : کبھی
کدھیں : کبھی
کرتار : خالق۔ خُدا
کرتیاں : کرتی (فعل) کی جمع
کرسیں : کر سکے گا
کرکڑا : بادل کی آواز
کرن : کرنا
کِرناں : کِرن کی جمع
کرنگ نینی : کالی آنکھوں والی
کرن ہارا : کرنے والا
کرن ہارے : کرنے والے
کروٹ : پلٹ جانا۔ ناراض ہونا
کرہی : کی
کرے : کر۔ نخوت
کریاں : کیا (فعل) کی جمع
کریئے : کرے
کستور : مشک
کستی : آزماتی
کسن : کسنا۔ پرکھنا۔ کسکر
کسنان : چولی

کِسنڈ : کیس۔ایک دھات جو لوہے اور گندھک کو ملا کر بنائی جاتی ہے۔
کسوتاں : کسوت کی جمع
کہکر : کہہ کر
کَلا : فن
کلا : گھول۔ملا
کلاکر : ملا کر
کلال : شراب کی کشید اور فروخت کرنے والا
کلالاں : کلال کی جمع
کلاؤ : ملاؤ۔گھول دو
کلپیا : تصوّر کیا (کلپنا۔تصوّر سنسکرت)
کُلف : قُفل
کلول : مسرّت
کلیاں : ایک راگ
کلیجا : کلیجہ
کماچ / کماج : ایک راگنی
کماچے : بھبھول میں پکائی ہوئی روٹی۔ ایک راگنی
کماناں : کمان کی جمع
کمرات : کمر پٹہ
کم سنائی : کمسن۔نوعمر لڑکی
کمن : کمند
کَن : کان۔کنے (پاس)
کِن : کون

کنا : کون
کنائی : کنایہ
کنتل : زلف۔لٹ
کنتھا : کہانی
کنٹھی : کنٹھی۔کنٹھ والی۔خوش گلو
کنٹھ : گلا
کنٹھ مال : گلے کی مالا۔ایک زیور
کُنجاں : کھنجن کی جمع
کُنجر : بڑا ہاتھی
کنچک : انگیا۔چولی
کنچکی : انگیا۔چولی
کنچن : سونا
کندن : سونا
کندوری : دعوت
کندوریاں : دسترخوان۔دعوت
کنڑا : کنڑا یا کرناٹکی دکن کا پسندیدہ راگ
کن سرا : کن سوئیاں
کنک : سونا
کنکاراں : کنکروں۔جواہرات
کنکرجوت : جواہرات کی چمک
کنکم : سونا (کنک)
کنگری : ایک قسم کا بین
کنگنا : کنگن۔ہاتھ کا ایک
کنگی : کنگھی

کنن : کون۔کس
کنور : کنول
کنولی : کونلی۔شاعر کی محبوبہ کا نام
کنوں : کوئی۔کون
کنے : پاس
کونلی : نوخیز۔کم سن
کونلیاں : کونلی (صفت) کی جمع
کُو : کہو
کوایا : کہلایا
کوپ : کھونپ۔جوڑا۔غصہ (سنسکرت)
کوتوالاں : کوتوال کی جمع
کوتی : کویتا۔شاعری
کوٹ : قلعہ
کوٹی : کوٹ۔قلعہ
کوچ، کچ، پچ : کچھ
کوڑکپٹ : بغض۔دشمنی
کولانٹ، کلانٹی : قلابازی
کوں : کو کی الفیائی شکل
کونپلیاں : کونپل کی جمع
کوندیا : کوندا
کونڈ : قید
کوہک : کوئل۔کوکنے والی
کوئلاں : کوئل کی جمع

کویلاں : کوئلہ کی جمع
کویں : کہیں
کنہہ : کوہ
کہت : کہتا
کہیتے : کہتے
کہکارے : کوئل کی آواز۔کوک
کہکتا : کوکتا
کہکش : کہکشاں
کہکنا : کوکنا
کہنی : کہانی
کہنیاں : کہانیاں
کہوئے : کہے
کہیا : کہا
کہیاں : کہی (فعل) کی جمع
کئیں : کہیں
کئی : کوئی
کی : کیوں
کیاں : کی (حرف اضافت) کی جمع
کتیا : کرتا
کتیک : کتنے ہی۔کئی۔کتنے
کیتھل : کتھل
کیرا : کا
کیری : کی
کیرے : کے
کیریاں : کیری (حرف اضافت) کی جمع

کیس : بال
کیلی : کنجی۔ کیلا
کیں : کہیں
کنیاں : کنیہ کی جمع
کیوڑی : کیوڑہ
کیوں : کیونکر۔ کس طرح
کیوں کرے : کیسے کرے
کئیں : کہیں
کیئے : کیا

کھ

کھان : کان۔ معدن
کھاناں : کھان (معدن) کی جمع
کھانٹ : کھانٹھ۔ کھونٹے۔ دانت
کھانے ہاریاں : کھانے والے
کھب : خم
کھپا : بالوں کا جوڑا
کھپنے میں : گھٹنے میں۔ خسارے میں
کتھنیای : کہانی
کھجاتے : شرماتے
کھرگ : تلوار
کھڑیاں : کھڑی (فعل) کی جمع
کُھل : کھول کر
کھلان ہارا : کھلانے والا
کھلاو : کھلواؤ

کھلائی : کہلائی
کھلبلی : شوخ۔ بے چین
کھلبلے : بے چین ہوئے
کُھلک : کُھل کر
کِھلیا : کھلا
کھلیاں : کھلی (فعل) کی جمع
کھلیئے : کھلے
کھمڈی : ایک قدیم دکنی کھیل
کھن : آسمان
کھنان : کھن (آسمان) کی جمع
کھنجن : شیاما۔ ایک پرندہ
کھنچنی : کنچن۔ کبن۔ رقاصہ
کھنڈ : حصہ۔ ٹکڑا (سنسکرت
کھنوٹ : کھونٹا
کھنونلی : کونلی۔ نوخیز
کھنیا : کہانی
کھوا : شانے کی ہڈی
کھوا پھڑکے : دکن میں "کھوا پھڑ
اچھا شگون سمجھا جاتا
کھوکھری : کھونگڑی۔ گدڑی
کھوں : کہوں
کھونپ : جوڑا۔ بال
کھونپے : بالوں کا جوڑا
کھوپی : کھونپ۔ بالوں کا
کھولت : کھولتا

کھولنہار : کھولنے والا
کھئی : کہی
کھیا
کہیا
} : کہا
کھیا : سرکا
کھینچیا : کھینچا
کھیلاں : کھیل کی جمع
کھیلن : کھیلنا
کھنیلٹی : تکلیف۔مصیبت
کھیلیا : کھیلا
کھیلئے : کِھلے

گ

گات : جسم کی خوشنمائی
گاتیاں : گاتی (فعل) کی جمع
گالا : گال
گالاں : گال کی جمع
گالو : پگھلاؤ
گانٹھاں : گانٹھ کی جمع
گانڈی
گانڈا
} : گنا
گانڈے : گنے
گاونا : گاتا
گاون : گانا
گاونا : گانا
گاوناں : گاونا (گانا) کی انفیائی شکل
گائیا : گایا
گپت : پوشیدہ۔اندرونی
گتاں : گت (حالت۔کیفیت) کی جمع
گتاں : گت (جس سے ناچ اور راگ کا اندازہ ہوتا ہے) کی جمع
گج
گیج
} : ہاتھی۔گجیندر (سنسکرت)
گدگلیاں : گدگدیاں
گربوں : گرب (گرو۔غرور) کی جمع
گرجت گرجتا
گرجن : گرجنا
گرجیا : گرجا
گرگیاں : گرگ کی جمع۔گرگ، دس رُشی منیوں میں سے ایک کا نام۔اس نام کے برہمن بھی ہوتے ہیں۔اس لیے بعض وقت برہمن کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔
گرو : گُرد۔خدا۔استاد
گرہ : مقام۔گھر (سنسکرت)
گڑ : گڑھ
گڈبڑی : گڑبڑی
گزک : ایک قسم کی مٹھائی۔بوسہ
گسائیں : مالک۔خداوند۔محبوب

گسترد : بچھا ہوا۔پھیلا ہوا
گشتاں : گشت کی جمع
گگن : آسمان
گگناں : گگن (آسمان) کی جمع
گگن رنگ : آسمانی رنگ
گل : گلا
گلالاں : گلال کی جمع
گلسر / گلسری : گلے کا ایک زیور
گلہار : (گل+ہار) پھولوں کا ہار
گماتا : گم ہوتا
گمت : تماشہ
گمتیاں : عیش کرتی ہیں۔ وقت گذارتی ہیں
گمو : بسر کرو
گمے : بسر کرے
گُن : صفت۔خوبی
گُناں : گن (صفت۔خوبی) کی جمع
گناہاں : گناہ کی جمع
گنائے : گوائے
گنبھیر : پُرعظمت۔سنجیدہ۔گہرا
گنجاں : گنج (خزانہ) کی جمع
گنجائے : گونج جائے
گنجور : گنج۔خزانہ
گنجینا : گنجینہ
گُنّدھ کے : گوندھ کے

گُنّدنے : گوندھے
گُنّدی : گوندھی
گنگ دھار : گنگا کی دھار
گنن : گننا
گنوارا : گنوار
گنوارے : گہوارے
گنونت : خوش صفات
گنونتا : اچھی صفات والا
گنیائیا : گوایا
گوری راگ : ایک راگنی جو مالکوس را
سے نکلی ہے۔
گوریاں : گوری (صفت) کی جمع۔
عورت
گوش : گوشہ
گوش پارے : کان کا ایک زیور
گون : جانا
گوند : گوندھ
گوندے : گوندھے
گوہراں : گوہر کی جمع
گہیلی : بے تکلف۔شوخ
گیان : علم۔عرفان
گیند : ہاتھی (گجیندر۔سنسکر
گینداں : گیند کے پھول
گیسواں : گیسو کی جمع

گھ

گھاتاں : گھات کی جمع
گھاتی : زخمی
گھاتیاں : گھاتی (پھسلاتی۔بہلاتی۔فعل) کی جمع
گھٹیا : گھٹا
گھراں : گھر کی جمع
گھربندنا : گھر بنانا
گھڑبڑایا : گھبرایا
گھڑیاں : گھڑا کی جمع
گھمتے : گھومتے
گھنٹ : گھنٹہ
گھنس : گھانس
گھنیر، گھنیرو : گمبھیر۔پُرعظمت۔بڑا
گھرے گھر : گھر گھر
گھنے گھن : بادل گرجنے کی آواز
گھوڑاں : گھوڑا کی جمع
گھولاں : کسی چیز کے اطراف گھومنا
گھیاؤ : گھاؤ
گھیاواں : گھیاو (گھاؤ) کی جمع

ل

لا : لگا
لابھی فائدہ۔لابھ
لاج : شرم
لاجاں : لاج کی جمع
لاجوں : لاج کی جمع
لاجے : شرمائے
لاڑیاں : لاڑ کی جمع
لاکاں : لاک (لاکھ) کی جمع
لاک لاک : لاکھ لاکھ
لاکھاں : لاکھ کی جمع (لاکھوں)
لاگ : لگ/ لگی/ لگا
لالا : محبوب (للات۔سنسکرت) محمد قلی قطب شاہ کی ایک محبوبہ کا نام۔لعل
لالاں : لالہ (پھول) کی جمع
لالن، لالہ : محبوب
لباں : لب کی جمع
لبدار : مائل۔فریفتہ
لٹاپٹ : ہم آغوش
لٹاں : لٹ کی جمع
لٹک : نازوادا
لٹکتیاں : لٹکتی (نازوادا دکھاتی) کی جمع
لٹکنا : نازوادا دکھانا
لٹکیاں : لٹک (نازوادا) والی عورتیں
لجّاں : شرم
لجاؤ : لے جاؤ

لجے : شرمندہ ہو

لجیں : شرمائیں

لچ : لُچّا

لچھن : رنگ ڈھنگ۔طور طریق

لذتاں : لذت کی جمع

لرزت : لرزتا

لڑاں : لڑ کی جمع

لطفاں : لطف کی جمع

لعلاں : لعل کی جمع

لک : لاکھ

لک / لگ : تک

لکوں : لگ۔تک

لکھیا : لکھا

لگن : محبت۔لگاؤ

لگناں : لگن (برتن) کی جمع

لگیاں : لگی (فعل) کی جمع

للات : پیارا۔محبوب (سنسکرت)

للن : محبوب

لَلنا : محبوب

لوائے : لوائح۔روشنی

لوبن : لوبان

لوچن : آنکھ

لوچناں : لوچن (آنکھ) کی جمع

لوڑیا : پسند کیا

لوگاں : لوگ کی جمع

لویں : لیں

لہاراں : لہریں

لہراں : لہر کی جمع (لہریں)

لہوں : خون

لھو : لہو

لئی : بہت (مراٹھی)

لیا : لا

لیاتا : لاتا

لیائے : لائے

لیایا : لایا

لیایاں : لائی (فعل) کی جمع

لیک / لیکھ : لے کر

لیکہ : لے کر

لیکھ : لکھ

لیکھے : لکھے

لیلاٹ : خوشی

لین ہار : لینے والا

لینیں : لینے

لیوں : لوں

لیؤو : لو

م

ماتی : سست

ماتیاں : ماتی (مست) کی جمع
مادے : مانڈے (مانڈنا۔بنانا۔کڑاکرنا)
مارگ : راستہ
مارن : مارنا
ماریا : مارا
ماگ : مانگ
مالاں : مالے کی جمع
مالیاں : مالی کی جمع
مان : عزت
مانا : سمانا۔ بھرجانا
مانڈے : منائے
مانک : موتی۔جواہر
مانکاں : مانک (موتی) کی جمع
مانگھ : مانگ کر
مانہ : ہیں
مانیا : مانا
ماوا، ماوے : سادہ۔سادھے
ماوے : سمائے
ماہاں : ماہ کی جمع
ماہے : مہینے
مایا : راز۔بھید
متا : مست
متوال : متوالا
متی : مست

مٹھ بول : میٹھے بول
مٹھ بولتی : میٹھی بات کرنے والی
مُج : مجھے
مجے، منجے : مجھے
مچ : مچھلی
محبتاں : محبت کی جمع
محک : کسوٹی
محلاں : محل کی جمع
مدارا : مدارات
مدپیر : پیرِ مغاں
مدخانیاں : مدخانے۔مے خانے
مدرساں : مدرس کی جمع
مُدرے : کان کے بُندے
مد : شراب
مدگھر : میخانہ
مدمدن : محبت کی شراب
مدن : محبت کا دیوتا۔محبت
مذہباں : مذہب کی جمع
مرادان : مرادوں
مرتبا : مرتبہ
مرتباناں : مرتبان کی جمع
مردنگ : بڑا ڈھول
مرغولیں : مرغولہ۔خوش آواز پرندوں کا الحان

مرگ : بارش کی پہلی کارتی۔ایک مخصوص تاریخ جب دکن میں بارش شروع ہوتی ہے۔
مرگ : ہرن
مرگنیاں : مرگ (ہرن) کی جمع
مرگ نینی : غزالی چشم
مرن کاری : مارنے والا
مریاں : مردے
مستک : پیشانی
مستوریاں : مستور رہنے والیاں
مسجداں : مسجد کی جمع
مسجید : مسجد
مسکاتی : مسکراتی (مسکانا۔مسکرانا)
مسکاونا : مسکرانا
مسکتی : مسکراتی
مسلت : مصلحت
مشاطا : مشاطہ
مشعلاں : مشعل کی جمع
معاز : پناہ
معا : معمّہ
معنیاں : معنی کی جمع
مغروری : غرور
مکّا : مکّہ
مکت : موتی
مکٹ : تاج

مکرا
مکری } : آرسی۔شیشہ
مکن : مکھن۔مکھ۔چہرہ
مکلل : پُر تکلف۔چمک دا[ر]
مکھ
مکھا } : چہرہ
مکھارے راگ : منھ سے گائے جا[نے] والے راگ
مکھڑا : چہرہ
مکھیاں : مکھ (چہرہ) کی جمع
مگمگایا : مہک اٹھا
مگھا : میگھ
ملازہ : لحاظ۔پاس
ملاوا : ملن۔وصال
ملائی : بالائی
ملکا : کونپل
ملکاں : ملک (فرشتے) کی جم[ع]
ملکلیاں : ملکا (کونپل) کی جمع
ملن : ملنا
ملحم : مرہم
ملوکاں : بادشاہ
ملہار
ملہارا } : ایک راگنی جو میگھ ر[اگ سے] ماخوذ ہے
ملہاری : ملہار (ایک راگنی) گانے وال[ا]

ملیا : ملا
ملیاں : ملی (فعل) کی جمع
من : دل
من / مین : مچھلی (سنسکرت)
منا : منع
مناتیاں : مناتی (فعل) کی جمع
مناگل : منگل (خوشی کا گیت) کی جمع
من بھاوتا : دل کو بھانے والا
منتاں : منت کی جمع
منتراں : منتر کی جمع
منج / منجے / مجے : مجھے
منجا : تخت۔چوکی
منجھار : منجدھار
مندل : بڑا ڈھول
مندھر / مندر : مکان
مندے : مانڈے۔بنائے
منڈان : آسمان
منڈپ : شامیانہ
منڈپاں : منڈپ کی جمع
منڈل : حلقہ
منظوریاں : منظوری کی جمع

منگ : مانگ
منگاون : مانگتا
منگتیاں : منگتی (مانگتی) کی جمع
منگتے : مانگتے
منگتیں : مانگتی
منگل : خوشی کا گیت
منگل گاتے : خوشی کے گیت گاتے
منگل گاونا : خوشی کا گیت گانا
منگوں : مانگوں
منگے : مانگے
منم : غرور
من ہرنا : محبوب
منے : میں
منیاں : مچھلیاں۔من کی جمع
منیں / مین : میں
مو : میرا۔مجھے
موتیاں : موتی کی جمع
موتی ڈھال : گوہر غلطاں
موتی سریا : صراحی دار موتی
موتی صحی : سانچے موتی
موجاں : موج کی جمع
موچیاں : موچ (مونچھ) کی
موراں : مور کی جمع
مورچھب : مور کی ادا

مُورکھ : بیوقوف۔نادان
موڑیاں : موڑی (فعل) کی جمع
موس : کٹھالی جس میں سونا پگھلایا جاتا ہے۔
مومناں : مومن کی جمع
موندیا : بند کیا
موہن : محبوب
موہناں : موہن کی جمع
موہنیاں : موہنی (دل موہ لینے والی) کی جمع
موہی : فریفتہ
موہیا : فریفتہ کیا
مہاجل : آبِ حیات
مہاڑیاں : مہاڑی (محل) کی جمع
مہتاباں : مہتاب کی جمع
مُہتر : مبارک۔عظیم
مہتری : عظمت۔سرداری
مہر : محبت۔کرم
مہراں : مہر (محبت۔کرم) کی جمع
مہروں : مہر (مہربانی) کی جمع
مہکاراں : مہکار کی جمع
مہکارے : مہک
مہکیا : مہکا
مُہن : موہن۔محبوب
مہوں : مہینہ

مُہے : موہے۔مجھے
مئے لعلے : لال شراب
میا : محبت۔کرم۔مہربانی
مھیوں : مینہہ۔بارش
میت : دوست
میٹیا : مٹادیا
مینچوں : بند کروں
مئے خانۂ پیر : پیرمغاں
میریاں : میری کی جمع
میزوانی : میزبانی
میسے : مسّے
میگ، میگھ، میکھ : بادل
میگھ رحمت : ابرِ رحمت
میلی : ملی
میوا : میوہ
میوراں : میور (مور) کی جمع

ن

ناٹی : بھاگی
ناجٹ : جڑ سے اکھیڑنا۔لڑنا۔
ناچیتاں : ناچتی (فعل) کی جمع
ناچن : ناچنا
ناد : مانند۔آواز (عربی) گانا

ناداں : ناد (آواز) کی جمع
نار : عورت
ناراں
ناریاں } : نار (عورت) کی جمع
نارنگ : نارنجی
ناسک
ناسکا } : ناک۔ ناسکا (سنسکرت)
نافا : نافہ
ناقبولیاں : نہیں قبول کرنے والے
ناک پُھلڑی : ناک کا زیور
ناگاں : ناگ کی جمع
ناگر : ہل
ناگر : ناک کا ایک زیور جس کی وضع ناگ کے سر جیسی ہوتی ہے۔
ناگ سُر : ایک سُر
ناما : نامہ
ناماں : نام کی جمع
ناں : نہیں۔ نہ
نانو
نانوں } : نام
نانویں : ناآویں
ناہ : نہیں
ناہیں : نہیں
ناؤں : نام
نباتاں : نبات کی جمع

نیڑ : قریب۔ نوڑ (سنسکرت)
نبی چودہ : چودہ معصومین
نپایا : پیدا کیا
نپایاں : نپائی (پیدا کی فعل) کی جمع
نپٹ : بالکل۔ تمام۔ خالص
نپجا : پیدا ہوا
نت : ہمیشہ
نٹوا : رقّاص
نٹوے : نٹوا (رقاص) کی جمع
نجھا
نچھا } : غور سے دیکھنا
نجھاوے : دیکھے۔ گھورے (دیکھنا۔ گھورنا)
نچھل : صاف۔ چمکدار۔ نشچھل (سنسکرت)
نرالی : جدا
نرنجن : نظر نہ آنے والا
نرمل : صاف۔ پاکیزہ
نرملا : صاف۔ پاکیزہ لڑکی
نرملیاں : نرمل کی جمع
نرمول : بے بہا
نزک : نزدیک
نِس : رات
نسارے : نثار کرے
نسنگ : علٰحدہ۔ الگ۔ جو کسی کے (ساتھ) نہ ہو
نشتراں : نشتر کی جمع

نشچھل : چمکدار۔صاف (سنسکرت)
نظراں : نظر کی جمع
نعمتاں : نعمت کی جمع
نفا : نفع
نقشاں : نقش کی جمع
نقل : شراب کا ذائقہ تبدیل کرنے کے لیے استعمال کی جانے والی شیرینی
نک / نکھ : ناخن
نکلیا : نکلا
نکلیاں : نکلی (فعل) کی جمع
نکو : نہیں۔مت (مرہٹی)
نکھاں : نکھ (ناخن) کی جمع
نکھنڈ : سالم۔ثابت۔پورا جس میں کھنڈ (ٹکڑا) نہ ہو
نگاراں : نگار (معشوق) کی جمع
نگارت : نگار
نگارے : سجائے۔سنوارے
نگرٹ / نگت : نزدیک۔پاس
نمازاں : نماز کی جمع
نمتی : نیم تنی۔صدری (ایک قسم کا لباس)
نمن : مانند۔طرح

نن پن : بچپن
نھاس : بھاگ
نھانے : نہانے
نھڈیں : جھکیں
نھنا : ننھا
نھن پنے / نن پن : بچپن۔نادانی
نھنواراں : بچّے
نھنوار : بچّہ
نھنی : ننھی
نوا : نیا
نوارا : ہٹایا۔دُور کیا (نوارن۔سنسکر
نواروں : نثار کروں
نوارے : نثار کرنا
نوانبر : نو آسمان
نوایا : جھکایا
نوتاں : نوت (نیوتا۔دعوت) کی ج
نوراں : نور کی جمع
نوریاں : نوری کی جمع
نوکھن : نو آسمان
نول : نئے
نومد : نئی شراب
نون : نمک
نوی : نئی

نویاں : نوی (نئی) کی جمع
نویلا : نیا
نویلیاں : نویلی (کم سن - نوخیز) کی جمع
نہالا : نہال
نہالاں : نہال کی جمع
نیارا : علٰحدہ
نیر : پانی
نیربُن : پانی کے قطرے
نیرپوراں : پانی سے بھرے ہوئے
نیرداراں : پانی پلانے والے بہشتی
نیڑے : نزدیک
نیکا / نیاکا : اچھا - خوبصورت - نیک
نیکلے : نکلے
نیلو : آسمان
نین : آنکھ
نینان : آنکھیں - نین کی جمع
نین سوز : چشم سوز
نینو : آنکھوں
نیواریاں : نواری (فعل) کی جمع (نوارن - دُور رکھنا - ہٹانا - سنسکرت)
نینہہ : محبت
نئیں : نہیں
نبیذ : جَو سے بنائی گئی شراب

و

واجبست : واجب است - واجب ہے
واریاں : واری (فعل) کی جمع وارا - نچھاور کیا
والا : اعلی - اونچلہ ایک قسم کا مہین کپڑا جو چند سال قبل تک بھی حیدر آباد دکن میں دستیاب ہوتا تھا۔
والاں : والا کی جمع
وامی : وام - قرض
وُتن : اتنے
وجر : قیمتی پتھر
وردت : وِرد
ورزور : زوردار - طاقتور
ورساز : اچھا سامان
ورقاں : ورق (پتہ) کی جمع
وصالا : وصال
وضا : وضع
وصفاں : وصف کی جمع
وضعی : وضع
وگے : اتنے
ولیاں : ولی کی جمع
ونت : صفت
ونے : دینی - بین

وو : وہ
ویکنٹھ : جنّت (بیکنٹھ سنسکرت)
وینیاں : وین (بین) کی جمع

ہ

ہات / ہت : ہاتھ
ہاتاں / ہتاں : ہات (ہاتھ) کی جمع
ہارا : والا
ہاراں : ہار کی جمع
ہاریئے : ہارے
ہارے : ہرے۔سبز
ہاکاں : ہاک (ہانک) کی جمع
ہاکے : ہانکے۔شہرہ
ہانس : ہنسلی
ہاوا : ہوا
ہاوے : ہوا و ہوس / جلائے۔آدا بھٹی۔خزاں کی آگ
ہت چڑی : ہاتھ لگی
ہتکاراں : آواز
ہتی : ہاتھی
ہٹکتی : روکتی (ہٹکنا۔روکنا۔مدافعت کرنا)
ہٹوں : ہٹ۔(ضد) کی جمع

ہچ : ہیچ
ہدرتا : مرزتا
ہدفاں : ہدف کی جمع
ہربراں : ہر بار
ہردے : دل (سنسکرت)
ہریا : ہرا
ہریئے : ہرے
ہزاراں : ہزاروں
ہست : ہاتھ۔ہاتھی
ہستن / ہستھن : عورت کی ایک قسم
ہشیار : ہوشیار
ہلالاں : ہلال کی جمع
ہلاوے : حرکت جنبش۔کشمکش
ہلجو : گرفتار کرو۔الجھاؤ
ہلکنی : پھندا
ہلگاؤ : پھانسو
ہلن : ہلنا
ہلے : حملے
ہلیا : ہلا
ہمن / ہمنا / ہمناں : ہم۔ہمارے
ہمی : ہم ہی۔خود ہی
ہمیں : ہم

ہنڈول : جھولا
ہنڈولے / ہندولے : جھولائے
ہنساں / ہنسیاں : ہنس کی جمع
ہنسلیاں : ہنسلی (ہنسنے والی) کی جمع
ہوائی : ایک قسم کی آتشبازی
ہور : اور
ہوراں : اوروں
ہو سکے : ہوگا
ہولے : روے
ہوں ۔ : ہونا/ ہیں (ضمیر)
ہونٹاں : ہونٹ کی جمع
ہوؤ : ہو۔ ہوئے
ہویاں : ہوی (فعل ناقص) کی جمع
ہیا / ہئے : دل۔ ہردے (سنسکرت)
ہیریاں : ہیرے کی جمع
ہیں : حقیر (سنسکرت)

ی

یاداں : یاد کی جمع
یاقوتاں : یاقوت کی جمع
یتا : اتنا
یئے : یہ
تیچ : یہی
یزیدیاں : یزید کی جمع
یعقوت : یاقوت
یک : ایک
یکٹ : اکیلا
یکچت سوں : ایک دلی سے
یکس : ایک
یکلے : اکیلے
یکیلا : اکیلا
یکیلی : اکیلی
یمناں : یمن (ملک) کی جمع
یو : یہہ
یوگ : لائق۔ قابل۔ اعلیٰ (یوگیہ سنسکرت)
یون / یوون : جوانی
یوچ : یوں ہی
یئک : ایک
یئکس : ایک

ضمیمہ

غیر مطبوعہ کلام

عید میلاد نبی

خوشیاں شادیاں ستیس مولود آیا ہے پیمبر کا
سدا وہ جگ منے سُہتا ہے اے مولود سرور کا
جلانا عیسیٰ کا ہور نور موسیٰ کا نبی کون ہے
پلائے ہیں نبی سارے نبیاں کوں آب کوثر کا
سلیماں سنے زیادہ پادشاہی ان کو حق دیتا
سبب کیا ناٹوں لینا ہے اونن ان کے سکندر کا
سب ہی پیغمبراں اعجاز تھے واقف انھیں حضرت
نہیں حاجب اونن اٹکے کبھی کوئی قصہ آذر کا
نبی مولود کے بجتے دمامے دور دنیا میں
پوتھی نے کھول زہرہ بسیرے حوراں سراسر کا
جکوی جنت منیں دیکھے دکھائے عید انکھیاں میں
پکڑ گلدان سوکر تحفہ لیایا پھول اختر کا
خدا دیتا نبی صدقے محمدؐ ناٹوں دو جگ میں
توشاہاں میں سُہاتا ہے میرے سر نور افسر کا

عیدِ رمضان

رمضان عید آیا ہے مل کے فیروزی سوں
خوشی و خرمی ہور آنند نوروزی سوں
شِشیر خرمے سوں بھراوُ کانسے محبتاں کے
مد پچّے مد پلاؤ جم عیش کی روزی سوں
گلال گال اوپر دیکھائے لال نوا چند
اس شہ پری سوں پایا مکھ جوت فیروزی سوں
سازاں سوں مطرباں مل اس تئیں غزل کو باندو
عشق کے عہد میں میلے پڈ منی سروری سوں
نیناں کجل سنوارے پھول بن میں ساقی تائیں
دل بزم میں کشیدہ کاڑی ہے زر ڈوری سوں
حضرت نبی کا سایا ہے قطب شہ کے اوپر
اس کے رقیباں کوں حق راکھیا ہے دل سوزی سوں

بکرید عید

انداں سوں آیا ہے بکرید عید
ہمن من کو بھایا ہے بکرید عید
محبت خوشیاں کیری درپن منے
اپس مکھ دکھایا ہے بکرید عید
بنایا اب جنس بھوگن ستیں
گناں سوں رجھایا ہے بکرید عید
پرم مئے اوجالا پیالاں میں تھے
گگن لگ دپایا ہے بکرید عید
سکیاں کوں کھیا شوق رنگاں سوں اب
سنوارو کہ آیا ہے بکرید عید
سکیاں کے گناں بھید دیکھ مست ہو
سپد چند گایا ہے بکرید عید
نبی صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
تو منج دار دمایا ہے بکرید عید

(۲)

عید بکرید آئیا آپس کوں قربانی کرن
آپ کوں قربانی کرے شہ گھر سو مہمانی کرن
عید ہو جاسوس لیایا خوش خبر آنند کا
سر رکھیا شہ پگ اُپر روشن سر پیشانی کرن
چاند کاغذ کر عطارد ہور انند دادت کر
ہات جوڑ ٹھاریا اہے شہ حکم فرمانی کرن
دن نہالاں سبز ڈلتے چمن میری جیو کے
پھل سورج ہو آرتی آیا پھل افشانی کرن
حق تو تجھے یوسف کیا ہے حسن میں تو مت سکیاں
سب ہوس دھرتے زلیخا نمنے جوّانی کرن
توں ہے لنگردار علی کا دے توں لنگر کوں رواج
تُج دیا کرتا رجگ میں چتر آسمانی کرن
تُج پر اترے نانوں جملہ کام اے قطب زماں
تو سہاتا تج کوں ثانیٔ سلیمانی کرن

شب برات

(۱)

نبی دولت سوں شب برات آیا
براتاں رو زیاں کا لیایا بھر
دمامے عید کے شہہ در پہ گرج
ہلالاں کی تجلّی دیپیں چندر
چندر جوتاں ستھے دیپے رین جیوں
ہوایاں حاجباں ہو دوڑتے
مہکتے پھلتے ہیں پھل باڑیاں
ہوا اس عید تھے سب جگ
نبی صدقے کرول لکہ عید
علی کہتے قطب شاہ تائیں

(۲)

عشق شبرات آئی رنگ کی رات
پیالہ لال سوں پیکے کرو بات
گل پھل مال دھر دی عشق جو نا
سورج رچ کر سنواری رنگ چمکات
عشق چو نپاں سوں آتش بازی کہتے
نین مہتاب بیڑا قول دی بات
جوبن ٹمکی کجلُ سو بہت دمامے
عشق شبرات دیپن ....
پرم تھے سور کر نس روشنی دے
محمد قطب شاہ سوں عشق سوں مات

۳

١ عشق شبرات جگ کیتا ہے روشن
محبت کی کلیاں پنجیاں ہیں بن بن

٢ کیا خالق منے شبرات رندی
گھرے گھر ہوئی جشن گھنگراں کی جھن جھن

٣ علی نیہہ تھے ہوا روشن ہمن دل
عشق گل ریز لاگی پھول برسن

٤ جوبن کہ طور پر ہے نور اجالا
او نکر مہتاب ہولا یا ہے درپن

٥ رین جاگی سو پھل جھمکیں جوبن میں
چیرا چندر انگی مست لائی جوبن

٦ سپہی مہتاب ٹیلانین حاجب
چندر کا توکڑا ٹیلا کا جھمکن

٧ صراحی نادسوں شبرات رندی
خدا کیتا قطب کوئی جگ میں روشن

۴

۱ عشق سشبرات اب اجالا بھو چند سوں دکھایا
سرپاؤں لگ اپس کوں نوراں ستیں بنایا

۲ مہتاب کا اوجالا مہتاب نادسے
چندر جوتاں کے نوراں سورج منیں دپایا

۲ اے شوق دیکھ سکیاں کوں من میں امنگ اُپجیا
تب حسن ہو مشاطہ رنگ رنگ سوں دکھایا

۴ اس روپ گن سوں سکیاں نیہہ میں لکھیاں ہیں شہہ کوں
تو زہرہ ناد اچا کر خوشیاں کے گن گوایا

۵ صدقے نبی قطب کوں لکھ سال اچھوں خوشی کا
شاہاں ہیں عید اپس کوں مجھ دورمیں پنوایا

۵

۱ بھی خدا کے رحم تھے تن من انندان پائیا
اس مبارک عید سوں عشرت کا تن جاں پا

۲ سائیں کے دیدار تھے جن دور تھا اس دن میں
کرنا تھا سو عیش اب دل گھر میں مہماں پا

۳ عاشقاں کے دل اتھا کن نا کرے سو عیش
جن کوئی منگیا خوشی بے گن حساباں پا

۴ شب برات کالے کے پایا فیض نور اس رات
سو نوازش جیوں کہ مہماں کر ایماں پا

۵ مشتری ہوا عید سورا برسات کیتے دو
کہ قرار خوشیاں کا ایسا آپیں دوراں

۶ اے خوشی ہے سب خوشیاں ہیں ا
کن نہ ایسا دیکھیا ویسا نہ ہزاران

۷ قطب دولت مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کے پ
جی منگے سو منگ کے سب مراد ا

۸ پھر کہہ سو دیتا جے سکھ آنند کے پھل جیوں کھلے
بھی عجب سنگار سوں سب لوک رلیاں پائیا

۹ خوب ہے یو عید جس تھے سب جگت یوں خوش ہوا
جیوں کہ کوئی عاشق یکایک یار مہماں پائیا

۱۰ خوش عجب یو عید جس درگہ کی سیوٹ منے
بیس کر جنت الپس نیناں کو حیراں پائیا

۱۱ سکھ لساون جیو بدھاون پاؤ اس مجلس کے تئیں
نیر کوثر کا لذت پیاساں ہزاراں پائیا

۱۲ خوش عجب ہے عید یو شاہی کہ ہر یک دل اُپر
ذوق خوشیاں چونکہ پھل تھے مرغ خوش خواں پائیا

۱۳ دھن بھریا یو عید جن کوئی اس کی مجلس کو دیکھیا
سو چمن پھل باغ ہور لک شکرستاں پائیا

۶

۱ شب برات جو لیا یا برات نورانی
حیات و رزق دیا ہے خوشیاں سوں سجانی

۲ سجن کے تائیں سنوار یا زمانہ اے عید کوں
کہ کس ٹھکان میں کوئی نہیں سنیا یو ثانی

۳ چندر تناں کا بدن دیپے جیوں چندر جوتاں
سرو قداں کریں .... پھل افشانی

۴ ہوائی پھول دسیں چھپیں میں جوا ہر جیوں
سکیاں کے جوڑے میں تیوں پھل سو رنگ نورانی

۵ چڑیں گے تال تنن جیوں مہتاب کے ناداں
ترپ کے لال دسیں جیوں ہوائی آسمانی

۶ سکیاں کے مکھ تھے جھمکتی ہیں عید جھلکارا
مگر ثریا تی اونن مکھ پر نور رشا ہانی

۷ نبی کے صدقے قطب شاہ کوں اچھو جم جم
خوشیاں و عیش کے ناریاں سوں عید ارزانی

حنان محفل

۱ قدرت تھے اس دھرتی اُپر اے محل اوتارا ہوا
دشتی علی تھے نوگگن اُس بیچ سو تارا ہوا

۲ دوسورہے اسمان کا اے محل سورج دھرت کا
فردوس اس کی سم ہے کر تر جگ میں اظہارا ہوا

۳ ہر کوئی دیکھت اس کہیں اے عشق کا مکاں ہوا
جکوی رہیں ہیں آوہاں ایماں اُسس اقرارہوا

۴ حوران ملک فراش ہو خدمت کرتے رات دن
بارا اماماں کا نظر اسس مہرسوں پارا ہوا

۵ موں درجگت کہلاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ چاندکوں
دکھلائیں تو کہیں بول سب اے محل چند سارا ہوا

۶ حنان محل اس محل کا ہے ناؤں حیدر دشتی تھے
تو اس محل میں عیش سوں آنند آپارا ہوا

۷ صدقے نبی کے اے محل شہہ قطب کا مہتاب ہے
تو اس محل کی دار اُپر سو بُردارا ہوا۔

۸ اس محل کے ہتھا بناں سو جوں حناں ہوا مناں کیا
ہر یک نین اس محل کوں مَل مَل پوجن پارا ہوا

۹ نرمل اُتم تارے رتن دھر کہکشاں کے بندرسن
تس محل میں بند کر پینگن نوچند گھوارا ہوا

۸

مرثیہ

خدایا کبھی اماماں کے دکھوں دو جگ جلتا ہے
کہ کیسا دکھ ہے کہ مچلی نین بن تیل تلتا ہے

۲ نبی کا دکھ کہوں یا فاطمہ کا یا علی کا دکھ
یکس کا دکھ کہتے جانوں تو سب جیب جلتا ہے

۳ پیمبر نیل کپڑیاں چھاؤں تے بادل ہوا نیلا
نبی کا دل لہو کا لالی آسمان میں اوچھلتا ہے

۴ وو دونوں کا جو دکھ بولوں تو من وئیں چین سٹ شدبی
حسینا تئیں سینا کوں ٹو خبر دکھ دل میں سلتا ہے

۵ بہوت ہے درد سل کر مومناں لہو سوں بہا و دریا
کہ کاغذ جل کر لہو کالا قلم میں تھے اوچھلتا ہے

۶ حسینا سوں خشی کا او کٹھنے تے عرش کے پاواں
کبھی پایا خبر کا ہے جو سب ہی عرش ہلتا ہے

۷ دیکھو بابا کر گھر آئے شہیداں لہو کے کپڑاں سوں
جگر میرے کا باس آیا تو مج دل لہو ہو گلتا ہے

۸ لہو بھرے سو کپڑیاں سوں رؤں ماں باپ کے گل لا
نبی کے ناتوں پر کہتے امت کا ظلم چلتا ہے

۹ قطب کے روں روں جیب ہوئے نہ کہہ سکے اماماں دکھ
نبی صدقے محمد پر نگٹ رو مال دہلتا ہے

۸۲۴

بیورو کی کچھ ادبی کتابیں

کتاب		مرتب / مصنف	قیمت
کلیات میر		مرتبہ ظلّ عباس عباسی	۵۲—۰۰
کلیات ذوق		مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۲۰—۵۰
کلیات سراج		سراج اورنگ آبادی	۴۴—۰۰
"	(ڈی لکس)	" " "	۴۸—۰۰
کلیات سودا	(اوّل)	مرتبہ پروفیسر محمد حسن	۴۸—۰۰
کلیات سودا	(دوم)	" " "	۱۳—۰۰
دکنی نثر کا انتخاب		مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر	۱۲—۵۰
دکن میں اردو		نصیر الدین ہاشمی	۴۲—۰۰
حیات جاوید	(دوسرا ایڈیشن)	الطاف حسین حالی	۳۰—۰۰
پھول بن		ابن نشاطی / محمد اکبر الدین صدیقی	۴—۰۰
عام لسانیات		پروفیسر گیان چند جین	۵۰—۰۰
شعریات	(دوسرا ایڈیشن)	مترجم شمس الرحمان فاروقی	۵—۲۵

ملنے کا پتہ

بیورو فار پروموشن آف اردو
وزارت تعلیم (حکومت ہند)
ویسٹ بلاک ۸ - آر - کے - پورم - نئی دلّی ۶۶-۱۱۰۰

بیورو فار پروموشن آف اردو
وزارت تعلیم (حکومت ہند)
ویسٹ بلاک ۸ - آر - کے - پورم - نئی دلّی ۶۶ - ۱۱۰۰